روئیدادِ تاریخی مناظرہ بہاولپور مابین علمائے اہلِ سنت و علمائے دیوبند

تقدیس الوکیل

عن

توہین الرشید والخلیل

مؤلفہ و مرتبہ

حضرت مولانا ابو عبد الرحمٰن غلام دستگیر صاحب ہاشمی نعمانی قصوری المرحوم

المتوفی سنہ ۱۳۱۵ھ

مؤیدہ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ چاچڑاں شریف

مصدقہ

شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

نوری بک ڈپو ○ بالمقابل دربار داتا گنج بخش لاہور

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
Acc No. 076883
★ MAILSI ★

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

Masood Faisal Jhandir Library

نظریاتی اور اعتقادی مفاہمت کی تاریخی روئیداد

المسمّٰی بہ

تقدیس الوکیل

عن

توہین الرشید والخلیل

مرتبہ

حضرت مولانا مولوی ابوعبدالرحمٰن غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ

مؤیدہ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ اچاچڑاں شریف

مصدقہ

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

بررشحات تقدیمہ

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

نوری بک ڈپو بالمقابل دربار داتا صاحب لاہور

قیمت: 15 روپے —— (استقلال پریس لاہور)

مضامین ومباحث تقدیس الوکیل

حالات وتصانیف مؤلف

تعارف

پہلا اعتراض

امکان کذب باری تعالیٰ ۱۴

امکان نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۸

علمائے دیوبند کے نزدیک آنحضرت کے چھ مثیل ۳۸

امکان کذب باری تعالیٰ کے رد میں اکیس دلائل ۴۴

مولانا عبد اللہ ٹونکی اور مسئلہ امکان کذب ۸۵

اعتراض دوم ۸۹

امکان کذب اور امکان نظیر مولوی اسمٰعیل دہلوی کی نظر میں ۹۸

وہابی، علمائے دیوبند اور علمائے حرمین الشریفین کی نظر میں ۹۹

مشیت خداوندی اور قدرت الٰہی ۱۱۳

سرور کائنات اپنے جسد اطہر کے ساتھ قبر میں زندہ ہیں ۱۱۸

مولانا فیض الحسن کا علمی مقام ۱۲

مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی دیوبندی اعتقاد پر گرفت ۱۲۱

مولانا قاسم نانوتوی اور عقیدۂ ختم نبوت ۱۳۴

تفسیر کبیر (رازی) سے چار نکات ۱۵۱

اعتراض سوم

جناب رسالتمآب ہمارے بڑے بھائی ہیں (دیوبندی مکتب فکر) ۱۵۷

کفار کی نگاہ میں حضور بشر تھے ۱۷۰

انما انا بشر مثلکم کی تشریح ۱۸۰

حضور کی بشریت پر معاندین کے دلائل ۱۸۱

اعتراض چہارم

جناب رسالتمآب، ملک الموت اور شیطان کا علم ۱۹۲

شیطان کا علم نص سے ثابت کرنے والوں کو حضور کے علم کے لئے نص قرآن کی تلاش ۱۹۳

وسعت علوم رسالتمآب پر دلائل ۱۹۵

علم ماکان ومایکون ۱۹۸

اعتراض پنجم

انبیاء واولیاء کا علم معلوماتی ہے (دیوبندی نظریہ) ۲۰۳

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا استدلال ۲۱۴

امام رازی کی رائے ۲۲۷

علم غیب کے خلاف دلائل ۲۴۰

معاندین کی لغزشیں ۲۴۶

ملا علی قاری کا استدلال ۲۷۴

شیطان کا علم محیط زمین مسلم ہے (دیوبندی نظریہ) ۲۷۹

علم ماکان ومایکون ۲۹۸

مجلس مولود کو گھنیا کے جنم سے تشبیہ کا جواب ۳۱۱

حاجی امداد اللہ مکی کا رسالہ اثبات مجلس میلاد ۳۱۵

اعتراض ششم

فاتحہ سوئم رسم ہنود ہے ۳۲۰

ایصال ثواب کا جواب ۳۳۵

حاجی امداد اللہ مکی کا مروجہ فاتحہ کے جواز میں فتویٰ ۳۴۱

کیا فاتحہ طریقہ ہنود ہے؟ ۳۵۴

تقاریظ مفتیان حرمین الشریفین صفحہ ۳۶۲ تا ۳۶۸

ضمیمہ رسالہ تقدیس الوکیل ۳۷۱

علمائے ربانی کی گرامی قدر آراء صفحہ ۳۷۳ تا ۴۲۵

مولانا غلام دستگیر قصوریؒ

حالات و تصانیف

حضرت مولانا غلام دستگیر ہاشمی قریشی صدیقی قصوری رحمۃ اللہ علیہ (مؤلف کتاب) محلہ چلہ بیبیاں اندرون موچی گیٹ لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی مولانا حسن بخش صدیقیؒ تھا۔ آپ کے ایک بڑے بھائی مولانا محمد بخشؒ مسجد ملا مجیبہ لاہور میں ایک عرصہ تک خطابت اور تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری خلیفہ شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمہم اللہ کی ہمشیرہ تھیں اسطرح مولانا غلام دستگیر کو حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کا شاگرد، خواہر زادہ، داماد مرید باصفا اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔

جب مولانا سن شعور کو پہنچے تو حضرت مخدوم غلام مرتضیٰ قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ روحانی درس گاہ اور علمی مکتب مغربی پاکستان کے اولیاء و علماء کی روحانی اور علمی تربیت گاہ کی حیثیت سے مرجع خلائق بن چکا تھا اور اس وقت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کے فیضان کا شہرہ اطراف و اکناف پاک و ہند تک پھیل چکا تھا۔ ترجمان حقیقت سید وارث شاہ اور سید بُلھے شاہ رحمہما اللہ جیسے نامور صوفیاء اسی درسگاہ کے فیضان سے مالا مال ہو کر آسمان شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے تھے۔ ان بزرگان دین کی ضیاء پاشیوں سے قلوب و اذہان کے تاریک خانے بقعہ نور بن چکے تھے۔ حضرت مولانا

غلام مرتضیٰ بریلوی اور حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی رحمہما اللہ ان دنوں حضرت مولٰنا غلام محی الدین قصوری رح کی شاگردی میں رُوحانی دولت سے دامنِ مراد بھرنے میں مصروف تھے۔ مولانا غلام دستگیر قصوری کو اس درسگاہ کی کشش نے لاہور سے دعوت تربیت دی۔ آپ نے وقت کے اس جلیل القدر استاد کے سامنے زانوئے ادب طے کیا، جس کے کمالات کا ایک کرشمہ یہ بھی تھا کہ ؎

ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

آپ نے منقولات و معقولات میں کمال حاصل کیا۔ زمانۂ طالب علمی میں اپنی ذہانت اور محنت کی بدولت اپنے اساتذہ سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ آپ ابتدا ہی سے فکری اور نظریاتی مباحث میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ آپ اس چیز کو اچھی طرح محسوس کرتے تھے کہ درسگاہوں کے باہر کی دنیا فکر و نظر کے اختلافات میں کھو گئی ہے اور ملک کی سیاست پر انگریز قابض ہو چکا ہے۔ جس نے مسلمانوں کی وحدتِ فکر کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ہزاروں اعتقادی فتنوں کو بیدار کر دیا تھا۔ آپ کے استاد حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رح نے مستقبل کے ایسے ہی اعتقادی فتنوں کے سدِّباب کے لئے اپنے لائق اور ذہین شاگرد کو خاص انداز میں تربیت دے کر تیار کیا۔

آپ نے قرآن پاک کی تفاسیر اور احادیث کی تشریحات کا دقّتِ نظر سے مطالعہ کیا۔ تعلیم سے فارغ ہوتے ہی اعتقادی نشوونما کا کام کرنے لگے۔ آپ کو درسگاہ سے نکل کر جن حالات کا سامنا کرنا پڑا، وہ اس قدر صبر آزما تھے کہ ہم تفصیلات پیش کرنے کے تصوّر ہی سے کانپ اٹھتے ہیں۔ انگریزی حکومت نے اسلامی معاشرت کو مسموم کرنے کے لئے کئی قسم کے اعتقادی زہر پھیلا دیئے۔ بداعتقاد علماء کی پیٹھ

ٹھونکی جاتی فتنہ پرور عناصر کو فتنہ سامانیوں کی پوری مراعات بہم پہنچائی جاتیں - ان نظریات کو خاص طور پر پھیلایا جاتا جس سے ملتِ اسلامیہ کی وحدتِ فکر کو پارہ پارہ کیا جا سکتا تھا۔ عوامی ذہن کو شکوک و شبہات کی نذر کر دیا جاتا - اس وقت کی معاشرتی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرزائیت ، وہابیت ، چکڑالویت ، نیچریت اور پھر دیوبندیت جیسے محسوس اور غیر محسوس فرقے رینگتے ہوئے آگے بڑھے اور حشرات الارض کی طرح اسلامی زندگی کے تمام راہوں کو متعفن کرنے میں مصروف ہو گئے - ہر مسجد ، ہر مجلس ، ہر جلسہ گاہ - ہر درسگاہ غرضیکہ ہر گھر ان فتنوں کی آماجگاہ بنا دیا گیا پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ان فرقوں کے داعیانِ ذلیشان اپنے آپ کو اسلام اور دین کا اولین "خادم" اور "حق پرست" کہتے نہ تھکتے -

ان نامساعد حالات میں مولانا اللہ کا نام لے کر میدانِ عمل میں آئے ، اور ان طوفانوں کے سامنے ڈٹ گئے - لاہور کی علمی دنیا آپ کی ہمت مردانہ اور فاتحانہ اندازِ تکلم سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی - پنجاب کے مشاہیر نے آپ کی خدمات کا اعتراف کیا عرب و عجم کے دینی حلقوں نے آپ کی علمی اور اعتقادی خدمات کو بڑا سراہا - آپ نے وقت کے اس چیلنج کا نہایت پامردی سے مقابلہ کیا - برصغیر پاک و ہند کے ہر شہر ہر قصبہ - ہر میدان اور ہر جلسہ میں پہنچے اور بد اعتقاد علماء کے کھوکھلے دعووں کے تار و پود بکھیر دیتے - آپ کے زورِ استدلال اور اندازِ بیان کے سامنے ان فتنہ پردازوں کا پندار ٹوٹ جاتا اور اکثر میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کرتے -

آپکے معاصرین میں سے اکثر علمائے اہلسنت نے آپ کا ہاتھ بٹایا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ علمائے حق اس دَورِ ابتلا میں دوش بدوش باطل قوتوں کے

سامنے ڈٹے رہے اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں ان فتنوں کا مقابلہ کرتے رہے اس سلسلہ میں مولٰنا نور احمد لاہوری۔ مولانا غلام محمد بگویؒ۔ مولانا غلام قادر بھیروی۔ حافظ ولی اللہؒ لاہوری۔ حضرت امام احمد رضا خانصاحب بریلویؒ۔ پیر مہر علیشاہ گولڑویؒ اور مولٰنا محمد نبی بخشؒ حلوائیؒ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

آپ کی اعتقادی خدمات صرف آپ کی تقاریر اور مباحث کی مرہون منت ہی نہیں بلکہ آپ کی قلم حقیقت رقم نے بہت سے ایسی کتابیں مرتب کیں۔ جو عوام کے اعتقادی نظریات کی اصلاح کے لئے بڑی افادیت رکھتی ہیں۔ آپ کی ایسی ہی کوششوں کی ایک جھلک آپ کی کتاب ہدیۃ الشیعتین میں بدیں الفاظ مرقوم ہے:۔

فقیر نے تائید دین متین کے واسطے کئی کتابیں لکھیں۔ جن کو علمائے عرب و عجم نے پسند فرمایا۔ ان میں "تحفہ دستگیریہ" بہ جواب "اثنا عشریہ"۔ عمدۃ البیان فی اعلان مناقبِ نعمان" جو جواب معیار الحق میں ہے۔ چودہ برس سے چھپ کر مشتہر ہو چکی ہے۔ پھر رسالہ "تحقیق تقدیس الوکیل" ردِ ابن تیمیہ اور تحقیق صلوٰۃ الجمعہ جواب تذکرۃ الجمعہ اور جواب اعتراضات بر "تحفہ رسولیہ" یہ تینوں چند سال سے مطبوع ہو کر وقف تقسیم ہوئے۔ یہ رسالے علماء نے پسند کیئے۔ اب اُردو کا رواج ہے۔ اس لئے یہ آرزو تھی کہ رسالہ "ہدیۃ الشیعتین" کو جس میں فقیر نے فارسی زبان میں قرآن مجید سے شیعہ و خوارج کا جواب لکھا ہے، اردو ترجمہ کر کے فارسی اُردو یکجا چھپوایا جائے تاکہ سب کو فائدہ ہو۔ یہ ارادہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ فقیر نے رسالہ "مخزج عقائد نوری" پادری عماد الدین کے "رسالہ نغمۂ طنبوری"،

کے رد میں لکھ کر رام پور کا عزم کیا۔ تاکہ وہاں کے نواب صاحب کی امداد سے
وہ رسالہ چھپوا کر مفت تقسیم کیا جائے۔ چنانچہ شعبان ۱۲۹۴ھ میں فقیر
رام پور گیا۔ ہنوز ارادہ کسی سے ظاہر نہ کیا تھا کہ جذب باطنی بریلی کھینچ لایا۔
بسبب خشک سالی اور گرانی کے لوگ پریشان تھے۔ بریلی کے علمار نامدار
کی تجویز سے بامامت خاکسار نماز استسقار ادا ہوئی۔ ارحم الراحمین نے رحم
فرمایا۔ بہت سا پانی برسایا۔ عمائد بریلی کا احقر کی نسبت حسن اعتقاد
بڑھا۔ مولوی محمد بشیر الدین صاحب وکیل کی اطلاع سے محمد الطاف علی
خاں صاحب رئیس بریلی اپنے مقدمہ کی دعا حسن اسلوبی کے لئے فقیر کو
اپنے باغیچہ میں لے گئے۔ فقیر ختم خواجگان کے بعد دست بدعا ہوا،
مجیب الدعائے نے اس مقدمہ کو جس میں خانصاحب کا پچاس ہزار روپیہ
نقصان ہو گیا تھا۔ ان کی حسب مراد کر دیا اور اسی اثنا میں رسالہ موصوفہ
کی ایک ہزار جلدیں عمائدین بریلی کی سعی سے چھپ کر مفت تقسیم ہوئیں۔ وہ
رسالہ نواب صاحب محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر والئ مالیر کوٹلہ کی نظر
سے گزرا تو فقیر کو انہوں نے کوٹلہ میں بلایا۔ چنانچہ فقیر جمادی الاولیٰ ۱۲۹۵ھ
میں ان کے پاس آیا اور ان کے حسن اخلاق سے چند روز قیام پذیر رہا
اس اثنا میں رسالہ "ہدیۃ الشیعتین" کا اردو ترجمہ مرتب ہوا۔ پھر ۱۲۹۸ھ
میں فقیر نے بدیں غرض سفر کیا۔ اس کی فتوح سے یہ کتاب چھپ کر مفت
بانٹی جائے تاکہ اجر نشر علوم حقہ ہاتھ آئے۔ پس فقیر کا گوجرانوالہ، وزیرآباد
گجرات، سیالکوٹ جموں سے ہو کر ڈیرہ اسماعیل خاں بنوں، عیسیٰ خیل

بن جانا ہوا، حق تعالےٰ نے ان دینی بھائیوں کو جزائے خیر دی۔ جن کی امداد سے یہ رسالہ گیارہ سو جلد چھپ کر تیار ہو گیا۔ اب مسلمان بھائیوں کو بلا قیمت دیئے جائیں گے"۔

مندرجہ بالا اقتباس نقل کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ آپ کی علمی مصروفیات اور اعتقادی خدمات کا اندازہ لگایا جا سکے۔ آپ انہی مصروفیات کی بدولت مغربی پاکستان (بالخصوص پنجاب) کے تمام دینی اور علمی حلقوں میں بڑے مقبول تھے۔ اس دور کی فقہی اور اعتقادی تحریروں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی معاملات میں کوئی فتوٰے ایسا نہ ہوتا۔ جس پر آپ کی مہرِ تصدیق ثبت نہ ہوتی تھی۔

لاہور میں "انجمن حمایت اسلام" کا قیام مسلمانوں کو عیسائی مشنریوں اور پادریوں کی خلاف اسلام مہموں کا زور توڑنے کی ایک علمی کوشش تھی۔ انجمن کے شعبۂ تصنیفات کی انتظامیہ نے مولانا کی علمی خدمات سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ آپ نے ستمبر ۱۸۸۶ء میں عیسائیوں کے باطل خیالات پر مشتمل ایک رسالہ "تحریف القرآن" کے جواب میں ایک رسالہ لکھ کر تصنیف و تالیف کی دنیا میں اپنا تعارف کرایا۔ بعض اور نصابی کتابیں ترتیب دے کر تمام آمدنی انجمن کے فنڈ میں جمع کرا دی۔

آخر سنیوں کا یہ بطلِ عظیم ۱۳۱۵ھ میں واصل بحق ہوا، اور قصور کے مشہور قبرستان میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

تصانیف

آپ کی مشہور تصانیف میں سے جو ہماری نظر سے گزر چکی ہیں۔ ان کے اسماء

ذیل میں درج کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اپنے ذوق کے پیش نظر ان موضوعات کا تفصیلی مطالعہ کر سکیں۔ اور مصنف کی علمی کاوشوں کا صحیح اندازہ کر سکیں۔

۱۔ "عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان" ۱۲۸۵ھ میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب وہابیوں کے "شیخ الکل" جناب میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کی مشہور تصنیف "معیار الحق" کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ پہلے یہ کتاب فارسی میں چھپوائی گئی۔ بعد میں اُسکی مقبولیت کے پیش نظر اُردو میں بھی شائع کیا گیا اور اس کے کئی ایڈیشن مولانا کی زندگی میں چھپے۔

۲۔ "تحفہ دستگیریہ بہ جواب اثنا عشریہ" سن طباعت ۱۲۸۵ھ۔ اس کتاب میں مولوی غلام علی قصوری ثم امرتسری کے احناف پر دس اعتراضوں کے جواب میں ہے۔

۳۔ تحقیق صلوٰۃ الجمعہ۔ سن طباعت ۱۲۸۸ھ۔ اس کتاب کی افادیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آجتک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ صوفی میاں رحمت علی صاحب کہنگ شریف (ضلع لاہور) والوں نے ۱۹۵۲ء میں ازسرنو شائع کرا کے تقسیم کی۔

۴۔ مخرج عقائد نوری بجواب نغمہ طنبوری پادری عماد الدین۔ سن طباعت ۱۲۹۴ھ رسوائے پنجاب پادری عماد الدین نے نغمہ طنبوری میں اسلام پر بڑے رکیک حملے کئے تھے۔ مولٰنا نے اس کتاب میں ان خیالات کی پُر زور تردید کی اور ساتھ ہی لدھیانہ میں ایک مناظرہ میں عماد الدین کو شکست فاش دی۔

۵۔ ہدیۃ المشتغلین منقبت چار یار معہ حسنین رض د (۱۲۹۵ھ) یہ کتاب فارسی اور اُردو دونوں زبانوں میں شائع ہوئی۔ اس میں شیعہ اور خوارج کے نظریات کا مدلل جواب دیا گیا۔ اس کے دیباچہ میں حضرت مولٰنا غلام محی الدین قصوری رح اور

ان کے صاحبزادہ عبدالرسول قصوریؒ کے حالات زندگی بھی درج ہیں۔

٦۔ **توضیح دلائل و تصریح ابحاث فرید کوٹ**۔ ریاست فرید کوٹ کے راجہ نے اپنے اہتمام میں علمائے اہلسنت اور غیر مقلدین کے درمیان بڑے مناظرے کرائے۔ ان تمام مناظروں میں ملک کے بڑے بڑے جید علمائے کرام شریک ہوتے تھے۔ مولانا نے ان مباحث کو یکجا جمع کر کے ترتیب دیا، اور آخر میں مہاراجہ فرید کوٹ نے فیصلہ بھی دیا۔ یہ کتاب نظریاتی اختلافات کی ایک تاریخی روئیداد ہے، اور خاص کر مسئلہ تقلید میں بڑا ہی مواد جمع کیا گیا ہے۔

٧۔ **عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین**۔ سن طباعت ۱۳۰۱ھ۔ مسئلہ تقلید اس زمانے میں علمائے دین میں مابہ نزاع بن گیا تھا اور ہر سطح پر اس موضوع پر گفتگو ہوتی تھی۔ حضرت مولانا نے اس کتاب میں تقلید پر بڑے پُر زور دلائل دیئے ہیں۔

٨۔ **ظفر المقلدین**۔ سن طباعت ۱۳۰۲ھ۔ یہ کتاب مولوی محی الدین لکھوی کی کتاب ظفر المبین کے جواب میں لکھی گئی اور مسئلہ تقلید پر بڑے پختہ دلائل دیئے گئے۔ اس موضوع پر مختلف علماء کرام نے کتابیں لکھیں۔ چنانچہ نصر المقلدین از سید احمد علی شاہ بڑی اہم تصنیف ہے۔ مگر مولانا قصوری کی کتاب کی اہمیت اس وجہ سے بھی زیادہ ہے کہ وہ مولوی محی الدین لکھوی کے انداز تحریر اور مزاج سے خوب واقف تھے۔ اس لئے کہ ہم مکتب رہ چکے تھے۔

٩۔ **رجم الشیاطین بر اغلوطات البراہین**۔ سن طباعت ۱۳۰۲ھ۔ اس کتاب میں مولانا نے مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ کے "الہامات" و "دعاوی" کے کھوکھلے پن کو بے نقاب کیا ہے۔

۱۰۔ جواہر مضیئہ ردّ نیچریہ (سن طباعت ۱۳۰۴ھ) اس کتاب میں سرسید احمد خاں کے ایک خط کا جواب مفصل دیا گیا ہے۔ اس خط میں سرسید احمد خاں نے اپنے نیچری عقائد اور خاص کر خدا کی ہستی پر اپنے نظریات کو پیش کیا تھا۔ مولانا نے آپ کے خط کا نہ صرف جواب دیا، بلکہ اسے کتابی شکل میں شائع کر کے علمی دنیا میں اہم مقام حاصل کیا۔

۱۱۔ ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ (۱۳۰۴ھ) جمعہ کے تمام مسائل کی چھان بین کی گئی ہے۔

۱۲۔ تحقیق تقدیس الوکیل (۱۳۰۸ھ) اس کتاب میں آپ نے بڑی تحقیق و تفصیل سے حضرت باری تعالیٰ کی تقدیس کو پیش کیا ہے اور ابن تیمیہ کے مقلدین کے عقائد کی بے راہ روی کی نشاندہی کر کے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو وہ آئے دن اٹھاتے رہتے تھے۔

۱۳۔ تحقیقات دستگیریہ فی ردّ ہفوات براہینیہ۔ اس کتاب میں قادیانی نبوت کے دعووں کا جواب دیا گیا ہے۔

۱۴۔ کشف السطور عن مسئلہ طواف قبور۔ (۱۳۰۵ھ) آپ نے اس رسالہ میں طوافِ قبور پر روشنی ڈالی ہے۔

۱۵۔ نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار (۱۳۰۵ھ) یہ رسالہ گوجرانوالہ کے بعض غیر مقلدین کے اس اشتہار کے جواب میں لکھا گیا۔ جس میں انہوں نے صلوٰۃ وسلام علی النبی المکرم پر اعتراض کیا ہے۔ آپ نے گوجرانوالے کے عوام کی دعوت پر ان اشتہار والے علماء کا سخت تعاقب کیا اور گوجرانوالے پہنچکر کوٹ بھوانیداس میں

مولوی عبدالعزیز اور مولوی عبدالقادر سے مناظرہ کیا۔ اس مناظرہ کو آپ نے کتابی شکل میں شائع کر کے تقسیم کیا تھا۔

۱۶۔ **فتح الرحمانی بہ دفع کید قادیانی** (۱۳۱۴ھ) یہ کتاب آپ کی آخری تصنیف ہے۔ جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کو آپ نے مباہلہ کے لئے للکارا، اور لاہور کی مسجد ملا مجید میں اپنے بیٹوں اور پوتوں سمیت مرزا صاحب سے مباہلہ کے لئے تشریف لائے۔ مگر مرزا قادیانی نے اس مباہلہ میں خود آنے کی بجائے مولوی فضل دین کو بھیج دیا اور یوں مباہلہ سے راہ فرار اختیار کی۔ آپ نے اس کتاب کی تصدیق و تائید میں حضرت مولانا رحمت اللہ علیہ الرحمۃ مہاجر مکی اور دیگر علمائے عرب و عجم سے تقاریظ حاصل کیں۔

مندرجہ بالا تصانیف اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ حضرت مولانا نے اپنے وقت کے اعتقادی اور فکری فتنوں کو مٹانے کے لئے دن رات ایک کر دیا تھا، اور ثابت کر دیا تھا کہ اسلام پر جب بھی بدعقیدہ لوگوں نے یلغار کی، اس وقت علمائے ربانی نے صحیح اسلامی نقطۂ نظر پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ہم نے مولانا کی علمی اور اعتقادی خدمات کا تفصیلی تذکرہ اپنی کتاب "علمائے لاہور" میں کیا ہے۔ یہ کتاب عنقریب طبع ہو رہی ہے۔

زیر نظر کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" آپ کی اعتقادی اور فکری اختلافات میں مفاہمت کے لئے ایک اہم کوشش ہے۔ اس کتاب کو ان تمام اختلافات کی اصلاح میں ایک بنیادی اور فیصلہ کن حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ جو آجتک بعض حلقوں میں وجہ نزاع بن گئے ہیں۔ سب سے پہلے دیوبندی مکتب فکر کے ان علمائے ہند نے جن میں

سے بعض حضرات حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ان مسائل سے اختلاف کیا۔ جو سنی مکتبِ فکر میں مسلمہ حیثیت رکھتے تھے۔ ان مسائل پر ان سے پہلے ابن تیمیہ، قاضی شوکانی۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی اور پھر اسمٰعیل صاحب دہلوی اپنی تحریروں میں اعتراضات کر چکے تھے۔ ان لوگوں نے ان حضراتِ اختلاف کی تحریروں سے متاثر ہو کر برصغیر پاک و ہند کے سوادِ اعظم کے معتقدات کو غلط قرار دینا شروع کر دیا تو علمائے ربانی نے انکی تحریروں کا نوٹس لیا۔ مگر جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) میں علمائے اہلسنت پر جو مصائب ٹوٹے ان سے ان بدعقیدہ علماء کے حوصلے بلند ہو گئے اور ان کی یہ حرکتیں باقاعدہ ایک فتنہ کی شکل اختیار کر گئیں۔ بعض صلح جو حضرات نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ سے رجوع کیا اور ان کی رائے لی۔ تو آپ نے "فیصلہ ہفت مسئلہ" کی صورت میں ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر بات سلجھنے کی بجائے بگڑتی چلی گئی۔ مولانا عبد السمیع بیدل رامپوری رحمتہ اللہ علیہ نے دہلی میں ان لوگوں کے ایک اشتہار کا سخت نوٹس لیا اور ایک کتاب المسمّٰی بہ "انوار ساطعہ" لکھی۔ جس کے رد میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (جو ان دنوں بہاولپور میں مدرس تھے) نے "براہین قاطعہ" لکھ دی۔ اس کتاب میں وہ علمائے اہلسنت پر خوب برسے۔ اس کتاب کو مولوی رشید احمد گنگوہی کی تائید حاصل تھی۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رح کے مخلص احباب میں سے تھے اور علمائے اہلسنت کی ان تمام تحریروں پر تائیدی اور تصدیقی مہریں ثبت کرتے تھے۔ جو اعتقادی مسائل پر سامنے آئیں۔ "الجانب فرید کوٹ" ہیں، مولوی خلیل احمد صاحب ان تمام اعتقادی مسائل کو تصدیقی مہروں سے مزین فرما چکے تھے۔ جو علمائے اہلسنت کے اعتقادی نظریات پر مبنی تھے۔ "براہین قاطعہ" کی تحریر سے مولٰنا

غلام دستگیر قصوریؒ کو بڑا صدمہ ہوا۔ وہ بہ نفسِ نفیس بہاولپور پہنچے۔ اپنے دیرینہ دوست سے بالمشافہ گفتگو کر کے صورتِ حال معلوم کرنے کی سعیٔ بلیغ فرمائی۔ مگر صاحبؒ براہین قاطعہ" کو اپنی ہٹ پر قائم پاکر حیرت زدہ ہو گئے۔ اندریں حالات مولٰنا قصوری کے سامنے اس کے بغیر چارہ کار نہ تھا کہ ان مسائل کو عوام کے سامنے پیش کر کے مولوی خلیل احمد صاحب اور ان کے ہم خیال علماء کو بحث کا موقعہ دیا جائے۔ چنانچہ شوال ۱۳۰۶ھ بمقام بہاولپور ان اعتقادی مسائل پر مفاہمت کی ایک بھرپور کوشش کی۔ مولوی خلیل احمد صاحب اپنے چھ دیوبندی علماء لے کر فروکش ہوئے اور مولٰنا غلام دستگیر قصوریؒ نے بھی اپنے چھ ساتھیوں سمیت نواب آف بہاولپور کی نگرانی میں ان مسائل پر گفتگو کا آغاز کیا، جو انوار ساطعہ اور براہین قاطعہ میں زیر بحث آچکے تھے۔

اس اعتقادی مفاہمت کی مجلسی بحث کے حَکَم والیٔ بہاولپور ہز ایکسی لینسی سر محمد صادق عباسی کے پیر و مرشد حضرت شیخ المشائخ خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریفؒ مقرر ہوئے۔ مناظرہ میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو شکست فاش ہوئی، اور حکم مناظرہ نے لکھ دیا کہ ان دیوبندی حضرات کے اعتقاد ان وہابی علماء سے ملتے ہیں۔ جو اس برصغیر میں اعتقادی خلفشار کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اس فیصلہ کے بعد مولوی خلیل احمد صاحب کو ریاست سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔

مناظرہ کی تفصیلی روئیداد زیرِ نظر کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" میں قلمبند کی گئی۔ مگر علمائے دیوبند نے بعض اشتہارات میں اپنے ہمخیال عوام کو یہ تأثر دینے کی کوشش کی کہ یہ نظریات تو محض علمائے برصغیر کے ہاں ہی پائے جاتے ہیں۔ علمائے حرمین الشریفین تو ان کے ہم نوا نہیں۔ حضرت مولانا غلام دستگیر

قصوری ۱۳۰۷ھ میں اس کتاب کو لے کر عازم بیت اللہ ہوئے تاکہ وہاں کے مشاہیر سے رائے لی جائے اور جہاز میں اس کا عربی ترجمہ بھی کرتے رہے۔ حرمین الشریفین ان دنوں بھی جلیل القدر علماء کے مساکن تھے۔ چنانچہ وقت کے جید علمائے دین نے اہلسنت وجماعت کے ان اعتقادی خیالات کی تائید کی۔ جو روئیداد میں مولانا غلام دستگیر قصوریؒ نے پیش کئے تھے۔ ان مشاہیر کے اسمائے گرامی اور ان کی گراں آراء آپ کتاب کے آخریں حصہ میں پائیں گے۔

اس کتاب کی افادیت کو مدت سے محسوس کیا جا رہا تھا۔ دیوبندی مکتب فکر کا ایک طبقہ پاکستان میں از سرِ نو اِن مسائل کے سہارے سر اٹھانے لگا تھا۔ جنکے کفن پر بہاولپور کے مناظرہ نے آخری کیل نصب کردی تھی۔ بعض دیوبندی قلم کاروں نے تو اس مناظرہ کا سرے سے انکار ہی کر کے اپنے زعماء کی شکست پر پردہ ڈالنے کی سعیٔ ناتمام سے بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔ ملک کے مختلف حصوں کے وہ سنی اہل علم جنہیں دیوبندیوں کی اس سرکوبی کی داستان اچھی طرح یاد تھی، نے ہمیں اس بات پر آمادہ کیا کہ اس تاریخی اور اعتقادی مفاہمت کی روئیداد کو از سرِ نو شائع کر کے عوام تک پہنچایا جائے۔

چنانچہ مکتبہ نبویہ لاہور کے ناظم جناب مولانا باغ علی صاحب نسیم کی وساطت سے حضرت مولٰنا نبی بخش حلوائیؒ مؤلف تفسیر نبوی کے کتب خانہ سے اس نایاب کتاب کا قیمتی نسخہ حاصل کیا گیا۔ یہ کتاب عربی اردو کالموں میں تقسیم تھی۔ مگر اس مسودہ کی تیاری اور صحت کے عظیم کام کو سرانجام دینے میں جناب حافظ محمد نواز صاحب نقشبندی جو مولانا غلام دستگیر قصوریؒ سے روحانی تعلق رکھتے ہیں، کی قابلِ قدر کاوش کام آئی۔

انہوں نے کتاب کے مسودہ کی تیاری میں بڑی محبت سے کام لیا۔ حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری مولانا باغ علی صاحب نسیم نے کتاب کی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر کتابت و اشاعت کی مشکلات دُور کرنے میں بڑے خلوص سے کام لیا۔ مولانا باغ علی صاحب نسیم نے خاص طور پر لفظی صحت اور عبارات کو اصل کتابوں سے لے کر اہلِ مطالعہ کیلئے آسانیاں پیدا کر دیں۔

ناشر کی ہمتِ مردانہ نے نوجوان علمائے اہلِ سنت کے لئے خصوصاً اور عام پڑھے لکھے سنی حضرات کے لئے عموماً ان مباحث کو علمی انداز میں پیش کر کے، ان اعتقادی خیالات کو سمجھنے میں بڑا کام کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اعتقادی کشمکش کی یہ پُرخلوص مفاہمتی کوشش دونوں نظریات کے مخلص حاملین کے لئے ایک مفید دستاویز کا کام دے گی اور انہیں ان نظریات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی جو علمائے کرام کے درمیان ایک مدت سے وجہِ نزاع ہیں۔

خادم العلماء کرام

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم۔اے

خطیب جامع سٹی کوتوالی، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

روئیداد

تاریخی مناظرہ بہاولپور

المسمّٰی بہ

تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل

مؤلفہ و مرتبہ

حضرت مولانا ابو عبد الرحمٰن غلام دستگیر صاحب ہاشمی رح

نقشبندی قصوری نور اللہ مرقدہ

(المتوفی ۱۳۱۵ھ)

نوری بک ڈپو

بالمقابل دربار داتا صاحب رح - لاہور

مطبوعہ: پنجاب پریس لاہور

تعارف

رسالہ براہین قاطعہ مؤلفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مقبولہ مولوی رشید احمد گنگوہی میں بسبب اندراج مسئلہ امکانِ کذب باری تعالیٰ کے و امکانِ نظیر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام بنی آدم کا بشریت میں آپ سے برابر ہونا اور آپ کا علم، شیطان کے علم سے کم ہے اور آپ کے مولود کی مجلس کنہیا کے جنم وغیرہ سے مشابہ ہے اور فاتحہ خوانی برہمنوں کے اشلوک پڑھنے کے مانند ہے۔ اور حرمین کے مفتیوں کا فتوے رشوت خواری وغیرہ سے نامعتبر ہے۔ اس کے مؤلف سے ریاست بہاولپور میں جہاں وہ اوّل مدرس عربی تھا، واقعہ شوال ۱۳۰۶ھ فقیر کان اللہ لہ نے بغرض اعلاء کلمۃ اللہ مناظرہ کیا تھا کہ یہ مسائل سخت غلط ہیں؛ جس پر بہ تجویز حضرت صاحب شیخ المشائخ حاجی الحرمین المحترمین مقبول رب المشرقین والمغربین مولانا خواجہ غلام فرید مدظلہ بالفیض المزید سجادہ نشین چاچڑاں شریف جو حَکَم تھے، فتوائے شایع ہوا تھا کہ مؤلف مذکور مع اپنے معاونین کے وہابی، اہلسنت سے خارج ہیں۔ تب انہوں نے کئی پرچوں اور اخبارات میں درج کرایا کہ ہم اس مباحثہ میں غالب رہے، جس کے جواب میں فقیر نے اخبار ریاست میں شایع کرایا تھا کہ اگر وہ فیصلہ منظور نہیں تو آئیے مکہ مکرمہ میں مولانا رحمۃ اللہ صاحب جن کی کمال تعریف آپ کے براہین میں مکرر درج ہے اور نیز حاجی امداد اللہ صاحب آپ کے پیر و مرشدِ برحق، اُن کو منصف ٹھہرا کر فیصلہ کر لیجئے، ورنہ مباہلہ کر لیں۔ اس پر وہ ایک پرچہ اخبار میں بجائے مباہلہ، مقاتلہ پر مستعد ہوئے تھے۔ چونکہ فقیر کا مقاتلہ غیر ممکن تھا

منتقمِ حقیقی نے ریاستِ موصوفہ کی معزز جمعیت سے مؤلف مذکور کی کمال مذلت سے، استیصال فرمائی الحق ہر عمل اجرے و ہر کار سزائے دارد

پھر جمادی الاخری سنہ ۱۳۰۷ھ میں فقیر بعزم حج جب وارد بمبئی ہوا تو وہاں سے تحریرات مناظرہ کا اُردو سے عربی میں ترجمہ کرنا شروع کر دیا، چنانچہ واقعۂ ذیقعدہ مکہ معظمہ میں اُن کا جواب الجواب پورا ہو کر، مولانا رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں پیش ہوا۔ انہوں نے احقاق حق کی نظر سے اس کی تصحیح فرمائی اور حاجی امداد اللہ صاحب نے بھی اس کی تصدیق کی اور باستثناء سوال و جواب قبائح مفتیان حرمین شریفین۔ چھ پہلے مسائل کے جواب الجواب پر حضرات مفتیان و مدرسان موصوف کی تصدیق ہو گئی۔

الغرض حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص عنایت سے جس پر واقعۂ رویائے سفر مدینہ منورہ شاہد ہے۔ مختصر حال اس رویاء کا کتاب ہذا کے صفحاتِ آئندہ میں درج ہے۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۸ھ میں یہ کتاب مبارک مکمل ہو گئی۔ واقعہ سلطان بایزید خاں مرحوم سنہ ۹۰۱ھ کی مجلس میں مولانا علی عربی سے ابن الخطیب رومی نے کذبِ الٰہی کے امتناع بالغیر میں بحث کر کے، اخیر میں رسالہ امتناع ذاتی کے اثبات میں لکھا اور سلطانِ وقت کو خوش کیا تھا۔ کذا فی کشف الظنون۔ اب اس فقیر نے احکم الحاکمین عزوجل، اور حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ اخوانہ وعترتہ الصلوٰۃ والسلام اجمعین، کے خوش کرنے کو یہ تالیف کی۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ حامداً ومصلیاً ومسلماً اولاً و آخراً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

سُبحَانَ المَلِکِ القُدُّوسِ ٥ سُبحَانَ الحَلِیمِ الکَرِیمِ ٥

الحمد للہ رب العالمین حمداً یوافی نعمہ ویکافی مزید کرمہ ۔ اللّٰھم صلّ وسلّم علیٰ سیدنا محمد النبی وازواجہ امھات المؤمنین ٥ وذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علیٰ آلِ ابراھیم انک حمیدٌ مجیدٌ ٥ اللّٰھم انزلہ المقعد المقرب عندک یوم القیٰمۃ ٥ اللّٰھم انفعنی بما علمتنی وعلّمنی بما ینفعنی وزدنی علماً ٥ اللّٰھم انی اعوذ بک من الاربع من علمٍ لا ینفع ومن قلبٍ لا یخشع ومن نفسٍ لا تشبع ودعاءٍ لا یسمع وجزیٰ اللہ تعالیٰ عنا سیدنا محمداً صلی اللہ علیہ وعترتہ کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون ٥ والحمد للہ علیٰ کل حالٍ وّ اعوذ باللہ من حالِ اھل النار ٥

امّا بعد الحمد والصلوٰۃ واضح ہو کہ مجلس مولود شریف کے بعض منکرین نے علماء غیر مقلدین سے یہ سوال کیا "کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی ومدحت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم ایسی ہیئت سے کہ جس مجلس میں امردانِ خوش الحان گانے والے ہوں اور زیب وزینت وشیرینی وروشنی ہائے کثیرہ اور رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب وحاضر ہوں جائز ہے یا نہیں؟ اور

لہ ابن صلاح در امالی خود از محمد بن المنذر روایت کردہ کہ حضرت آدم علیہ السّلام در جناب الٰہی عرض کرد کہ بار خدایا من میخواستم کہ انفاس عمر من ہمہ در حمد وتسبیح تو بگذرد لکن تو مرا مشغول فرمودی بکسب دست کہ زراعت وحرفت میکنم پس مرا چیزے تعلیم فرما کہ جامع حمد وتسبیح جمیع خلائق باشد حق تعالیٰ وحی فرستاد کہ وقت صبح وشام ایں کلمات راسہ بار بگو کہ ایں شامل جمیع اقسام حمد وتسبیح اند، تفسیر فتح العزیز،

قیامِ وقتِ ذکرِ ولادت جائز ہے یا نہیں[1]؟ نیز بروز عیدین و پنجشنبہ وغیرہ کے، آب و طعام سامنے رکھ کر اُس پر فاتحہ وغیرہ ہاتھ اٹھا کر پڑھنا اور اُس کا ثواب اموات کو پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز بروز سوم میّت کے لوگوں کو جمع کر کے قرآن خوانی اور بھُونے ہوئے چنوں پر کلمۂ طیبہ مع پنج آیات پڑھنا اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا بالحدیث نبوی جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

یہ عبارت انوارِ ساطعہ مطبوعہ حاشیہ براہین قاطعہ کے صفحہ ۸، ۹ سے منقول ہے۔ پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۲۳ کے حاشیہ پر منقول ہے کہ جواب اس کا تین غیر مقلّدین دہلی نے یوں دیا کہ انعقاد محفل میلاد اور قیام وقت ذکر پیدائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے قرونِ ثلٰثہ سے ثابت نہیں[2] ہوا پس یہ بدعت ہے اور علیٰ ھٰذا القیاس بروز عیدین و پنجشنبہ وغیرہ میں فاتحہ مرسومہ ہاتھ اٹھا کر پایا نہیں گیا، الیٰ قولہ۔ خلاصہ یہ کہ بدعات و مخترعات وغیرہ ناپسند شرعیہ ہیں، انتہٰی۔

اور مدرسۂ دیوبند کے مدرّس اور واعظ وغیرہما نے اس جواب کی حقیقت پر مُہر کر دی جیسا کہ صفحہ ۲۴، ۲۶ اسی رسالہ کے حاشیہ میں ہے، پھر صفحہ ۵۴، ۵۵ کے حاشیہ پر مولوی رشید احمد گنگوہی کی عبارت، تصحیح میں اُس جواب کے یُوں نقل کی ہے ایسی مجلس ناجائز ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے اور خطاب جناب فخرِ دو عالم علیہ السّلام

---

[1] اور حاضر ہونا مفتیان کا ایسی مجلس میں جائز ہے یا نہیں؟

[2] درود کا اختصار بے سعادتی ہے، جیسا کہ اپنے محل میں مبرہن ہے۔

کو کرنا، اگر حاضر و ناظر جان کر کرے تو کفر ہے۔ ایسی مجلس میں شریک ہونا ناجائز ہے اور فاتحہ بھی خلافِ سُنّت ہے اور رسوم بھی کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہیں، البتہ اموات کو ثواب پہنچانا، بلا قید روا ہے؛ اس کا مضایقہ نہیں! فقط واللہ اعلم" رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

لے جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے مریدین میں سے، اس گروہ کے سرخیل تھے جو حضرت حاجی صاحب کے مسلک کے خلاف مصروفِ جہاد تھا، جناب گنگوہی کے مزاج میں بیحد تیزی تھی جس کے باعث وہ کسی کو بھی نہیں بخشتے تھے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب ان کے پیرو مرشد نے "فیصلہ ہفت مسئلہ" لکھا اور شائع ہو کر بغرضِ تقسیم اس کی کاپیاں گنگوہ پہنچیں تو فاضل گنگوہی نے جملہ نسخوں کو جمع کر دینے کا حکم دے دیا (تحقیق الحق مطبوعہ قیومی پریس آگرہ۔ صفحہ ۴۰۔ سطر ۱۰۔ بحوالہ انوارِ آفتابِ صداقت، مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۵۸)۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی (جن کو علمائے اہلسنت اپنے میں شمار نہیں کرتے۔) کے صاحبزادے 'خواجہ حسن ثانی نظامی راوی ہیں کہ "نذرِ آتش کرنے کی یہ خدمت والدی حضرت خواجہ حسن نظامی کے سپرد ہوئی جو اس وقت گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد کے ہاں زیرِ تعلیم تھے۔ لیکن خواجہ صاحب نے جلانے سے پہلے اس کو پڑھا اور جب ان کو وہ کتاب اچھی معلوم ہوئی تو انہوں نے استاد کے حکم کی تعمیل میں آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی بچا کر رکھ لیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا اشرف علی تھانوی۔ مولانا گنگوہی سے ملنے آئے اور ان سے پوچھا کہ میں نے کچھ کتابیں تقسیم کرنے کیلئے آپ کے پاس بھیجی تھیں، اُن کا کیا ہوا؟ مولانا گنگوہی نے تو اس کا جواب خاموشی سے دیا لیکن کسی حاضر الوقت نے کہا کہ علی حسن (حضرت خواجہ حسن نظامی) کو حکم ہوا تھا کہ انہیں جلا دو! مولانا تھانوی نے "میاں علی حسن" سے پوچھا کہ کیا واقعی تم نے کتابیں جلا دیں؛ باقی صفحہ ۷ پر

پس یہ فتوائے مطبع ہاشمی میرٹھ میں جب چھپ کر بارہا شائع ہوا تو مولوی عبد السمیع رام پوری[۱] نے اس کے رد میں رسالہ انوارِ ساطعہ دربیان مولود و فاتحہ لکھا اور سائل نے جو مجلس مولود میں امردان خوش الحان کا پڑھنا ہی لکھا ہے تو اس کا بہتان ہونا ثابت کیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶ :۔ انہوں نے جواب دیا، کہ استاد کا حکم ماننا ضروری تھا۔ اس لئے میں نے آدھی کتابیں تو جلادیں اور آدھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب بیان کرتے تھے کہ مولانا تھانوی اس سے اتنے خوش ہوئے کہ آم کھا رہے تھے، فوراً وہ آم اُٹھا کر، مجھے انعام دیئے۔ (ماھنامہ مُنادی دہلی۔ جلد ۳۹۔ شمارہ ۱۲، ص ۲۲)۔ سُبحان اللہ! کیسی پیری مُریدی ہے! یہ بھی یاد رہے کہ اس زمانہ میں تھانوی صاحب نے اعلانیہ طور پر اپنے جدید خیالات کا اظہار نہیں فرمایا تھا، کیونکہ آپ حضرت مولانا احمد حسن کانپوری۔ مدرسہ فیض عام کانپور کی مدرسی کے زمانہ میں میلاد و قیام کیا کرتے تھے۔ اگر بعد کے زمانے میں احراق ہفت مسئلہ کا واقعہ پیش آتا تو فاضل تھانوی خواجہ صاحب کو خدا جانے کیا انعام دیتے۔ محمد شفیع رضوی

[۱] حضرت مولانا عبد السمیع بیدل رحمۃ اللہ علیہ رام پور منہاراں ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ بڑے فاضل و اجل بزرگ تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کے اخص خاص مریدوں میں سے ہیں۔ مولانا عبد السمیع صاحب، فاضل گنگوہی کے برعکس قبلہ حاجی صاحبؒ کے مریدوں کی اس پارٹی کے سرخیل تھے جو مسلکِ اسلاف کو مضبوطی سے اپنائے ہوئے تھی۔ آپ ایک عرصہ تک شیخ الٰہی بخش صاحب کے مدرسہ بمقام میرٹھ درس دیتے رہے۔ بیدل آپ کا تخلص تھا، شعر خوب کہتے تھے۔ آپ کا نعتیہ کلام شائع ہو چکا ہے۔ آپ کے نامِ نامی و اسمِ گرامی کو ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے آپ کی تصنیف "انوارِ ساطعہ" بہت کافی ہے۔ موصوف ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۱ء میں فوت ہوئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ (۸) پر،

کیونکہ دہلی میں چند علماء، وہ جو مولود پڑھتے ہیں جن کے نام ظاہر کئے، پھر اخیر میں درج کیا کہ ہاں بعض مجلسوں میں بعد فراغت قاری مولود کے جو علماء اعیان سے ہوتے ہیں، کوئی خوش آواز لڑکا بھی کوئی مدح وغیرہ پڑھ دیتا ہے اور اس کا اثبات واضح طور پر بیان کیا ہے اور تجمل وغیرہ کے دلایل باحسن وجوہ ذکر کئے ہیں۔ پھر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی تحریر کے جواب میں یوں لکھا ہے کہ اس عبارت کی رکاکتِ مبانی و سخافتِ معانی دل میں شبہ ڈالتی ہے کہ یہ کلام مولوی رشید احمد صاحب کا نہیں ہوگا۔ انتہٰی بلفظہٖ۔ پھر وجوہِ جواب میں یہ بھی لکھا کہ ان کے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ مولود کی مجلسوں میں شامل اور شریک ہوتے ہیں اور جب ہند میں تھے تو اپنے نعتیہ اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے اور حضورؐ سے مدد مانگتے رہتے تھے، ایسا ہی اُن کے استاد شاہ عبد الغنی صاحب مہاجر مدینہ منورہ نے اپنی بعض تصانیف میں جوازِ مجلس میلاد کا فتوٰے دیا ہے۔ الغرض صاحب انوارِ ساطعہ نے اس بارہ میں مولوی رشید احمد کے مرشدوں اور استادوں سے معتبر نقلیں لکھی ہیں اور مولود اور فاتحہ کے اثبات میں عمدہ بیان کیا ہے۔ پس یہ رسالہ جب چھپکر شائع ہوا تو گنگوہی صاحب اور اُن کے مرید شاگردوں پر سخت ناگوار گزرا۔ تب انہوں نے صاحبِ انوار کی کمال تشنیع کی۔ کیونکہ یہ لوگ مولوی گنگوہی صاحب کے اقوال کو وحی الٰہی کی طرح خطاء و زلل سے محفوظ جانتے ہیں۔

حاشیہ صفحہ ۷: یہ ایک افسوس ناک بات ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے اُن مریدوں نے جو دیوبندی مسلک کے بانی مبانی ہیں، نے حاجی صاحبؒ کے اُن خلفاء کے تذکرے محفوظ کرنے سے گریز کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر ان لوگوں کے کارنامے اور عقائد عوام کے سامنے آجائیں تو دیوبند کا طلسم قائم نہیں رہ سکتا تھا، مگر اس پر فراخ دل اور غیر متعصب ہونے کے مدعی ہیں۔ محمد شفیع رضوی

پس انوار ساطعہ کے رد میں کئی رسائل تحریر کئے اور اپنے زعم میں اس کے ابطال میں بہت دلائل لائے۔ منجملہ ان کے رسالہ براہین قاطعہ علیٰ ظلام الانوار الساطعہ ہے جس کو گنگوہی صاحب کے قرابتی اور شاگرد اور مرید مولوی خلیل احمد[1] انبیٹھوی نے تالیف کیا اور اول سے آخر تک جمیع اقوال انوار ساطعہ کو بہت شدت سے رد کیا، خواہ اس نے محض نصیحت ہی کی تھی یا صریح و صحیح بات لکھی تھی۔ جس کو اس میں شک ہو تو براہین کے پہلے قول میں دیکھ لے کہ اس کا مؤلف باری تعالیٰ کے امکان کذب

---

[1] جناب مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (متوفی ۱۳۴۶ھ) جناب مولوی محمد یعقوب صاحب اول مدرس دار العلوم دیوبند کے حقیقی بھانجے تھے، فاضل گنگوہی سے بیعت ہوئے اور ۱۲۹۷ھ میں خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں سے شاہ عبد الغنی مجددی اور شیخ احمد دحلان مکی جو اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے استاد تھے، بڑے پکے اہلسنت تھے۔ غالباً انہی حضرات کے تعلق کا اثر تھا کہ آپ عرصہ تک اپنے عقائد کو چھپائے رہے۔ چنانچہ ۱۳۰۰ھ میں علمائے اہلسنت کا فریدکوٹ میں جو غیر مقلدین سے مناظرہ ہوا اور پھر "ابحاث فرید کوٹ" کے نام سے مولانا غلام دستگیر قصوری نے اس مناظرے کی کارروائی کو مرتب کر کے شائع کیا تو اس کی تصدیق مولوی خلیل احمد صاحب نے کی جو "ابحاث فرید کوٹ" میں دیکھی جا سکتی ہے اور ایک بات یہ بھی تجربہ میں آئی ہے کہ علمائے دیوبند جہاں جاتے ہیں۔ اہلسنت بن کر میلاد پڑھتے اور ختم وغیرہ کے کھانے کھاتے رہتے ہیں اور خفیہ طور پر اپنے ہمنوا پیدا کرنے میں مصروف رہتے ہیں، جب کچھ لوگ ساتھی بن جاتے ہیں تو کھل کر اپنے عقائد کا اظہار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح ان دنوں مولوی خلیل احمد صاحب اہلسنت کے مدرسہ عربی بہاولپور میں مدرس تھے اور مجبوراً یا ضرورۃً وہی کرتے اور لکھتے رہے جو اہلسنت کرتے ہیں مگر ان سے غلطی یہ ہوئی کہ قبل از وقت اظہارِ خیال فرما دیا اور مولانا قصوری نے

کا قائل ہوا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید سے حق سبحانہٗ کا اصدق الصادقین ہونا ثابت ہے
اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امکانِ نظیر کا بھی قائل ہے اور آپ بحکم قرآنِ مبین
خاتم النبیین ہیں اور دوسرے قول میں آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ جمیع بنی آدم کو بشریت
میں برابر لکھ دیا ہے اور پر ظاہر ہے کہ جملہ بنی آدم میں کفّار، گناہگار اور چوہڑے چمار بھی
داخل ہیں اور تیسرے قول میں دعوٰے ہے کہ بلاریب جمیع بنی آدم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی بشریت میں بھائی ہیں اور قرآن مجید ناطق ہے کہ آپ کے ازواجِ مطہرات مومنوں
کی مائیں ہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ
مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ، جیساکہ مدارک وغیرہ میں ہے اور تفسیر تبصیر الرحمٰن وغیرہ میں
ہے کہ آپ کی ابوت حرمت یعنی تعظیم میں مقتضی ابوتِ حقیقی کے ہے۔ انتہٰی

پھر صاحب براہین نے لکھا ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا
علم شیطانِ لعین کے علم سے کم تر ہے حالانکہ باتفاق اہلِ علم ویقین، آپ عالم علوم الاوّلین
والآخرین ہیں۔ پھر براہین والے نے اپنے مرشد رشید احمد سے نقل کیا ہے کہ مجلس مولود
بدعت ہے اور تعظیم کے لئے کھڑا ہونا بھی بدعت وحرام بلکہ کفر ہے اور یہ مجلس مولود
جنم کنہیا سے مشابہ ہے جو کفّار ہنود کا فعل ہے بلکہ مسلمان مولود کرنے والے کفار ہنود
سے بھی بدتر ہیں۔

یہ رشید احمد کے مقولے ہیں سو پناہ بخدا، ایسے قول مردود اور قائل مطرود ہے!
اور براہین والے نے بھی تصریح کی ہے کہ مجلس مولود کے جائز رکھنے والے علماء، بدعتی
اور فاسق وفسادی ہیں۔ الغرض اس کے قلم سے نہ خدا چھوٹا ہے، نہ رسول اکرمؐ اور
نہ علمائے راسخین، جیساکہ اس کے اقوال کے بعینہٖ مطالعہ سے ناظرین کو یقین آجائے گا

جو عنقریب منقول ہوں گے۔

اور یہ خلیل احمد، براھین قاطعہ کا مولف مدرسہ عربیہ ریاست بہاولپور میں اول مدرس اور اکابر علماء میں سے تھا۔ فقیر کاتب الحروف بھی اس سے محبتِ للّٰہی رکھتا تھا۔ کیونکہ اُسے علمائے اہلسنت سے خیال کرتا تھا۔ مگر جب فقیر کاتب الحروف ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ میں بغرض تحسین امور دین، ریاست مذکور میں وارد ہوا اور رسالہ براہین قاطعہ دیکھا، تو وہ مدت کی محبت سخت عداوت سے مبدل ہو گئی اور جب اس رسالہ کے اخیر میں، رشید احمد گنگوہی کی تصدیق دیکھی جو اس نے بڑی شد و مد سے کی ہے اور اس رسالہ کو ملقب بـ "الدلائل الواضحة على كراهة المروج من المولود و الفاتحة" ملقب کیا ہے اور اس کے مؤلف کو اقسام دعاء و ثناء سے یاد فرمایا ہے اور نیز ابتداء میں یعنی لوح پر درج ہے کہ بامر جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مطبع ہاشمی میں مطبوع ہوا۔ تب فقیر کو مولوی فیض الحسن[۱] صاحب مرحوم سہارنپوری کے قول کی تصدیق ہوئی جو انہوں نے، اُن کے حق میں عربی اخبار لاہور میں لکھا تھا کہ اس کا نام رشید ہے اور کام غیر رشید ہے"۔ پس فقیر نے براہین کو دیکھکر، بعض اعیان ریاست بہاولپور کو اس کے مضامین کی قباحت پر مطلع کیا اور یہ خبر والئِ ریاستِ[۲] موصوفہ اصلح اللہ تعالیٰ حالنا، وحالہ و احسن مآلنا و مآلہ تک پہنچی اور تجویز ہوئی کہ حضرت صاحب چاچڑاں شریف، یعنی

---

[۱] آپ سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ اُن کے معاصرین میں اُن جیسا عربی کا ادیب دوسرا کوئی نہ تھا۔ اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے اوّل مدرس تھے اور یہیں ۱۸۸۷ء میں انتقال کیا۔ (رضوی)

[۲] نواب سر صادق محمد خاں والی بہاول پور۔ (رضوی)

اُن کے مرشد حاجی صاحب شیخ المشائخ مولانا شیخ غلام فرید صاحب سلمہ اللہ الحمید جب سفرِ اجمیر شریف سے واپس تشریف لائیں تو انہیں حَکَم "منصف" بنایا جائے اور اُن کے رُوبرو براہین کے مطالب کی تحقیق کے واسطے مناظرہ ہو۔

اس فرصت میں فقیر اپنے وطن کو آیا اور براہین کے اقوالِ مردودہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا اور علمائے پنجاب کی خدمت میں پیش کر کے مشاہیر علمائے لاہور اور امرتسر سے تصدیق کرایا۔ پھر ابتدائے رمضان مبارک میں حسب الطلب مناظرہ کے لئے

لہ زبدۃ العارفین عمدۃ الکاملین حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی فخری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ممتاز اولیائے کبار میں سے تھے۔ وحدت الوجود کے زبردست حامی اور اس نظریہ کے مبلغ اعظم تھے۔ آپ کی کافیاں مشہور و مقبول ہیں اور عوام و خواص آپ کے اعجازِ کلام کے قائل ہیں۔ نواب صادق محمد خاں والیٔ بہاولپور آپ کے مریدِ صادق تھے اور انہیں اپنے مرشدِ باصفا سے بیحد عقیدت و محبت تھی۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ "میں نے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی بارہا زیارت کی ہے اور بارہا یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خواجہ صاحب ایک گاڑی میں سوار ہیں جیسی کہ بچوں کی گاڑی ہوتی ہے اور نواب صاحب بہاولپور (سر صادق محمد خاں ثالث مرحوم) ملازموں کی طرح اس گاڑی کو ہاتھوں سے دھکیل کر چلا رہے ہیں۔" (خواجہ غلام فرید از مسعود حسن شہاب ص۲۵)۔

حضرت خواجہ غلام فرید بہت بڑے صوفی اور شاعر ہونے کے علاوہ عالمِ متبحر اور فاضل اجل بھی تھے اور آپ کی اس عظمت کا اعتراف آپ کے مخالفوں کو بھی کرنا پڑا۔ چنانچہ عزیز الرحمٰن صاحب مُریدِ مخلص مولوی خلیل احمد صاحب جو اس مناظرہ میں طالب علم کی حیثیت سے اپنے استاد اور مرشد کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے، اور اس مجلس علمی میں انہوں نے حضرت خواجہ صاحب کی شانِ علمی کو ملاحظہ کیا تھا، مقدمہ "دیوانِ فرید" میں لکھتے ہیں:۔ (باقی ص۱۳ پر)

فقیر ریاست بہاولپور میں وارد ہوا اور خلیل احمد جو رخصت پر تھا، اپنے ہم مشرب علماء کو لے کر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بہاولپور میں وارد ہوا جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ مولوی محمود حسن۔ مدرس مدرسہ دیوبند۔ ۲۔ مولوی صدیق احمد مقیم ریاست مالیر کوٹلہ،

۳۔ مولوی محمد مراد ۴ مولوی عبدالحق قاضی پور۔ ۵۔ مولوی جمعیت علی مدرس فارسی بہاولپور

اور حضرات علمائے اہلسنت سے ۱۔ مولوی سلطان محمود تلہیری والے، ۲۔ مولوی عبدالرشید

مدرس مدرسہ صاحب المنیر علیہ الرحمتہ، ۳۔ مولوی غم بخش، ۴۔ مولوی غلام نبی اور مولوی الٰہ بخش صاحبان کو بغرض تحقیق حق بلوایا اور رمضان مبارک میں شدت گرمی کے سبب مجلس مناظرہ کا انعقاد عید سعید کے بعد قرار پایا۔ پس تین شوال کو حضرت صاحبؒ کے مقام فرودگاہ پر، اراکین ریاست بہاولپور، جمیع علماء و شرفاء وغیرہم جمع ہوئے تو فقیر راقم الحروف نے محض تائید دین متین کی غرض سے چند اعتراضات، مسائل براہین قاطعہ پر عرض کیے، اور اول سے آخر تک پڑھ سنائے جو بجنسہٖ منقول ہوتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲:۔ " حضرت خواجہ صاحب قدس اللہ اسرارہم کی شان علمی کا وہ پہلا منظر اس وقت تک میرے دل و دماغ پر منقش ہے۔ میں نے چشم عقیدت و بصیرت سے دیکھا کہ اتنے بڑے علماء و فضلاء کے مابین علمی، منطقی اور فلسفیانہ مباحث کے لئے جو بزرگ حَکَم مقرر ہوئے ہیں، اُن کی جلالتِ قدر اور عظمتِ شان کا کچھ ٹھکانہ ہی نہیں۔ حضور کے چہرۂ اقدس سے عالمانہ تمکنت اور فاضلانہ وقار ٹپکا پڑتا تھا"

اہلسنت والجماعت کے اس مائیہ ناز عالم ربانی نے ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء کو انتقال فرمایا۔ کوٹ مٹھن شریف (بہاولپور ڈویژن) میں مزار مبارک مرجع خواص و عوام ہے جہاں فیض کے دھارے بہتے ہیں۔ (محمد شفیع رضوی)

پہلا اعتراض

امکانِ کذبِ باری تعالیٰ (دیوبندی عقیدہ)

انوارِ ساطعہ کے ابتداء میں اسلام کے ضعف پر افسوس کر کے لکھا ہے کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ جنابِ باری عزّ اسمہٗ جس کی شانِ عالی یہ ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا اس کو امکانِ کذب کا دھبہ لگاتا ہے۔ انتہٰی۔ براہینِ قاطعہ کے صفحہ ۲ میں اس کی تردید یوں کی ہے۔ امکانِ کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا، بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلفِ وعید آیا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ ردِ محتار میں ہے: هَلْ يَجُوزُ الْخُلْفُ فِي الْوَعِيدِ الخ، اور ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے۔ پس اِس پر طعن کرنا مؤلف کا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے اور امکانِ کذب خلفِ وعید کی فرع ہے، انتهى ملتقطة۔

اِس پر خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کو خلفِ وعید کی فرع بنانا عوام اہلِ اِسلام کو دھوکہ دینا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ براہین والے کا خود عقیدہ یہی ہے اور یہی بعینہٖ وہابیوں کا ہے۔ چنانچہ رسالہ جامع الشواہد میں درج ہے۔ پہلا عقیدہ وہابیوں کا یہ ہے کہ خدائے پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ چنانچہ کتاب صیانۃ الایمان مطبوعہ مرادآباد مصنفہ مولوی شہود الحق شاگرد مولوی نذیر حسین[1] کے صفحہ ۵ میں مندرج ہے انتهى بلفظہ اور ایسا ہی اس رسالہ میں چند عقاید و اعمال اُن کے ذکر کر کے آخر میں چھپن[۵۶] علمائے ہندوستان

---

[1] میاں نذیر حسین صاحب پاک و ہند کے غیر مقلدوں کے "اُستاذ الکل" تھے جناب سید صاحب رائے بریلوی اور

بقیہ صفحہ ۱۵ پر

کے اتفاق سے لکھا ہے کہ بعضے یہ عقائد وغیرہ کفر ہیں۔ بعضے فسق و بدعت ہیں اور ہند و پنجاب میں یہ رسالہ مکرر چھپ کر شائع ہوا ہے اور فخر رازی نے جو علمائے کلام کا امام ہے۔ تفسیر کبیر کے کئی مقامات میں تصریح کی ہے کہ بعضے معتزلہ خلف وعید فساق کے منکر ہوئے ہیں، کہ اس کو اپنے زعم میں امکان کذب باری تعالیٰ جانتے ہیں اور اہلسنت نے اس کا جواب لکھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴ :- اور شاہ محمد اسماعیل دہلوی کے عقیدت مند اور ان کے مذہبی عقائد کے ناشر و مبلغ تھے۔ لہٰذا بہ اتباع سید صاحب و شاہ اسماعیل صاحب انگریزوں کے بہی خواہ اور سچے وفادار رہے۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب علمائے اہلسنت نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو میاں صاحب نہ صرف اس جہاد سے الگ رہے بلکہ انگریزوں کی ہر طرح مدد کی اور ان کی جانیں بچائیں۔ پروفیسر محمد ایوب قادری ایم اے لکھتے ہیں کہ:-

״۱۸۵۷ء میں ایک انگریز خاتون کو پناہ دی، ساڑھے تین مہینے تک رکھا جس کے بدلے میں ایک ہزار تین سو روپے انعام اور خوشنودی سرکار کا سرٹیفکیٹ ملا۔״

״جب میاں نذیر حسین حج کو گئے تو کمشنر دہلی کا خط ساتھ لے گئے۔ گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو دہلی میں انتقال کیا۔ (تذکرہ علمائے ہند مترجم اردو ص ۹۵)

ایک دفعہ میاں صاحب کو شبہ کی بنا پر انگریزوں نے نظر بند کر دیا تھا مگر بعد تحقیقات وفادار سرکار ثابت ہوئے اور کوئی الزام ثابت نہ ہو سکا۔ اسی نظر بندی کا سہارا لیتے ہوئے جناب غلام رسول مہر صاحب نے میاں صاحب کو مجاہدین کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ مہر صاحب کی اس بے مثال ״تحقیق״ نے ان کی ثقاہت و دیانت کی قلعی کھولنے کے علاوہ یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ جس طرح کے مجاہد اور انگریز دشمن میاں صاحب تھے، اسی طرح کے جناب سید صاحب رائے بریلوی تھے (صفحہ ۱۶ ملاحظہ فرمائیے)

دلیل ہے کہ وعید فساق قطعی نہیں ہے، بلکہ عدم عفو سے مشروط ہے۔ ہمارے نزدیک جیسا کہ عدمِ عفو، عدمِ توبہ سے مشروط ہے بالاتفاق - یہ ترجمہ خلاصہ عبارت تفسیر کبیر کا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ کے نیچے ہے، پھر سورۂ رعد میں امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ ہم خلفِ وعید کے قائل نہیں۔ لیکن عمومِ وعید کو آیاتِ عفو سے تخصیص کرتے ہیں، انتہی مترجمًا۔

اور قاضی بیضاوی اور مفتی ابو السعود اپنی تفسیروں میں آیتِ مرقومہ بالا کے نیچے لائے ہیں کہ وعیدیہ یعنی معتزلہ اس سے یہ دلیل پکڑتے ہیں اور اہلسنت سے اس کا جواب یہ ہے کہ وعیدِ فساق عدمِ عفو کے ساتھ مشروط ہے علیحدہ دلائل کی رو سے۔ چنانچہ عدمِ عفو عدمِ توبہ سے مشروط ہے بالاتفاق انتہٰی۔ اور شرح مواقف میں ہے آٹھواں مقصد اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہ بخش دیتا ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے اور اس کی بخشش کافروں کے حق میں نہیں ہے بلکہ مومنوں کے حق میں ہے۔ انتہٰی مفتی محمد عبد اللہ صاحب[1] ٹونکی اوّل مدرس مدرسہ یونیورسٹی لاہور[1] نے لکھا کہ مولف براہین

بقیہ صفحہ ۱۵ اہ۔ جو محقق مصنف " میاں نذیر حسین کو انگریز دشمن لکھنے سے نہیں جھجکتا، وہ سید صاحب کو انگریز دشمن بنانے میں کیونکر کوئی دقیقہ فرو گذاشت کر سکتا ہے؟ اور اس جماعت کے افراد کیلئے اپنے " پیشوا " کو انگریز دشمن ظاہر کرانے کے لئے آجکل کے " محقق مصنفین " کو " مایۂ ناز ذخیرہ مکتوبات " فراہم کر دینا کچھ مشکل نہیں، کیونکہ یہ بلاغ المبین وغیرہ کو لکھ لینے سے زیادہ محنت طلب نہیں ہے (رضوی)

[1] مفتی عبد اللہ ٹونکی (متوفی ۱۹۲۰ء) بڑے فاضل انسان تھے۔ لاہور میں اورینٹل کالج میں عربی کے استاد تھے۔ انجمن مستشار العلماء لاہور، کے معتمد تھے اور اہلسنت کے (بقیہ صفحہ ۱۷ پر دیکھیں)

اور اس کے حواریین نے امکان کذب باری تعالیٰ کی دلیل میں شرح مواقف مطبوعہ نولکشور کے صفحہ ۶۰۹ سے عبارت مجھ کو دکھلائی تو میں نے کہا کہ اس کا جواب مسلم الثبوت میں موجود ہے اور میرے نزدیک امکان کذب باری تعالیٰ کا قائل اہلسنت سے خارج ہے۔ انتھیٰ ملخصًا۔

اور فقیر کہتا ہے کہ شارح مواقف نے بہت مقامات پر تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کذب بالاتفاق ممتنع ہے اور کذب نقص ہے اور نقص خدا پر بالاجماع محال ہے اور جب کذب خدا پر ممتنع ہوا تو واجب ہے کہ اس کا کلام صادق ہو انتھیٰ اور پھر آخیر شرح مواقف کے عقائد اہل السنۃ کے بیان میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر حرکت۔ سکون، انتقال، جہل، کذب وغیرہ صفات نقص صحیح نہیں ہیں بخلاف اس کے جو حق تعالیٰ پر اُن کی تجویز کرتا ہے جیسا کہ پیشتر گزرا ہے۔ انتھیٰ

اور اوپر گمراہ فرقوں کے ذکر میں، معتزلہ کے راہب ابو موسیٰ عیسےٰ بن صبیح سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کذب و ظلم پر قادر ہے، اگر کرے تو خدا کاذب ظالم

حاشیہ صفحہ ۱۶ ؎۔ دارالعلوم مدرسہ نعمانیہ لاہور کے مدرس بھی رہے۔ آپ زمانہ قیام لاہور کے دوران میں میلاد وغیرہ کے جواز میں فتوے دیتے رہے اور وہابیوں کے عقائد باطلہ کی تردید کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔ مگر جب ندوہ چلے گئے۔ تو وہاں کے فیض یافتگان وہابیت کے زیر اثر اگرچہ کچھ سے کچھ ہو گئے اور یہاں تک "آزاد" ہو گئے کہ بنک کے سُود کو جائز سمجھنے لگ گئے نیز اسی قسم کے اور کئی مسائل میں علمائے اہل سنت کا خلاف اُن کا معمول ہو گیا۔ (رضوی)

؎ یعنی اورینٹل کالج لاہور۔

ہوگا۔ خدا اس سے بہت بلند ہے جو اس نے کہا پس شرح مواقف کی ان تصریحات پر مطلع ہو کر کوئی دیندار نہیں کہہ سکتا کہ امکان کذب باری تعالیٰ بموجب مذہب اہلسنت کے شرح مواقف کی عبارت سے ثابت ہے۔ کیونکر ایسا ہو سکے جب وہ عبارت بھی مقصد خامس فروع معتزلہ میں واقع ہے جو ان کے اصل پر مبنی ہیں کہ حسن اور قبح کاموں کا عقل کے حکم میں ہے اور باوصف اس کے علمائے اہل کلام نے اس عبارت کی اپنی تصانیف میں تاویل و تضعیف بھی کی ہے پس صاحب براہین پر تعجب ہے کہ باوجود اس تصریح کے کہ عقائد، نصوص قطعیہ ہی سے ثابت ہوتے ہیں اور خبر احاد اس میں کفایت نہیں کرتی، جیسا کہ صفحہ ۴۷، ۴۶ براہین میں لکھتا ہے۔ اس جگہ عبارت ضعیف اور استنباط سخیف سے عقیدۂ امکان کذب باری تعالیٰ ثابت کر رہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کذب سے پاک ہونا قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اور دینی کتابوں سے امکان کذب حق سبحانہٗ و تعالیٰ شرعاً و عقلاً محال ثابت ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " اور کون راست تر ہے خدا سے کلام میں"[1] "اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں"[2] اور "خدا کا کلام سچ ہے"[3]۔ اور انبیائے کرام سے بطریق تواتر روایات ہیں کہ حق تعالیٰ سچا ہے اور خود حق تعالیٰ نے کذب کی قباحت میں فرمایا ہے "پس لعنت کریں خدا کی جھوٹوں پر"۔ چنانچہ امکان کذب باری تعالیٰ کا محال ہونا عقلاً و شرعاً ثابت ہوا۔ اس لیے کہ کذب برا اور نقصان دہ ہے اور حق تعالیٰ سب عیبوں سے پاک اور

---

[1] وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا۔ الآیۃ [2] وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ الآیۃ

[3] وَقَوْلُهُ الْحَقُّ ط الآیۃ

بحان ہے۔ امام علم کلام اپنی تفسیر کبیر میں آیت اخیر سورۂ یوسف وَظَنُّوٓا اَنَّھُمۡ قَدۡ کُذِبُوۡا (گمان کیا کہ وہ جھٹلائے گئے) کے نیچے لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ کا گمان کرنا مسلمان کو روا نہیں بلکہ اس سے دائرۂ ایمان سے نکل جاتا ہے۔ اھ اور وجہ اول میں ظن کے معنی وہم کے تحریر کرتے ہیں اور نیز اسی تفسیر کبیر میں ہے کہ جب حق تعالیٰ پر خبر میں خلاف کی تجویز کی جائے تو یہ خدا پر کذب کو روا رکھنا ہے۔ پس یہ بڑا گناہ ہے بلکہ کفر کے قریب ہے شرح فقہ اکبر وغیرہ میں ہے کہ باری تعالیٰ کا کذب محال ہے اور شرح عقاید جلالی میں ہے کہ محال کا امکان بھی محال ہے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نالائق کے ساتھ وصف کرنا یا نقصان سے نسبت کرنا کفر ہے اور کفار اپنے جھوٹے خداؤں کو جھوٹ سے موصوف نہیں کرتے اور اس سے بہت ہی دور رہتے ہیں اور یہاں علمائے اسلام اپنے سچے معبودِ حق کو اپنے خراب رسالوں میں امکانِ کذب سے وصف کر کے چھپواتے ہیں۔ اور وہ ذرہ بھر بھی نہیں شرماتے ہیں۔ بیشک یہ لوگ خدائے پاک پر دین کے دشمنوں کی زباں درازی کراتے ہیں۔

یہ تھا پہلا اعتراض، منجملہ سات اعتراض مجموعی کے جو حکم کے پاس مجلس مناظرہ میں چند اوراق پر لکھ کر پیش کئے گئے تھے۔ اس پر مولفِ براہین نے اپنے حواریوں کی امداد سے بہت سے اوراق میں اس کا جواب لکھا اور فقیر کو سخت بدگوئی سے یاد کیا۔ فقیر نے دل و جان سے حمدِ حق تعالیٰ ادا کی کہ یہ مسکین حضورِ ربّ العالمین جل اور حضرت سید المرسلین ﷺ و علمائے ربانیین کی سلک میں منسلک ہوا۔ کیا معنی؛ کہ مولوی گنگوہی اور انبیٹھوی اور ان سب کے ہم مشربوں کے مطعون تو یہ تینوں حضرات ہیں۔ پس اس فقیر کو مبارک ہو کہ اُن

بزرگوار کے ضمن میں داخل کیا گیا ہے۔ ہر چند وہ اوراق جواب اجمالی و تفصیلی کے اعتراضات کی طرح مجموعہ تھے۔ مگر پہلے جوابِ تفصیلی اعتراضِ اوّل کا پورا نقل کر کے پھر اس کی تردید کرنا مناسب ہے اور ایسا ہی ہر اعتراض کو مع جواب اور جواب الجواب کے لکھنا بہتر ہے۔ تاکہ قارئین ترتیب وار انہیں ملاحظہ کریں۔ اور تشویش میں نہ پڑیں۔

چنانچہ اَب یہاں فقیر خلاصہ تفصیلی جواب کا عربی میں ترجمہ کرتا ہے۔ اور مولیٰ معین سے مدد چاہتا ہے۔ صاحبِ براہین اور اس کے "چاروں معین" جوابِ تفصیل میں صاحبِ براہین کہتے ہیں ہ۔

کہ رسالہ انوارِ ساطعہ میں جو پیچھے ذکر کرنے آیت وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ہ کے مطلق امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل پر طعن کیا ہے اور برا جانا ہے۔ چونکہ یہ طعن بعض صورتوں میں اکابر اہلسنّت کی طرف راجع ہوتا تھا تو براہین میں اس کا جواب یہ دیا گیا۔ کہ "ان وقتوں میں تو کوئی امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کا قائل نہیں ہے۔ بلکہ قدما میں خلف فی الوعید کے بارے میں اختلاف ہوا ہے جیسا کہ ردّالمحتار سے ثابت ہے کہ اشاعرہ خلفِ وعید کے جواز کے قائل ہیں تو فی الحقیقت یہ طعن اُن اشاعرہ پر ہوا جو جوازِ خلفِ وعید کے قائل ہیں۔ کیونکہ اس خلفِ وعید میں کذب کا موجود ہونا بدیہی ہے۔ اس لئے کہ کذب اور خلف میں صرف لفظی فرق ہے اور معنی میں دونو ایک ہیں۔ پس امکانِ کذب باری تعالیٰ کے قائل پر طعن بعینہٖ خلفِ وعید کے قائل پر طعن ہے۔

حالانکہ جس مسئلہ میں اکابرِ اہلسنّت کا اختلاف ہو تو پچھلوں کو اُن میں سے،

کسی فریق پر طعن کرنا روا نہیں۔ خصوصاً ایسا طعن جو اکابرِ اہلسنت سے کسی کی تکفیر تک نوبت پہنچائے تو صاحبِ براہین نے مؤلف انوارِ ساطعہ کا جہل ثابت کیا۔ اس پر مولوی قصوری رحؒ نے بلا دلیل اور بے سمجھے یہ حکم لگا دیا کہ صاحبِ براہین باری تعالیٰ کے امکانِ کذب کا قائل ہے۔ حالانکہ براہین سے یہ امر بالکل ثابت نہیں ہوتا ہے اور میرا[1] اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ سے وقوعِ کذب محال ہے۔ جیسا کہ آیت وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا۔ وغیرہا سے ثابت ہے اور کوئی عام مومنوں سے کیا، کافر بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کذب سے پاک نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو کذب سے پاک نہ جاننے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے اور میں[2] نے براہین میں اس مسئلہ کے متعلق صرف دو دعوے کئے ہیں پہلا یہ کہ مسئلہ خلفِ وعید، قدماء میں مختلف فیہ ہے۔ جملہ کتبِ کلامیہ میں اس کا ثبوت موجود ہے اور ردّ المحتار کی عبارت اس کے اثبات کے لئے کافی ہے۔ دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ امکان کذب خلفِ وعید کے جواز کی فرع ہے اور اس میں داخل ہے اور یہ امر عقل سلیم کے سامنے بدیہی ہے۔ اس لئے صدق و کذب دو نو ضدیں ہیں جو جمع نہیں ہوتے۔ پس اگر کہا جائے کہ اس سے حق تعالیٰ پر نقص لازم آتا ہے اور یہ محال ہے تو اس کا جواب یہ ہے جو شرح مواقف اور ردّ المحتار سے منقول ہے کہ یہ نقص نہیں بلکہ جود و کرم ہے۔

اور میں[1] مسئلہ خلفِ وعید میں محققین اہلسنت کے مختار کا معتقد ہوں، جیسا کہ شرح عقائد میں لکھا ہے کہ محققین اس کے خلاف پر ہیں اور مولوی قصوری رحؒ نے

---

[1] مؤلفِ براہین　[2] مؤلفِ براہین

جو یہ کہا ہے کہ براہین والا حق تعالیٰ کے امکان کذب کا معتقد ہے سو یہ کذب اور افترا ہے اس لئے کہ مؤلف براہین نے، مسئلہ خلفِ وعید کے اختلاف کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ امکانِ کذب خلفِ وعید کی فرع ہے اور اسی قدر بیان سے اعتراض متعلق عبارت براہین سے فراغت حاصل ہو گئی ہے۔ لیکن بغرضِ تکمیل بحث اور اظہار اس بات کے کہ مولوی قصوری۔ کذب کے مراتب سے ناداں ہے اور یہ بھی نہیں جانتا کہ اہلسنت کے نزدیک ہر مرتبہ کا حکم کیا ہے؟ میں کچھ تھوڑا سا لکھتا ہوں کہ:۔

کذب یا مرتبہ صفات باری تعالیٰ میں ہو گا یا اخبار میں۔ پس مرتبہ صفات کا کذب تو بہر حال ممتنع بالذات ہے اور کذب مرتبہ اخبار یا امکان عقلی یا امکان فعلی شرعی ہے پس امکان کذب بمعنی جواز شرعی صرف خلفِ وعید بعض گنہ گار مسلمانوں میں ہے، جیسے کہ بعض اشاعرہ کا مختار ہے

چنانچہ ردّ المحتار میں ہے اور امکان عقلی ممتنع لغیرہ قدرت الٰہی کے نیچے داخل ہے کیونکہ ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہے اور ہر ممکن بالذات خدا کی قدرت کے نیچے داخل ہے۔

اور دلیل اس کی یہ ہے کہ سب آدمیوں کا ایک مذہب پر اکٹھا ہونا خدا کے کذب کو لازم پکڑتا ہے بحکم اس آیت کے وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ ۝ اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ پس محال اور خدا کی قدرت کے نیچے داخل نہ ہوا۔ اور اس آیت وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ۝ اگر خدا چاہے تو سب آدمیوں کو ایک ہی مذہب بنا دے۔ سے صریحاً ثابت ہے کہ سب آدمیوں کا ایک مذہب پر جمع ہونا

خدا کی قدرت میں داخل ہے اور نیز سب کا مسلمان بن جانا خدا کے کذب کو لازم پکڑتا ہے بدلیل اس آیت کے اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْھِمْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ ۝ ترجمہ:۔ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہوئی وہ ایمان نہ لاویں گے۔ اور اس آیت مبارکہ وَلَوْشَآءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۝ ترجمہ:۔ اگر تیرا رب چاہے تو سب لوگ مسلمان بن جائیں۔ سے باوجود استلزام کذب نفس کے ثابت ہے۔ کہ ایمان جمیع بنی آدم داخل قدرت و مشیت باری تعالیٰ ہے۔ اور نیز آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ ترجمہ:۔ اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔ سے جمیع اشیائے ممکنہ کا مقدور الٰہی ہونا ثابت ہے، کیونکہ ذات و صفات الٰہی اور ممتنع لذاتہ اس آیت کے اطلاق سے خارج ہیں۔ اور سوا اُن کے سارے ممکنات مقدور الٰہی ہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ کوئی ممکن بھی قدرت خدا کے نیچے داخل نہ ہو اور یہ بداہۃً غلط ہے۔ کیونکہ مستلزم کذب نفس ہے اور یہ امکان عقلی مذہب اہلسنت آفتاب نیمروز کی طرح ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ کو فاعل مختار اعتقاد کرتے ہیں اور اس پر کسی چیز کا واجب ہونا نہیں مانتے اور مومنوں کے ثواب کو فضل اور کفار کے عذاب کو عدل جانتے ہیں اور اگر اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ سب مومنوں کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں داخل کردے اور سارے کفار کو ابدالآباد بہشتی بنادے تو یہ اس کی قدرت میں داخل ہے اور ممکن ہے، حالانکہ اس سے قرآن کی آیت کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔

مفتی صدرالدین[1] رسالہ اثبات نظیر فخر عالم میں نقل کرتے ہیں کہ تفسیر نیشاپوری میں ہے " پھر ذکر کیا لازم ملک اور حکم کا اور فرمایا یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ بخشتا ہے جسے وہ

---

[1] دیکھئے حاشیہ دوسرے صفحہ پر:

چاہتا ہے۔ اپنے فضل سے اگرچہ وہ شیطانوں اور فرعونوں سے ہو وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ اور عذاب کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی خدائی اور قدرت کے حکم سے اگرچہ وہ مقرب فرشتوں اور صدیقوں سے ہو، اور یہ سب کچھ حق تعالیٰ سے شرعاً و عقلاً زیبا ہے ورنہ کمال بادشاہت و حکم حاصل نہ ہوگا۔ مگر رحمت اور بخشش کی جانب غالب ہے، اس لئے کلام کو آیت وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ سے ختم کیا ہے۔ یہ اشاعرہ کا قول ہے۔

کفایہ میں ہے کہ یہ مذہب اشاعرہ کا اور ایسا ہی اُن کے نزدیک مومنوں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا اور کافروں کا بہشت میں روا ہے۔ مگر قرآن میں ہے کہ حق تعالیٰ ایسا نہ کرے گا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ۔ میرے نزدیک بات نہیں بدلتی۔ وَاِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ۔ اور خدا کا وعدہ سچا ہے۔ وَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ اور خدا وعدہ خلاف نہیں کرتا ہے۔ امام نے کہا ہے۔ کہ بندے کا کام حق تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں کرتا ہے، نہ بندگی ثواب کو واجب کرتی ہے

(متعلقہ حاشیہ صـ۲۴) لـہ مفتی صدرالدین آزردہ مرحوم اہل سنت والجماعت کے سربرآوردہ علماء میں سے تھے۔ مفتی اور صدرالصدور کے عہدوں پر فائز رہے، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں فتویٰ جہاد پر دستخط کرنے کے جرم میں گرفتار ہوئے اور جائداد ضبط ہوئی۔ چند ماہ قید رہنے کے بعد رہائی نصیب ہوئی۔ نصف جائداد واگزار ہوئی، مفتی صاحب عربی، فارسی، اور اردو میں شعر کہتے تھے ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں وفات پائی۔ اور مصنف براہین نے ان کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ کذب و افترا ہے
(محمد شفیع رضوی)

اور نہ گناہ عذاب کو لازم پکڑتا ہے بلکہ سب کچھ حق تعالیٰ کی خداوندی اور قدرت سے ہے، پس ہمارا دعوٰی صحیح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ سارے مقربوں کو عذاب کرنا چاہے تو بجا ہے، اور اگر سب فرعونوں اور شیطانوں پر رحم کرے تو زیبا ہے، اور آیت یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ اس پر دلالت کرتی ہے، اگر کوئی کہے کہ کیا خدا کافروں کو بخش دے گا اور فرشتوں اور انبیاء کو عذاب کرے گا تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر خدا کسی کام کو چاہے تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہے اور اس کا یہ مقتضا نہیں ہے کہ خدا ایسا کرے گا اور یہ بات بہت ظاہر ہے۔

اس منقول کے رو سے مولوی قصوری پر لازم ہے مفتی صدر الدین اور تفسیر نیشاپوری والے اور صاحب خلاصہ بلکہ جمیع اشاعرہ کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیوے، کیونکہ یہ سب باری تعالیٰ کے امکان کذب کے قائل ہیں، اور نیز انبیاء و صدیقین کے دوزخی ہونے کے امکان پر قایل ہیں۔ پس قصوری کو ضروری ہے کہ مذہب اشاعرہ سے برا ہو اور جمیع اہل سنت کی تکفیر پر جرأت کرے، اور اس امر کی تصریح علماء ظاہر کے ہی کلام میں نہیں بلکہ اکابر اولیاء اللہ نے اس سے بدرجہا بڑھ کر لکھا ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری جن کی مدح اخبار اخیار میں ہے اپنے مکتوبات کے مکتوب ۴۵ میں کہتے ہیں:۔

"اے بھائی جس کو ایسے جبار اور قہار سے معاملہ ہو کہ اگر بہشت

کو دوزخ بنا دے، اور دوزخ کو بہشت اور کعبہ سے کلیسا
نکالے، اور مسجد سے بُت خانہ بنائے اور فرشتوں سے
لباس ملکی چھین لے، اور ناپاک شیطانوں کو فرشتوں کی
پوشاک اور تاج قدس پہنا دے، اور محمدؐ خاتم رسالت
اور عیسٰی پاک دامن کے بیٹے کو اور یحییٰ کو جس نے کبھی گناہ
نہیں کیا اور نہ گناہ کا خیال آیا ایک زنجیر میں باندھے
اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈال دے، اور اُن پر قہر کرے
تو کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ
اُس کے دامن عدل پر ایک ذرہ غبار ظلم پڑتا ہے،
تو اُس شخص کو جائے قرار اور امنی کیونکر ہوگی اور کیونکر
دعوٰی خود بینی کر سکتا ہے" اھ

دین دار اور منصف لوگ اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں کہ ہر لفظ شیخ
کا کس طرح ممتنعات لغیرہا کو ممکن اور داخل تحت قدرت کر رہا ہے
اور ہر فقرہ سے امکان کذب باری تعالیٰ کا ثبوت ہو رہا ہے کیا آں
حضرتؐ و عیسٰی و یحییٰ علیہم السلام کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا قدرت
خداوندی میں ہونا امکان کذب باری تعالیٰ کا مستلزم نہیں ہے
تو مولوی قصوری کو ضروری ہے کہ حضرت شیخ کیا اکثر اولیاء اللہ کی
تکفیر کا فتوٰی مشتہر کرے کہ جنہوں نے بڑے شد و مد سے عموم قدرت
باری تعالیٰ کو بیان کیا ہے۔

اچھا اور لیجیئے حضرت شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے، تیسرا یہ کید ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ:-

اہل سنت حق تعالیٰ پر ظلم کی تجویز کرتے ہیں کہ اُن کا اعتقاد ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ بے گناہ بلکہ فرماں بردار مومن کو دوزخ میں ڈال دے اور اُس کو ہمیشہ عذاب کرے تو روا ہے" مگر قرآن میں ہے کہ حق تعالیٰ ایسا نہ کرے گا اور اس مکر کا جواب اول معلوم ہو چکا ہے کہ باری تعالیٰ سے اہل سنت کے نزدیک ظلم ممکن ہے اس لئے کہ سب مخلوقات اُس کی پیدائش و ملک ہیں جو چاہے کرے اور باوجود اس کے عذاب کا جائز رکھنا اور بات ہے اور عذاب کرنا اور بات ہے" اھ

اور ظاہر ہے کہ فرمان بردار مومن کا ہمیشہ دوزخ میں رکھنا مولوی قصوری کے فہم پر باری تعالیٰ کے کذب کو لازم پکڑتا ہے" اور یہ نقص ہے تو اس کا دعویٰ بھی کفر ہوا تو صاحب تحفہ کی بھی تکفیر کریں اب مؤلف انوار ساطعہ[۱] اور اس کے پشت پناہ مولوی قصوری اور تمام اُن کے ہم مذہب عبرت سے دیکھیں کہ جو طعن مطلق امکان کذب کے قائلوں پر کر رہے تھے اُس نے اکابر اہل سنت کی تکفیر تک نوبت پہنچائی۔ ہر چند ارادہ تھا کہ اس بحث کی خوب تفصیل کرتے

---

[۱] مولانا عبدالسمیع بیدل رح (ادارہ)

مگر افسوس عجلت زیادہ ہے اسی قدر قلیل پر اکتفا ہے، انشاء اللہ بشرطِ موقع دوسرے وقت اس کو بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

رہا یہ کہ مولوی صاحب قصوری نے اپنے دعویٰ کے دلائل میں مراتب کذب میں ہرگز امتیاز نہیں کی ہے، بعض آیات کا ابتدا میں ذکر آچکا ہے اور جو آیت فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ اپنے استدلال میں لکھی ہے یہ بھی بے سوچے سمجھے لکھ ڈالی یہ نہ سمجھے کہ صدق وصف مشتق کے لئے وجود مبدأ اشتقاق ضروری ہے نہ امکان ورنہ قصوری کے فہم موافق جملہ بنی آدم حتیٰ کہ معصومین پناہ بخدا آیت فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ کا مصداق ہوں۔ کیونکہ جب اس وعید کا مدار مطلق امکان پر ٹھہرا اور امکان کذب جملہ بنی آدم میں ہے تو مصداق وعید جملہ بنی آدم ہوئے۔

اب قصوری صاحب ذرا سوچ کر دیکھیں کہ انبیاء اور اولیاء کو بھی مصداق اس آیت کا قرار دیا بڑی فہمید سے، پناہ بخدا۔ اور کچھ جھوٹ پر ہی منحصر نہیں بلکہ اکابر اولیاء وغیرہ کو تمام گناہ کفر اور شرک اور زنا، اور سرقہ وغیرہ پر قدرت ہے اور اُن کے امکان میں داخل ہے، گو واقع نہ ہوں، تو اگر نفس امکان پر ہی وعیدات وارد ہیں تو یہ جملہ بزرگوار بھی مثل کفار داخل عموم وعید ہونگے، اس سے مثل آفتاب نیم روز ظاہر ہے کہ تمام بنی آدم تو بہ توبہ ماخوذ و معذب ہونگے نعوذ باللہ منہ۔ اور یہ جو دلیل بیان کی ہے کہ کذب قبیح اور نقص ہے اور باری تعالیٰ سب نقصوں

سے پاک ہے، اس کا جواب یہ ہے، اول ہم نے مانا کہ جھوٹ قبیح ونقص ہے لیکن امکان کذب کا قبیح اور نقص ہونا مسلّم نہیں بلکہ کمال الوہیت اور شعبہ عموم قدرت ہے، چنانچہ اوپر معلوم ہو چکا ہے، اگر آپ قبح ونقص کے مدعی ہیں تو دلیل لائیے ورنہ کچھ تو شرمائیے۔

ثانیاً یہ دلیل مولانا قصوری کی ناواقفیت مذہب سے پیدا ہوئی ہے ورنہ فی الحقیقت اشاعرہ کے نزدیک خدا کی طرف سے کوئی چیز قبیح نہیں ہے وہاں سب کمالات ہیں۔ شاہ عبد العزیز تحفہ میں لکھتے ہیں دوسرا کید! شیعہ کہتے ہیں کہ اہل سنّت قبائح کا ظاہر ہونا باری تعالیٰ سے جائز رکھتے ہیں یعنی زنا اور چوری کو خدا کی پیدائش اور اس کے ارادہ سے جانتے ہیں، شیطان اور انسان کی طرف حوالہ نہیں کرتے ہیں اور یہ جائز رکھنا حق تعالیٰ کی کمال بے ادبی ہے۔ اور یہ نہیں جانتے کہ (یعنی شیعہ ۱۲) اہل سنّت کا مذہب یہ ہے کہ جو کام بہ نسبت انسان وشیطان کے قبیح ہیں اور اُن پر مؤاخذہ ہوتا ہے، باری تعالیٰ کی نسبت اُن میں کوئی قباحت نہیں ہے، اور بہت ظاہر ہے کہ حُسن وقبح دونو اضافی امر ہیں اپنے منسوب الیہ کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں۔ اصل قباحت یہ ہے کہ ہم باری تعالیٰ کی نسبت بعضی چیزوں کو اچھا جانیں اور بعضی کو بُرا، پھر اس پر مشکل میں پڑیں' اھ

اب ظاہر ہے کہ کفر اور عبث کا پیدا کرنا جو عین قبیح ہیں، اور ابلیس ونفس کا جو مبدء سب پلیدیوں کا ہیں پیدا کرنا پھر ان کو قدرت

دینا یہ تمام قبائح ہیں جن کو اشاعرہ نے باری تعالیٰ کی طرف نسبت کیا ہے، تو بموجب فتویٰ قصوری کے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے اور فی الحقیقت منشا اس کا قصوری صاحب کی ناواقفیت مذہب سے ہے۔

ثالثاً یہ دلیل جو قصوری صاحب نے شرح مواقف سے نقل کی ہے تو اس کے مطلب کو نہیں سوچا نہ اس کے ماقبل و مابعد کو دیکھا ہے، خود شارح مواقف اس دلیل کو غلط بتا رہے ہیں، پس غلط دلیل کو خصم کے مقابلہ میں پیش کرنا کس قدر جرأت و بیباکی ہے، شارح مواقف کہتا ہے[1] کہ نقص فی الفعل اور قبح عقلی فی الفعل میں فرق مجھ پر ظاہر نہیں ہوا کیونکہ نقص فی الافعال وہی بعینہ قبح عقلی فی الافعال ہے معنی میں کچھ فرق نہیں صرف عبارت میں اختلاف ہے پس ہمارے علماء جو قبح عقلی کے منکر ہیں کلام لفظی سے کیونکر تمسک کر سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے افعال میں نقص لازم آتا ہے اھ پس قصوری صاحب نے اس دلیل میں قبح اور نقص کو مخلوط کر کے دونوں کو ایک خیال کر لیا ہے،

---

[1] اصل عبارت واعلم انہ لم یظہر لی فرق بین النقص فی الفعل والقبح العقلی فیہ فان النقص فی الافعال ھو القبح العقلی بعینہ فیہا وانما یختلف العبارۃ دون المعنی فاصحابنا المنکرون للقبح العقلی کیف یتمسکون فی دفع الکذب عن الکلام اللفظی بلزوم النقص فی افعالہ تعالیٰ انتہیٰ ۱۲

تعجب ہے کہ دعویٰ مذہب اہل سنّت کا ہے اور شیعہ معتزلہ خوارج کا مذہب اختیار کر رکھا ہے، یہ قصوری صاحب کے قصورِ علم کا نتیجہ ہے پس مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ مسائل واقعیہ سے ہے اس کا دشمنانِ دین سے ڈر کر اخفا کرنا بے جا ہے ورنہ قصوری صاحب اشاعرہ کے مذہب کی تمام کتابیں اور علماء کو جمع کر کے دریا میں ڈبو دیں۔ اور مذہب اہل سنت کو چھوڑ دیں، ورنہ بدوں اس کے یہ عقیدہ حل نہ ہوگا۔ اور حاشیہ پر جو دلائل تفسیر کبیر اور تفسیر ابو السعود و بیضاوی کے حوالہ کئے ہیں وہ بھی نہیں سمجھے کہ کس مدعا کا اُن سے ابطال ہے اور کس کا اثبات ہے، وہ دلائل بھی ہمارے مُدعا کے ہرگز مخالف نہیں، چنانچہ مفتی صدر الدین کے رسالہ سے امام کا کلام نقل ہو چکا ہے، اور نیز جواب اعتراض دوم میں تفسیر کبیر وغیرہ سے اثبات امکان نظیر آنحضرت علیہ السلام کا بطور عبارت النص کے کیا جائے گا جو بالبداہۃ قصوری صاحب کے مُدعا کے برخلاف ہوگا۔ اور جو عبارتیں شرح مواقف سے نقل کی ہیں اُن کے مطلب کے سمجھنے میں قصوری صاحب کا فہم قاصر ہے، اُن میں ہرگز تعارض نہیں جہاں امتناعِ کذب لکھا ہے وہ صحیح ہے، اُس کے معنی اور ہیں اور جہاں امکان کذب ہے وہ بھی صحیح ہے اس کا محمل کچھ اور ہے اور اس عبارت شرح مواقف صفحہ ۶۰۹ کا کہ ہم اس کا محال ہونا نہیں مانتے، کیونکہ وہ دونوں ممکنات سے ہیں جن پر حق تعالیٰ کی

ع قلنا لا نسلم استحالته کیف وهما من الممکنات التی یشملها قدرة الله تعالیٰ انتهی

قدرت شامل ہے اھ۔

جو قصوری صاحب نے یہ جواب دیا کہ یہ اصول معتزلہ پر مبنی ہے یا تو مطلق عبارت نہیں سمجھی یا غبار نفسانیت و عناد نے بصیرت کو مکدر کر دیا ہے، اگر یہ مراد ہے کہ اصل مسئلہ وجوب ثواب و عقاب اصول معتزلہ پر مبنی ہے تو درست ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سارا مطلب اس مقصد کا اوّل سے آخر تک اصول معتزلہ پر مبنی ہے کہ یہ دعویٰ غلط ہے، اور منحصر ہے اس پر کہ پہلے امکان کذب اصول معتزلہ پر ثابت کیا ہو، اور ایسا نہیں کیونکہ امتناع کذب جو منصوص اِنَّہٗ یَمْتَنِعُ عَلَیْہِ الْکِذْبُ اِتِّفَاقًا کا ہے وہ اصول معتزلہ پر مبنی ہے، تو دعویٰ امکان کذب کا اُن کے اصول پر کیونکر مبنی ہوا۔

اور یہ جو مولوی عبداللہ ٹونکی مدرّس یونیورسٹی لاہور کی تحریر کا خلاف واقعہ حاشیہ پر ذکر کیا ہے، تو اس کا قصہ یہ ہے کہ مَیں جس روز لاہور پہنچا مع اپنے رفیقوں کے مولوی مذکور سے ملا، اور "مسئلہ امکان کذب" کو چھیڑا تو جواب دیا کہ امکان کذب کا قائل اہل سنت سے خارج ہے۔ ہم نے اس پر دلیل طلب کی تو مولوی مذکور نے یہ عبارت شرح مواقف کہ وَھُوَ یَمْتَنِعُ عَلَیْہِ الْکِذْبُ اِتِّفَاقًا پیش کی، تب جناب مولوی محمود حسن صاحب نے پوچھا کہ یہ "امتناع ذاتی ہے یا امتناع بالغیر"؟ مولوی عبداللہ نے کہا کہ "امتناع ذاتی" ہے۔

ؔ یعنی مؤلف براہین ۱۲

تب مولانا مولوی محمود حسنؒ صاحب نے معقولی طور پر گفتگو کرنی چاہی، جس سے مولوی عبداللہ نے پہلو تہی کی۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ شکار ہاتھ سے نکلا جاتا ہے تو یہ کہہ کر کہ ہم اور آپ ایک اُستاد کے شاگرد ہیں باہم مناظرہ نہیں صرف تحقیق مسئلہ ہے آپ دِل تنگ نہ ہوں۔ پھر کہا کہ اگر خود شارح مواقف کذب کا امکان لکھ دے تو آپ اس کے قائل ہو نگے، انہوں نے اس کو قبول کیا تو میں نے یہ عبارت ص۴۰۹ کی سنائی جس کے اخیر میں یہ تحریر ہے اذلاشبھۃ الخ یعنی اس میں شبہ نہیں

لہ مولوی محمود حسن صاحب مولانا ذوالفقار علی کے فرزند تھے، جناب مولوی محمود حسن صاحب دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم تھے، فارغ التحصیل ہوچکے بعد دیوبند ہی میں مدرس ہو گئے، کانگرس اور خلافت وغیرہ جیسی سیاسی تحریکوں کے قائدین میں سے تھے، درس و تدریس کے علاوہ تالیف و تصنیف کا کام بھی کیا۔ آپ نے بہت سے ایسے فتوے بھی دیئے، جن سے مسلمانوں کے مدارس اور علمی اداروں کو سخت نقصان پہنچ سکتا تھا، مگر قوم نے ان فتووں کو قبول نہ کیا۔ وگرنہ ہندوستان کی تعلیمی یونیورسٹیاں اور کالج تو چلتے رہتے اور مسلمانوں کے تعلیمی ادارے بالکل بند ہوجاتے اور مسلمان تعلیمی میدان میں مات کھا جاتے، مولوی صاحب کے ایسے فتوے ملاحظہ ہوں، رسالہ ترک موالات مطبوعہ مدینہ پریس بجنور۔ جناب مولوی صاحب نے ۱۹۲۰ء میں وفات پائی۔ (محمد شفیع رضوی)

لہ اذلاشبھۃ فی ان عدم الوجوب مع الوقوع لا یستلزم خلفا ولا کذبا لا یقال انہ یستلزم جوازھما وھو ایضا محال لانا نقول استحالۃ ممنوعۃ کیف وھما من الممکنات التی یشملھا قدرتہ تعالیٰ انتھی۔ (اصل عبارت)

کرنا واجب ہونا یا وجود و وقوع کے خلف اور کذب کو لازم نہیں پکڑتا ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ خلف اور کذب کے جواز کو مستلزم ہے، اور یہ بھی محال ہے اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس کا محال ہونا منع ہے، اور یہ دونوں ممکنات سے ہیں جن پر قدرت الٰہی شامل ہے اھ

مولوی عبداللہ صاحب اس عبارت کو دیر تک دیکھتے رہے اور امکان کذب باری تعالیٰ کو مان گئے اور امتناع ذاتی ہونے کے عقیدہ سے باز آ گئے، اور کوئی عبارت اس قول شرح مواقف کی تردید میں مولوی عبداللہ صاحب نے نہیں دکھائی، اور ہم وہاں سے چلے آئے۔ پھر دو روز کے بعد جناب مولوی عبدالحق صاحب لاہور میں مولوی عبداللہ صاحب سے ملے، اور مسئلہ امکان نظیر و امکان کذب دونوں میں گفتگو کی، مولوی عبداللہ نے دونوں کے حق ہونے کو اہل حق کے عقیدہ کے مطابق مان لیا اور کچھ چون و چرا نہ کی۔

اگر قصوری صاحب کو اس واقعہ کے سچے ہونے میں شک ہے تو قسمیہ مولوی عبداللہ سے پوچھیں، اگر وہ اس کے خلاف کہیں تو اُن کو بہاولپور میں بلا لیں، ہم اُن کو تسلیم کرا دیں گے اور وہ جلد سمجھ لیں گے، ورنہ لاہور چلے چلیں اس مسئلہ میں ہم اُن سے گفتگو کریں، اگر وہ مان لیں تو قصوری بھی مان لے ورنہ خیر۔ اور یہ جو لکھا کہ یہ عقیدہ وہابیوں کا ہے جیسا کہ رسالہ جامع الشواہد میں ہے تو یہ عوام کا بھڑکانا ہے، کیونکہ اگر عقیدہ وہابیوں کا مطابق اس تفصیل کے ہے جو امکان کذب میں بندہ لکھ چکا ہے، تو یہ قطعاً

مخالف عقائد اہل سنّت کے نہیں بلکہ اس کا مخالف دائرۂ اہل سنّت سے خارج ہے، اور اگر عقیدہ وہابیوں کا بندہ کی تفصیل سے خلاف ہے تو اس پر میرے عقیدے کو قیاس کرنا اور بلا امتیاز یہ کہہ دینا کہ یہ عقیدہ وہابیوں کا ہے، قصوری صاحب کے کمال علم پر واضح دلیل ہے، اور عجب نہیں کہ وہابیوں پر بھی اسی طرح قصوری کے مذہبی بھائیوں کا افترا ہو جس طرح کہ مؤلف براہین پر افترا کیا ہے، پھر اگر کوئی عقیدہ وہابیوں کا اہل سنّت کے مطابق ہو تو کیا قصوری صاحب اس کے چھوڑ دینے کا بھی فتویٰ دیں گے؟ میں کہتا ہوں کہ وہابیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا ایک وحدہٗ لاشریک ہے، اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق ہیں، تو چونکہ یہ بھی عقیدہ وہابیوں کا ہے، اس کو بھی چھوڑ دیجئے۔ واللہ الہادی۔
(یہاں تک اصل عبارت جواب صاحب براہین مع حوارین کے جس کا ترجمہ عربی میں ہے)

جواب الجواب!

اب فقیر قصوری کان اللہ لہٗ اس کا جواب لکھتا ہے اور معین حقیقی جل وعلا سے اعانت چاہتا ہے، یہ جو کہا۔ کہ:۔

"ہم نے براہین میں جواب دیا تھا کہ اس زمانہ میں کوئی قائل امکان کذب باری تعالیٰ کا نہیں بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے، کہ اشاعرہ جواز خلف وعید کے قائل ہیں،

تو یہ طعن فی الحقیقت اشاعرہ پر ہے، جو قائل خلف وعید کے نہیں کیونکہ خلف وعید میں کذب کا ہونا بدیہی ہے۔"

تقویۃ الایمان اور یکروزی میں مسئلہ امکان کذب باریتعالی

فقیر خدائے پاک کی پناہ میں آکر کہتا ہے، کہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی[1] نے، (جو مولوی رشید احمد و خلیل احمد کے اُستاذوں سے ہیں) رسالہ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے:۔

"اُس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتے جبرئیل اور محمدؐ کے برابر پیدا کر ڈالے" مطبوعہ مطبع صدیقی دہلی کے صہ ۳۱ کی یہ اصل عبارت ہے اس پر

---

[1] مولوی اسمٰعیل صاحبؒ دہلوی ابن شاہ عبد الغنیؒ ابن شاہ ولی اللہ دہلویؒ سید احمد صاحب رائے بریلوی کے مرید تھے، ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں بمقام بالاکوٹ سکھوں سے لڑتے ہوئے راہی ملک عدم ہوئے، آپ نے زمانہ قیام سرحد میں پٹھانوں اور سکھوں سے کئی جنگیں کیں، شائد آپ کے نزدیک صوبہ سرحد کے پٹھان حنفی ہونے کی وجہ سے مشرک و کافر تھے، تب ہی تو اُن سے "جہاد" فرماتے رہے، آپ کے "جہاد" کی بدولت انگریزوں کے دونوں دشمن پٹھان اور سکھ کمزور ہو کر مغلوب ہو گئے، سرحد اور پنجاب میں انگریزی حملہ آوروں کے دروازے کھُل گئے۔ آپ کی مایۂ ناز تصنیف "تقویۃ الایمان" مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کا باعث ہوئی۔ اور اس کتاب کا پیدا کردہ تفرقہ کبھی بھی ختم نہ ہو گا۔

(محمد شفیع رضوی)

اُس کے ہم عصر بعض علماء اہل سنّت نے اعتراض کیا کہ جب حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا رسول اور نبیوں کا ختم کرنے والا ہے، تو اُن کے برابر ایک شخص بھی باری تعالیٰ پیدا نہ کرے گا۔ پس یہ بات حق تعالیٰ کے جھوٹ کو لازم پکڑتی ہے، کیوں کہ خلاف وعدہ جھوٹ ہے، اور وہ اس سے پاک ہے، تو مولوی اسمٰعیل نے رسالۂ یک روزہ میں اس کا جواب[1] یوں لکھا ہے:۔

"کہ میں کہتا ہوں اگر مراد محال سے ممتنع لذاتہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی قدرت کے نیچے داخل نہ ہو، تو ہم نہیں مانتے کہ یہ جھوٹ ممتنع لذاتہ ہو، کیوں کہ کوئی جھوٹی بات فرشتوں کے وسیلہ سے نبیوں کو پہنچانی خدا کی قدرت سے باہر نہیں ہے، ورنہ آدمی کی قدرت کا خدا کی قدرت سے بہت بڑھ کر ہونا لازم آئے گا۔ اس لیے کہ بہت سے آدمی جھوٹی بات بنا کر لوگوں کو سُنا دینے پر قادر ہیں۔"

---

[1] اصل عبارت رسالۂ یک روزہ ہذا، اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقاء آں بر ملائکہ وانبیا خارج از قدرت الٰہیہ نیست و الا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقاء آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی ست انتہیٰ بلفظہ حاشیہ صـ۲۵،

یہ ترجمہ ہے عبارت فارسی رسالہ "یک روزی" کا جو رسالہ ایضاح الحق الصریح مطبوعہ افضل المطابع کے حاشیہ پر چھپا ہے، صفحہ ۲۵ میں دیکھو اب یہ سوال و جواب تیرھویں صدی کے اخیر میں ہوئے ہیں، اور یہ مولوی اسمعیل علماء دیوبند گنگوہ و انبیٹھ کا کمال معتقد فیہ ہے، اسی واسطے مؤلف براہین اور اُس کے حوارئین نے مناظرہ تقریری کے اوراق میں لکھا ہے کہ مصحف مجید میں جھوٹ کا پایا جانا ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے، اور ایسا ہی ان لوگوں نے ضمیمہ اخبار نظام الملک مراد آباد مطبوعہ ۱۲ اگست ۱۸۸۹ء میں مشتہر کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ کلام لفظی اور نفسی کا جھوٹ سے متصف ہونا ممتنع بالذات ہے، جیسا کہ شرح مقاصد اور شرح مواقف وغیرہما میں لکھا ہے، اور بعض تفسیروں سے بھی یہی تصریح عنقریب مذکور ہوگی۔

علماء دیوبند کے نزدیک آنحضرت کے چھ مثیل ہیں!

اور علماء مدرسہ دیوبند سے نکلتا مسئلہ موجود ہونے چھ مثل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بدلیل اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہر زمین میں، تمہارے نبی جیسا نبی ہے مشہور ہے، یہاں تک کہ مولوی محمد قاسم ممتحن مدرسہ مذکورہ نے رسالہ "تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباسؓ" بنایا اور چھپوایا۔ اور اس میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی خراب تاویلیں لکھیں، جس کے عرب وعجم کے اکابر علماء نے جواب اور رد لکھے،

اور نثر و نظم سے عمدہ طور پر اس مسئلہ کی تردید کی، من جملہ اُن کے فتوٰی مکہ معظمہ کے مفتی مولانا عبد الرحمٰن سراج کا (اللہ تعالیٰ اُس کا درجہ بہشت میں اونچا کرے)، جو قرآن و حدیث سے مستند ہے، اور جس میں حرمین محترمین کے چاروں مذہبوں کے مفتیوں اور مدرسوں کی شہادتیں و تصحیح موجود ہے، اور مصر کے مطبع منصوری میں واقعہ ۱۲۹۱ھ (۳۶) صفحوں پر چھپا ہے۔ اب اس سے اظہر من الشمس ہے کہ مولوی خلیل احمد کے استاذوں اور اُس کا اور اُس کے مذہبی بھائیوں کا اسی زمانہ میں باری تعالیٰ کا امکان کذب کا عقیدہ نکلا ہے۔ جس پر مؤلف انوار ساطعہ نے افسوس کیا اور قرآن مجید کی آیت سے اس کی قباحت بیان کی اور ان لوگوں کا نام نہ لیا کسی مصلحت سے یا تعو پر بزرگوں کی طرح گذرنے سے، تو اب اس کے جواب میں براہین والے کا یہ قول کہ امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا الخ محض کذب اور زور اور ارکان ریاست بہاول پور سے تقیہ کرنا ہے اور فی الواقع یہ شخص خود اور اس کے استاذ اس قول قبیح کے قائل اور اس بُرے عقیدہ پر مائل ہیں۔ پھر[۲] اس مسئلہ امکان کذب کی اشاعرہ کی طرف استاد کرنی صاف افترا اور بہتان ہے، کیوں کہ بعضے اشاعرہ جو خلف وعید گناہ گاروں کو جائز جانتے ہیں تو اس کو کرم اور عفو معبود مانتے ہیں، نہ کہ معاذ اللہ کسی نے اُس کو امکان کذب باری تعالیٰ نام رکھا ہو۔ خدائے ودود اس قول مردود سے پناہ دیوے۔ اور[۳] براہین میں جو ردالمحتار سے نقل کی ہے، تو اس میں سخت خیانت درزی کی ہے، اس لئے کہ صاحب ردالمحتار علیہ رحمۃ

الغفار نے اولاً اشاعرہ سے خلف وعید کا جائز ہونا نقل کیا ہے ثانیاً تصریح کی ہے کہ محققین کے نزدیک یہ جائز نہیں اور یہی صحیح ہے، ثالثاً دونوں قولوں میں تطبیق کے طور پر تفصیل کی ہے کہ گناہ گاروں کے وعید میں خلف روا ہے نہ کافروں کی، تاکہ دونوں فریق کے دلائل میں موافقت ہو جائے اور آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ الخ ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ شرک کو نہ بخشے گا اور سوائے اس کے جس کو چاہے بخش دے گا، جواز کے قائلوں کی صریحًا دلیل ہے صفحہ ۳۵۱ مطبوعہ مصر اوّل مرتبہ کے جلد اوّل میں دیکھو۔

فقیر کہتا ہے کہ آیت مبارک کافروں کے وعید کی قطعی اور فاسقوں کے غیر قطعی ہونے کی بھاری دلیل ہے، پس حسن ظن قرین یقین کے یہ ہے کہ جو لوگ جواز خلف وعید کے قائل ہیں اُن کی مراد گناہ گاروں کی وعید ہے اور جو عدم جواز کے قائل اُن کا ارادہ کفار کی وعید کا ہے، پس اشاعرہ کے نزدیک معنی جواز خلف وعید کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور جود کے رُو سے مطابق اپنے وعدے اور ارادہ کے گناہ گار کو بخش بھی دے گا پس اس جگہ نہ کوئی خلف ہے نہ جھوٹ صرف باعتبار ظاہر کے مجازاً اس کا نام خلف وعید رکھا گیا ہے۔

اشاعرہ پر بہتان

پس اس قول اشاعرہ سے براہین والے کا امکان کذب باری تعالیٰ

ثابت کرنا اشاعرہ علماء اور صاحب رد المحتار پر بہتان عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟
اور بڑی غرض اس کی یہ ہے کہ میں اور میرے اُستاد طعن سے بچیں، اور علما
اشاعرہ پر انوار ساطعہ والے کا طعن رجوع کرے یہ معاملہ ایسا ہے جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ
فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ کہ بنی اسرائیل میں سے بعضوں
نے اپنے بھائی کا خون کر کے دوسرے بے گناہوں کو ملوث کرنا چاہا تھا۔
سو حق تعالیٰ حق کو ظاہر کر دیتا ہے، اور یہ کہنا کہ قدما نے مسئلہ خلف الوعید
میں اختلاف کیا ہے عوام اہل اسلام کو دھوکا دینا اور اسلام میں خلل ڈالنا
ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ
یعنی اور ظالم معلوم کریں گے کہ کس کروٹ اُلٹتے ہیں۔ اور براہین والے
سے کمال تعجب یہ ہے کہ اپنے اساتذہ کی تائید اور رب العالمین کی توہین
اور علماء راسخین پر بہتان عظیم میں کیسا اوندھا ہوا ہے، اور آگا پیچھا نہیں
دیکھتا ہے، اپنے اس قول میں کہ خلف وعید میں کذب ہونا بدیہی ہے،
کیوں کہ خلف اور کذب کے معنی ایک ہیں صرف فرق لفظی ہے۔ اھ
پس قطع نظر امکان کذب سے اشاعرہ کے نزدیک حق سبحانہ وتعالیٰ کا کذب ہونا
ثابت کر دیا ہے۔

پھر کہتا ہے عام مومنوں سے کیا کوئی کافر بھی خدا کو کذب سے منزہ
ہونے کا منکر نہیں، اور حق تعالیٰ کو کذب سے پاک نہ جاننے والا دائرہ اسلام
سے خارج ہے، جیسا کہ یہ اس کے قول اوپر منقول ہوئے ہیں اور بجنسہ اس کا

جواب تفصیلی موجود ہے جو چاہے دیکھ لے پس خود بدولت تو اشاعرہ کا کفر ثابت کر رہا ہے اور براہین میں انوار ساطعہ والے پر طعن کر رہا تھا کہ اشاعرہ کو مطعون بناتا ہے نفسانیت سے پناہ بخدا اور اوپر لکھا گیا ہے کہ اشاعرہ کے نزدیک ہرگز کذب اور خلاف نہیں ہے پھر تعجب یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے خلاف وعدہ الٰہی کی تجویز پر اعتراض ہوا تھا چونکہ کوئی بھی مسلمانوں سے خلف وعد کا قائل نہ تھا بغیر مولوی اسماعیل کے تو اب مؤلف براہین نے اس سے کنارہ کشی کر کے مسئلہ خلف الوعید کو پیش کر دیا اور اس سے بموجب اپنی کج فہمی کے باری تعالےٰ کا کذب ثابت کر لیا اور سبحانہٗ اس سے بہت پاک ہے اے برادر جب یہ بات بغور آپ نے سمجھ لی پس آپ کو یقین ہو گا کہ براہین والے کا یہ قول (کہ مولوی قصوری نے بلا دلیل حکم لگا دیا کہ امکان کذب باری تعالیٰ صاحب براہین کا عقیدہ ہے اور یہ مولوی قصوری نے براہین والے پر کذب اور افترا کیا ہے) جھوٹ صریح اور انکار قبیح ہے۔ کیونکہ اس نے حق تعالیٰ کا کذب اشاعرہ پر افترا کر کے ثابت کیا ہے اور بموجب سند ردالمحتار کے امکان کذب مان لیا ہے پھر اس کو یوں ظاہر کیا ہے کہ امکان بمعنی جواز شرعی خلف وعید بعض گناہ گار مومنوں میں ہے جو مختار بعض اشاعرہ کا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے ۔ پھر یوں کہنا کہ میرا عقیدہ اللہ تعالےٰ سے امتناع کذب کا ہے جیسا کہ آیت وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا سے ثابت ہے، اھ اس سے مفہوم ہوا کہ امکان کذب کا صاحب براہین معتقد ہے، پھر صاف صاف اور اونچے آواز سے منادی کر رہا

ہے، کہ مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ ہرگز عقائد اہل سنّت کے مخالف نہیں ہے، بلکہ امکان کذب کو نہ ماننے والا اہل سنت سے خارج ہے، چنانچہ یہ اقوال اس کے جواب تفصیلی سے اوپر منقول ہو چکے ہیں۔ اور وہ جواب تفصیلی اس کا دستخطی فقیر کے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ لے۔ پس یہ اُس کے اقوال فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کے صدق پر اور انبیٹھوی بہتانی کے کذب پر روشن دلیل ہیں۔ پس جو لوگ حق سبحانہٗ کو کاذب بتا دیں اور اُس کے امکان کذب کو بکمال تاکید ثابت فرما دیں تو وے ابنائے جنس کی تکذیب سے کیا پروا رکھتے ہیں حاکم حقیقی ہی بہتر منتقم ہے۔

اور نیز جو صاحب براہین اور اُس کے حواریین نے جواب تفصیلی میں لکھا ہے کہ امکان عقلی ممتنع لغیرہ قدرت الٰہی کے نیچے داخل ہے کیوں کہ ہر ممتنع لغیرہ ممکن بالذات ہے اور ممکن بالذات قدرت الٰہی کے تلے داخل ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ خدا کے ارشاد کے موافق تمام آدمیوں کا ایک مذہب اور ملت پر مجتمع ہونا خدا کے کذب کو مستلزم ہے کیوں کہ ارشاد ہے وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ تو یہ بھی ممتنع ہوا اور داخل قدرت الٰہی نہ ہو۔ حالاں کہ ارشاد ہے، وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً اس سے صاف ثابت ہے کہ تمام آدمیوں کا ایک ملت پر اکٹھا ہونا مشیّت اور قدرت کے نیچے داخل ہے، اور نیز ایمان لانا تمام بنی آدم کا مستلزم کذب کو ہے، کیوں کہ ارشاد ہے، اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْہِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ حالانکہ خود ارشاد فرمایا ہے، وَلَوْ شَآءَ

رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ باوجود استلزام کذب نص کے ایمان جمیع آدم داخل قدرت اور مشیت ہے الخ جیساکہ اوپر منقول ہوچکا ہے، اور یہ عبارت صفحہ ۵-۶ جواب تفصیلی کی حرف بحرف ہے۔

توجواب اس کا یہ ہے، کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے رسالہ یکروزی میں یہ تقریر لکھی ہے، جس پر صاحب براہین اور اس کے حواریین جیساکہ پہلے اس سے بھی اس کی تقلید کرکے حق تعالیٰ کی توہین میں اوندھے گرے تھے، ویسا ہی یہاں پر قرآن مجید کی تفسیر بالرائے کرکے اور حافظ ہوکر قرآن کے لفظوں میں بھی نقصان کر رہے ہیں۔ امام رازی تفسیر کبیر میں آیت وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا (ترجمہ) اور اگر تیرا رب چاہتا تو زمین کے بالکل سب لوگ ایمان لے آتے،) کے نیچے لکھتے ہیں کہ اس آیت سے اشاعرہ نے اپنے اس قول کی (کہ سب موجودات خدا کی مشیّت سے یعنی خدا جس کو چاہتا ہے وہ ہوتی ہے) دلیل نکالی ہے اس تقریر سے کہ لَوْ کا لفظ ایک چیز کو نابود کرتا ہے دوسری چیز کے نابود ہونے سے، پس اس آیت مبارکہ سے یہ نکلا کہ نہ خدا نے چاہا اور نہ تمام زمین کے لوگوں کا ایمان حاصل ہوا۔ پس یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ حق تعالیٰ نے جمیع بنی آدم کا ایمان نہیں چاہا یعنی خدا کی مشیّت اور قدرت کے نیچے

لے چنانچہ كُلُّهُمْ کا لفظ جَمِیْعًا سے پہلے اُڑا دیا ہے ۱۲

داخل نہیں ہے۔ پانچویں جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۴۴ میں[1] دیکھو، اور اسی جلد کے صفحہ ۱۴۱ میں ہے، کہ پھر حق تعالیٰ نے جب یہ تفصیل کی تو بیان فرمایا کہ کچھ خدا کے بندے ایسے ہیں جن پر شقاوت کا حکم ہو چکا ہے، اور کچھ بندے ایسے ہیں جن پر کرامت کا حکم لگ چکا ہے، پس ان دونوں گروہوں میں تغیر نہ ہوگا۔ تو خدا نے فرمایا۔ کہ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْھِمْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ (ترجمہ) جن پر تیرے رب کی بات پوری ہوئی وہ ایمان نہ لاویں گے)، یہ تفسیر کبیر کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

اور تفسیر جلالین میں آیت وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ کے نیچے لکھا ہے کیا تو لوگوں کو جبر کرتا ہے اس پر جو خدا نے اُن سے نہیں چاہا یعنی ایمان جمیع بنی آدم خدا کی قدرت اور مشیت میں داخل نہیں ہے، اور تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ اشاعرہ کہتے ہیں کہ یہ حکم شمول اور احاطہ کا فائدہ دیتا ہے لیکن

---

[1] (اصل عبارت تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۳۴) احتج اصحابنا علی صحۃ قولہم بان جمیع الکائنات بمشیۃ اللہ تعالےٰ فقالوا کلمۃ لو تفید انتفاء الشئ لانتفاء غیرہ فقولہ ولو شآء ربک لاٰمن من فی الارض کلہم جمیعاً یقتضی انہ ما حصلت تلک المشیۃ وما حصل ایمان اھل الارض بالکلیۃ فدل ھٰذا علیٰ انہ ما اراد ایمان الکل (اور صفحہ ۱۴۱ میں ہے) ثم انہ تعالیٰ لما فصل ھٰذا التفصیل بیّن ان لہ عباداً قضےٰ علیہم بالشقاوۃ فلا یتغیرون وعباداً قضیٰ لہم بالکرامۃ فلا یتغیرون فقال ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یؤمنون انتہیٰ ۱۲ عبارت تفسیر جلالین۔ ولو شآء ربک لاٰمن من فی الارض کلہم جمیعاً افانت تکرہ الناس بما لم یشا اللہ منہم انتہیٰ ۱۲

سب کے سب زمین والوں کا ایمان حاصل نہیں ہوا ہے تو ثابت ہوا کہ خدا نے سب کا ایمان نہیں چاہا۔ دوسری[1] جلد کے صفحہ (۳۱۱) میں دیکھو اور ایسا ہی تفسیر مدارک اور تفسیر خازن وغیرہما میں ہے، اور یہی مراد ہے آیت وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً سے یعنی خدائے تعالیٰ نے نہیں چاہا کہ سب آدمیوں کو ایک گروہ بنا دے، چنانچہ لفظ لَوْ کا یہی منشا ہے، پس قرآن مجید کی آیات میں نہ کوئی تعارض ہے اور نہ ایک آیت دوسرے کے کذب کو مستلزم ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ترجمہ کیا غور نہیں کرتے قرآن میں، اور اگر خدا کے سوا کسی اَور کی کلام ہوتی تو پاتے اس میں بہت اختلاف، یعنی قرآن مجید کی آیتیں ایک دوسرے کے کذب کو ہرگز مستلزم نہیں ہیں۔ پس سخت وعید ہے اس عنید کے واسطے جو کہتا ہے کہ فلانی آیت دوسری آیت کے کذب کو لازم پکڑتی ہے، اور فلانی آیت حق تعالیٰ کے کذب کو مستلزم ہے، اور اپنی جہالت سے قرآن مجید کی آیات کی تفسیر فرمان قرآن کے برخلاف کرتا ہے، خدا معلوم صاحب براہین مع حواریین سخت جہالت پر کیوں اوندھے گرے ہیں، جو قرآن مجید کی آیات میں غور نہیں کرتے ہیں۔ سورۂ انبیاء میں فرمان ہے،

---

[1] عبارت تفسیر نیشاپوری جلد ۲ صفحہ (۳۱۱) قالت الاشاعرۃ هذه القضية تفيد الشمول و الاحاطة لكنه ما حصل ايمان اهل الارض بالكلية فدل هذا على انه تعالى ما اراد ايمان الكل انتهى

آیت لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ - ترجمہ - (اگر چاہتے ہم کہ بنالیں کچھ کھلونا (یعنی بیٹا) تو بنا لیتے ہم اپنے پاس سے اگر ہم کو کرنا ہوتا) اور سورۂ زمر میں ہے لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاۤءُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (ترجمہ اگر اللہ چاہتا کہ اولاد کرتا تو چن لیتا اپنی خلق میں جو چاہتا - وہ پاک ہے وہی ہے اللہ اکیلا غالب)، تو اب آیت وَلَوْ شَاۤءَ رَبُّكَ میں جو کہا ہے کہ تمام بنی آدم کا ایمان خدا کی قدرت اور مشیت میں داخل ہے - اسی طرح ان دونوں آیتوں میں بھی کہنا پڑے گا - کہ اپنی جورو اور اولاد کا بنانا بھی خدا کی قدرت و مشیت میں داخل ہے - اور کوئی اہل علم سے اس کا قائل نہیں ہے اور جس نے ایسا کہا ہے، وہ جہل مرکب سے نسبت کیا گیا ہے، چنانچہ عقائد کے "رسالہ کفایۃ العوام" میں جس کا درس تدریس عرب میں بہت رائج ہے لکھا ہے[1]، اور جہالت سے ہے قول اس کا جس نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ بیٹے بنانے پر قادر ہے، اس لیے کہ قدرت الٰہی کو محال سے تعلق نہیں ہے اور بیٹا بنانا محال ہے، کوئی یہ نہ کہے کہ جب خدا بیٹے کے بنانے پر قادر نہ ہوا تو عاجز ہوا - اس واسطے ہم اس کا

---

[1] اصل عبارت رسالہ کفایۃ العوام، فیما یجب من علم الکلام لمولانا الشیخ محمد الفضالی ومن الجہل قول من قال ان اللہ قادر ان یتخذ ولدًا لانہ لا تعلق للقدرۃ بالمستحیل و اتخاذ الولد مستحیل ولا یقال انہ اذا لم یکن قادرًا علی اتخاذ الولد کان عاجزًا لانا نقول انما یلزم العجز لو کان المستحیل من وظیفۃ القدرۃ ولم یتعلق بہ مع انہ لیس من وظیفتہا الا انتہی

جواب یہ دیتے ہیں کہ عجز آلہٰی تب لازم آتی جب محال وظیفہ قدرت کا ہوتا اور قدرت اس سے متعلق نہ ہوتی۔ حالانکہ وظیفہ قدرت کا صرف ممکن ہی ہے اور علامہ بیجوری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ کہ یہ قول جہل مرکب سے پیدا ہوتا ہے، یعنی ایک چیز کو برخلاف اپنی ماہیت کے اعتقاد کرنا مطبوعہ مصر کے صفحہ ۴۸ میں دیکھو۔ اور متن سنوسیہ میں ہے قدرت اور ارادہ آلہٰی کا تعلق جمیع ممکنات سے ہے، اس کے حاشیہ میں ہے کہ قدرت اور ارادہ کا تعلق واجبات اور محالات سے نہیں اور اس سے

(عبارت حاشیہ شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ) قولہ ومن الجہل الخ ای حمایتشاء عنہ ومن المراد الجہل المرکب الذی ہو اعتقاد الشئ علی خلاف ماہو علیہ انتہیٰ ۱۲

(عبارت سنوسیہ) القدرۃ والارادۃ المتعلقتان بجمیع الممکنات قال فی حاشیتہا القدرۃ لا تتعلق بالواجبات والمستحیلات ولا یلزم منہ عجز لانہما لیستا من وظیفتہا وبہذا یعلم سقوط قول بعض المبتدعۃ ان اللہ قادر ان یتخذ ولداً اذ لو لم یقدر لکان عاجزاً انتہیٰ ۱۲ لے ایک بزرگ نے اپنے دوست کو اُس کے مرنے کے پیچھے خواب میں دیکھا اور منکر نکیر کے سوال کا حال پوچھا۔ اُس نے کہا کہ مجھ سے منکر نکیر نے میرا دین اور کتب عقائد کے پڑھنے سے پوچھا میں نے کہا فلاں فلاں کتب عقائد پڑھا ہوں تب انہوں نے غصہ اور تہدید سے کہا کہ عقیدہ سنوسی کیوں نہ پڑھا کہ وہ ایک ہی کافی تھا۔ اور ایک نیک بخت سے مرنے کے بعد خواب میں حال پوچھے تو جواب دیا کہ خدا نے مجھے بخش دیا ہے، اور میں نے حضرت ابراہیم خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ لڑکوں کو عقیدہ سنوسیہ پڑھا رہے ہیں اور لڑکے اس کو تختیوں پر لکھ کر اونچی اونچی پڑھ رہے ہیں، بعضے شارحین نے یہ بیان کیا ہے مطبوعہ مصر کے لوح پر دیکھو ۱۲ منہ رح

حق تعالیٰ کی عجز لازم نہیں آتی ہے، کیوں کہ یہ وظیفہ قدرت کا نہیں ہیں اسی واسطے بعضے بدعتیوں کی یہ بات غلط ہے جو کہتے ہیں کہ خدا بیٹے بنانے پر قادر ہے، ورنہ اُس کی عجز لازم آتی ہے، صفحہ (۲۰ و ۲۱) مطبوعہ مصر میں دیکھو۔

اور آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ کی تفسیر میں جلالین میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے ہر چیز پر جس کو چاہے، اور کمالین میں ہے، کہ اس میں اشارہ ہے کہ شیٔ مصدر بمعنے اسم مفعول کے ہے، اور تفسیر انوار التنزیل میں ہے کہ شیٔ کے معنی وہ چیز جس کا وجود خدا چاہے اور جس کو خدا چاہے وہ فی الجملہ موجود ہو جاتی ہے، اور یہی معنی ہیں آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اور وَاللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ کے۔ اھ

اور تفسیر ابو السعود میں ہے، کہ شیٔ مصدر ہے بمعنی مفعول کے، اور اسی پر کفایت کی ہے کہ مشیت کا اس سے تعلق ہے الخ

پس اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ جس کا ہونا چاہتا ہے

(عبارت تفسیر جلالین) ان اللہ علی کل شئ شاءہ قدیر ÷ عبارت کمالین، یشیر الی ان الشئ اسم بمعنے شیٔ اسم مفعول ÷ عبارت انوار التنزیل۔ ای شئ وجودہ دما شاء اللہ وجودہ فھو موجود فی الجملۃ وعلیہ قولہ تعالیٰ ان اللہ علی کل شئ قدیر۔ واللہ خالق کل شئ ÷ عبارت ابو السعود) شئ مصدر شاء اطلق علی المفعول واکتفی فی ذلک باعتبار تعلق المشیۃ بہ الخ

وہ اس کی قدرت کے نیچے داخل ہے، اور شرعاً یہ ہرگز ثابت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کذب کو چاہتا ہے، پس منتقم حقیقی ہی انتقام لے گا اُن سے جو کذبِ الٰہی کو اس کی مشیت و قدرت کے نیچے داخل کرتے ہیں۔ خدا معلوم کون سی آیت یا حدیث دلیل قطعی سے جو اُن سے ہی عقائد کا ثبوت لکھا ہے۔ ممتنع لذاتہ اور ممتنع لغیرہ میں فرق کیا گیا ہے۔

اور یہ قول کہ امکان عقلی اصول مذہب اہل سنت سے ثابت ہے اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو فاعل مختار جانتے ہیں، اور اس پر کسی چیز کو واجب نہیں مانتے ہیں، مومنوں کو ثواب دینا اس کا فضل ہے، اور کافروں کو عذاب کرنا اُس کا عدل ہے، اور اگر اس کے برخلاف سب مومنوں کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈال دے اور سارے کفار کو ابدالاباد بہشت میں تو یہ اُس کی قدرت میں داخل ہے، اور اہل سنت کے نزدیک ممکن ہے حالانکہ اس سے کذب آیت لازم آتا ہے۔ مفتی صدرالدین تفسیر نیشاپوری سے نقل کرتے ہیں الخ۔

تو اس کا جواب یہ ہے، کہ بیشک اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہیں اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں، ثواب اُس کا فضل ہے اور عذاب اُس کا عدل ہے، اور یہ تو کسی نے اہل سنت سے نہیں کہا۔ کہ خلاف وعدہ خدا کی قدرت میں داخل ہے، اور حق تعالیٰ مومنوں کو ابدی دوزخی اور کافروں کو ابدی بہشتی بنانا چاہتا ہی نہیں ہے کہ اس سے تو احکام شرعی بالکل باطل ہو جائیں گے، اور کسی نے بھی اہل سنت سے یہ تصریح نہیں کی کہ قرآن مجید

کا کذب ممکن ہے، بلکہ جو لوگ وہابیوں سے خدائے سبحانہ کی تنقیص شان کی پروا نہیں کرتے یہ اُن کی بکواس ہے۔

اور[۵] مفتی صدر الصدور کے رسالہ سے جو کلام نیشاپوری اور خلاصہ اور امام رازی سے نقل کی ہے، وہ آیت یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ کی ہرگز تفسیر نہیں ہے بلکہ بغرض محال ایک احتمال کا بیان ہے، جس سے یہ نکلتا ہے کہ خدا کے کاموں پر کسی کو اعتراض نہیں ہے چنانچہ آیت لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ یعنی خدا اپنے کاموں سے نہ پوچھا جائے گا، میں ارشاد ہے، تفسیر نیشاپوری میں اس کے نیچے لکھا ہے کہ خدا پر اعتراض دیانت کے برخلاف ہے، اور خدا جو چاہے کرتا ہے اُس کو کوئی نہیں پوچھ سکتا پس اس آیت کے قرآن کے منطوق کے موافق یہ معنی ہیں جو تفسیر جلالین میں لکھے ہیں، خدا جس کی مغفرت چاہے گا اُس کو بخشے گا۔ اور جس کا عذاب چاہے گا اس کو عذاب کرے گا۔ مدارک میں ہے کہ خدا مومنوں کو بخشے گا۔ اور کافروں کو عذاب کرے گا۔ اور جلالین میں اخیر سورہ بقرہ کے ہے، اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے خدا کا ملک الخ

عبارت نیشاپوری۔ ذکر سبحانہ ان الاعتراض علی افعالہ ینافی الدیانۃ وان لہ ان یفعل ما یشاء لما شاء ولا مجال للسوال عن افعالہ انتہٰی ۱۲ عبارت جلالین یغفر لمن یشاء المغفرۃ لہ ویعذب من یشاء تعذیبہ ۱۲ عبارت مدارک۔ یغفر لمن یشاء للمومنین۔ ویعذب من یشاء ای الکافرین ۱۲ عبارت جلالین سورۃ بقرہ کی۔ للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ملکًا وخلقًا وعبیدًا الی قولہ فیغفر لمن یشاء المغفرۃ لہ ویعذب من یشاء تعذیبہ انتہٰی۔ ۱۲

مخلوق اور بندے ہیں (اس قول تک) پس خدا جس کی بخشش چاہے گا
اس کو بخشے گا۔ اور جس کا عذاب چاہے گا اُس کو عذاب کرے گا۔ اھ
اور نیشاپوری نے اس آیت کے نیچے کہا ہے، کہ اس آیت میں نہایت
وعدہ ہے فرماں برداروں سے اور سخت وعید ہے گنہ گاروں سے[1] اھ۔
پس نیشاپوری وغیرہ کی تصریح سے ثابت ہے، کہ اس آیت کے
معنی یہ ہیں کہ ضرور اللہ تعالیٰ موافق اپنے وعدہ کے مومنوں کو بخشے گا
اور کافروں کو عذاب کرے گا۔ اور مفتی صاحب نے جو نیشاپوری وغیرہ
سے نقل کیا ہے، وہ صرف احتمال عقلی ہے، قرآن مجید کے منطوق سے
نہیں نکلتا ہے، باوصف اس کے ایسے احتمالات عقلی معقولی علمائے
اگلے وقتوں میں اپنی عربی بولی کی کتابوں میں ذکر کئے تھے، اب ان
وقتوں میں جو ضعف اسلام بدرجہ نہایت ہے، اور کافر لوگ دین اسلام
سے روکنے والے معاند کوئی حیلہ بہانہ تردید دین کے لئے چاہتے ہیں اور
حق تعالیٰ کی توہین اور قرآن مجید اور سید المرسلین کی ہتک میں رسالے
اور کتابیں چھپواتے ہیں، جیسا کہ اِن ملکوں میں اکثر نصاریٰ اور بعض
یہود اور سب آریوں سے یہ امر سرزد ہو رہا ہے، تو اب ان احتمالات
کا اُردو کے رسالوں میں ذکر کرنا اور پھر اِس سے مناظروں میں حق سبحانہ کا
امکان کذب ثابت کرنا اور کمال اشتہار کے واسطے اخباروں میں

---

[1] عبارت نیسابوری۔ وفی ذلک غایۃ الوعد للمطیعین ونہایۃ الوعید للمذنبین انتہی

شائع کرنا نام کے مسلمانوں کی ہی طرف سے دین متین کی توہین کے لئے کافی ہے، علمائے مصلحت شناس پر اس کی قباحت مخفی نہیں ہے، اور اس نازک حالت اور غم کا شکوہ خدا سے ہی کرتا ہوں۔ وہی اپنے دین کا مددگار ہو۔

قولہٗ "مولوی قصوری کو لازم ہے کہ مفتی صاحب اور تفسیر نیشاپوری والے اور صاحب خلاصہ بلکہ تمام اشاعرہ کو دائرہ اسلام سے خارج کردے کیوں کہ یہ سب کے سب امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں" الخ

فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ پہلے براہین میں درج تھا کہ بعضے اشاعرہ امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں، اور اب جواب تفصیلی میں لکھا ہے، کہ تمام اشاعرہ حق تعالیٰ کے امکان کذب کے قائل ہیں، اور فقیر اوپر ثابت کرچکا ہے کہ اشاعرہ ہرگز امکان کذب کے قائل نہیں، اُن کا قول صرف یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور بخشش سے گناہ گاروں کو بخش دے گا۔ اور تمام وعیدیں گنہ گاروں کے عدم العفو سے مشروط ہیں، یعنی اہل سنّت کہتے ہیں، کہ اگر اللہ تعالےٰ نے گنہ گاروں کو نہ بخشا تو عذاب کرے گا۔ پس کذب اور خلف کوئی نہیں، اور ایسا ہی تفسیر نیشاپوری اور خلاصہ میں امکان کذب کا اثبات نہیں، بلکہ مراد ان کی یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اپنی مالکیت کی رُو سے، اگر تمام بندوں میں برابری کردے تو ممکن ہے، مگر اس کی حکمت برابری کو نہیں چاہتی ہے، جیسا کہ آیت اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ۔ یعنی کیا ہم نیکوکار مومنوں کو بدکاروں سے برابر کردیں گے اور پرہیزگاروں کی مانند بنادیں گے، یعنی ایسا نہیں۔

مراد اس سے یہ ہے، کہ جیسا کافروں کا گمان ہے، کہ قیامت میں کوئی جزا سزا نہیں ہوگی۔ تو متقی تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل، وسیاست مدنی سے موافق عقل اور شرع کے زمین کو آباد کرنے والے اور گنہ گار شہوات نفسانی کے پیچھے لگ کر عزت اور حرمت کے ڈبونے والے اور ملک کے برباد کرنے والے برابر ہو جائیں گے۔ جو ان دونوں فرقوں میں برابری کردے، وہ حکیم نہیں سفیہ ہے، اور یہ بات امکان برابری کے منافی نہیں ہے، کیونکہ وہ مالک ہے، اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور تفسیر کبیر کی نقل سے بھی یہی مطلب ثابت ہے چنانچہ اُن کا یہ قول ہے "ہم کہتے ہیں کہ مطلب آیت کا یہ ہے، کہ حق تعالیٰ اگر کسی کام کو چاہے، تو کسی کو اُس پر اعتراض نہیں ہے" اھ

عبارت نیشاپوری۔ والمراد انہ لو بطل الجزاء کما زعموا لاستوت حال الطائفتین المتقی المصلح للارض بتہذیب الاخلاق وتدبیر المنزل والسیاسۃ المدنیۃ علی وفق العقل والشرع والفاجر المفسد فی الارض بھدم النوامیس و یتبع الشھوات وھتک الحرمات ومن سوی بینھم کان الی السفہ اقرب منہ الی الحکمۃ ولا ینافی ھذا امکان التسویۃ من حیث المالکیۃ انتھی ۱۲

عبارت امام رازی قلنا مدلول الآیۃ انہ لو اراد الفعل لا اعتراض علیہ انتھی

اب غور کرو کہ اس سے یہ کب نکلتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنے کذب کا ارادہ کرے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اس لئے کہ باری تعالیٰ نے بار بار قرآن مجید میں اپنی ذات کو پاک اور منزہ بتایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے، کہ میں سب راست بازوں سے راست باز ہوں، اور جھوٹوں پر لعنت ہے، تو اب عقل سلیم کے نزدیک کب متصوّر ہو سکتا ہے کہ عقلاً خدا کا کذب ممکن ہے، اور یہ عقیدہ اہل سنّت کا قرآن و حدیث کی رُو سے ثابت ہے، دانش مندوں کا بغور سوچنا بکار ہے، پس جس نے اِن عبارتوں سے حق تعالیٰ کے امکان کذب کو ثابت کیا وہ بے شک خدا پر مفتری ہے، اور آیت وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا سے یہ ہرگز نہیں نکلتا کہ اللہ تعالیٰ سے گو کذب وقوع میں نہیں آتا ہے مگر امکان کذب باری تعالیٰ عقلاً ثابت ہے، جیسا کہ جواب تفصیلی والوں کا خیال ہے، بلکہ اس آیت مبارکہ سے یہ مراد ہے کہ حق تعالیٰ کا کذب بالکل غیر ممکن ہے، امام رازی اس کے نیچے لکھتے ہیں۔ کہ:۔

عبارت امام رازی: واما اصحابنا فدلیلہم انہ تعالیٰ لو کان کاذباً لکان کذبہ قدیماً ولو کان کذبہ قدیماً لامتنع زوال کذبہ لامتناع العدم علی القدیم ولو امتنع زوال کذبہ قدیماً لامتناع ان یصدق لکنہ غیر ممتنع لانا نعلم بالضرورۃ ان کل من علم شیئاً فانہ لا یمتنع علیہ ان یحکم علیہ بحکم مطابق للمحکوم علیہ والعلم بھذا الصحۃ ضروری فاذا کان امکان الصدق قائماً کان امتناع الکذب حاصلاً لا محالۃ فثبت انہ لابد من القطع بکونہ تعالیٰ صادقاً انتہی ۱۲

"ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے، کہ اگر حق تعالیٰ کاذب ہوتا تو اس کا کذب قدیم ہوتا، اور جب اُس کا کذب قدیم ہوتا تو اُس کا زوال ممتنع ہوتا۔ کیونکہ قدیم پر زوال نہیں آتا ہے، اور جب اُس کے کذب قدیم کا زوال منع ہوتا تو اس کا صدق ممتنع ہوتا۔ لیکن اُس کا صدق ممتنع نہیں ہے، اِس لئے کہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز کا عالم ہوتا ہے تو اس پر محکوم علیہ کے موافق حکم کرنا ممتنع نہیں ہوتا۔ اور یہ امر یقینی ہے، پس جب امکان صدق قائم ہوا تو ضرور امتناع کذب حاصل ہو گیا۔ پس یقیناً ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ صادق ہے" اھ

اور ایسا ہی تفسیر نیشاپوری وغیرہ میں درج ہے، پس اِس تحریر سے آفتاب نیم روز کی طرح ثابت ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا عقلاً کذب ممتنع ہے اب ظاہر ہے کہ ان علماء کی کلام سے باری تعالیٰ کا کذب عقلاً ثابت کرنے والا بے شک مفتری ہے، اللہ تعالیٰ بُرے عالموں سے پناہ دے اور یہ بدیہی امر ہے کہ جس نے خدائے ذالکبریا اور علمائے کبراء پر افترا کر دیا تو وہ اگر فقیر قصوری پر یہ بہتان باندھے کہ اِس نے تمام اشاعرہ کی تکفیر کی ہے تو اُس پر کوئی عجب نہیں ہے کہ وہ مفتریوں کا سردار ہے

قولہ:- واضح رہے کہ علمائے شریعت نے جیسا کہ امکان کذب باری تعالیٰ کی تصریح کی ہے ویسا ہی بلکہ بدرجہا اُس سے بڑھ کر اکابر اولیاء سے یہ مسئلہ منقول ہے، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اپنے مکتوب ۴۵ میں

لکھتے ہیں:- اے بھائی جس کا معاملہ ایسے جبار و قہار سے ہو جو بہشت کو دوزخ بنا وے اور دوزخ کو بہشت کر دے" الخ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ عقل کی بیماری بدن کی بیماری سے بہت سخت ہوتی ہے، اے برادر آپ کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے، کہ علماء دین نے امکان کذب باری تعالیٰ پر تصریح نہیں کی ہے، بلکہ صاحب براہین نے بالیقین اُن پر افترا کیا ہے، اور ایسا ہی یہاں اکابر اولیاء پر بہتان باندھ رہا ہے شیخ شرف الدین علیہ الرحمۃ کے مکتوبات سے جو نقل کر رہا ہے، خدانخواستہ کہ اُس سے امکان کذب باری تعالیٰ ثابت ہو، بلکہ شیخ تو ایک مُرید خاص کو حق تعالیٰ کے کبریا اور استغنا بیان کر کے توبہ اور تجرید کی ترغیب دے رہے ہیں کہ حق تعالیٰ جبار و قہار ہے، جو کچھ کرتا ہے اُس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، اگر صفت قہر کا ظہور فرما دے تو کوئی اُس پر اعتراض نہیں کر سکتا ہے، کیوں کہ اپنی مخلوق میں تصرف کو ظلم نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ وہ جو کچھ کرے وہ اچھا ہے، پس کون مُسلمان کہہ سکتا ہے کہ شیخ صاحب کی کلام کے ہر فقرہ سے امکان کذب باری تعالیٰ ثابت ہو رہا ہے، اس کو یاد رکھ کر آگے سنئے کہ یہی شیخ علیہ الرحمۃ انہیں اپنے مکتوبات کے اٹھانویں ۹۸ مکتوب میں لکھتے ہیں۔

"بھائی شمس الدین کو معلوم ہو کہ اہل سنت کا اتفاقی مسئلہ ہے، کہ کافروں کے لئے وعید مطلق ہے، اور نیکو کاروں کے لئے وعد مطلق ہے، اور گنہ گار مسلمان چونکہ کافر نہیں وہ وعید مطلق

کے نیچے داخل نہیں ہیں، اور نیز وہ بالکل نیکوکار بھی نہیں تو وعدہ مطلق میں بھی داخل نہیں، اس میں اختلاف ہے، معتزلہ اس کو ہمیشہ کے لئے دوزخی بناتے ہیں، اور اہل سنّت اس کو خدا کی مرضی پر چھوڑتے ہیں، خواہ حق تعالیٰ اپنے فضل سے بخش دے یا عدل کر کے عذاب کرے۔ (الی قولہ)

حاصل کلام یہ ہے کہ اہل سنّت کے نزدیک ممکن ہے کہ تمام گناہ سوا کفر کے بخشے جاویں، قرآن میں فرمان ہے کہ حق تعالیٰ شرک کو نہ بخشے گا۔ اور شرک سے کم گناہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت فارسی کا مکتوبات کا صفحہ ۳۸۰ و ۳۸۱) سے حاصل عبارت اُنہیں شیخ یحییٰ منیری مستند صاحب براہین کے مکتوبات کا یہ ہوا کہ یقینی وعید کافروں کے واسطے ہے، اور یقینی وعدہ نیکوکار مسلمانوں کے لئے ہے، اور گنہ گار مسلمان خدا کے ارادے میں ہے، اگر چاہے تو اس کو اپنے فضل سے بخش دے، اور

عبارت شیخ علیہ الرحمۃ۔ برادرم شمس الدین بداند کہ مر اہل سنت وجماعت را اجماع ست کہ وعید مطلق مر کافراں راست و وعدہ مطلق مر نیکوکاراں راست باز مومن کہ وے عاصی باشد کافر نبود تا در تحت وعید مطلق در آید و نیز محسن مطلق نیست تا وعدہ مطلقاً وے را یابد اندر وے اختلاف ست نزد معتزلہ جاویدان در دوزخ باشد نزد اہل سنت موقوف است نہ وعدہ مطلق دہند نہ وعید مطلق حکم وے بمشیت متعلق دارند اگر خواہد وے را بیامرزد آن از وے فضل بود واگر خواہد عذاب کند آن از وے عدل بود الی قولہ۔ وحاصل الامر نزدیک اہل سنت وجماعت ہمہ معاصی شاید کہ مغفور گردد باجتناب از کفر قال اللہ تعالیٰ۔ ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء انتہی ۱۲

چاہے تو عدل سے عذاب کرے، اور اہل سنّت کے نزدیک سوا کفر کے تمام گناہ مغفور ہو سکتے ہیں، یعنی اُن کے وعید قطعی نہیں ہیں۔

اب غور کرو کہ انہیں شیخ علیہ الرحمۃ کے کلام سے کیسا صاف صاف ثابت ہے کہ گنہ گار مسلمانوں کے وعید مشروط ہے بخشش کے نہ ہونے سے، پس خلاف اور امکان کذب کا نام و نشان ہی نہ رہا تو ان کی کلام سے جو امکان کذب باری تعالیٰ ثابت کرے اور فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کو ان کا مکفر قرار دے تو کیسا گمراہ اور گمراہ کنندہ خلق خدا ہے علاوہ ازیں یہ ہے کہ یہ شیخ علیہ الرحمۃ تو اُن اولیاء سے ہیں جن کو خدا تعالیٰ کے خوف نے مغلوب و مدہوش کیا ہوا ہے، جیسا کہ اُن کے مکتوبات کے اخیر مناجات میں یہ ابیات درج ہیں ؎

من نہ کافر نے مسلماں زادہ ام — درمیانِ ہر دو حیراں ماندہ ام!
نے مُسلمانم نہ کافر چوں کنم — ماندہ سرگردان و مضطر چوں کنم

(مکتوبات صفحہ آخری (۴۰۰) سطر ۷ و ۸ میں دیکھو)

اب ظاہر ہے کہ علم عقائد اسلامیہ کی کتابوں میں مثل تمہید ابو شکور سالمی اور شرح عقیدہ طحاوی اور شرح فقہ اکبر وغیرہ سب میں تصریح ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اپنے ایمان کو انشاء اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشروط کرنا روا نہیں ہے، پس چہ جائے کہ اپنے ایمان کو صاف نفی کر کے (نے مسلمانم) کہہ دینا کیونکر جائز ہو گا۔ حق تعالیٰ شریعت مطہر پر قائم رکھے پس ایسے بزرگوار کی کلام سے جو وہ بھی کسی مرید خاص سے ہو، دلیل لے کر

عام طور پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ ویحییٰ علیہم السلام جن کو حق تعالیٰ کے قہر میں داخل کر کے اور جمیع خاص وعام کو ہمیشہ کے واسطے دوزخی بنا دینا اور پھر اس مقولہ سے باری تعالیٰ کا کذب ثابت کرنا اور مناظروں میں اِن دلائل کو پیش کرنا اور رسالوں اور اشتہاروں میں اس کو شائع کرنا، یہ کمال توہین حضرت باری تعالیٰ اور نہایت اہانت جناب انبیاء علیہم السلام نہیں تو اور کیا ہے؟ اور کسی مومن صاحبِ حیا کی زبان پر ایسی باتیں ہرگز نہیں آتیں ہیں، خاص ایسے نازک وقت غلبہ دشمنانِ دینِ متین میں، دانش منداس میں غور کر کے شہادت دیں کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

اور وہ جو صاحب براہین نے تحفۂ "اثنا عشریہ" سے نقل کیا کہ :-

"اہلِ سنّت کے نزدیک حق تعالیٰ سے ظلم ممکن ہے کیوں کہ سب اس کی پیدائش اور پادشاہت ہے" الخ سو یہ بھی جھوٹ اور بہتان ہے اس لئے کہ تحفہ میں تو یوں درج ہے :-

تحفۂ "اثنا عشریہ" میں تحریف!

"حق تعالیٰ سے اہلِ سنّت کے نزدیک ظلم ممکن نہیں ہے"[1] اور صاحب براہین نے مع اپنے حوارین کے لکھا ہے، کہ تحفہ میں ہے کہ ظلم ممکن ہے

---

[1] عبارت تحفہ اثنا عشریہ۔ از باری تعالیٰ نزد اہل سنّت ظلم ممکن نیست الخ ۱۲

یعنی کلمہ نفی کو لفظ اثبات سے تحریف کر دیا ہے، چنانچہ اس کی اصل عبارت محرفہ فقیر نے مجلس مناظرہ میں حضرتِ حکم اور دوسرے اعیانِ ریاست کو دکھلائی تھی، جب سب نے یہ تحریف دیکھی تو اس کے جواب میں براہین والے نے عذر کیا کہ یہ سہو کاتب ہے، میرے مسودہ میں لفظ نیست کا ہے اور یہ لفظ مسوّدہ میں بین السطور درج تھا۔ تب فقیر نے کہا کہ اسی لفظ تحریف کا ذکر بہت سے لوگوں میں جو مشہور ہو گیا تھا تو آپ کو بین السطور لکھنے کا اب موقع مل گیا۔ خیر تسلیم کیا کہ یہ سہو کاتب ہے، مگر نیست کے لفظ سے آپ کا مدعا کیوں کر ثابت ہوا، آپ تو ظلم اور امکان کذب کا اثبات کر رہے ہو، یہ عذر محض بے جا ہے، تو اس کا جواب مجلس مناظرہ میں فقیر کو کسی نے نہ دیا۔ اور مولوی سلطان محمود جن کا نام علمائے اہل سنت میں اوپر معدود ہو چکا ہے مناظرہ شروع کر دیا۔

ان تحریری سوالات و جوابات میں جو کچھ صاحب براہین اور اس کے حواریین نے بیہودہ باتیں تحریر کرائیں فقیر اُن سے متعرض نہیں ہوتا کیوں کہ میرا وظیفہ اعتراضات کے قائم کرنے اور جواب الجواب کا دینا ہے، امام رازی آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ کے نیچے تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں :-

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے دلالت ہے، کہ اللہ تعالیٰ ظلم پر قادر ہے، کیوں کہ ترک ظلم سے اس کی مدح کی گئی ہے اور جس کے کسی فعل قبیح کے ترک سے مدح کی جائے

تو وہ تب صحیح ہوگی جب وہ ممدوح اس فعل قبیح کے کرنے
پر قادر ہو جیسا کہ جاماندہ کو کوئی اس سے مدح نہیں کر سکتا
کہ وہ رات کو چوری کرنے نہیں جاتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے
کہ قرآن میں حق تعالیٰ کی مدح کی گئی ہے، کہ اُس کو اونگھ اور
نیند نہیں پکڑتی، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو اونگھ
اور نیند لازم آجائے، اور نیز قرآن میں اس کی مدح ہے کہ
اُس کو آنکھیں نہیں پا سکتی ہیں، اور معتزلہ کے نزدیک یہ اس پر
دلیل نہیں کہ ادراک ابصار حق تعالیٰ پر صحیح ہو"

یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا جس سے بخوبی ثابت ہے، کہ امکان
ظلم اور کذب سے باری تعالیٰ کو موصوف کرنا اہل سنت کا عقیدہ نہیں،
معتزلہ کا اعتقاد ہے۔

قولہ[۹] اب مؤلف انوار ساطعہ اور اس کے مؤید مولوی قصوری

عبارت تفسیر کبیر۔ المسئلۃ الثالثۃ قالت المعتزلۃ الآیۃ تدل علی انہ قادر علی الظلم
لانہ تمدح بترکہ ومن تمدح بترک فعل قبیح لم یصح منہ ذلک التمدح الا
اذا کان ھو قادر علیہ الاتری ان الزمن لا یصح منہ ان یتمدح بانہ لا یذھب
فی اللیالی الی السرقۃ والجواب انہ تعالیٰ تمدح بانہ لا تأخذہ سنۃ ولا
نوم ولم یلزم ان یصح ذلک علیہ وتمدح بانہ لا تدرکہ الابصار ولم یدل
ذلک عند المعتزلۃ علی انہ یصح ان تدرکہ الابصار۔ انتہی بلفظہ ۱۲

اور تمام اُن کے ہم مشرب عبرت سے دیکھیں کہ جو طعن مطلق امکان کذب کے قائلوں پر کر رہے تھے، اُس نے اکابر اہل سنت کی تکفیر تک نوبت پہنچائی۔"

فقیر کان اللہ لہ اس کے جواب میں لکھتا ہے، کہ اوپر بخوبی ثابت کیا گیا کہ امکان کذب باری تعالیٰ کے قائلوں پر جو طعن ہے، تو وہ صرف فرقہ وہابیہ پر عائد ہوتا ہے، اور حاشا کہ کسی اکابر اہل سنّت یا کسی عوام امت کی جانب وہ طعن عود کرے، اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ صاحب براہین اور اُس کے تمام حواریین کے دلائل یا تو آیت قرآنی کی اپنی رائے پر تفسیر ہے، اور یا اپنے زعم سے اجتہاد کیا ہے، یا علمائے دین پر افترا ہے، اور تحریف کر کے مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے، پس مولوی گنگوہی اور اس کا مرید انبیٹھوی اور تمام اُن کے ہم مذہب جو حق تعالیٰ کے امکان کذب کو ثابت کر رہے ہیں غور سے دیکھیں کہ اس بداعتقادی نے اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے سے اور علماء اور اولیاء کی کلام میں دلیرانہ تحریف لفظی و معنوی سے اُن کی کیسی عاقبت خراب کی ہے، ترقی کے بعد تنزل سے پناہ بخدا۔

قولہ ۱۱ اور آیت فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ کا استدلال میں لکھنا بے سوچے سمجھے ہے اتنی بھی سمجھ نہیں ہے، صدق وصف مشتق کے واسطے وجود مبدءِ اشتقاق ضروری ہے نہ امکان، ورنہ قصوری کی فہم کے موافق جملہ بنی آدم حتی کہ معصومین پناہ بخدا آیت فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ کے مصداق ہو جائیں گے، کیوں کہ مدار

اِس وعید کا تو مطلق امکان پر ٹھہرا، اور امکان کذب سارے
بنی آدم میں موجود ہے، پس مصداق وعیدِ لعنت جمیع بنی آدم
ہوئے، اور کچھ جھوٹ پر ہی منحصر نہیں بلکہ اکابر اولیا وغیرہ
کو تمام گناہ کفر اور شرک زنا اور سرقہ وغیرہ پر قدرت ہے
اور اُن کے امکان میں داخل ہے گو واقع نہ ہوں۔"

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ پہلے اعتراض میں بعد ذکر کرنے آیات ناطقہ
صدق باری تعالیٰ کے اور متواتر ہونے خبر صدق اس پاک ذات کے فقیر
نے کذب کی وعید میں یہ آیت بھی لکھ دی تھی، اور شرعاً وعقلاً امکان کذب
باری تعالیٰ کا محال ہونا درج کیا تھا۔ اس لئے کہ کذب قبیح اور نقص ہے الخ
اور صراحۃً مراد اس سے یہ تھی کہ جھوٹ پرلے درجے کی بُرائی ہے اللہ
تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت کی ہے، تو امکان کذب بھی حق تعالیٰ پر محال
ہے، جس سے صاف صاف ظاہر تھا کہ مدار وعید کذب پر ہے نہ امکان
کذب پر۔ پس براہین والے نے جو اس عبارت سے مدار وعید لعن امکان
کذب پر قرار دے کر سارے انبیاء اور اولیاء کو لعنتی بنا رہا ہے، اور فقیر پر
یہ الزام لگا رہا ہے، اور اخیر میں اولیاء اور انبیا کی قدرت کفر اور شرک پر
ثابت کر رہا ہے، یہ اس کی محض ضدیت اور عناد سے ہے کہ اپنے عندیے کے
مخالف کی تردید میں کمال ہٹ دھرمی اُن کا شیوہ ہے، اور عجب تر یہ
نفسانیت ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کلمات اہانت انبیاء و اولیاء تراش کر
دوسروں کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ بے شک جو حق تعالیٰ پر اتہام سے

نہیں ڈرتا وہ بندوں پر الزام سے کب ڈرتا ہے، رہا یہ جو اس قول میں براہین والے نے انبیاء کی قدرت کفر و شرک پر جو لکھی ہے، تو یہ بھی اہل سنّت بلکہ تمام امت کے برخلاف بکواس کی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو کفر و شرک بلکہ معاصی سے عصمت پر مجبول پیدا کیا ہے، اور یہ مسئلہ یقینی ہے، دوسری کتابوں پر دسترس نہ ہو تو تفسیر عزیزی میں آیت وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى کے نیچے دیکھ لیں اور سب انبیاء کو قرآن میں یہ کہنا۔ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الآیۃ) کہ اگر وہ شرک کرتے تو ہم اُن کے اعمال ضائع کر دیتے، اور نیز سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وعترتہ وسلم کے بارہ میں یوں فرمایا۔ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (الآیۃ) یعنی اگر تو شرک کرتا تو ہم تیرے اعمال ضائع کر دیتے، اخیر آیت تک، یہ بفرضِ محال ہے، جیسا کہ تفسیر جلالین اور مدارک وغیرہما سب میں لکھا ہے، تفسیر عزیزی میں وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا کے نیچے لکھتے ہیں، یعنے بفرض محال وہ رسول اگر ہم پر کچھ بنا کر کہتا الخ پس ان معتبر سندوں سے ثابت ہے کہ انبیاء کفر و شرک پر قادر نہیں ہیں، اور امکان کفر و شرک معصوم لوگوں سے غیر ممکن ہے پس خداوند ذوالجلال ہی ان بے دینوں سے انتقام لے، چنانچہ اُس نے صاحب براہین اور حواریین سے خوب انتقام لیا جن کر اُن کا شکر ہے۔

عبارت تفسیر عزیزی۔ اگر بفرض محال بر بستہ بگوید آں رسول بر ما الخ

قول[۱۱]۔ اور یہ جو دلیل بیان کی ہے کہ کذب قبیح اور نقص ہے اور باری تعالیٰ سب نقصوں سے پاک ہے، اس کا جواب یہ ہے اوّل ہم نے مانا کہ جھوٹ قبیح اور نقص ہے، لیکن امکان کذب کا قبیح اور نقص ہونا مسلّم نہیں، بلکہ کمال الوہیت اور شعبہ عموم قدرت ہے، چنانچہ اوپر معلوم ہو چکا ہے، اور جو امکان کذب قبیح اور نقصان ہونے کا مدعی ہے اس پر دلیل کا قائم کرنا لازم ہے۔"

امکانِ کذب باری تعالیٰ کے رد میں اکیس[۲۱] دلائل

فقیر کان اللہ لہ جواب دیتا ہے، کہ اوپر اعتراض کی تحریر میں امکان کذب کے نقص ہونے میں کئی دلائل گزرے ہیں۔ جن کو اس جگہ شمار کر دیتے ہیں، پہلے[۱] حق تعالیٰ پر بالاتفاق کذب ممتنع ہے، دوسرے[۲] کذب نقص ہے، اور نقص خدا تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے، تیسرے[۳] جب اس پر کذب ممتنع ہوا تو واجب ہے کہ اس کی کلام راست ہو۔ چوتھی خدا پر سکون حرکت انتقال جہل کذب صحیح نہیں ہے، اور نہ کوئی صفات نقص سے اہل سنت

دلیل ۱ یمتنع علیہ الکذب اتفاقا۔ ۲ انہ نقص و النقص علیہ محال اجماعا۔ ۳ و اذا امتنع علیہ الکذب وجب ان یکون کلامہ صادقا۔ ۴ و لا یصح علیہ الحرکۃ و السکون و الانتقال و لا الجہل و لا الکذب و لا شیء من صفات النقص عند اہل السنۃ و الجماعۃ خلافا لمن جوزہا علیہ ۱۲

کے نزدیک برخلاف اُن کے جو اُن کو روا رکھتے ہیں جیسا کہ اُوپر گذرا ہے پانچویں معتزلہ کے عابد ابو موسیٰ علیہ نے کہا ہے، کہ خدا جھوٹ اور ظلم پر قادر ہے، اگر ایسا کرتا تو جھوٹا ظالم خدا کہلاتا۔ خدا اس سے بہت اونچا ہے، یہ پانچ دلیلیں شرح مواقف سے لکھی ہیں تاکہ صاحب براہین کا بہتان ظاہر ہو۔ جو کہتا ہے کہ شرح مواقف سے امکان کذب ثابت ہوتا ہے، چھٹی عبارت تفسیر کبیر کی آیت وَظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا کے نیچے سے بیشک مومن کو خدا پر جھوٹ کا گمان کرنا ناروا ہے بلکہ اس گمان سے ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اھ، اور پہلی وجہ کے بیان میں امام رازی نے کہا ہے کہ ظن اس جگہ وہم اور خیال کے معنی رکھتا ہے ساتویں بھی تفسیر کبیر میں ہے جب حق تعالیٰ پر خبر میں خلاف روا رکھا جائے تو یہ کذب کی تجویز ہوئی۔ پس یہ بڑا خطا بلکہ قریب کفر کے ہے، اس لئے کہ سب دانشمند خدائے تعالیٰ کے کذب سے منزہ ہونے پر متفق ہیں۔

دلیل ۵ قال ابو موسیٰ علیہ ابن صبیح راھب المعتزلۃ ان اللہ قادر علی ان یکذب ویظلم ولو فعل لکان الٰھًا کاذبًا ظالمًا تعالی اللہ عما قالہ علوًا کبیرًا ۱۲

۶ لان المؤمن لا یجوز ان یظن باللہ الکذب بل یخرج بذالک عن الایمان انتھیٰ وقال فی الوجہ الاول والظن ھٰھنا بمعنی التوھم والحسبان ۱۲، ۷ فاذا جوز علی اللہ الخلف فیہ (ای فی الخبر) فقد جوز الکذب علی اللہ فھٰذا خطاء عظیم بل یقرب من ان یکون کفرًا فان العقلاء اجمعوا علی انہ منزہ من الکذب ۱۲

آٹھویں فقہ اکبر کی شرح میں ہے کہ خدا پر جھوٹ محال ہے۔ نویں شرح عقائد جلالی میں ہے کہ امکان محال بھی محال ہے، دسویں فتاویٰ عالمگیریہ کی عبارت کہ اللہ تعالیٰ کو نالائق امر سے موصوف کرنا یا نقص کی طرف منسوب کرنا کفر ہے، یہ دس دلیلیں ہیں جو فقیر نے اعتراض میں بیان کی ہیں جن میں لفظ جواز یا صحت یا گمان بمعنی وہم ہے تو وہ نص ہے امکان کذب کے نقص ہونے میں اور جن میں لفظ امتناع اور محال کا ہے تو وہ بھی ایسا ہی ہے، کیوں کہ امکان محال کا محال ہونا عقلاء کے نزدیک محقق ہے گیارھویں تفسیر کبیر سے بذیل آیت وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا کے منقول ہوا ہے، کہ جب امکان صدق قائم ہوا تو ضرور امتناع کذب حاصل ہو گیا اھ پس امتناع کذب سے امکان کذب محال ہو چکا۔ یہ گیارہ دلائل نقص ہونے امکان کذب میں ہر چند بنا بر اطمینان اہل انصاف و ایمان کافی ہیں مگر چند دلائل اور بھی لکھ دیتا ہوں، شائد کسی خدا کے مکذب کو ہدایت ہو جائے، اور مسلمانوں کے درمیان سے خرخشہ رفع ہو۔

دلیل ۸۔ والکذب علیہ تعالیٰ محال، ۹۔ کلام الجلال الدوانی من شرح العقائد الجلالی وامکان المحال محال ۱۰۔ یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لا یلیق به او نسبه الی النقص ملخصاً۔ ۱۱۔ فاذا کان امکان الصدق قائماً کان امتناع الکذب حاصلاً لا محالة انتہی۔

تفسیر[۱۲] مدارک میں آیت مبارک کے نیچے لکھا ہے کہ یہ استفہام نفی کے معنی سے ہے، یعنی کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے خبر اور وعدہ اور وعید میں راستباز نہیں ہے، اِس لئے کہ کذب خدا پر محال ہے، وہ قبیح ہے کیوں کہ وہ نام ہے خلاف واقع خبر دینے کا۔" اھ اور تفسیر[۱۳] بیضاوی میں بھی اسی آیت کے تلے لکھا ہے کہ یہ انکار ہے اس سے کہ خدا سے کوئی بھی راستباز ہو اس لئے کہ اس کی خبر میں کسی طرح سے بھی کذب داخل نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ نقص ہے اور خدا پر محال ہے۔ اھ مغنی الثقلین۔ ابوالسعود[۱۴] اپنی تفسیر میں اِسی آیت کے نیچے لکھتے ہیں کہ انکار ہے اس کا کہ کوئی خدا سے راستباز نہیں ہے اپنے وعدہ اور تمام خبروں میں اور بیان ہے اس کے محال ہونے کا کیا معنی کہ جھوٹ خدا پر محال ہے، اھ بیہقی[۱۵] زمان تفسیر مظہری میں اس کے نیچے لکھتے ہیں، کہ بے شک خدا کی خبروں میں

دلیل نمبر ۱۲۔ تحت قولہ تعالیٰ۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا وھو استفہام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منہ فی اخبارہ ووعدہ ووعیدہ لاستحالۃ الکذب علیہ تعالیٰ بقبحہ لکونہ اخبارًا عن الشئ بخلاف ما ھو علیہ ۱۳ انکار ان یکون احد اکثر صدقًا منہ تعالیٰ فانہ لا یتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لانہ نقص و ھو علی اللہ محال ۔ ۱۴ انکار لان یکون احدٌ اصدق منہ فی وعدہ وسائر اخبارہ وبیان لاستحالتہ کیف لا والکذب محال علیہ سبحانہ دون غیرہ ۱۵ فان اخبارہ تعالیٰ لا یحتمل تطرق الکذب الیہ بوجہ من الوجوہ لانہ نقص مستحیل علی اللہ تعالیٰ۔

کذب کو کسی وجہ سے بھی دخل نہیں ہے کہ وہ نقصان اور خدا پر محال ہے اھ
تفسیر[16] رحمانی میں اس کے نیچے تحریر ہے، اس لئے کہ قرآن خدا کی کلام ازلی
کی عبارت ہے، اس میں کذب کو دخل نہیں کہ وہ نقص ہے، اور جو خدا کے
سوا ہے، ہر چند اس کا صدق مدلل ہو مگر ان دلائل سے قطع نظر کرنے
سے اس کا کذب ممکن ہے، تفسیر[17] خازن میں ہے، یعنی کوئی بھی خدا تعالیٰ سے
راست باز نہیں ہے، کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اور اس پر جھوٹ ممکن
نہیں اھ عقائد[18] حافظیہ میں ہے، کہ حق تعالیٰ سبحانہ ظلم اور سفاہت کذب
پر قادر ہونے سے موصوف نہیں، اس لئے کہ محال خدا کی قدرت میں
داخل نہیں ہے، اور معتزلہ کے نزدیک خدا کذب وغیرہ پر قادر ہے اور
کرتا نہیں اھ، شرح[19] عقائد جلالی میں ہے، خدا پر حرکت انتقال جہل کذب
صحیح نہیں کہ یہ نقص ہیں اور نقص خدا پر محال ہے اھ اور عقائد[20] عضدیہ میں ہے،

ت[16] تفسیر تبصیر الرحمٰن۔ لانہ عبارۃ کلامہ الازلی الذی لا دخل للکذب فیہ لانہ
نقص و الغیر وان دلت الدلائل علی صدقہ فکذبہ ممکن اذا لم ینظر الیہا ۱۲
ت[17] یعنی لا احد اصدق من اللہ تعالیٰ فانہ لا یخلف المیعاد ولا یجوز للکذب
ت[18] ولا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم والسفہ والکذب لان المحال
لا یدخل تحت القدرۃ وعند المعتزلۃ یقدر ولا یفعل۔ ت[19] ولا یصح علیہ
الحرکۃ والانتقال ولا الجہل ولا الکذب لانہما نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ
محال ت[20] وھو منزہ عن جمیع صفات النقص کما سبق من اجماع العقلاء علی ذلک۔

کہ خدا تمام صفات نقص سے پاک ہے، اور سب عقلا کا اس پر اتفاق ہے چنانچہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اھ۔ شرح[۲۱] فقہ اکبر میں ہے، کہ حق تعالیٰ ظلم پر قدرت سے موصوف نہیں ہے، کیوں کہ محال قدرت کے نیچے داخل نہیں ہوتا ہے، اور معتزلہ کے نزدیک ظلم پر قادر ہے، اور کرتا نہیں اھ۔

اَب یہ اکیس[۲۱] دلائل باری تعالیٰ کے امکان کذب سے پاک ہونے پر ناطق ہیں کہ وہ نقص ہے، اور خدا نقص سے پاک ہے، اور صاحب براہین اور اُس کے حواریین کا یہ قول کہ ہم کذب کا قبح اور نقص ہونا مان لیں، تو امکان کذب کے قبح اور نقص کو تسلیم نہیں کرتے ہیں بلکہ اُس سے خدا کی الوہیت کامل ہوتی ہے، اور اس کی قدرت کا عام ہونا ہے، اھ

صاف صاف چاہتا ہے کہ یہ لوگ یہ بھی اعلانیہ طور پر کہیں کہ ہم جہل زنا عجز وغیرہ کے قبح کو تسلیم کرلیں تو امکان جہل و زنا و عجز وغیرہ کے قبح ہونے کو نہیں مانتے بلکہ یہ سب کمال الوہیت اور شعبۂ عموم قدرت ہیں۔ دین دار عاقل پر اس مردود اعتقاد کی برائی پوشیدہ نہیں ہے، پناہ بخدائے لایزال ایسے سخن پرستی کے خیال سے۔

کتاب معتقد منتقد میں لکھا ہے۔

"فرقہ وہابیہ سارے اہل اسلام سے مخالف ہو گئے ہیں، اُن کا

---

۲۱ ومنہا لایوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم لان المحال لایدخل تحت القدرۃ وعند المعتزلۃ انہ یقدر ولایفعل انتہی عبارت المعتقد المنتقد والنجدیۃ

امام (یعنی مولوی اسمٰعیل دہلوی) نے کہا ہے، خدا کا کذب اور اِس سے امکان اتصاف محال بالذات نہیں ہے، اور یہ امکان کذب قدرت الٰہی سے خارج نہیں ہے، ورنہ آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جاوے گی۔ اور بعضے اس کے مقلدوں نے اِس بُری گفت گو میں دراز نفسی کی اور دوزخ کا سزاوار ہوا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ کا جہل عجز۔ اور تمام نقص اور عیوب اور فواحش و قبائح سے متصف ہونا ممکن کہا، اور اپنے آپ اور ساری قوم کو رُسوا کیا۔" یہ ترجمہ ہے عبارت معتقد کا۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ ہمارے زمانہ میں مولوی دہلوی کے اکابر مقلدین سے صاحب براہین اور اس کے حواریین ہیں جو اُن کے نزدیک بھی باری تعالیٰ کا سب قبائح سے متصف ہونا ممکن ہے جیسا کہ اس قول سے لازم ہو رہا ہے،

ای الوہابیۃ۔ قد فارقوا اہل الاسلام فی ہذا المقام قال کبیرہم کذبہٗ (ای اسمٰعیل الدہلوی ۱۲) امکان اتصافہ سبحانہ بہذہ النقیصۃ لیس محالاً بالذات ولیس خارجاً من القدرۃ الالٰہیۃ والا یلزم زیادۃ القدرۃ الانسانیۃ علی القدرۃ الربانیۃ انتہیٰ، والحال الوقاحۃ بعض متبعیہ بالحالۃ الکلام فیما لا یعنیہ والیٰ جہنم یصلیہ حتی التزم امکان اتصافہ سبحانہ بالجہل والعجز وجمیع النقائص والمعائب والفواحش والقبائح وفضح نفسہٗ وقومہ بانواع الفضائح ۱۲

قولہ[۱۲] دوسرا یہ دلیل مولوی قصوری کی مذہب اہل سنت سے ناواقف ہونے پر دلالت کرتی ہے، ورنہ فی الحقیقت بموجب مذہب اشاعرہ کے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے قبیح نہیں ہے، کیونکہ وہ سب کمالات ہیں، شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:" الخ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ سے قبیح کا نہ ہونا مسلّم ہے، اور ہم اس پر یقین کرتے ہیں، مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ حق تعالیٰ کا قبائح سے متصف ہونا جائز ہے، اور یہ قبیح نہیں، چنانچہ ان مکذبین کا یہی مقصود ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ قبائح کا پیدا کرنا جیسے کفر ظلم معاصی یہ حق تعالیٰ سے قبیح نہیں اس لئے کہ وہی چیز کا خالق ہے، اور خدا کے سب کام اچھے ہیں، اُن سے مدح اور ثنا ہی متعلق ہے، اور خدا خود کفر گناہ نہیں کرتا ہے۔

شرح مواقف کے متن میں ہے، کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی قبیح نہیں، اگرچہ سب کا خالق وہی ہے، اور اُس پر واجب بھی کچھ نہیں، اور بحکم شرع اس کے سب کام اچھے ہیں، اس میں اختلاف نہیں کہ باری تعالیٰ کوئی بُرا کام نہیں کرتا ہے، اور نہ کوئی واجب ترک کرتا ہے ہمارے نزدیک اس لئے کہ کچھ اس سے قبیح نہیں

(عبارت شرح مواقف) لاقبیح من اللہ تعالیٰ ان کان ھوالخالق للکل، ولا واجب علیہ وان حسن افعالہ بحکم الشرع انتھٰی لاخلاف فی ان الباری لایفعل قبیحاً ولا یترک واجباً اما عندنا فلانہ لاقبیح منہ ولا واجب علیہ لکون ذلک علیہ بالشرع ولایتصور ذلک فی فعلہ الی قولہ فانقیل الکفر والمعاصی کلھا قبائح وقد

اور نہ اُس پر کچھ واجب ہے، کیوں کہ واجب بحکم شرع ہوتا ہے، اور خدا کے کام میں یہ متصور نہیں الیٰ قولہ اگر کوئی کہے، کہ کفر و ظلم معاصی سب کے سب قبیح ہیں اور یہ سب خدا کی مخلوق ہیں، ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ مانا مگر قبیح کا پیدا کرنا قبیح نہیں ہے، پس خدا ہی قبائح کا بھی خالق ہے، سوائے اس کے کوئی فاعل نہیں، اور اگر کہا جائے کہ خدا اچھا کام بھی نہیں کرتا، کیوں کہ اُس پر نہ کوئی حکم ہے اور نہ اُس پر کچھ منع ہے، حالانکہ اجماع اس کے خلاف پر ہے (یعنی خدا اچھا کام کرتا ہے) ہم جواب دیتے ہیں کہ شرع میں خدا کے کاموں پر تعریف ہوئی ہے، تو اس کے کام اچھے ہی ہوئے کہ اُن سے مدح اور ثنا متعلق ہے، یہ ترجمہ ہے شرح مواقف مطبوعہ مصر کے دوسرے جلد کے صفحہ ۱۵۲ سے) اور باقی مبسوطات عقائد میں بھی ایسا ہی ہے۔

پس متحقق ہوا کہ ضرور حق تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور کوئی بُرا کام نہیں کرتا بر خلاف زعم مکذبین کے اور اس کا تو کوئی بھی اہل اسلام سے قائل نہیں کہ کفر عبث نفس شیطان کا پیدا کرنا قبیح ہے، حق تعالیٰ کی طرف نسبت نہ کرنا چاہیئے جو خدائے پاک پر امکان کذب کے قائل ہوں وہ خدا کے بندوں پر بہتان باندھنے سے کب پرواہ کرتے ہیں۔

خلقها الله تعالیٰ قلنا نسلم الاخلق القبیح لیس بقبیح فهو موجد لها لا فاعل لها فان قیل فلا یفعل الحسن ایضاً لانہ لاحکم علیہ امراً کما لاحکم علیہ نہیا والاجماع علی خلافہ قلنا اقد ورد الشرع بالثناء علیہ فی افعالہ فکانت حسنۃ لکونها متعلق المدح والثناء عند اللہ تعالیٰ انتہیٰ۔

قولہ[۱۳] تیسرا مولوی قصوری نے یہ دلیل شرح مواقف سے نقل تو کی ہے مگر اس کے معنی کو نہیں سوچا، نہ اس کے ماقبل مابعد کو دیکھا ہے، خود شارح مواقف اِس دلیل کو غلط بنا رہے ہیں، پس غلط دلیل کو مخالف کے مقابلہ میں پیش کرنا کس قدر جرأت بیباکی ہے، شارح مواقف کہتا ہے، کہ نقص فی الفعل اور قبح عقلی فی الفعل میں فرق مجھ پر نہیں ظاہر ہوا" الخ

فقیر کان اللہ لہ، کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کے نقص کذب سے پاک ہونے کی دلیل صرف شرح مواقف سے ہی ماخوذ نہیں ہے بلکہ جمیع کتب عقائد میں اس پر تصریح ہے، چنانچہ متن شرح مقاصد میں ہے کہ کذب بالاتفاق حق تعالیٰ پر محال ہے، اور تمام نبیوں نے بھی خبر دی ہے اور اس لئے کہ دانش مندوں کے نزدیک نقص ہے اھ اور شرح مقاصد میں ہے کہ کذب محال ہے یعنی تین وجہ سے، پہلے اتفاق علماء سے، دوسرے انبیاء سے (جن کا صدق اُن کے معجزات سے بھی ثابت ہے کلام اللہ کے ثبوت اور اس کے صدق پر موقوف نہیں ہے) خبر متواتر ہے کہ خدا پر کذب جائز نہیں ہے، تیسرے کذب دانش مندوں کے

عبارت متن شرح مقاصد - یکون کذباً وھو علی اللہ تعالیٰ محال بالاجماع واجماع الانبیاء علیہم السلام ولکونہ نقصاً عند العقلاء وفی شرح المقاصد فتعین الکذب وھو محال، اما اولاً فباجماع العلماء واما ثانیاً فیما تواتر من اخبار الانبیاء علیہم السلام الثابت صدقہم بدلالۃ المعجزات من غیر توقف علی ثبوت کلام اللہ تعالیٰ فضلاً عن صدقہ واما ثالثاً فلان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالیٰ محال لما فیہ من امارۃ العجز

اتفاق سے نقص ہے، اور خدا پر محال ہے اس لئے کہ یہ عجز اور جہل کی نشان ہے
یا عبث ہے، (یہ ترجمہ ہے عبارت دوسرے جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۰۴ سے)
اور اوپر بہت سی تفاسیر اور عقائد کی کتابوں سے منقول ہو چکا ہے کہ کذب
نقص ہے خدا پر محال ہے اور یہ کہنا کہ شارح مواقف نے اس دلیل کو غلط
بنایا ہے، بھی غلط ہے، کیوں کہ خود شارح مواقف آخر کتاب میں اہل سنّت
کے عقائد کے ذکر میں تصریح کرتے ہیں کہ خدا پر حرکت وسکون انتقال وجہل
وکذب اور نہ اور کوئی صفات نقص سے جائز ہیں الخ البتہ ماتن نے یہ کہا ہے
کہ مجھ پر نقص فی الفعل اور قبح عقلی فی الفعل میں فرق ظاہر نہیں ہوا ہے گو علامہ
نے شرح مقاصد میں اس کی تزییف کی ہے، چنانچہ کہا ہے، لیکن وجہ محال ہونے
نقص کی، پس بعض کی کلام میں ہے، کہ یہ وجہ صرف معتزلہ کے مذہب پر، جو قبح عقلی
کے قائل ہیں پوری ہوتی ہے، امام حرمین نے کہا ہے (الی قولہ) صاحب مواقف
نے کہا ہے، کہ مجھے نقص فی الفعل اور قبح عقلی میں فرق معلوم نہیں ہوا بلکہ یہ
دونوں ایک ہی ہیں، اور مجھے تعجب ہے اُن محققین کی کلام سے جو محل نزاع پر
مسئلہ حسن وقبح میں واقف ہیں۔ (یہ دوسری جلد کے صفحہ ۱۰۵ کی عبارت کا ترجمہ ہے)

اوالجھل اوالعبث انتھیٰ - واما وجہ استحالۃ النقص ففی کلام البعض انہ لایتم الا علیٰ
رای المعتزلۃ القائلین بالقبح العقلی قال امام الحرمین (الی قولہ) وقال صاحب
المواقف لم یظھر لی فرق بین النقص فی الفعل والقبح العقلی بل هو بعینہ
انا اتعجب من کلام ھؤلاء المحققین الواقفین علی محل النزاع
فی مسئلۃ الحسن والقبح۔

اور مسلم الثبوت اور اس کی شرح بحر العلوم میں مسئلہ امتناع کذب کے باب میں یوں تصریح کی ہے:- کہ

جواب اس کا یہ ہے کہ امر مذکور نقص ہے جس سے حق تعالیٰ کی تنزیہہ واجب ہے اور کیوں نہ ہو کہ اُوپر گذرا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ عقلی ہے سارے دانش مندوں کے اتفاق سے پس ملازمت ممنوع ہے، اور مواقف میں جو ملازمت کو ثابت کیا ہے کہ قبح افعال میں قبح عقل کی طرف راجع ہے تو یہ ممنوع ہے، کیوں کہ جو امر وجوب ذاتی کے برخلاف ہو کیف ہو یا فعل وہ نقص سے ہے، باری تعالیٰ کے حق میں، اور حق تعالیٰ پر محال عقلی سے ہے، یہ ترجمہ ہے اس کی عبارت کا

پس اس دلیل کا غلط بنانا خود غلط ہے، اور دلیل قوی ہے، اور اس کو شیعہ اور معتزلہ وخوارج کی طرف منسوب کرنا امکان کذب کے قائلوں کی نادانی ہے پس شرح مقاصد و مواقف دونوں سے کذب باری تعالیٰ کا امتناع ثابت ہوا تو بخوبی متحقق ہوا کذب مکذبین کا جو کہتے ہیں کہ شرح مواقف اور مقاصد سے امکان کذب کا مسئلہ ثابت ہے، فللہ الحمد۔

عبارت مسلم الثبوت۔ والجواب انہ ای المذکور نقص فیجب تنزیہہ تعالیٰ عنہ کیف وقد مرانہ لانزاع فیہ فانہ عقلی باتفاق العقلاء فالملازمۃ ممنوعۃ وما فی المواقف فی اثبات الملازمۃ ان القبح فی الافعال یرجع الی القبح العقلی ممنوع لان ما ینافی الوجوب الذاتی کیفا کان او فعلاً من جملۃ النقص فی حق الباری ومن الاستحالات العقلیۃ علیہ سبحانہ انتہیٰ۔

قولہ^۱۴ پس مسئلہ امکان کذب کا مسائل واقعیہ سے ہے کسی کے
طعن کے خوف سے اس کا اخفا ناروا ہے الخ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ اوپر بہت سی معتبر تفاسیر اور مستند کتب عقائد سے کامل طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ امکان کذب باری تعالیٰ کا مسئلہ مسائل واہیہ سے ہے، جو یقیناً عقائد اہل سنت سے مخالف ہے، صرف معتزلہ سے بعض کا قول ہے، پس جس نے اس کو اہل سنت کی طرف منسوب کیا پس بے شک وہ مفتری ہے، اور کسی بھی کتاب میں اشاعرہ کی کتابوں سے باری تعالیٰ کے امکان کذب کا ثبوت نہیں، چنانچہ اوپر تفصیل وار گذرا ہے تو اُن کتابوں کو غرق کیوں کرنا ہے، البتہ قائلین امکان کذب باری تعالیٰ کو غرق لازم ہے اگر تائب نہ ہوں اور خدا ہی منتقم حقیقی ہے۔

قولہ^۱۵ اور حاشیہ پر جو دلائل تفسیر کبیر اور تفسیر ابو السعود و بیضاوی
کے حوالہ کئے ہیں وہ بھی نہیں سمجھے کہ کس مُدعا کا اُن سے ابطال ہے
اور کس کا اثبات ہے، وہ دلائل ہمارے مُدعا کے ہر گز مخالف نہیں
چنانچہ مفتی صدر الدین کے رسالہ سے امام کا کلام نقل ہو چکا ہے

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ معین حقیقی جل و علا کی تائید سے بحوالہ تفاسیر معتبرہ مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کا ابطال کافی ہو چکا ہے، اور امام کی کلام سے مکذبین کے مدعا کا ثابت نہ ہونا اس کا بھی بیان شافی گذرا ہے، کیوں نہ ہو جب امام رازی خود تصریح کر گئے ہیں کہ مومن کو خدا پر وہم کذب کا کرنا ناروا ہے بلکہ ایمان سے نکل جاتا ہے، اور نیز جب خدا پر خبر میں

خلف روا رکھیں تو کذب کی تجویز ہے اور یہ بڑا خطا بلکہ قریب کفر کے ہے الخ
اور سوائے اس کے اور تصریحات علمائے دین کی جو اوپر منقول ہو چکی ہیں۔
قولہ اور نیز جواب اعتراض دوم میں الخ اقول اس کا رد بھی وہاں مذکور
ہوگا۔ قولہ اور جو عبارتیں شرح مواقف سے نقل کی ہیں اُن کے مطلب کے
سمجھنے میں قصوری صاحب کا فہم قاصر ہے، اُن میں ہرگز تعارض نہیں ہے
جہاں امتناع کذب لکھا ہے وہ صحیح ہے اس کے معنی اَور ہیں، اور جہاں
امکان کذب ہے وہ بھی صحیح ہے اس کا محمل کچھ اور ہے، اقول شرح مواقف
کی متعدد تصریحات سے امتناع کذب باری تعالیٰ ثابت ہے، اور جو امکان
کذب ہے، وہ بعض معتزلہ کا قول بے عمول ہے، جیسا کہ اوپر اس کی عبارات
منقول ہو چکی ہیں جس سے قصور فہمید و فتور دید مکذبین متحقق ہے

قولہ اور عبارت شرح مواقف صفحہ ۶۰۹ میں جس کا ترجمہ یہ ہے،

وہ دونوں، ممکنات سے ہیں جن پر قدرت شامل ہے،

اس کا جواب قصوری صاحب نے یہ دیا کہ یہ اصول معتزلہ پر مبنی
ہے، یا تو مطلق عبارت نہیں سمجھی یا غبار نفسانیت و عناد نے بصیرت کو
اندھا کر دیا ہے الخ اقول جب شارح مواقف نے فرق معتزلہ کے
ذکر میں خود تصریح کر دی کہ اَبا موسیٰ عیسیٰ راہب معتزلہ نے کہا ہے،
کہ خدا جھوٹ اور ظلم پر قادر ہے، اگر ایسا کرتا تو خدا کاذب ظالم کہلاتا
اور خدا اس سے بہت ہی اونچا ہے اھ دیکھو کیسا اس قول امکان کذب سے
بریت کی ہے، پھر اخیر کتاب کے عقائد اہل سنت کے بیان میں تحریر ہے کہ

بیشک حق تعالیٰ پر حرکت سکون انتقال جہل کذب اور نہ کوئی اور صفات نقص سے جائز ہے الخ

پس اس سے شارح مواقف کا بخوبی قول امکان کذب سے پاک ہونا ثابت تھا۔ اس لئے فقیر نے اعتراض میں تحریر کر دیا۔ کیوں کہ کوئی دین دار دانش مند اس میں شک نہیں کر سکتا کہ کلام شارح مواقف میں جو امتناع کذب باری تعالیٰ ہے، وہ یقیناً امتناع ذاتی ہے اور امکان کذب اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے، اور باوصف اس کے یہ قول اس کا کہ وہ دونوں ممکنات سے ہیں جن پر قدرت الٰہی شامل ہے اھ پانچویں مقصد فروع معتزلہ میں مذکور ہے تو ان دلائل واضح کی رُو سے فقیر نے اس کی تاویل کر دی، اور بالاجمال کلام کی اور تفصیل کو ناپسند کیا۔ لاکن مکذبین نے یہ عقیدہ امکان کذب کا نہ کسی دلیل یقینی سے ثابت کیا نہ کسی صریح قول علماء دینی وعقائد سے، اور صرف اس قول ضعیف کو غنیمت جان کر تحریر و تقریر میں پیش کرنے لگ گئے اور اسی کو دلیل یقینی مان لیا۔ پس ناچار بقدر ضرورت اس کی تفصیل کرنی پڑی۔

علامہ دوانی شرح عقائد عضدی میں کہتے ہیں کہ معتزلہ اور خوارج مرتکب کبیرہ جب بلا توبہ مرے تو اس کے عذاب کو واجب جانتے ہیں اس دلیل سے کہ حق تعالیٰ نے اس کے عذاب کی وعید کی ہے پس اگر اس کو عذاب نہ کرے تو اس کی وعید میں خلاف اور اس کی

(عبارت علامہ دوانی) ان المعتزلۃ والخوارج اوجبوا عقاب صاحب الکبیرۃ اذا مات بلا توبۃ واستدلوا علیہ بانہ تعالیٰ اوعدہ بالعقاب فلو لم یعاقبہ لزم الخلف

خبر میں کذب لازم آتا ہے، اور یہ دونوں خدا پر محال ہیں، اہل سُنت اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ غایت الامر عذاب کا وقوع ہے، اس سے خدا پر وجوب عذاب لازم نہیں آتا ہے، علامہ شریف اس پر معترض ہوئے کہ اب جواز خلف و کذب لازم آیا۔ اور یہ محال ہے، کیوں کہ امکان محال محال ہے، اور اس کا جواب دیا کہ اِن دونوں کا محال ہونا منع ہے کیوں کہ ممکنات سے ہیں جن پر قدرت الٰہی شامل ہو، علامہ دوانی فرماتا ہے، مَیں کہتا ہوں کذب نقص ہے اور نقص خدا پر محال ہے، پس جواز وامکان کذب ممکنات سے نہیں، جن پر قدرت الٰہی شامل ہے، اور یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ قدرت الٰہی تمام وجوہ نقص پر شامل نہیں۔ مثل جہل و عجز اور نفی صفت کلام وغیرہ صفات کمال کی اور جواب میں عمدہ وجہ وہ ہے جس پر پہلے ہم نے اشارہ کیا ہے، کہ بے شک دونوں وعید اور وعد شرائط اور قیود معلومہ سے مشروط ہیں

فی وعیدہ والکذب فی خبرہ تعالیٰ وھما محالان علی اللہ تعالیٰ واجیب عنہ بان غایتہ وقوعہ ولا یلزم منہ الوجوب علی اللہ تعالیٰ واعترض علیہ الشریف العلامۃ بانہ حینئذ یلزم جوازھما وھو محال لان امکان المحال محال واجاب عنہ بان استحالتھما ممنوعۃ کیف وھما من الممکنات التی یشملھا قدرۃ اللہ تعالیٰ قلت الکذب نقص والنقص علیہ تعالیٰ محال فلا یکون من الممکنات التی یشملھا القدرۃ وھذا کما لا یشمل القدرۃ سائر وجوہ النقص علیہ تعالیٰ کالجھل والعجز ونفی صفۃ الکلام وغیرھا من صفات الکمال والوجہ فی الجواب علی ما اشرنا الیہ سابقاً من ان الوعید

پس ان شرائط سے کسی کے منتفی ہونے سے وعید یا وعدمیں تخلف آجاتا ہے، اھ

اور فاضل ابوالحسن شہید اس کے حاشیہ میں کہتے ہیں۔ قول شارح کا۔ پس کذب خدا پر ممکنات سے نہیں ہے، اور غیر خدا پر کذب کا ممکن ہونا کچھ نفع نہیں کرتا ہے، کیا معنی کہ امکان کیفیت نسبت وجود شی کا نام ہے، پس کذب جب اس کا وجود خدائے پاک کی طرف سے اعتبار کیا جائے تو محال ہے، وقوع اس کا خدا سے منع ہے، اور جب وجود کذب غیر خدا کی طرف سے معتبر ہو تو ممکن ہے، وقوع اس کا بھی ہوجاتا ہے اور یہاں گفتگو صرف وجود کذب میں ہے خدا سے کیوں کہ مقصود یہ ہے کہ خلف اور کذب خدا پر محال ہیں نہ ہر کسی پر چنانچہ اوپر گذرا ہے، پس اگر شارح مواقف نے اپنے قول سے کہ خلف اور کذب دونوں ممکنات سے ہیں الخ یہ مراد رکھی ہے کہ یہ دونوں عام طور پر اُن ممکنات

والوعد مشروطاً ان بقیود وشروط معلومۃ من النصوص فیجوز التخلف بسبب انتفاء بعض تلک الشروط انتہی۔ عبارت ابوالحسن شہید قولہ فلا یکون ای الکذب علیہ تعالیٰ من الممکنات وامکانہ علی غیرہ تعالیٰ لا ینفع یعنی ان الامکان کیفیۃ نسبۃ وجود الشئ فالکذب باعتبار وجودہ من اللہ تعالیٰ محال یمتنع وقوعہ من اللہ تعالیٰ وباعتبار وجودہ من غیرہ ممکن قد یقع والکلام انما ھو فی وجودہ من اللہ تعالیٰ لان المقصود انہما محالان علی اللہ تعالیٰ لا مطلقاً کما مر فان اراد بقولہ وھما من الممکنات الخ انہما مطلقاً من الممکنات التی یشملہا قدرتہ تعالیٰ فھو باطل

سے ہیں جن پر خدا کی قدرت شامل ہے تو یہ باطل ہے، اس لئے کہ ان کا وجود خدا سے ہونا اُس پر نقص ہے اور نقص خدا پر محال ہے، اس کے دائرہ قدرت سے خارج ہے، جیسے کہ جہل و عجز۔ اور ان کی مانند اور اگر مراد یہ ہے کہ یہ دونوں اُن ممکنات سے ہیں جو فی الجملہ قدرت الٰہی کے تلے داخل ہیں اگرچہ بندوں کی طرف سے اُن کا وجود معتبر ہو، پس یہ امر مُدعا میں نقص نہیں ڈالتا؛ یہ ترجمہ ہے اس کی عبارت کا۔

پس ظاہر ہوا کہ جس نے علماء کبار سے شارح مواقف کی کلام کو ظاہر پر حمل کیا ہے اور تاویل نہیں کی تو اُس نے اس کی صریح تردید کی ہے جو صحیح بات ہے جیسا کہ بیان اعتراض میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور فقیر نے شارح علیہ الرحمۃ سے ادب کا لحاظ کر کے اس پر تصریح نہ کی تھی، مگر یہ مکذبین اس پر راضی نہیں ہوتے جب تک ان کی کمال رُسوائی نہ ہو، اور فقیر کے نزدیک تاویل بہت خوب ہے، کیوں کہ جب شارح علیہ الرحمۃ کے تمام اقوال میں امتناع کذب باری تعالیٰ کی تصریح ہے تو یہ تاویل ہی اقوی دلیل ہے، اگرچہ صاحب براہین اور اُس کے حواریین اس کو غلط بنا کر گمراہ ہو رہے ہیں۔

اور ان مکذبین جو اخبار نظام الملک مراد آباد کے صفحہ ۳ مورخہ ۱۲ اگست ۱۸۸۹ء میں یہ اشتہار دیا تھا کہ محقق دوانی کی رد سید شریف پر وارد نہیں ہوتی

لان وجودهما من الله تعالیٰ نقص عليه والنقص عليه تعالیٰ محال خارج عن حيز قدرته تعالیٰ كالجهل والعجز ونحوهما وان اراد انهما منها فی الجملة ولو باعتبار الوجود من العباد فذلك لا يقدح فی ما هو المدعاء انتهیٰ بلفظه ۱۲

کیوں کہ سید شریف نے بحث کلام میں تصریح کی ہے کہ قبح فعل میں جس سے معتزلہ نے اس کے امتناع پر دلیل پکڑی ہے، اور نقص فی الفعل میں کچھ فرق نہیں ہے، پس نقص فی الفعل سے امتناع کذب پر دلیل پکڑنی اہل سنت کے اصول کے برخلاف ہے" اھ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ ہر چند اس کا ابطال اوپر گذر چکا ہے کہ سید شریف نے اس کی ہرگز تصریح نہیں کی ہے بلکہ بارہا صریح لکھا ہے کہ اہل سنت کے مذہب میں حق تعالیٰ بجمیع صفات نقص سے پاک ہے جیسا کہ اوپر منقول ہو چکا ہے، اور صرف مانن نے اپنے عدم علم کی رو سے کہا تھا جس کو کئی علمائے کبار نے رد کیا ہے، مگر علمائے دین دار کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ ان مکذبین کے اس قول میں تامل بکار ہے کہ باری تعالیٰ اہل سنت کے نزدیک نقص فی الفعل سے پاک نہیں ہے" ان اشتہارات سے خدائے کریم کی ہی طرف حکایت ہے قولہ اور منحصر ہے اس پر کہ پہلے امکان کذب اصول معتزلہ پر ثابت کیا ہو۔ اور ایسا نہیں کیوں کہ امتناع کذب جو منصوص قول امتناع کذب اتفاقاً کا ہے وہ اصول معتزلہ پر مبنی ہے، تو دعویٰ امکان کذب کا ان کے اصول پر کیوں کر مبنی ہوا"

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ اس قول میں دو وجہ سے غلطی ہے، پہلی یہ کہ امتناع کذب اصول معتزلہ ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ اصول اہل سنت پر بھی اولاً واصالتاً مبنی ہے، چنانچہ عقل سلیم اس پر شاہد ہے، شرح مواقف میں دلائل معتزلہ کے ذکر کے بعد لکھا ہے، لیکن خدا پر کذب کا منع ہونا ہمارے یعنی اہل سنت

کے نزدیک تین وجہ سے ہے الخ دوسری وجہ غلطی کی یہ ہے کہ مسئلہ امکان کذب کا صرف اصول معتزلہ پر ہی مبنی ہے، چنانچہ اوپر علمائے عقائد کی تصریحات سے گذرا ہے، "حق تعالیٰ ظلم اور سفہ اور کذب پر قادر ہونے سے موصوف نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ محال قدرت الٰہی میں داخل نہیں ہے، اور معتزلہ کے نزدیک خدا اُن پر قادر ہے اور کرتا نہیں" اھ اور خود شارح مواقف نے کہا ہے کہ "معتزلہ سے مزدار یہ بھی اسی کا قائل ہے"۔ اھ پس معتزلہ کے قائل ہونے کا انکار اور اہل سنّت کی طرف اس کا اقرار محض بہتان عظیم ہے، جس کا انتقام حوالہ بخدا لایزال ہے،

مولوی محمد عبداللہ ٹونکی اور مسئلہ امکان کذب

قولہ اور یہ جو مولوی عبداللہ ٹونکی مدرس یونیورسٹی کی تحریر کا خلاف واقعہ حاشیہ پر ذکر کیا ہے، تو اس کا قصّہ یہ ہے" الخ فقیر خدائے قدیر کی مدد سے (جو کاذبوں پر لعنت کرتا ہے) کہتا ہے کہ مَیں نے صاحب براہین کے کہ اپنے اس قول کے جواب میں بوقت مناظرہ حضرت حَکم کے رو برو دو خط مولوی مفتی حافظ محمد عبداللہ صاحب ٹونکی اوّل مدرّس مدرسہ مذکور کے پیش کئے اور تمام مجلس میں اُن کی عبارت اونچے آواز سے پڑھی، جن کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ "مولوی خلیل احمد مع اپنے حواریوں کے میرے پاس آئے اور مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کا حکم پوچھا۔ میں نے جواب دیا کہ اس کا قائل میرے نزدیک اہل سنت سے خارج ہے، کیوں کہ علماء عقائد نے کذب باری تعالیٰ کو ممتنع لکھا ہے۔"

اُنہوں نے شرح مواقف مقصد فروع معتزلہ علی اصولہم سے عبارت پیش کی، میں نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس کا جواب مسلم الثبوت اور اس کی شرح میں ہے کہ صحیح امتناع ذاتی ہے الخ میری خوشی تھی کہ اس مناظرہ میں بھی شامل ہوتا مگر عدم فرصت سے نہ ہو سکا۔ اور مجھے غالب اُمید ہے کہ امکان کذب کے قائل مغلوب ہوں گے اور خدا کو پاک کہنے والے منصور ہوں گے اھ

ملخصاً پھر جب ریاست بہاول پور سے صاحب براہین مع حوارین حضرت حکم کے حکم دینے سے پہلے ہی بھاگ نکلے، اور لاہور میں خلاف واقعہ مشہور کیا، کہ ہم فتح یاب ہو کر آئے ہیں، پھر مولانا مفتی صاحب موصوف سے تحریک سلسلہ مناظرہ کی اور ایک ہی دن کی تھوڑی سی گفت گو کے بعد مفرور ہو کر وطن کا راستہ لیا۔ جس پر مفتی صاحب ممدوح نے مولوی احمد حسن صاحب مدرس مدرسہ دار العلوم کانپور کے رسالہ "تنزیہ الرحمٰن[1] عن شائبۃ الکذب والنقصان" کی تقریظ میں یوں اشارہ کیا ہے :۔

اس کی تقریر کے تیر اس قوم کی لغزشوں کے دلوں کو پہنچے، جن کا رشید گمراہ اور بہت راست گو جھوٹی قسم کھانے والا ہے، اور اس کی تحریر کا نیزہ اس جماعت کی بکواس کے سینہ میں اُترا جن کا خلیل بد حال اور

---

[1] رسالہ تنزیہ الرحمٰن راقم کے پاس موجود ہے، جس میں اصل عربی تقریظ مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم کی مرقوم ہے، اور نیز مستقل رسالہ مولوی صاحب موصوف کا مسمّٰی "عجالۃ الراکب فی امتناع کذب الواجب" ۱۳۰۸ھ میں مطبع اسلامیہ لاہور میں مطبوع ہوا تھا۔ وہ بھی راقم کے پاس موجود ہے ۱۲ احقر العباد حافظ محمد نواز عفی عنہ۔

ایشن خیانت مآل ہے۔ پس اُن کے جھوٹے مضامین کی جماعت اور مسخراپن کی جمعیت کو پراگندہ کیا۔ اور ان کی واہیات باتوں کے مونہہ کالے کیئے، اور اُن کی گمراہی کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ اور اُن کی نظروں کی وسواسوں کے لشکروں کو پریشان کیا اور اُن کے فکروں کے خطروں کی فوجوں کو پاش پاش اور حیران کر دیا۔ اور اُن پر قیامت قائم کر دی، اور موت کا مینہ برسایا۔ جیسا کہ میں نے بھی اُن سے کئی مرتبہ رد برد مقابلہ اور مناظرہ اور مباحثہ ہی میں ایسا ہی کیا ہے، جب وہ شہر لاہور میں مجمع اور انبوہ کر کے آتے تھے، پس ٹوٹے اور تتر بتر ہوئے اور پھوٹے اور بھاگے اور چھپ کر سدھارے اور شکست کھا گئے، گویا وے لوگ ٹڈی ہیں پریشان یا چیونٹی طیران و حیران۔ الغرض پس کٹ گئی جڑھ اُن ظالموں کی۔ اور تعریف خدا کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہان کا اور درود اور سلام اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُسکے آل اور اصحاب سب پر ہو۔ بندہ گنہگار مفتی محمد عبداللہ عفی عنہ کی یہ تحریر ہے،

(یہ ترجمہ ہے عبارت تقریظ مفتی صاحب کا جو رسالہ موصوفہ مطبوعہ کانپور مؤرخہ محرم ۱۳۰۷ھ کے صفحہ (۶۶) پر درج ہے)

الحاصل جو صاحب عقل فقیر کی اوپر کی تحریر سے اللہ تعالیٰ پر کذب کے ممتنع ذاتی ہونے کے دلائل کو مشاہدہ کرے اور اس امر کو بھی ملاحظہ فرمائے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ واجب الوجود جامع جمیع صفات کمال اور منزہ تمام نقص و زوال سے ہے،

اور آیت وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ میں غور کو کام میں لائے کہ جب ابلیس علیہ اللعن نے بھی کذب سے کنارہ کیا تو یقیناً معلوم ہوا کہ جھوٹ بڑے درجے کی بُرائی ہے، یہ تفسیر کبیر[۱] میں ہے کہ بعضے دانش مندوں نے فرمایا ہے، کہ شیطان نے اِلّا عِبَادَكَ سے استثناء کر کے جھوٹ سے پرہیز کیا تو معلوم ہوا کہ جھوٹ کمال ہی عیب ہے، یہ تفسیر[۲] نیشاپوری میں ہے، پس جب ان دونوں تفسیروں سے جن پر مکذبین کی سند کا مدار ہے یہ سخت قباحت کذب کی ثابت ہو رہی ہے، تو بخوبی متحقق ہوا کہ صاحب براہین اور اس کے حوارتین کا یہ قول کہ "مسئلہ امکان کذب جیسا کہ میں نے مفصل بیان کیا ہے عقائد اہل سُنّت سے ہرگز مخالف نہیں بلکہ امکان کا مخالف دائرہ اہل سنت سے خارج ہے" اھ سراسر جھوٹ اور محض افترا اور کذب دین متین میں خلل اندازی اور بے شک وہابیہ کا اہم مذہب ہونا ہے، پس فقیر قصوری کا قول راست نکلا۔ اور حق تعالیٰ کا حمد ہے، اور خدا شاہد ہے کہ فقیر صرف حق تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے یہ سب کچھ کر رہا ہے، اور وہی ارحم الراحمین ہے۔

یہاں تک اعتراض اول کا بخوبی اثبات ہوا۔ اب دوسرے اعتراض کا ذکر کرتا ہوں۔

---

[۱] عبارت تفسیر کبیر۔ یا انہ لما احترز ابلیس عن الکذب علمنا ان الکذب فی غایۃ الخساسۃ ۱۲

[۲] عبارت تفسیر نیشاپوری۔ قال بعض الحذاق احترز ابلیس بھذا الاستثناء عن الکذب فیعلم منہ ان الکذب فی غایۃ السماجۃ ۱۲

اعتراضِ دُوئم

امکانِ کذبِ باری تعالیٰ (عقیدہ دیوبندی)

براہین کے صفحہ ۳ میں حق تعالیٰ پر امکان کذب کو تسلیم کر کے مؤلف رسالہ انوار ساطعہ پر یہ طعن کیا کہ "اس کے پیشوا حق تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے مثل کے پیدا کرنے پر قادر نہیں جانتے، اس سیزدہم صدی کے بدعتی عجز قادر مطلق کے مقر ہوئے اور اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے خلاف عقیدہ ٹھہرایا ہے، اور مؤلف اس پر افسوس نہیں کرتا ہے۔" الخ

اس میں بھی مدرس مذکور نے مولوی اسمٰعیل کی تقویۃ الایمان کے اس قول کی تائید کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کا پیدا ہونا ممکن ہے، جس پر علمائے دین نے اس کے ایسے ہفوات کی تردید کی اور بتصدیق علمائے حرمین محترمین اس کی تکفیر تک نوبت پہنچی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین فرمایا ہے، جس سے آپ کی مثل محال اور ممتنع قرار پا چکی ہے، اور تمام معتبر تفاسیر میں درج ہے کہ محال قدرت الٰہی میں داخل نہیں اور اس سے قادر مطلق کی عجز ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ کیوں کہ ممکنات جن کا نام شئے ہے وہ اس کی قدرت میں داخل ہیں۔

امام تورپشتی کی رائے!

علامۃ العلماء قطب الاولیاء امام تورپشتی نے اپنی کتاب معتمد فی المعتقد میں قائل امکان مثل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر کی ہے، اور یہ عقائد کی کتاب ساتویں صدی کی تالیف ہے، اور مولانا قاری نے شرح فقہ اکبر میں محال کو قدرت الٰہی کے نیچے غیر داخل لکھا ہے، تاکہ کلام الٰہی کا کذب لازم نہ آوے اور رسالہ معتقد المنتقد میں امام تورپشتی کی کلام درباب تکفیر قائل امکان نظیر حضرت بشیر ونذیر صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرکے پھر علامہ نابلسی[1] سے لکھا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ کے ساتھ یا آپ سے بعد کسی نبی کے امکان کا قائل ہونا آیت ختم نبوت کا انکار ہے، اور نیز شرح منہاج[2] سے تحریر کیا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کسی نبی کا امکان کہنا کفر ہے، اور یہ رسالہ مطبوعہ مشاہیر علمائے ہندوستان کا مصدقہ موجود ہے، جس کا جی چاہے دیکھ لے، اب اس قول براہین والے ہیں کہ محال ہونا نظیر آپ کا تیرھویں صدی کے بدعتیوں کا قول ہے، دانشمند غور کریں کہ آپ کی سچی فضیلت کے اعتقاد کو بدعتیوں کا قول کہنا کس قدر تنقیص شان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بدترع

---

[1] ماحصل کلام نابلسی علیہ الرحمۃ۔ ان قول امکان النبی معہ صلی اللہ علیہ وسلم او بعدہ تکذیب الایۃ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۱۲ [2] عبارت شرح منہاج۔ ان القول بجواز النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ کفر ۱۲

بتانا حضرات علمائے عرب وعجم کا ہے پناہ بخدائے لایزال۔

اور مولوی اسمٰعیل دہلوی نے جو مسئلہ امکان نظیر حضرت بشیر ونذیر کی دلیل آیت سورۂ یٰسین سے لی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے" کیا آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ان کی مثل کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے، ہاں قادر ہے"، تو یہ غلط بات ہے کیوں کہ آیت کا مطلب قیامت کے دن لوگوں کا زندہ کرنا ہے جیسا کہ سورۂ احقاف میں ہے" کیا خدا مُردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے ہاں قادر ہے کہ وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے" پس جب آپ کی نظیر محال ٹھہری تو وہ قدرت کے نیچے داخل نہ ہوگی۔ اور نیز آپ کا قیامت کو اُٹھنا آیت خلق مثل میں داخل نہیں ہے، اس لئے کہ سردر عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی قبر اطہر میں اُسی بدن منور کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ بحکم احادیث صحیحہ اہل سنّت کا یہ عقیدہ ہے" الغرض جیسا کہ باری تعالیٰ کی مثل قدرت الٰہیہ میں داخل نہیں ویسا ہی آپ کی نظیر ہے"، مولانا فیض الحسن سہارن پوری نے اپنی اخبار شفاء الصدور میں بہت سے دلائل عقلی ونقلی سے آپ کی نظیر کا ممتنع بالذات ہونا ثابت کیا ہے، جو پوری اطلاع چاہے اس میں دیکھے۔

یہاں پر دوسرا اعتراض تمام ہوا۔ اب براہین والے کے جواب کو بجنس قولہٖ اوّل سے نقل کر کے جواب الجواب اس کا بھی ساتھ ساتھ لکھ دیتا ہوں۔ تاکہ سارا جواب اوّل لکھنے اور پھر قولہ قولہ کر کے جواب دینے سے طول نہ ہو صاحب براہین بامداد حواریین جواب تفصیلی میں درج کیا ہے۔

قولہ" تو اس میں بھی مولوی اسمٰعیل کی تائید ہے" الخ اقول مؤلف

براہین نے نہ اس مسئلہ میں نہ کسی اور میں کسی خاص شخص کی تائید کی ہے بلکہ امرِ حق کا اظہار کیا ہے، خواہ کسی کے مخالف ہو یا موافق نہ یہ غرض ہے کہ کسی کی دل لگتی بات کہہ کر کچھ حاصل کیجے

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ اوپر مولوی اسمٰعیل کی تقویۃ الایمان سے نقل ہو چکا ہے کہ وہ ہزارہا مثل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امکان کا قائل ہے، پھر اس پر جب امکان کذب باری تعالیٰ لازم آیا تو مؤلف تقویۃ الایمان نے اپنے رسالہ یک روزی میں اس کو تسلیم کر لیا ہے، اس پر انوار ساطعہ والے نے کنایہ سے طعن کیا ہے، جس کے جواب میں براہین میں اس کو جاہل وغیرہ خطاب دیا ہے، اب یہ مولوی اسمٰعیل کی تائید نہیں تو اور کیا ہے، اور پھر اس تائید سے انکار اور تقیہ تاکہ اہالیان ریاست اس پر مطلع نہ ہوں۔ اور مؤلف کی نوکری مدرسہ میں خلل نہ پڑے، یہ دل لگتی کی بات کر کے کچھ حاصل کرنا نہیں تو اور کیا ہے، جواب تفصیلی یہی ہے

قولہ سالہا سال سے رد ہو چکے الخ

اقول سالہا سال سے کسی قول یا کتاب کا رد لکھا جانا فی نفسہ اس کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی، ورنہ فرقہ ضالہ معتزلہ و خوارج وغیرہ نے اہل حق اہل سنت وجماعت کے اقوال اور کتب پر سالہا سال سے رد لکھا ہے، چنانچہ پوشیدہ نہیں ہے، حالانکہ وہ رد ان کا باطل ہے، اھ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ حق تعالیٰ نے براہین والے کے انکار تائید مولوی اسمٰعیل کو باطل کر دیا۔ اس وجہ سے کہ وہ جو قائل امکان کذب خدا ہے

رحمٰن کا ہے، اور نیز جو اُس نے ایسے الفاظ اور عبارات کا استعمال کیا ہے جس سے توہین انبیاء، و ملائکہ اور اولیاء لازم ہو رہی ہے تو ان کو براہین والے نے اقوال اہل سنت قرار دیا ہے، اور اس کے رد کرنے والوں کو جو کبار علماء ہیں فرق ضالہ بتایا ہے، پس اس سے بڑھ کر کیا تائید ہو گی۔ اور یہ بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ امکان کذب رحمٰن کا قول قطعاً اہل سنت کے اقوال سے نہیں ہے، بلکہ فرقہ مبتدعہ معتزلہ کے لغویات سے ہے، جیسا کہ پہلے اعتراض میں اس کا بیان ہو چکا ہے، اسی واسطے مولوی اسمٰعیل کے بعضے نہایت معتقدین نے بھی اس قول کی سخت تردید کی ہے۔

امکان کذب اور

مولوی محمد صاحب لودھیانوی

دیکھو مولوی محمد صاحب لودھیانوی نے جن کا سارا کنبہ تقویۃ الایمان والے کے کمال معتقدین سے ہیں" اپنے رسالہ" تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان" میں مولوی اسمٰعیل کا نام لے کر رسالہ "یک روزی" کی تردید بلیغ کی ہے، اور اس کی دلیل یہ لکھی ہے، کہ اگر خدا کا جھوٹ بولنا ممتنع بالذات ہو اور قدرت کے نیچے داخل نہ ہو تو اس سے آدمی کی قدرت کی خدا کی قدرت پر زیادتی لازم آجاتی ہے، اور اس کی تردید یوں کی ہے، حق تعالیٰ کی قدرت باعتبار پیدا کرنے جمیع افعال بندوں کے جیسا کہ اہل سُنت کا مذہب ہے، کئی مرتبہ آدمی کی قدرت سے بڑھ کر ہے، اور خدا کی قدرت کے مقابلہ میں آدمی کا کسب کچھ بھی اعتبار

نہیں رکھتا۔ چنانچہ ادنیٰ علم دار پر بھی یہ امر پوشیدہ نہیں ہے، اور اگر خالق میں مخلوقات کی صفات کی مثل موجود نہ ہوں تو اس میں قدرت الٰہی کو کوئی نقصان نہیں ہے، دیکھو توالد تناسل حیوانات کی ستودہ صفات سے ہے اور واجب تعالیٰ کی نسبت محالات سے ہے، اور بموجب اس قاعدہ مقررہ اسمٰعیلیہ کے نصاریٰ کو گمراہ نہ کہنا چاہئے کہ وہ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، اور اگر مولوی اسمٰعیل اور اُس کے تابعین نصاریٰ پر آیت لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ[1] دلیل پیش کریں، تو اُن کی طرف سے اوّل تو یہ جواب ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ قرآن کلام الٰہی ہے تو حسب منشا تمہارے قاعدہ کے اس آیت سے یہ سمجھا نہیں جاتا ہے ورنہ قدرت آدمی کی خدا کی قدرت سے زائد ہو جائے گی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جب تم خدا کے کذب کو ممکن جانتے ہو تو احتمال ہے، کہ یہ آیت بھی جھوٹی ہو، اور اس کے صدق پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ اور توالد تناسل خدا پر منع نہ ہوا۔ پس جو تم اس کا جواب دو گے وہی ہمارا جواب ہو گا۔

الحاصل مولوی اسمٰعیل غیر مقلدی کے اونچے مراتب پر فائز ہو گئے۔ کیوں کہ ادنیٰ مرتبہ غیر مقلدین کا تقلید مجتہدین کا ترک کرنا ہے اور اونچا مرتبہ قرآن اور حدیث کے عمل کا ترک کرنا اور اپنی ہوا کی اتباع ہے، جمہور علمائے ربانیین کے برخلاف ہو کر، پس مولوی مذکور قول امکان کذب باری تعالیٰ میں دلائل نقلی اور عقلی کا مخالف ہو کر مورد اس آیت[2] کا ہوئے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے، پس کون

---

[1] خدا صاحب فرزند اور خود کسی کا فرزند نہیں ۱۲ [2] آیت مترجمہ یہ ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۱۲

بہت ظالم ہے اُس سے جس نے خدا پر جھوٹ باندھا۔ تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے سوائے علم کے، حق تعالیٰ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

تفسیر کبیر[1] میں ہے محققین نے کہا ہے جب ایک چیز مباح کے حرام کر دینے میں کسی کا خدا پر جھوٹ باندھنا ثابت ہو جائے تو وہ اس وعید کا مستوجب ہوتا ہے، پس جس نے توحید کے مسائل اور معرفت ذات و صفات اور نبوت اور ملائکہ اور مباحث قیامت کے مسائل میں خدا پر افترا کیا تو اس کی وعید سخت ظالم ہونے کی بہت ہی سخت ہو گی۔ اھ

اور خلیل احمد نے جو براہین میں کہا ہے کہ امکان کذب کا مسئلہ جدید نہیں اور خلف الوعید مختلف فیہ ہے، اور امکان کذب فرع خلف الوعید کی ہے، یہ تو بے اصل بات ہے اس لئے کہ متقدمین سے کوئی بھی امکان کذب کا قائل نہیں اور خلف وعید کو ہر چند بعض اشاعرہ نے جائز کہا ہے، مگر اکثر محققین اس کو ناروا جانتے ہیں، کیوں کہ متقدمین کا امتناع کذب پر اجماع ہے۔ اھ نیز جو خلف وعید فساق کا قائل ہے اس کی مراد امکان کذب کی نہیں، ورنہ کرم اور جود سے تعبیر نہ کرتا بلکہ امکان کذب کی تصریح کر دیتا۔ اور نیز فاسقوں کی وعید کے خلف کا قائل ہوتا سوا ر کافروں کے قوی دلیل ہے اس پر کہ اُن کی

---

[1] عبارت تفسیر کبیر۔ قال المحققون اذا ثبت ان من افترى على الله وكذب في تحريم مباح استحق هذا الوعيد الشديد فمن افترى على الله الكذب في مسائل التوحيد ومعرفة الذات والصفات والنبوة والملائكة ومباحث المعاد كان وعيده اشد واشق انتهى ۱۲

مراد امکان کذب کی نہیں ہے، یہ ہے حاصل کلام مولوی محمد صاحب لودھیانوی
کا صفحہ ۶ و ۷ و ۸ و ۹ سے پھر ان مولوی صاحب سے تعجب ہے کہ باوجود
اس شد و مد کے تردید امکان کذب باری تعالیٰ میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی نظیر کے امکان اور عدم امتناع کے قائل ہوئے ہیں، اور اس
مسئلہ میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تصدیق کر کے اس کے مخالفین کی سخت
تشنیع کی ہے، اسی رسالہ کے صفحہ ۱۳ میں دیکھو، حالانکہ اس مسئلہ میں کوئی
پکی دلیل بیان نہیں کی ہے، بلکہ صاحب براہین قاطعہ کی ہی تائید کی باری
تعالیٰ کے امکان کذب کے اثبات میں چنانچہ آیت وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ
فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کے نیچے لکھا ہے کہ شرک کا بخشا نہ جانا
مقتضائے وعید سے ہے ممتنع ذاتی نہیں۔ اور آیت اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ کے نیچے کہا ہے کہ جس نے اُن کے اصول مختلف
صورتوں میں پیدا کئے ہیں وہ ان کو دوسری پیدائش پر بدلنے پر قادر ہے
یہ تفسیر بیضاوی سے نقل کر کے اللہ تعالیٰ کا اپنا وعدہ اور علم کے خلاف پر قادر
ہونا ثابت کیا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے ہی استنباطوں سے براہین
والے نے امکان کذب باری تعالیٰ ثابت کیا ہے، اور اس میں غور نہیں کرتے
کہ اُسی قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں آیت اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
کے نیچے صاف لکھا ہے کہ شیئ کے معنی چاہی گئی کے ہیں، اور تفسیر جلالین میں
ہے کہ جس چیز کو خدا چاہے اُس پر قادر ہے، جیسا کہ پہلے اعتراض میں منقول
ہو چکا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ جس کو خدا نہ چاہے وہ اُس کی قدرت کے

نیچے داخل نہیں ہے، اور عنقریب مذکور ہوگا کہ باری تعالیٰ کے علم کا خلاف اہل سُنت کے نزدیک قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے، اور آیت اِنْ یَّشَاْ یُذْہِبْکُمْ اَیُّھَا النَّاسُ کے خطاب میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو داخل کرنا اور آپ کے مثل کے جواز کا قائل ہونا ادنیٰ اہل علم کے نزدیک بھی صریح البطلان ہے، کیونکہ اس آیت میں تو آپ مخاطب ہی نہیں، لوگ مراد ہیں۔ اور نئی پیدائش کے پہلوں کی مانند ہونے پر اس آیت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ تفسیر خازن[۱] میں اسی آیت کے نیچے لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں کافروں اور منافقوں کو نیست کر کے دوسروں کا پیدا کرنا جو اُن سے اچھے اور خدا کے فرماں بردار ہوں ارادہ رکھا ہے، پس اس میں کافروں کے لئے دھمکی ہے، یعنی اے کفار خدا تم کو ہلاک کر دے جیسا کہ پہلے تم سے کافروں اور انبیاء کے جھٹلانے والوں کو ہلاک کیا ہے اور خدا تمہارے نیست کرنے اور دوسروں کے پیدا کرنے پر بخوبی قادر ہے، جس کا خدا ارادہ کرے وہ رُک نہیں سکتی"۔ یہ ترجمہ ہے تفسیر خازن کی عبارت کا۔

---

[۱] عبارت تفسیر خازن۔ ان یشأ یذھبکم ایھا الناس قال ابن عباس رضی اللہ عنھما یرید المشرکین والمنافقین و یأت بآخرین لغیرھم ھو خیر منکم واطوع لہ ففیہ تھدید للکفار والمعنی انہ یھلککم ایھا الکفار کما اھلک من کان قبلکم اذا کفر وکذبوا رسلہ وکان اللہ علیٰ ذلک قدیرا یعنی وکان اللہ علی ذلک الاھلاک واعادۃ غیرکم قادرا بلیغا فی القدرۃ لا یمتنع علیہ شیٔ ارادہ انتھیٰ ۱۲

پس سخت عذاب اور ہلاکت ہے اُس پر جو اس آیت میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو داخل کرتا ہے، پھر سخت افسوس ہے اُس پر کہ اس میں کیوں نہیں غور کرتے۔

امکانِ کِذب اور امکانِ نظیر!

شاہ اسمٰعیل دہلوی کی نظر میں،

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے امکانِ نظیر حضرت بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر امکانِ کذب باری تعالیٰ کو تسلیم کر لیا، اور بے شک امکانِ نظیر امکانِ کذب لازم ہے، پس امکانِ نظیر کے ثابت کرنے پر اصرار کرنا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے خلاف پر اڑنا خصوصًا ایسے مسائل میں بحث اور ضد کے دَر پے ہونا علی الخصوص اس نازک وقت میں جس میں معاند لوگ اسلام کے انہدام اور باری تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال اہانت اور تکذیب پر ایسے کمر باندھ کر مستعد ہیں کہ کتابیں شائع کر رہے ہیں، سخت ہی افسوس کا موقع ہے اور یہ خیال کہ آپ کی نظیر کے قدرتِ الٰہیہ سے خارج کرنے سے بہت سی چیزوں کا خارج کرنا لازم آتا ہے بالکل باطل اور ظاہر البطلان ہے، کیوں کہ خود قادرِ مطلق جب اپنی قدرت کے نیچے اشیاء ممکنہ کو داخل فرماتے تو ہم لوگ غیر ممکن کو اُس کی قدرت میں کب داخل کر سکتے ہیں؟ لہٰذا ہم یہ ہرگز نہیں کہتے کہ خدا تعالیٰ اس پر قادر نہیں، بلکہ ہم اس کے قائل ہیں کہ آپ کی نظیر اپنے محال اور ممتنع ہونے

کی رُو سے اس کی قدرت کاملہ کے تلے داخل ہونے کا استحقاق نہیں رکھتی ہے اور عنقریب اس کے ممتنع بالذات ہونے کا ذکر آتا ہے۔

پھر جواب تفصیلی میں ہے، قولہ "حرمین شریفین سے بھی اس کی تردید بلکہ تکفیر تک نوبت پہنچی تھی" الخ

اقول اول تو اس کا ثبوت دیجئے تاکہ اس میں کلام کی جاوے دوسرے تکفیر کا حال یہ ہے کہ ہر زمانہ میں اہل حق اور اہل کمال کے لوگ معاند ہوتے رہے ہیں جو اُن کے اقوال کو جان بوجھ کر غلط بیان کر کے کبھی عوام کو برافروختہ کرتے ہیں اور کبھی خلاف اُن کے اپنی طرف سے عبارتیں بطور استفتا علماء پر پیش کرتے ہیں، جس کا جواب صورت مسئلہ کے مطابق ہوتا ہے، چنانچہ اسی قسم کی تکفیر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے مسئلہ شق القمر میں علمائے حرمین شریفین سے کرائی گئی تھی، اور اسی طرح اور بھی اکابر سلف کو پیش آیا ہے، اور معترض نے پہلے مسئلہ میں عوام کے سامنے ظاہر کیا ہے کہ مؤلف براہین خدا کو جھوٹا بتلاتا ہے اور یہ اس کا عقیدہ ہے، خدا اس سے بہت اونچا ہے، جو خدا کو جھوٹا سمجھے وہ میرے نزدیک مسلمان نہیں، نہ میرا یہ عقیدہ ہے نہ کسی اہل حق کا۔ چنانچہ سوال اول کے جواب میں مفصل بیان ہو چکا ہے، انتہی بلفظہ

وہابی علمائے دیوبند علمائے حرمین الشریفین کی نظر میں

فقیر کان اللہ لہ عرض کرتا ہے کہ میں نے کئی رسالے مولوی اسمٰعیل کے رد میں علمائے حرمین محترمین کے مصدقہ بمبئی وغیرہ کے مطبوعہ بچشم خود دیکھے ہیں، اور ایک رسالہ میں اس قسم کے اشعار کہ ؎

قد اسودت وجوہ المدعین[ع۱] بارض الہند دین الملحدین

درج ہیں۔ اگر براہین والے نے نہیں دیکھے تو فقیر اس کو عین تقویۃ الایمان کی عبارت پر فتویٰ دکھا دیتا ہے، اور یقین دلا سکتا ہے کہ اس میں ذرہ بھر بناوٹ نہیں ہے، اور فقیر نے کوئی بات اپنی طرف سے بنا کر صاحب براہین پر عوام کو ہرگز گمراہ نہیں کیا۔ بلکہ خود اُس نے پہلے مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کا اثبات کیا اور اُس کے منکر کی بدگوئی کی۔ پھر جواب تفصیلی میں لکھا کہ امکان کذب کمال الوہیت اور شعبہ عموم قدرت ہے، اور اہل حق کا یہی عقیدہ ہے، اور اس کا مخالف اہل سنت سے خارج ہے، چنانچہ اوپر اس کی نقل اور تردید مرقوم ہو چکی ہے پناہ بخدائے بیہمتا کہ ہم دین میں افترا کریں۔ بلکہ یہ بات امکان کذب کے معتقدین کی ہی عادت سے ہے۔

پھر جواب تفصیلی میں ہے، قولہٗ اللہ تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا ہے جس سے آپ کی مثل محال اور ممتنع قرار پا چکی ہے الخ مولوی قصوری جو اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مثل پر قادر نہیں سو اس سے قصور قدرت ثابت نہیں ہوتا البتہ قصوری صاحب کے قصور فہم کی دلیل ہے، چنانچہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہو جائے گا۔ حاصل دلیل یہ ہے کہ آپ کی مثل ممتنع ہے قدرت الٰہی کے نیچے داخل نہیں ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر قدرت الٰہی کے نیچے داخل نہیں ہے، صغریٰ کے ثبوت میں آیت خاتم النبیین کو ذکر کیا ہے اور کبریٰ کے ثبوت میں جمیع تفاسیر معتبرہ کا حوالہ بیان کیا ہے، اب ہم اس

[ع۱] مدعیوں کے مونہہ کالے ہوئے جو ہندوستان میں ملحدوں کا دین نکلا ہے

دلیل کی ہر ایک جزو میں کلام کرتے ہیں :۔

اول صغریٰ میں مراد ممتنع سے ممتنع بالذات مراد ہے یا ممتنع بالغیر اگر ممتنع بالذات مراد ہے تو یہ غیر مسلّم ہے، کیوں کہ جس کا وجود فی ذاتہ ممکن نہ ہو اور منشا امتناع اس کی ذات ہو وہ ممتنع بالذات ہے، چنانچہ دو نقیضوں کا جمع ہونا مثل وجود زید و عدم زید آن واحد میں اور جہاں کسی امر خارج سے امتناع ہو تو وہ ممتنع بالذات نہیں بلکہ ممتنع بالغیر ہے، مثلاً کسی کی نسبت خدائے تعالیٰ کا خبر دینا کہ یہ واقع نہ ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کا ممتنع ہونا بوجہ اخبار الٰہی ہے، نہ فی حد ذاتہ اس لئے ممتنع بالغیر ہوا تو اس شق پر صغریٰ ممنوع ہوا۔ اور اگر ممتنع بالغیر مراد ہے تو یہ مسلّم ہے، لیکن اس صورت میں حد اوسط مکرر نہ ہوگی۔ پس مطلوب ثابت نہ ہوا۔ اور کبریٰ میں جو محال ہے اُس سے اگر مراد ممتنع بالغیر ہے تو یہ غیر مسلّم ہے، کیوں کہ ممتنع بالغیر جو درحقیقت ممکن بالذات کے منافی نہیں ہے خدا کی قدرت کے نیچے داخل ہے، آج تک اس میں اختلاف نہ کسی متکلم نے کیا نہ کسی مفسّر نے، چہ جائیکہ جمیع مفسرین، اور سند اس کی شرح مواقف میں ہے کہ قدرت الٰہی تمام ممکنات پر شامل ہے، پھر صاف لکھا ہے کہ ممتنع بالغیر جملہ ممکنات میں داخل ہے یعنی سوائے ممتنع بالذات اور واجب بالذات

عبارت شرح مواقف۔ ان قدرتہ تعالیٰ تعم سائر الممکنات ای جمیعًا ثم قال، لان الوجوب والامتناع الذاتیین یحیلان المقدوریۃ۔ انتہی ۱۲

کے سب پر قدرت شامل ہے، قدرت کا شمول اگر محال ہے تو واجب بالذات اور ممتنع بالذات ہی کو ہے جیسا کہ شرح مواقف میں ہے، ہر چند مولوی قصوری بھی ممکنات کو قدرت میں داخل سمجھتے ہیں، مگر ممتنع بالغیر اور ممتنع بالذات میں فرق نہیں سمجھتے۔ جس سے ظاہر ہے کہ کتب کلامیہ سے محض ناآشنا ہیں، یہ مسئلہ کہ سوائے ممتنع بالذات اور واجب بالذات کے سب پر قدرت شامل ہے کسی کا اہل حق سے اس میں خلاف نہیں ہے، جب ایسے مسائل میں یہ حال ہے تو اور مسائل دقیقہ کلامیہ کو اسی پر قیاس کر لیجئے ع

قیاس کن زِ گلستان من بہار مرا۔

اور اگر ممتنع و محال سے ممتنع بالذات مراد ہے تو مسلم ہے کہ وہ قدرت میں داخل نہیں۔ اس صورت میں حد اوسط مکرر نہ ہوئی۔ کیونکہ صغریٰ میں ممتنع بالذات مراد نہیں، پس صغریٰ کا ممتنع اور ہے اور کبریٰ کا ممتنع اور ہے تو دلیل اپنے اجزاء سے گر گئی۔ افسوس اس دلیل کے اِدھر اُدھر سے جمع کرنے میں جو محنت ہوئی تھی ایک دم بھر میں رائگاں ہو گئی۔" انتہیٰ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ ہر چند مسائل نقلیہ کے بیان میں ترتیب مقدمات عقلیہ فقیر کو ناپسند ہے کہ نقل محتاج عقل کی نہیں مگر مکذبین کی بنیاد کی بیخ کنی کی غرض سے باری تعالیٰ کی مدد سے عرض کرتا ہوں کہ مکذبین کے بنائی صغریٰ میں مراد ممتنع لذاتہ ہے، کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل اور نہیں

محمد بگر رسول، اور اس میں شک نہیں کہ آپ کی رسالت تب ہی تمام ہو گی جب آپ سب نبیوں کے ختم کرنے والے اور ساری خلقت کی طرف پیغمبر اور سب سے بہتر ہوں، اور آپ کو یہ مراتب بلند محققین کے اتفاق سے عالم روحانی میں ہی حاصل تھے، اور ان خواص لازمہ ذات شریف غیر منفکہ عنصر لطیف میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے، تو مثل آپ کی ممتنع لذاتہ ہوئی، جیسا کہ سب کے اجماع سے باری تعالیٰ واحد لاشریک ہے اور اس کی مثل بھی ممتنع لذاتہ ہے، اور ایسا ہی کبریٰ میں محال اور ممتنع سے مراد ممتنع لذاتہ ہے جو صغریٰ میں بھی یہی تھا، پس حد اوسط مکرر ہو گئی۔ اور نتیجہ صحیح نکلا کہ آپ کی مثل قدرت الٰہی میں داخل نہیں ہے، چنانچہ حق سبحانہ کی مثل بھی قدرت میں داخل نہیں، اور ان دونوں صورتوں میں کوئی عجز لازم نہیں آتی ہے، اور بفضلہ تعالیٰ عنقریب اس کی زیادہ تحقیق آتی ہے، جس میں مکذبین کے اعتراضات کی تردید بھی شامل ہو گی۔ کیا خوب امداد ہے رب العباد کی کہ فقیر قصوری کے تھوڑے سے لفظوں سے تودہ طومار باطل ہو جاتے ہیں۔ سیدھے راہ کی راہ نمائی پر خدائے بیہمتا کی شکر ہے،

صاحب براہین جواب تفصیلی میں لکھتا ہے :- "قولہ اور اس سے قادر مطلق کی عجز ہرگز نہیں نکلتی الخ اقول اگر ممتنع سے ممتنع بالذات مراد ہے، تو بے شک اللہ تعالیٰ کا عجز ثابت نہیں ہوتا۔ مگر یہ آپ کو مفید نہیں ہے، کما مر اور اگر ممتنع بالغیر مراد ہے تو قادر مطلق کا عجز بے شک لازم آتا ہے، خدا اس سے بہت اونچا ہے، چنانچہ ثابت ہو چکا ہے کہ ممتنع بالغیر تحت قدرت ہے۔" انتہیٰ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کی دلالت سے ابھی اوپر مذکور ہوا ہے کہ آپ کے مثل جمیع کمالات مختصہ میں ممتنع لذاتہ ہے قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے اور یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان والا کی رعایت ہے، خصوصًا ان ایام نافرجام میں اور اس ادب پر بھی ہم کو جزائے خیر ملے گی کہ ہم یوں نہیں کہتے کہ حق تعالیٰ ممتنعات لذاتہا پر قادر نہیں، جیساکہ مکذبین کہتے ہیں، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ممتنعات کی ناقابلیت سے قدرت اُن سے متعلق نہیں ہوتی ہے، مولانا قاری علیہ رحمۃ الباری نے شرح[1] فقہ اکبر میں کیا خوب لکھا ہے کہ:۔

"ہر عام مخصوص ہوتا ہے جیساکہ آیت وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ خدا کی مشی کے ساتھ مخصوص ہے، تاکہ ذات وصفات الٰہی اور غیر مشی مخلوقات اور محال کائنات اس سے نکل جائے، اور حاصل المرام یہ ہے کہ جس سے مشیت الٰہی متعلق ہوتی ہے قدرت بھی اُسی سے تعلق پکڑتی ہے، ورنہ یوں نہ کہا جائے گا کہ خدا محال پر قادر ہے کہ اس کا وقوع معدوم ہے، اور خدا کے کذب کا لزوم ہے، اور یوں بھی نہ کہا جائے گا کہ خدا اس پر قادر نہیں ہے اس کی تعظیم کی رو سے انتہٰی مترجمًا

---

[1] عبارت شرح فقہ اکبر۔ کل عام یخص کما خص قولہ تعالیٰ واللہ علیٰ کل شیء قدیر بما شائہ لیخرج ذاتہ وصفاتہ ومالم یشأ من مخلوقاتہ ومایکون من المحال وقوعہ فی کائناتہ وحاصل ان کل شیء تعلقت بہ مشیتہ تعلقت بہ قدرتہ والا فلا یقال ھو قادر علی المحال لعدم وقوعہ ولزوم کذبہ ولا یقال غیر قادر علیہ تعظیما لما لہ یہ انتہٰی ۱۲

اور[۱] جمالین حاشیہ جلالین سورۂ مائدہ کی تفسیر میں آیت وَهُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کے نیچے لکھا ہے کہ :-

سچے کا ثواب دینا اور جھوٹے کا عذاب کرنا مقدورات سے ہے، اور عقل نے ذات اور محالات کو مثل شریک باری تعالیٰ اور ایک ہی وقت میں ایک چیز کا زندہ اور مردہ ہونا مخصوص کر لیا ہے، اس لئے کہ قدرت اور مشیت الٰہی ان سے متعلق نہیں ہوتی، اور ادب کی رو سے یوں بھی نہ کہنا چاہئے کہ خدا ان پر قادر نہیں ہے، اور خدائے پاک کو بہت علم ہے" انتہیٰ شرح شفا میں ہے کہ آپ کے بعد آپ کی نظیر محال ہے"

براہین والے نے جواب تفصیلی میں لکھا ہے قولہ علامۃ الوری امام تورپشتی الخ اقول علامہ تورپشتی کی کلام سے ہرگز آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ یا قصور فہم ہے یا جان بوجھ کر حق سے اعراض ہے، معترض امکان اور امتناع وغیرہما کا نام تو لکھ دیتا ہے مگر معنی ان کے مطلق نہیں سمجھتا۔ یہ الفاظ علماء کی کلام میں مستعمل ہو کر امکان شرعی

---

[۱] عبارت جمالین۔ ومنہ اصابۃ الصادق وتعذیب الکاذب وخص العقل ذاتہ وسائر المحالات کشریک الباری وکحیوٰۃ شئ وموتہ فی اٰن واحد اذ لاتتعلق القدرۃ والمشیۃ بہما ولا یقال ادبًا انہ لیس بقادر علیہما واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ۱۲

وایضًا قال فی شرح الشفاء ومن المعلوم استحالۃ وجود مثلہ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی ۱۲

اور عرفی و عقلی مراد ہوتا ہے، اور علامہ کی کلام میں امکان عقلی مراد نہیں بلکہ عرفی یا شرعی مراد ہے، جیسا کہ اگلی پچھلی کلام کے قرینہ سے ثابت ہے وہ ابتدا میں لکھتے ہیں کہ اکثر حدیثوں سے ثابت ہے کہ نبوت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اور آپ کے پیچھے کوئی نبی نہ ہوگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کا مثل ممتنع بالغیر ہے کیونکہ بوجہ اخبار الٰہی ہے کہ آپ پر نبوت ختم فرما دی۔ اور نیز اخیر میں علامہ موصوف نے یہ لکھا ہے کہ کوئی شخص قدرت کا منکر نہیں ہو سکتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ کی مراد امکان سے امکان عقلی نہیں ہے، اگر نفی امکان عقلی کی ہوتی تو یوں کہتے کہ آپ کی مثل ممتنع بالذات ہے، قدرت کے نیچے داخل نہیں۔ جب کہ علامہ نے اول مثل کو تحت قدرت داخل کیا تو پھر نفی امکان عقلی کی ہرگز مراد نہیں ہو سکتی۔ انتہی بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ عرض کرتا ہے، کہ صاحب براہین مع حواریین جواب تفصیلی کے لکھنے میں ایسی ضد پر اڑے ہیں کہ حق کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے اگرچہ آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو۔

عبارت علامہ تورپشتی دلیل صاحب براہین، ثبت من اکثر الاحادیث ان النبوۃ ختمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یکون نبی بعدہ ۱۲ وقال العلامۃ فی اخر الکلام ان احدا لا ینکر القدرۃ ۱۲

علامہ تورپشتی نظیر رسول اللہ کے قائل نہیں تھے

اے برادر غور کر کہ علامہ تورپشتی نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بیان میں کہا ہے کہ "کوئی وسواس ڈالنے والا یہ وسواس ڈالے کہ خدا ہر شے پر قادر ہے تو آپ کی مثل پیدا کرنے پر بھی قادر ہے" تو ایسے شخص کے رد میں علامہ تورپشتی نے وہ کلام فرمائی جس کو ختم نبوت کے معاندین نے حقیقت پر حمل کر لیا اور علامہ کو آپ کی مثل کے مقدور الٰہی جاننے والوں سے بنا دیا۔ برخلاف منطوق اس کے کلام کی یہ تو ابتدا کلام ہے اور اخیر میں علامہ فرماتے ہیں :۔

اور وہ شخص جو کہتا ہے کہ آپ کے پیچھے دوسرا نبی تھا یا ہے یا ہوگا اور وہ شخص کہ کہتا ہے کہ امکان مثل کا ہے کافر ہے یہی شرط ہے درستی ایمان کی خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر"

یہ ترجمہ علامہ کی کلام کا ہے جو صاف صاف بتلا رہا ہے کہ مراد علامہ کی امکان عقلی کی نفی ہے، اور علامہ کی کتاب کا مدار اقسام ممتنع کے بیان کا نہیں تاکہ وہ تصریح کرتا کہ آپ کی مثل ممتنع بالذات ہے کیوں کہ وہ کتاب مسائل اعتقادیہ کے بیان میں جو ثابت ہیں ادلہ شرعیہ سے نہ ادلہ عقلیہ فلسفیہ سے، جیسا کہ دانش مند اس کے

دلیل حضرت صاحب کلام علامہ تورپشتی۔ ان موسوسا یوسوس بان اللہ قادر علی خلق مثلہ علیہ السلام انتہی ۱۲ عبارت علامہ تورپشتی۔ وآنکس کہ گوید بعد از وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود وآنکس نیز کہ گوید امکان دارد کہ باشد کافر است این است شرط درستی ایمان بر خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی بلفظہ ۱۲

مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں ہے، اور حق تعالیٰ کے امکان کذب کو روا رکھنے والوں کا یہ قاعدہ کہ جو چیز بوجہ اخبار الٰہی ممتنع ہو تو وہ ممتنع بالغیر ہوتی ہے، صریح مقتضی ہے اس بات کا کہ حق سبحانہ کی مثل بھی ممتنع بالغیر قدرت کے نیچے داخل ہو، کیوں کہ وہ بھی بوجہ اخبار الٰہی کے یعنی آیت واعلم انہ لا الٰہ الا اللہ، اور جان لے کہ اللہ ایک ہے، اور دوسری آیات قرآنی سے ہے اور حال یہ ہے کہ فریقین سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، پس یہ قاعدہ ہی بے فائدہ ہے۔

صاحب براہین مع حوارین جواب تفصیلی میں لکھتے ہیں علامہ قاری نے شرح فقہ اکبر میں محال کا قدرت کے نیچے داخل ہونا منع لکھا ہے۔"

اقول آپ علامہ قاری کا مطلب نہیں سمجھے جو محال قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے وہ ممتنع بالذات ہے جیسا کہ ابھی شرح مواقف سے بیان کیا گیا ہے کہ صرف واجب بالذات اور ممتنع بالذات قدرت کے نیچے داخل نہیں سوائے اس کے سب قدرت کے نیچے داخل ہیں آپ اگر ممتنع بالغیر کو بھی داخل قدرت نہیں سمجھے تو یہ جمہور اہل سنت کے برخلاف ہے۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ اوپر علامہ قاری کی کلام منقول ہوئی ہے کہ جس شے سے مشیت الٰہی متعلق ہوتی ہے۔ قدرت بھی اس سے متعلق ہوتی ہے۔ اور اس سے بخوبی ثابت ہے کہ آپ کی نظیر سے حسب مشیت الٰہی متعلق نہیں بحکم وخاتم النبیین تو قدرت بھی اس سے متعلق نہیں اور

نیز شرح شفا سے بھی منقول ہوا ہے کہ آپ کے بعد آپ کی نظیر محال ہے۔ اب ہر دانش مند سچی شہادت دے گا کہ نفیر قصوری نے علامہ قاری کی مراد ٹھیک سمجھی ہے اور امکان کذب کے قائلوں نے قرآن مجید کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور فلسفی خیالات کے پیچھے لگ گئے پس خدا پاک ہی منتقم کافی ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے **قولہ** تاکہ کلام باری میں کذب لازم نہ آوے الخ **اقول** وجہ استلزام بیان فرمائی اور اس کے ساتھ علامہ قاری کی عبارت کا مطلب بھی ورنہ عبارت کا ترجمہ بغیر سوچے سمجھے ٹھیک نہیں ہو سکتا۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے۔ ابھی اوپر علامہ قاری کی عبارت کا مطلب بیان کیا ہے۔ جو ہمارے دعوے کا مؤید ہے۔ اور وجہ استلزام یہ ہے۔ کہ اگر کہا جائے کہ آپ کی نظیر داخل قدرت ہے۔ تو اس سے خاتم النبیین کا کذب لازم آتا ہے۔ اور نیز اگر یہ کہا جائے کہ خدائے پاک جس چیز کو نہ چاہے وہ اس کی قدرت کے نیچے داخل ہے۔ تو یہ آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہ کذب کو لازم پکڑتا ہے اور وہی مالک ہدایت ضلالت سے بچانے والا ہے

مولانا فضل الرسول بدایونی اور اُن کی تصانیف

جواب تفصیلی میں ہے۔ **قولہ** رسالہ معتقد منتقد اقول اوّل

تو رسالہ المعتقد کا حوالہ دینا فن مناظرہ سے اپنی دست گاہ ظاہر کرنا ہے۔ کیوں کہ اس کے مؤلف فضل الرسول بدایونی کو ہم مروج بدعات جانتے ہیں۔ اس کا قول ہمارے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ دوسرا علامہ تورپشتی کی تکفیر اس کا جواب مسکت ہو چکا ہے۔ ہاں علامہ نابلسی کا حوالہ جدید ہے اور وہ ہمارا مؤید ہے کیوں کہ اس میں بدلیل آیت خاتم النبیین جو آپ کی مثل کو ممتنع کہا ہے۔ تو وہ ممتنع بالغیر ہے نہ ممتنع بالذات۔ جو منافی ممکن بالذات کے ہو سکتا اب اگر علامہ نابلسی کی کلام میں روا اور ممکن سے مراد امکان عقلی ہو تو کلام متناقض ہو جائے گی۔ کیوں کہ دلیل آیت سے ممتنع بالغیر ثابت ہوتا ہے۔ تو ممتنع بالذات کے ارادہ سے دعویٰ اور دلیل متناقض ہو جاویں گی۔ اور امکان عرفی یا شرعی مراد لینے سے تقریب تام اور دلیل و دعوی باہم مطابق ہو جاویں گے انتہیٰ بلفظہٖ

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے۔ اوّلاً معلوم رہے کہ مولانا فضل الرسول جو اکابر علمائے ہندوستان سے تھے جب انہوں نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تردید میں دلائل قاطعہ سے رسائل لکھے کہ وہ مخالف اہل سنت ہے اور اُس کے اس کلام سے تمام انبیاء کی توہین عموماً اور سرور عالم صلّی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہٖ وسلم کی اہانت خصوصاً ظاہر ہے تو اب ان علمائے مکذبین نے جو سخت معتقد مولوی دہلوی کے ہیں۔ اُس کی رعایت سے

اس کی تردید کرنے والے کو مروج بدعات کہہ دیا۔ اور آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادنیٰ رعایت بھی نہ کی۔

دوسرا[۲] اوپر بارہا مذکور ہو چکا ہے کہ مکذبین کے اس قاعدہ سے کہ جو چیز آیت سے ممتنع ہو، وہ ممتنع بالغیر قدرت کے نیچے داخل ہے بخوبی لازم ہے کہ شریک باری بھی ممتنع بالغیر قدرت کے نیچے داخل ہو۔ اور یہ بالاجماع باطل ہے اور قرآن مجید ناطق ہے کہ جس کو خدا نہ چاہے وہ قدرت کے نیچے داخل نہیں، خواہ اس کا نام کوئی ممتنع بالذات رکھے یا ممتنع بالغیر، جیسا کہ معتبر تفسیروں اور شرح فقہ اکبر وغیرہ سے منقول ہو چکا ہے، پس صریح ثابت ہے کہ علماء اہل سنّت کی کلام میں جو اس مسئلہ کے بیان میں لفظ امکان وجواز جو مستعمل ہے، تو مراد اس سے امکان عقلی ہی ہے اور خدائے پاک ہی سیدھے راستہ کا راہ نما ہے۔

تیسرا[۳] مکذبین نے جو کلام علامہ تورپشتی کی تحریف کی تھی اس کی ضروری تردید ہو چکی ہے، جس سے واضح ہو گیا ہے کہ اُن کی کلام میں امکان عقلی ہی مراد ہے اتباع حق کی توفیق رفیق ہو۔

جواب تفصیلی میں ہے قولہ اور تحفہ شرح منہاج سے بھی نقل کیا ہے الخ

اقول اس کا جواب بھی بعینہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکا ہے، "غلطی یہ ہے کہ آپ جواز وامکان کے ہر ایک جگہ ایک ہی معنی خیال کرتے ہیں۔ اگر کتب کلام اور فقہ آپ نے دیکھی ہوتی، تو معلوم ہو جاتا کہ اِن الفاظ کا استعمال امکان عقلی میں ہی محصور نہیں، اور ہماری گفت کو یہاں امکان عقلی میں ہے" اھ بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہ عرض کرتا ہے کہ اوپر جواب اس کا مسطور ہو چکا ہے کہ قرآن شافی بیان سے فرما رہا ہے کہ خدا جس چیز کو چاہے اس پر قادر ہے، اور جس کو نہ چاہے، وہ اس کی قدرت کے نیچے داخل نہیں، پس بالیقین معلوم ہوا کہ مراد امکان اور جواز سے امکان عقلی ہے، اور جو اس کے برخلاف ہے وہ قرآن سے روگردان اور معاذ اللہ علمائے عقائد اور فقہائے قرآن مجید کے برخلاف کب کچھ بیان کر سکتے ہیں۔ خدا جس کو چاہے راہ دکھائے۔ سخت افسوس ہے ان مکذبین کے حال پر کہ خود ہی لکھتے ہیں کہ عقائد کا ثبوت قرآن و صحیح حدیث یعنی دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ خبر احاد یہاں کافی نہیں، اور اس جگہ شہادت قرآن کو پس پشت ڈالے جاتے ہیں۔

جواب تفصیلی میں صاحب براہین مع حواریین لکھتے ہیں :۔

قولہ اب مقام غور ہے، جناب باری تعالیٰ کی قدرت کو محیط جملہ ممکنات نہ ماننا اور اس کو عاجز جاننا اور رسول علیہ السلام کی مثل کو ممتنع بالذات ٹھہرا کر خدا کی قدرت سے باہر سمجھنا بے شک تیرھویں صدی کے مبتدعین کا قول ہے، سلف میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہوا ہے، چنانچہ ادلہ عقلی اور نقلی جو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہم بیان کریں گے، اُن سے اور بھی یہ مُدعا روشن ہو جائے گا۔

اب مقام غور ہے کہ تیرھویں صدی کی بدعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واقعی فضیلت سمجھنا کن لوگوں کا کام ہے۔

مشیّتِ خداوندی اور قدرتِ الٰہی

فقیر کان اللہ لہ القدیر کہتا ہے، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کو غیر داخل قدرت اوّل تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آیت وخاتم النبیّٖن اور انّ اللّٰہ علیٰ کُلِّ شیٍٔ قدیر پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیثوں میں آیا ہے، میں وہ اینٹ ہوں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں، اور میرے پیچھے نہ کوئی رسول ہونا ہے، نہ نبی آیا ہے کہ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں، اور میرے پیچھے نہ کوئی رسول ہونا ہے نہ نبی، پھر قرآن مجید کے مفسرین اور علمائے علم عقائد سے اوپر تصریحیں منقول ہوئی ہیں کہ آپ کی مثل یا کوئی اور محال جس کو خدا نہ چاہے، وہ قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے، اب مکذبین کا یوں کہنا کہ یہ قول تیرھویں صدی کے بدعتیوں کا ہے سلف سے کوئی اس کا قائل نہیں ہوا بلا شبہ مومن کی زبان سے نہیں نکلتا، گمراہوں اور مغضوبیوں سے پناہ بخدا۔ اور بلا ریب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کا قدرت کے نیچے داخل نہ ہونا ایک عمدہ فضیلت ہے، جس سے آپ سب پر بزرگوار ہیں، صاحب قصیدہ بردہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

کہ آپ اپنی خوبیوں میں لاشریک اور بے مانند ہیں۔ پس ایسی فضیلت کو

حدیث متفق علیہ۔ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیّٖن جئت فختمت الانبیاء
وفی روایۃ الترمذی ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ۱۲

بدعت کہنے والے سوائے باری تعالیٰ کے امکان کذب ثابت کرنے والوں کے اور کون ہے؟

جواب تفصیلی میں ہے قولہٗ علاوہ کمال تنقیص شان والائے الخ

اقول۔ اگر ایسے عقیدہ کا نام تنقیص شان ہے، جو کتاب و سنّت و اجماع اُمت سے ثابت ہو تو ایسی نافہمی سے کیا بعید ہے کہ عبدہٗ و رسولہٗ کو بھی موجب تنقیص شان خیال کیا جاوے، کیوں کہ عبد کے معنی غلام کے ہیں۔

فقیر کان اللہ لہ القدیر کہتا ہے کہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وسلم کی مثل کی قدرت میں داخل ہونے کے عقیدہ کو کتاب سنت اجماع اُمت سے ثابت کہنا محض دروغ بے فروغ ہے، جس کا ذکر بارہا ہو چکا ہے، اور آپ کی نظیر کو شئے یعنی خدا کی چاہی ہوئی بنانا پھر اُس کو قدرت کے تلے داخل فرمانا سراسر خلاف قرآن اور ہوائے نفسانی سے تفسیر فرقان ہے، پناہ بخدا۔ اور حق سبحانہ نے جو اپنے حبیب قریب علیہ الصلوٰۃ کو عبدہٗ و رسولہ فرمایا ہے، تو یہ پرلے درجے کی فضیلت ہے، جس سے متحقق ہوا کہ آپ خدا کے مقرب بندوں سے کامل فرد ہیں، جن کی مثل اور نظیر عقلاً شرعاً عرفاً غیر ممکن ہے،

جواب تفصیلی میں لکھا ہے، قولہ اکابر علمائے عرب و عجم کو بھی بدعتی بنا دیا ہے الخ اقول اکابر علماء میں سے کسی کو بدعتی نہیں بنایا۔ بلکہ جو در حقیقت بدعتی ہیں وہی اس کے مصداق ہیں۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، بارہا مذکور ہو چکا ہے، کہ قرآن و حدیث سے

بخوبی ثابت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل قدرت میں داخل نہیں اور مفسرین وعلمائے عقائد نے بھی اس کی تصریح کی ہے، پس اس عقیدہ کو بدعت کہنا اور اس پر معتقدین کا بدعتی نام رکھنا علمائے ربانیین سے بڑھ کر سید المرسلین اور رب العالمین کی بے ادبی ہے، پس سخت رسوائی ہے مکذبین کی

جواب تفصیلی میں درج ہے قولہ سورۂ یٰس کی آیت اقول ہر چند آیت اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ اُن لوگوں کے رد میں ہے جو حشر قیامت کے منکر تھے، لیکن امکان خلق مثل اس کا مفہوم صریح ہے، انکار اس سے مکابرہ اور انکار نص ہے، اس کو اگر منکرین بعث کے رد میں نازل کیا تو کیا اس کا مفہوم صریح جاتا رہا۔ اصل یہ ہے کہ اس آیت میں قدرت خلق بالمثل سے قدرت علی البعث کو ثابت فرمایا ہے اس صورت میں امکان خلق مثل آیت سے ظاہر الثبوت ہے، جس نے اس کو امکان مثل کے ثبوت میں ذکر کیا ہے درست ہے لیکن کسی کی سمجھ میں اگر صاف بات نہ آوے تو اس کا کیا علاج، اگر ہماری نہیں مانتے تو شرح مواقف اور جملہ متکلمین کے قول سے بھی انکار ہے جنہوں نے امکان مثل ثابت کیا ہے، شرح مواقف میں لکھا ہے کہ متکلمین

عبارت شرح مواقف۔ جوز المتکلمون وجود عالم آخر مماثل لھذا العالم لان الامور المماثلة یتشارک فی الاحکام والیہ الاشارۃ بقولہ تعالیٰ فی الکلام المجید اولیس الذی خلق السموٰت والارض بقادر الآیۃ ۱۲

نے دوسرے جہان مثل اس جہان کا ہونا روا رکھا ہے، کیونکہ امور
مماثلہ احکام میں مشارک ہوتے ہیں اور اس کی طرف اشارہ ہے
آیت اولیس الذی الآیۃ میں اھ اگر آپ ائمہ دین اور ائمہ کلام
کی بھی نہ مانیں تو آپ جانیں ہم کو آپ سے سروکار نہیں " انتہی بلفظہ
فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ ہم علمائے اہل سنت کی کلام کو بخوبی تسلیم کرتے
ہیں چہ جائے کہ ائمہ دین کی کلام ہو۔ مگر یہ یاد رہے کہ مبتدعین مخالفین
اہل سنت کی کلام کو ہرگز نہیں مانتے۔ صاحب براہین خود تسلیم کر چکا ہے کہ عقائد
نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتے ہیں نہ خبر واحد سے صفحہ (۴۶) میں دیکھو پس عجب
در عجب ہے مؤلف براہین مع حواریین سے کہ بار بار یہی دعویٰ ہے کہ امکانِ
مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتاب وسنت واجماع اُمت سے ثابت ہے۔
اور کسی آیت یا حدیث قطعی الدلالت سے اس کو ثابت نہیں کیا اور آیت اِنَّ
اللہ علیٰ کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ جو اوّل اس پر دلیل لکھی ہے تو وہ بالکل اُن کے مدعا کے
برخلاف ہے۔ کیونکہ اس سے صریح ثابت ہے۔ کہ جو چیز مشیت میں داخل ہے
وہ قدرت کے نیچے بھی داخل ہے۔ اور آیت وخاتم النبیین بڑی شدومد سے
فرما رہی ہے کہ آپ کی مثل مشیت میں داخل نہیں تو قدرت میں بھی داخل نہ ہوئی
پس امکان کذب والوں کا آیت انّ اللہ علیٰ کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ سے استدلال کرنا جو
مخالف فرمان قرآن ہے کوئی بھی اہل ایمان سے قبول نہیں کرنا اور یہ دعویٰ
کہ جو چیز اخبار الٰہی سے ممتنع ہو وہ ممتنع بالغیر داخل قدرت ہے۔ ہر چند بلا دلیل
قطعی کے ہے۔ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے۔ کہ حق تعالیٰ کی مثل بھی قدرت

الٰہی کے نیچے داخل ہو۔ پس یہ سارے اہل حق سے صریح مخالف کیونکر مانی جاوے
رہا استدلال آیت اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ الآیۃ سے سوحسب نقل مکذبین کے
عبارت شرح مواقف میں تصریح ہے۔ کہ اس آیت میں اشارہ ہے امکان
وجود عالم آخر پر۔

پس مسئلہ اعتقادیہ آیت کے اشارہ سے کیونکر ثابت ہوگا معہٰذا اس
میں امکان مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تصریح کہاں ہے۔ اور قرآن مجید سے
امتناع مثل بخوبی ثابت ہے جس کا ذکر بارہا ہو چکا ہے۔ پس ایسے استدلال
مکذبین مبتدعین کے کب قابل تسلیم ہو سکتے ہیں۔ اور آئمہ دین کی کلام پر بخوبی
یقین ہے۔ ع ولیک می نتواں از زبان ایشاں رست ؎ افترا کرنے والوں سے
خدا ہی منتقم کافی ہے جواب تفصیلی میں درج ہے۔ قولہ تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی مثل جب بحکم قرآن الخ اقول اس کے تکرار سے شاید یہ مقصود ہے
کہ کوئی نادان سمجھے کہ آپ نے بہت سی دلیلیں قائم کی ہیں ہم آپ کی طرح
تضییع اوقات نہیں کرتے اس کا جواب پہلے ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا "مثل ممتنع بالغیر ہے" جس پر خدا کی قدرت شامل ہے" انتہیٰ بلفظہ
فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ مکذبین کے بار بار جواب دینے سے جو تضییع
اوقات ہو تو فقیر اس سے ملال نہیں کرتا ہے، کیوں کہ حق تعالیٰ کی رضامندی
اور دین اسلام کی حمایت اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا مکرر
بیان کرنا مقصود ہے، اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا۔ اور مکرر مذکور ہوا ہے، کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کے ممتنع بالغیر داخل قدرت ہونے کی دلیل بعینہ شریک

باری کے بھی ممتنع بالغیر داخل قدرت ہونے پر پکّی دلیل ہے، اور یہ سب کے اتفاق سے باطل ہے، پس مبتدعین کی یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے۔

جواب تفصیلی میں لکھا ہے۔ **قوله** اور قیامت کو آپ کا حشر بھی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ میں داخل نہیں، **اقول** یہ عجیب جملہ ہے بے معنی، شائد مطلب معترض کا یہ ہو کہ اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ کے معنی یَحْشُرُهُمْ کے ہیں، سو یہ خلاف منطوق ایجاد بندہ ہیں جس کا جواب ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد اطہر کے ساتھ قبر میں زندہ ہیں!

رہی یہ بات کہ جناب سرور کائنات ؐ اسی جسد اطہر کے ساتھ قبر شریف میں زندہ ہیں، اس میں کیا کلام ہے، ہم جملہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ اپنی قبور میں انہیں اجساد کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ انتہیٰ بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ جس فقرہ کو مکذبین بے معنی کہہ رہے ہیں اس کے بہت صاف معنی یہ ہیں کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منور میں اسی جسد اطہر سے حیات ہیں تو آپ پر یہ راست نہیں آتا کہ آپ کی مثل پیدا ہو گی۔ کیوں کہ مثل کا پیدا کرنا اصل کے معدوم کے بعد ہے، اور اس جگہ اصل ہی موجود ہے۔ پھر آیت خلق مثل اور احیاء موتیٰ سے

جب مراد ایک ہی ہے کہ منکرین حشر کے مقابلہ میں ارشاد ہے تو اس کا انکار اور اس کو خلاف منطوق قرآن فقیر کا ایجاد قرار دینا محض افترا نہیں تو اور کیا ہے اگر خوف تطویل نہ ہوتا تو مفسرین کی عبارتیں مکذبین کی تردید میں منقول ہوتیں، مگر علمائے ربانی فقیر کی راستی پر شاہد ہیں۔

جواب تفصیلی میں ہے" **قولہ** "الغرض جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی مثل اُس کی قدرت کے نیچے داخل نہیں ایسا ہی حبیب رب العالمین کی مثل بھی مقدورات الٰہی سے خارج ہے"۔

اقول کیا بڑی بات ہو کر نکلتی ہے اُن کے منہ سے، سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِس صفت میں جو خاص جناب باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے برابر ٹھہرا دیا یہ شرک نہیں تو اور کیا ہے، اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ممتنع بالغیر خیال کرتے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے، تو کیوں ایسے فاسد عقیدہ میں مبتلا ہوتے، لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ خاص باری تعالیٰ کی صفت ہے، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس صفت میں شریک مان لیا" انتہیٰ بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ مکذبین نے اوپر ممتنع بالذات کی مثال اجتماع نقیضین مثل وجود وعدم زاید آن واحد میں جو لکھی ہے تو وہاں اجتماع نقیضین کو باری تعالیٰ کی صفت مختصہ میں جو لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ہے برابر کرنے سے کچھ پرواہ نہ کی اور آیت كَبُرَتْ كَلِمَةً نہ لکھی۔

اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ شرک نام ہے وجوب وجود اور استحقاق عبادت میں کسی کو باری تعالیٰ سے شریک بنانے کا، جیسا کہ کتب عقائد میں مرقوم ہے ورنہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خدائے بہمتا سے ایمان اور اطاعت میں شریک بنانا بحکم قرآن وحدیث واجماع فرض ہے، اور دو چیزوں کا بعض لوازم میں شریک ہونا یہ واجب نہیں کرتا ہے کہ ایک دوسرے سے فی الحقیقت یا تمام عوارض میں برابر ہو گیا۔ غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کوئی شرک ممنوع نہیں ہے، مگر احول ایک چیز کو دو ہی دیکھتا ہے، براہین والے نے مع حوارتین جواب تفصیلی میں لکھا ہے :-

مولینا فیض الحسنؒ کا مقامِ علمی!

قولہ مولوی فیض الحسن صاحب الخ

اقول مولوی فیض الحسن صاحب کی اخبار کا حوالہ عجیب حوالہ ہے گفت گو تو مسائل اعتقادیہ قطعیہ میں ہے، اور حوالہ اخبار کا مع ہذا کوئی دلیل عقلی نہ نقلی اس سے نقل کی"

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ مولینا فیض الحسن مشہور جلیل القدر علمائے ہندوستان سے علوم نقلی وعقلی میں تصانیف مفیدہ کا مصنف ہے، تفسیر جلالین کا حاشیہ اور تفسیر بیضاوی کے اشعار پر شرح اور مشکوٰۃ المصابیح کی بھی شرح لکھی ہے، لاہور سے ایک مرتبہ جب بہاول پور میں وارد ہوئے تھے، تو یہ خلیل احمد اُن کی جوتیاں آگے رکھتے تھے، کیوں کہ آپ ان لوگوں کے

اُستاد تھے، اب اِن مخالفین حق سے جو وہ مخالف ہوئے اور اُن کے مرشد رشید احمد پر گرفت کرنے لگے تو سخن حق کی تلخی سے اُن کے اخبار کا حوالہ ناپسند آیا حالانکہ اس عربی اخبار کے پڑھنے والے یقین کرتے ہیں، کہ وہ اخبار مسائل شرعیہ کی تحقیق میں عجیب تر چیز ہے۔

اب فقیر متعلق اس مسئلہ کے اُن کی کلام نقل کرتا ہے، تاکہ ناظرین اس کا رتبہ معلوم کریں۔

مولٰنا فیض الحسن سہارنپوری کی دیوبندی اعتقاد پر گرفت

ساتویں سال کی پہلی اخبار" شفاء الصدور" میں کہتے ہیں کہ:-

"ابتداء اور وسط اور انتہا حقیقی بھی ہوتا ہے اور عرفی بھی خواہ کم متصل یا منفصل میں متحقق ہو اُن کے عرفی اور اضافی کا تعدد محال نہیں مگر حقیقی کا تعدد کم معین کی طرف نسبت کرنے سے سطح ہو خواہ خط ہو خواہ جسم ممتنع ہے، اس لئے کہ شارح تہذیب نے کہا ہے کہ بسم اللہ میں ابتدا حقیقی پر محمول ہے، اور حمد کی حدیث میں

اصل عبارت شفاء الصدور۔ ان کلا من الابتداء والوسط والانتہاء یکون حقیقیا وعرفیا سواء تحقق فی الکم المتصل اوالکم المنفصل والعرفی و الاضافی منہما لا استحالۃ فی تعددہ واما الحقیقی منہما فیمتنع تعددہ بالاضافۃ الی کم معین سطحاً کان اوخطاً اوجسماً ولذلک قال شارح التہذیب ان الابتداء فی التسمیۃ محمول علی الحقیقی وفی حدیث التحمید

اضافی یا عرفی پر پس دو واقعی فرد کا ہونا کہ ایک اُن میں سے ابتدا
حقیقی یا وسط حقیقی یا انتہا حقیقی امر ممتد ذی کمیت کے واسطے
ہو ممتنع ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک معین دائرہ کے لئے دو
مرکز حقیقی کا ہونا ممتنع ہے، پس وہ نقطہ جو ایک معین دائرہ
کا مرکز قرار دیا جاوے چھوٹا ہو خواہ بڑا محال ہے، کہ کوئی دوسرا
نقطہ اس کی مانند اسی دائرہ کا مرکز ہو، اور ایسا ہی حال ہے
دونوں قطب اور منطقہ میں، اور اسی طرح ہر ایک نقطہ یا خط
یا سطح جب متعین ہو کہ اس کا ابتدا یا وسط یا انتہا حقیقی ہے
خط معین یا جسم معین یا سطح معین کے لئے تو کسی دوسرے نقطہ یا
خط یا سطح کا ابتدا یا وسط یا انتہیٰ حقیقی ہونا اسی خط یا سطح یا
جسم کے لئے محال ہے، ورنہ حقیقی حقیقی نہ رہے گا۔ اور یہ

علی الاضافی او العرفی فیمتنع ان یکون فردان واقعیان کل منہما ابتداء حقیقیا او وسط
حقیقی او انتہاء حقیقی لامر ممتد متکمم الا تری ان الدائرۃ المعینۃ یمتنع ان
یکون لہا مرکزان حقیقیان فالنقطۃ التی تعینت مرکز الدائرۃ معینۃ صغیرۃ
کانت او کبیرۃ یمتنع ان یکون نقطۃ اُخری مماثلۃ لہا فی کونہا مرکزاً لتلک
الدائرۃ وکذا الحال قطبیہا و منطقیہا وکذلک کل من النقطۃ والخط والسطح
اذا تعین ان کان ابتداءً حقیقیاً او وسطاً حقیقیاً او انتہاءً حقیقیاً لخط معین
او سطح معین او جسم معین یمتنع ان یکون نقطۃ اخری او خط اخر او سطح
اخر ابتداء حقیقیاً او وسطاً حقیقیاً او انتہیٰ حقیقیاً لذلک الخط او لذلک السطح
او لذلک الجسم والا لا یبقی حقیقیاً ما کان حقیقیاً وھذا الامتناع لیس امتناعاً

امتناع بالغیر نہیں امتناع بالذات ہے کیوں کہ ابتداء حقیقی اور وسط حقیقی اور انتہا حقیقی کے مفہوم کے مصداق کا تعدد ایک چیز کی طرف نسبت کرنے سے نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے غیر ممکن ہے کہ ایک امر مصداق اول شے کا ہو بعد اس کے کہ اُس کے لئے مصداق واحد قرار دیا جائے۔ بیضاوی نے آیت وَلَا تَکُوْنُوْٓا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِہٖ کی تفسیر میں کہا ہے، اگر کوئی اعتراض کرے کہ وہ لوگ تقدم کفر سے کیوں منع کئے گئے حالانکہ اُن سے پہلے مشرکین عرب تھے، یعنی اُن کا قرآن سے پہلے کافر ہونا غیر ممکن ہے جب مشرکین اول کافر تھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اہل کتاب سے تم اوّل کافر نہ ہو جاؤ نہ کہ سب سے۔ اب یہاں پر ایک ہی چیز کی بہ نسبت اَوّلیت نہ ہوئی اور دوسرا منسوب پہلے کا ہے، پس اس کا حال اسی کی طرح پر ہے

بالغیر بل بالذات فان مفهوم الابتداء الحقیقی والوسط الحقیقی والانتهاء الحقیقی یابی تعدد مصداقہ بالاضافة الی شئ واحد ولاجل انہ لایمکن ان یکون امر مصداقاً لاول شئ بعد ما تعین لہ مصداق واحد قال البیضاوی فی تفسیر قولہ تعالیٰ ولا تکونوا اول کافر بہ فان قیل کیف نھوا عن التقدم فی الکفر وقد سبقھم مشرکوا العرب ای لایمکن ان یکونوا اول کافر بالقرآن بعد ما صار المشرکون اول کافر بہ فاجاب بان المراد لا تکونوا اول کافر من اھل الکتاب لا مطلقاً ووجہ لا اولیة بالنسبة الی شئ واحد والآخر مضاف للاول فحالہ کحالہ

جب یہ مقدمہ بیان ہو چکا تو خاتم النبیین کی مثل کہ وہ بھی خاتم اور اس مفہوم کا مصداق ہو سلسلہ موجودات دنیا میں ممتنع ہے جو اس کے ممتنع ہونے کا قائل ہے انہیں معنی سے ہے، نہ ہر وجہ سے مطلق چیز کا امکان مقید کے امکان کو لازم نہیں پکڑتا۔ کیوں نہ ہو کہ حرکت فی الآن ممتنع ہے، حالانکہ مطلق حرکت ممکن ہے، اور زمان کی عدم اس کے وجود کے بعد اور قبل محال ہے، حالانکہ عدم مطلق اس کی ممکن ہے، البتہ آپ کی مثل صرف خاتم ہونے میں بایں وجہ کہ حق تعالیٰ کوئی اور جہان پیدا کر کے اس میں نبی بھیجے، ایک ان کا پہلے حضرت آدمؑ کی مثل ہو، اور اخیر ان کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہو۔ تو اس مثل کے امکان میں کوئی نزاع نہیں ہے کہ یہ کسی اور سلسلہ میں ہے، نہ اس موجودہ جہان دنیا میں، پھر اس فرضی جہان میں جو خاتم النبیین ہوگا اس کی مثل بھی اسی سلسلہ میں غیر ممکن ہوگی۔ اور آپ کی مثل کے امتناع

واذ تمہد ہذا فمثل خاتم النبیین بان یکون ھو ایضاً خاتماً لھم ومصداقاً لہذا المفہوم یمتنع فی ہذہ السلسلۃ الموجودۃ فی عالم الواقع فمن قال بامتناعہ انما قال بھذا المعنی لا مطلقاً وامکان المطلق لا یستلزم امکان المقید کیف وان الحرکۃ فی الآن ممتنعۃ مع ان مطلق الحرکۃ ممکنۃ وعدم الزمان بعد وجودہ وقبل وجودہ مستحیل مع امکان مطلق عدمہ نعم یمکن مثلہ فی مجرد کونہ خاتماً بان یوجد اللہ تعالیٰ عالماً آخر یبعث فیہ الانبیاء ویکون احدھم اولھم کآدم علیہ السلام وآخرھم کنبینا علیہ السلام ولا نزاع فی امکان ھذا المثل فانہ یکون فی سلسلۃ الاخری لا فی ھذہ السلسلۃ الموجودۃ ثم من یکون خاتم النبیین فی تلک السلسلۃ المفروضۃ لا یمکن مثلہ

پھر یہ بھی دلیل ہے کہ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم الانبیاء ہونے کے واسطے کافی ہیں تو دوسرے کا ہونا غیر ممکن ہے اور اگر آپ کافی نہیں تو یا بالکل غیر کافی ہونگے تب اِس مفہوم کے مصداق نہ ہوتے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں یا کسی دوسرے کے ساتھ کافی ہونگے، پس یہ مجموع کافی ہوگا کسی اور کی حاجت نہ رہی، پس اس مجموع کی مثل ممتنع ہوئی، اس وجہ سے کہ یہ بھی خاتم ہے، اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت کے واسطے مستقل علت ہیں، پس اگر آپ کی مانند کوئی خاتم فرض کیا جائے، تو اگر اُسی وقت میں ہے، تو معلول واحد پر اجتماع دو مستقل عِلتوں کا امکان لازم آئے گا۔ اگر بعد اِس کے ہے تو دو مستقل عِلتوں کا ایک معلوم پر توارد

بان یکون ھو ایضاً خاتماً لہم فی تلک السلسلۃ وقد یستدل علی امتناع مثلہ بانہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کان کافیا لختم الانبیاء علیہم السلام فلا یمکن غیرہ کما لا یمکن الفصل الاٰخر لنوع بعد ما تم ھو بفصل وان لم یکن کافیا فاما ان لا یکون کافیا اصلا فلا یکون مصداقاً لھذا المفہوم وقد تقرر انہ خاتم النبیین او یکون کافیا مع غیرہ فیکون المجموع کافیا بحیث لا یبقی حاجۃ الی اٰخر فیکون مثل ھذا المجموع ممتنعا علی ان یکون ھو ایضاً خاتماً فتامل وقد یقال انہ صلی اللہ علیہ وسلم علۃ مستقلۃ للاختتام بہ فلو فرض خاتم اٰخر مثلہ لزم اما امکان اجتماع علتین مستقلتین علی معلول واحد ان کان فی وقتہ واما امکان توارد علتین

لازم آئے گا۔ اور یہ دونوں محال ہیں، اور محال کا امکان بھی محال ہے، اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحکم آیت نَذِیْرًا لِلْعٰلَمِیْنَ کے تمام بنی آدم اور جن جو آپ کے وقت میں موجود تھے اور آپ سے پیچھے پیدا ہونے والے ہیں سب کے نذیر ہیں یعنی ڈرانے والے ہیں، پس اگر آپ کی مثل ممکن ہو، تو وہ من جملہ عالمین کے اُن معنی سے ہو گی تو وہ امت میں سے ہوئی جس کے آپ نذیر ہیں اور کوئی امتی عزت و شرافت میں اپنے نبی کی مانند نہیں ہوتا چہ جائے کہ اس کی مانند ہی بن جائے، اور اگر وہ مثل من جملہ عالمین کے نہ ہو، تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی آدم اور جن کے نذیر نہ ہوئے، حالانکہ فی الواقع آپ سب کے رسول اور نذیر ہیں ان ادلہ کاملہ کو یاد رکھو

علیہ ان کان بعدہ وکلاھما محال وامکان المحال محال وقد یقال انہ صلی اللہ علیہ وسلم نذیر للعالمین لقولہ تعالیٰ نذیرًا للعٰلمین ای لجمیع الانس والجن الموجودین فی وقتہ والاٰتین بعدہ فان امکن مثلہ فاما ان یکون من جملۃ العٰلمین بذلک المعنی اولا یکون فان کان منہم لکان من امتہ صلی اللہ علیہ وسلم لکونہ ممن ھو نذیر لھم وواحد من الامۃ لایکون مثل نبیہ فی العز والتشرف فضلًا من ان یکون نبیا مثلہ وان لم یکن منہم لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نذیر لجمیع الانس والجن مع انہ نذیر لھم ومرسل الیہم جمیعًا ھذا اوذھب قوم الی ان مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم ممکن بالذات

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے. پس اس کا وقوع فرض کیا جاوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ رہیں گے اور آیت خاتم النبیین کا کذب لازم آئے گا. پس یہاں پر دو قول ہوئے پہلا یہ کہ آپ کی مثل ممکن ہی نہیں دوسرا یہ کہ آپ کی مثل موجود نہیں پہلا قول فریق اوّل کا ہے اور دوسرا قول فریق دوم کا ہے دُوسرے فریق کی دلیل یہ ہے کہ اگر آپ کی مثل باری تعالیٰ کی مثل کی طرح ممتنع بالذات ہوئی تو آپ حق تعالیٰ کی مثل بن گئے اور یہ باطل ہے. اس کا جواب یہ ہے. کہ دو چیزوں کا بعض لوازم خصوص سلبی ہیں مشترک ہونا فی الحقیقت یا کسی دوسرے عارض میں ایک کا دوسرے کی مثل ہونے کو لازم نہیں پکڑتا ہے. علاوہ

وممتنع بالغیر فان فرض وقوعہ یستلزم ان لا یبقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ففیھنا قضیتان الاولیٰ ان مثلہ علیہ السلام لا یمکن والثانیۃ ان مثلہ لا یکون فالاولیٰ للفریق الاول والثانیۃ للثانی واستدل بان مثالہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کان ممتنعًا بالذات کمثلہ تعالیٰ لزم ان یکون ھو مثلہ تعالیٰ وھو باطل والجواب ان اشتراک الشیئین فی بعض اللوازم ولا سیما فی السلبی لا یستلزم ان یکون احدھما مثل الآخر فی الحقیقۃ او فی عارض آخر علی ان مثلہ تعالیٰ مطلقًا محال ومثلہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وقوعہ خاتم النبیین محال کما ان تعدد

باری تعالیٰ کی مثل بہرحال محال ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل آپ کے خاتم النبیین کے وقوع کے بعد محال ہے چنانچہ مرکز دائرہ کا تعدد بعد اس کے کہ وہ نقطہ اس دائرہ کا مرکز ہو چکا ہے محال ہے۔ اور یہ اعتراض کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السّلام کی مثل بھی اس حیثیّت سے کہ آپ اوّل سب نبیوں کے ہیں تمہارے زعم پر محال ہے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی مثل کی خاص کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہم امتناع کو اس سے خاص نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ کہتے ہیں کہ ابتدا حقیقی کا تعدد بھی اس دنیا میں محال ہے۔ جیسا کہ تعدد وسط حقیقی کا پس حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کی مثل بھی بعد اس کے کہ آپ اوّل الانبیاء مقرر ہو چکے ہیں محال ہے۔ اور ممتنع صرف شریک باری تعالیٰ ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے لئے بہت فرد ہیں شریک باری اجتماع

المركز فى الدائرة بعد وقوع تلك النقطة مركزا لها محال وما قيل ان مثل آدم عليه السّلام من حيث انه اول الانبياء ايضًا محال على ما زعمتم فما وجه تخصيص مثله صلى الله عليه وسلم فالجواب انا لا نخصص الامتناع بذلك بل نقول ان تعدد الابتداء الحقيقى فى سلسلة واحدة ايضا محال كتعدد وسطها الحقيقى فمثل آدم على نبينا وعليه السلام بعد ما تعين انه اول الانبياء كلهم ايضا محال ولا ينحصر الممتنع فى شريك الباري عز اسمه بل له

دو نقیضوں کا ارتفاع، دو نقیضوں کا تعدد، مرکز کا دائرہ معینہ میں
تعدد، دو دائرہ عظیم برابر ایک دوسرے کے ایک کرہ پر، دو قطروں
کا تعدد سوائے تقاطع کے تعدد ابتدا حقیقی کا اور انتہا حقیقی کا ایک
کم کی طرف حرکت فی الآن تجرد مادی کا مادہ سے اور اس کے لوازم
سے اور سوا اس کے اور تحقیق یہ ہے کہ یہ تمام ایک باطل حقیقت
کے جس کا نام محال ہے، عنوان ہیں۔ اگر کسی کو یہ وہم گذرے،
کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی اور خاتم النبیین ہونا آپ کے
عوارض ذاتیہ سے ہے کیوں کہ یہ نہ آپ کا عین ہے نہ جزو،
اور عوارض کا سلب ممکن ہے پس روا ہے کہ کوئی اور خاتم بھی
موجود ہو جائے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام عوارض کی سلب
اپنی معروضات سے غیر ممکن ہے، کیوں کہ امکان اور حدوث
جو ممکن اور حادث کے عوارض ہیں ان کا سلب ان کی ذات سے

افراد کثیرۃ کشریک الباری واجتماع النقیضین وارتفاعهما وتعدد المرکز فی دائرۃ
معینۃ وتعدد الدائرتین العظیمتین المتوازنتین علی کرۃ واحدۃ وتعدد القطرین
من دون التقاطع وتعدد الابتداء الحقیقی والانتهاء الحقیقی بالنسبۃ الی کم
واحد والحرکۃ فی الآن وتجرد المادی عن المادۃ ولوازمهما ونحو ذلک والتحقیق
انها عنوانات لحقیقۃ باطلۃ واحدۃ مسماۃ بالمحال وقد یتوهم ان کونہ
نبیا وخاتم النبیین من عوارضہ اذ انہ لیس عینہ ولا جزئہ وسلب العوارض ممکن
فیجوز ان یوجد خاتم آخر والجواب انا لا نسلم ان سلب جمیع العوارض عن
معروضها ممکن فانہ لا یجوز سلب الامکان والحدوث مثلا عن ذات الممکن

ناروا ہے، اور یہ عالی مرتبہ ختم رسالت و نبوت کا آپ کی ذات
بابرکات کے لوازم سے ہے، جیسے آپ ہوئے اور ہوں گے، اس
لئے آپ نے فرمایا کہ میں نبی تھا حضرت آدمؑ کے قالب کی طیاری
سے پہلے، اور آپ کا ظہور پیچھے ہونا ان لوازم کے نفس الامری
ثبوت کے منافی نہیں ہے، پس جیسا کہ آپ دنیا میں پیدا ہونے
سے پہلے بھی نبی اور خاتم النبیین سے تھے ویسا ہی آپ عالم برزخ
میں نبی اور خاتم الانبیاء ہیں اور بدیہی امر ہے کہ لوازم کا سلب
محال ہے، اگر کوئی کہے کہ آپ کی مثل کا ممتنع ہونا اس وجہ سے
ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں نہ اس حیثیت سے ہے کہ آپ آدمی
یا عربی وغیر ذلک ہیں، پس یہ حیثیت آپ کی مثل کے امتناع کی
ہے، تو یہ امتناع بالغیر ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ
کی مثل اور شریک کا امتناع بھی بحیثیت اس کے واجب الوجود

والحادث مع انہما من عوارضہما وہذہ المرتبۃ العالیۃ من لوازم ذاتہ الکریمۃ
حیث کانت وتکون ولذا قال کنت نبیا وآدم بین الماء والطین وتاخر
ظہورہا لاینافی ثبوتہا لہ فی نفس الامر فکما انہ نبی وخاتم النبیین قبل دخولہ
فی ہذا العالم کذلک ہو نبی خاتم النبیین بعد خروجہ ہذا العالم وسلب اللوازم
محال علی البداہۃ وقد یقال ان امتناع مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ہو
من حیث انہ خاتم الانبیاء لامن انہ بشر او عربی ونحو ذلک فہذہ الحیثیۃ
علۃ لامتناعہ بالغیر ویجاب ان امتناع مثلہ وشریکہ تعالیٰ انما ہو من حیث

قدیم ہونے کے ہے، نہ اس حیثیت سے کہ وہ موجود یا ممکن بالامکان عام ہے، پس یہ حیثیت جب اس کے امتناع کی ہے تو وہ بھی ممتنع بالغیر ہوا۔ پس جو جواب تم اس کا دو گے وہی جواب ہم اُس کا دیں گے، اور کسی نے اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہر زمین میں تمہارے آدم جیسا آدم ہے اور تمہارے نوح جیسا نوح ہے اور تمہارے ابراہیم جیسا ابراہیم ہے اور تمہارے عیسیٰ جیسا عیسیٰ اور تمہارے نبی جیسا نبی ہے تمسک کرکے کہا ہے، کہ یہ اثر آپ کے مثل کے وجود پر دلیل ہے چہ جائیکہ امکان پر۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس اثر کو امام بیہقی محدث نے شاذ کہا ہے، اور شاذ ضعیف ہوتی ہے، نخبۃ الفکر میں لکھا ہے کہ اگر راوی زیادت کی اِس سے قوی تر کے ساتھ مخالفت کی جاوے تو اس ارجح یعنی قوی تر کو محفوظ کہتے ہیں، اور ضعیف یعنی

انہ واجب قدیم لا من حیث انہ موجود و ممکن بالامکان العام فہذہ الحیثیۃ علۃ لامتناعہ فیکون امتناعہ بالغیر فما ھو جوابکم فھو جوابنا وقد یتمسک بما نقل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما من انہ قال فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم وعیسیٰ کعیسٰکم ونبی کنبیکم ویقال ان ھذا الاثر یدل علی وجود مثلہ فضلاً عن امکانہ والجواب ان ھذا الاثر محکوم علیہ بالشذوذ حکم بہ الامام البیھقی والشاذ یکون مرجوحًا قال فی النخبۃ فان خولف الراوی ای راوی الزیادۃ بارجح منہ فالراجح یقال لہ المحفوظ ومقابلہ

مرجوح کو شاذ کہتے ہیں اور بیشک اس اثر میں زیادتی ہے مختصر روایت پر کہ ہر زمین میں مثل حضرت ابراہیم کے ہے، جیساکہ زمین پر خلقت ہے، پس بیہقی کے حکم شذوذ دینے سے ثابت ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے، ایسے مسائل میں شہادت پیش کرنی بالکل ہیچ پوچ ہے، اور باوجود اس ضعف کے یہ روایت قرآن کے حکم خاتم النبیین کے برخلاف ہے اور حدیث لا نبی بعدی اور اجماع جو اس پر ہو چکا ہے اس کے بھی مخالف ہے، اس لئے کہ یہ روایت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کسی نبی کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ ظاہر ہے کہ یہ اثر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی وارد ہوئی ہوگی، اور خبر احاد جب مخالف قرآن واجماع وصحیح حدیث کے ہو تو اس کا کیا اعتبار ہے، چہ جائے کہ اثر شاذ ہو پھر کیفیت طبقات زمین

وهو المرجوح يقال له الشاذ ولا شك ان في هذا الاثر زيادة على ما روى عنه مختصراً هكذا في كل ارض مثل ابراهيم ونحو ما على الارض من الخلق فحكم البيهقي عليه بالشذوذ يشهد بانه مرجوح والاستشهاد بالمرجوح في مثل هذه المسائل ساقط في غاية السقوط وهو مع شذوذه مخالف للقرآن الدال على انه خاتم النبيين وللاجماع المنعقد عليه ولقوله عليه السلام لا نبي بعدي لما انه يدل على وجود نبي مثله بعده فان الظاهر ان هذا الاثر انما صدر عنه رضي الله عنه بعده صلى الله عليه وسلم ولا يعبأ بما يخالف القرآن والاجماع من الصحيح من اخبار الاحاد فضلاً عن الاثر الشاذ ثم انه اختلف في كيفية

میں اختلاف ہے، کلبی نے کہا ہے کہ وہ طبقات ایک دوسرے سے متصل ہیں، اور ضحاک نے کہا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر طبقے ہیں سوا فصل کے برخلاف آسمانوں کے اور یہ بھی کہا ہے کہ سات زمینیں ایک دوسرے پر طبقے ہیں اور ہر زمین میں فاصلہ ہے پس پہلے دو قول صریح دلالت کرتے ہیں اس پر کہ ان زمینوں میں کوئی جان دار چلنے پھرنے والی خلقت نہیں ہے، اور انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب نافع بن ارزق نے پوچھا تھا کہ زمین کے نیچے بھی کوئی خلقت ہے؟ تو آپ نے جواب دیا تھا کہ ہے، پھر پوچھا وہ کیا خلقت ہے، آپ نے جواب دیا کہ یا فرشتے ہیں یا جنّ۔ پس اُن کی روایت سے پایا گیا کہ اُن زمینوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کوئی نہیں ہے پھر ہم اس کو مان لیں، اور اس روایت کے ضعیف و مخالف قرآن و اجماع کے ہونے سے قطع نظر کریں تب بھی ہم کو مضر نہیں

طبقات الارض فقال الکلبی انها طبقات متلاصقة وقال الضحاک انها مطبقة بعضها فوق بعض و بین کل ارض مسافة فالقولان الاولان یدلان صریحًا علی ان لیس فی الارضین خلق یتنفس و یمشی و نقل عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما انه سئله نافع بن الازرق هل تحت الارضین خلق قال نعم قال فما الخلق قال اما ملئکة او جن فهذا یدل علی ان لیس فیهم مثله صلی اللہ علیه وسلم ثم ان سلمنا ذلک وقطعنا النظر عن شذوذه ومخالفة القرآن

ہے کیوں کہ ہم آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کے ممتنع بالذات ہونے کے اس جہان دنیا میں قائل ہیں، پس اگر کوئی اور جہان ہو اور اس میں سوائے اس دنیا کے انبیاء مبعوث ہوں اور ایک اُن کا خاتم ہو جو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نبی اور خاتم میں ہو تو اس کے ممتنع ہونے پر ہم حکم نہیں کرتے، جیسا کہ ابتدا میں لکھ آئے ہیں۔

مولٰنا قاسم نانوتوی

اور عقیدۂ ختم نبوّت

پھر میں نے بعضے علماء قائلین امکان مثل سے سُنا کہ وہ کہتے ہیں کہ معنی خاتم النبیین کے یہ نہیں کہ آپ کے وقت میں یا آپ کے پیچھے کوئی نبی نہ ہوگا کہ یہ فضائل اور کمالات سے نہیں ہے بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ آپ کامل تر اور فاضل تر ہیں اسباب میں جیسا کہ

والاجماع فلا یضرنا شیئاً لانا نحکم بامتناع مثلہ بالمعنے المذکور فی ھذہ السلسلۃ الموجودۃ فان کانت سلسلۃ اُخریٰ ویبعث من الانبیاء فی غیر ھٰذا العالم ویکون فیہ خاتم لھم ومثل لہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مجرد کونہ نبیاً وخاتماً فلا نحکم بامتناعہ کما سبق منا فی السابق ثم انی قد سمعت بعضھم یقول انہ لیس معنی خاتم النبیین انہ لا یکون فی وقتہ ولا بعدہٗ نبی فانہ لیس من الفضائل والکمالات بل معناہ انہ اکملھم وافضلھم فی ھذا الباب کما

بڑے شاعر کی وصف میں کہتے ہیں کہ یہ فن اس پر ختم ہے' تو اس سے
یہ نہیں لازم آتا کہ اس کے وقت میں یا اس سے پیچھے کوئی شاعر
نہ ہوگا۔ پس ایسا ہی آپ کے وقت میں یا آپ سے پیچھے کسی نبی کا
ہونا روا ہے' اور اس عالم کی اِن معنی سے غرض یہ تھی کہ قرآن اور
اثر ضعیف میں مطابقت ہو جائے' اور پوشیدہ تر ہے' کہ یہ
قول اس کا اکثر مفسّرین پہلے اور پچھلوں کے مخالف ہے' اور
نیز خاتم النبیین کے لفظ سے جو معنی متبادر ہیں اس کے بھی برخلاف
ہے' کیوں کہ معنی اس کے یہ ہوئے کہ آپ نبیوں کے ختم کرنے
والے ہیں اور نبی آپ سے ختم ہو چکے' جیسا کہ بیضاوی نے کہا ہے'
اور مشکوٰۃ میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
اور نبیوں کی مثال ایک عمدہ مکان کی ہے' جس میں ایک اینٹ
کی جگہ خالی ہے' دیکھنے والے اس کی عمدگی سے متعجب ہوتے ہیں

---

۸ یقال فی حق من ھو اشعر الشعراء انہ ختم علیہ ھذا الفن ولا یلزم منہ ان
یکون شاعر فی وقتہ ولا بعدہ فکذلک یجوز ان یکون نبی آخر فی وقتہ او بعدہ
صلی اللہ علیہ وسلم وکان غرضہ من ھذا القول ان یقع التطابق بین
القرآن والاثر المذکور ولا یخفی علیک ان ھذا القول مخالف لجمہور المفسرین
من السابقین واللاحقین وخلاف المتبادر من لفظ خاتم النبیین فانہ بمعنی ختمہم
او ختموا بہ کما قال بہ البیضاوی وجاء فی المشکوٰۃ مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر
احسن بنیانہ وترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون من

مگر ایک اینٹ کی جگہ، پس میں نے اس مکان خالی کو بھر دیا ہے اور مکان پورا ہو گیا ہے، اور میرے ساتھ رسول ختم ہو گئے، پس میں وہ اینٹ ہوں اور نبیوں کے ختم کرنے والا - یہ حدیث بخاری و مسلم نے روایت کی ہے، پس یہ صحیح حدیث صریح دلیل ہے اس پر کہ مراد خاتم النبیین سے وہی مشہور معنی ہیں، اور اس حدیث سے نکلتا ہے کہ اس آخری اینٹ کے پیچھے کسی اور اینٹ کا رکھنا اس مکان میں محال ہے، اور وہ تاویل قلت تتبع دینیات سے ناشی ہے کیوں کہ مرتبہ عالی ختم رسالت کا اس کے صاحب سے سب انبیاء کی تکمیل ہوئی ہے جیسا کہ خاتم الاولیاء سے سب ولی فیض یاب ہیں۔ فصوص الحکم میں اس پر تصریح کی ہے اور خاتم النبیین نے کوئی چیز ارشاد و بیان سے باقی نہیں چھوڑی ہے کہ اس کے پیچھے کوئی نبی نہیں ہے، تفسیر نیشاپوری میں یہ لکھا ہے پھر قائل امکان

احسن بنیانه الا موضع لبنة فکنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی الرسل وفی روایة وانا اللبنة وانا خاتم النبیین متفق علیه فهذا الحدیث یدل صریحا علی ان المراد بخاتم النبیین هو المعنی المعروف ویستفاد منه ان وضع لبنة اخری بعد هذه اللبنة فی ذلک الموضع محال وناش من قلة التتبع فان هذه المرتبة العالیة یستکمل بصاحبها الانبیاء کما ان خاتم الاولیاء یستفیض منه الاولیاء کلهم صرح به فی الفصوص ولا یترک صاحبها شیئا من الارشاد والبیان یعلم انه لا نبی بعده نص علیه النیسابوری ثم ان القائلین بامکان مثله

مثل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سے بچتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غیر قادر نہ کہا جائے، اور امتناع مثل اس کو لازم پکڑتی ہے، تو ان کو یہ معلوم نہیں کہ ممتنعات کا قدرت سے خارج ہونا کچھ بھی قصور یا نقصان قدرت میں نہیں ہے، بلکہ وہ قصور ممتنعات کا ہے، کہ فی الواقع موجود ہونے کی اُن میں صلاحیّت ہی نہیں ہے، البتہ اگر کوئی چیز صلاحیت موجود ہونے کی رکھے پھر حق تعالیٰ قادر نہ ہو تو اس میں اس کی قدرت کا نقصان ہے، اور "ممتنع بالذات اور بالغیر میں یہ فرق ہے" کہ پہلے کی ذات کی طرف نظر کرنے سے اس کے وقوع کی صلاحیّت نہیں ہوتی ہے، اور دوسرے میں غیر کی طرف نظر کرنے سے صلاحیت وقوع کی نہیں ہوتی ہے، لیکن وقوع دونوں کا نہیں ہوتا۔ اس میں دونوں برابر ہیں، اور جو چیز قدرت کے نیچے داخل ہو کر موجود اور واقع ہو جاتی ہے اس کا نام ممکن بالامکان

صلی اللہ علیہ وسلم انما قالوا بہ تحاشیا عن القول بانہ تعالیٰ لیس قادرا علی مثلہ فان امتناعہ یستلزم ذلک ولم یعرفوا ان عدم القدرۃ علی الممتنعات لا یورث قصورا ونقصانا ما فیہ تعالیٰ شانہ بل انما ھو من قصور الممتنعات وعدم صلاحیتہا لان توجد فی الواقع نعم ان کان امر صالحا لان یوجد فی الواقع ثم لا یقدر علیہ الواجب فیکون ذلک من قصور الواجب والفرق بین الممتنع بالذات والممتنع بالغیر ان الاول لا یصلح للوقوع بالنظر الیٰ ذاتہ والثانی لا یصلح لہ بالنظر الیٰ غیرہ واما فی عدم الوقوع فھما متساویان وما یدخل تحت القدرۃ بحیث

النفس الامری ہے' پھر ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے نہیں ہے ضروری یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے اور آپ کے وقت اور آپ سے پیچھے کسی نبی کے نہ آنے پر ایمان ہو۔ بار خدایا مجھ کو اسی عقیدہ اور جمیع مومنین کو بھی اسی اعتقاد پر فوت کر اور تو ہی مجیب الدعاء اور سامع الندا ہے۔"

یہ ترجمہ ہے عبارت شفاء الصدور کا۔

اے برادر نظر انصاف سے ملاحظہ کر کہ اس فاضل جلیل القدر نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کے امتناع بالذات کو دلائل عقلی ونقلی سے کیا خوب تحقیق کیا ہے' اور مخالفین کی کیا عمدہ تردید کی ہے' اور اثر منسوب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمسک کی بخوبی تردید فرما کر صاحب رسالہ تحذیر الناس عن اثر ابن عباس کی تاویل خاتم النبیین کو مخالف قرآن واجماع ثابت کر دکھایا ہے' اور مفتی اسلام بلد حرام مولانا عبد الرحمٰن سراج حنفی نے اپنے فتوٰی کے ابتدا میں اسی اثر سے استدلال کی تردید میں فرمایا ہے۔ کہ

یوجد فیقع فهو الممکن بالامکان النفس الامری ثم الظاهر ان هذه المسئلة لیست من ضروریات الدین وانما الضروری هو الایمان بانه صلی الله علیه وسلم خاتم النبیین ولم یکن فی وقته نبی ولا یکون بعده نبی اللهم توفنی علی هذا وکل من آمن به وانت خیر من یقبل الدعاء ویسمع الدعاء

(عبارت شفاء الصدور کی ختم ہوئی)

"مجھے یہ گمان نہ تھا کہ کسی پکّے مسلمان سے یہ قول سرزد ہوگا۔ بلکہ تو یہ کسی کچے مذہب کی بات ہے، پس ہم پر لازم ہے کہ ہم حق کو ظاہر کریں، ہرچند وہ ظاہر ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور تعظیم کے واسطے اور آپ کی کسرِ شان کرنے والوں کی بواقعی تردید کریں، کیا خوب کہا ہے کہنے والے نے کہ حق تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ پیدا کی ہے نہ کرے گا۔ اور تحقیق ہے کہ ایسا پیدا ہونا ہی نہیں"۔

پھر اس مسئلہ کی تحقیق کے واسطے بارہ مقدمے کتب مقبولہ مخالفین کی سند سے تحریر کر کے انیس وجہ سے اس اثر کا ضعف بیان فرما کر اخیر میں لکھا ہے :- کہ

ان وجوہ ضعف سے اگر قطع نظر کریں اور مان لیں کہ جمیع شرائط مذکورہ اصول فقہ پر وہ اثر شامل ہے تاہم اس سے ظن پیدا ہوگا اور باب عقائد میں ظن معتبر ہے الخ

عبارت مفتی اسلام مولانا عبدالرحمٰن سراج حنفی :- وما کنت اظن ھذا یصدر ممن یعتقد نبوۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بل ممن ھو منھا فی شک مریب فلزم علینا ان نظھر الحق وان کان ظاھرًا وان نستدل علی الصبح وان کان واضحًا باھرًا خدمۃ لذلک الجناب الاعظم وذبا عن ذلک الحمی الاعصم صلی اللہ علیہ وسلم وشرف وکرم شعر :- لم یخلق الرحمٰن مثل محمد ؛ ابدًا وحقق انہ لا یخلق ؛ آخری عبارت، لو قطعنا النظر عن جمیع ما ذکرنا نقول ان ھذا الخبر علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذکورۃ فی اصول الفقہ لا یفید الا الظن ولا عبرۃ بالظن فی باب العقائد الخ

یہ فتویٰ سب کے سب علماء حرمین محترمین زادہم اللہ حرمتہ کی تقریظوں سے مصدق ہے، چنانچہ اس کی طرف اوپر اشارہ ہوا تھا۔ حاصل الکلام سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کے امکان کے قول سے بہت سے قبائح لازم آتی ہیں۔ خصوص اس پُرفتن زمانہ میں اور خدا ہی مددگار اور ہادی ہے۔

جواب تفصیلی میں صاحب براہین معہ حوارہین لکھتے ہیں:۔

"چونکہ اس سوال (یعنی دوسرے اعتراض) کے جواب میں ہم نے ایک ایک فقرہ کو رد کر دیا۔ اب مناسب ہے کہ امکان مثل کے مسئلہ میں حق مثل آفتاب نیم روز آشکارا کر دیا جائے، کہ طالب حق کو ذرا بھی اس میں اشتباہ باقی نہ رہے، واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل احاطہ قدرت الٰہی سے خارج نہیں۔ لیکن آپ پر نبوت ختم ہو گئی، اب اور نبی نہ ہوگا۔ جو کوئی اور نبی ہونے کا قائل ہو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، احادیث اور آیات قرآنی کا منکر ہے، اسی طرح وہ شخص بھی جو خداوند تعالیٰ کو عاجز سمجھے" انتہی بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہٗ عرض کرتا ہے، کہ صاحب براہین معہ حوارہین جو ہم لوگوں پر بسبب قبول امتناع مثل سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ یہ حدیث و آیات کے منکر ہیں، سو بفضلہ تعالیٰ ہم ہرگز منکر نہیں۔ آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وغیرہ پر بخوبی ایمان ہے، جیسا کہ بارہا مذکور ہوا ہے مگر قرآن میں تحریف بھی نہیں کرتے، نہ عجز کے قائل ہیں، کیوں کہ ممتنع وظیفہ قدرت کا نہیں، مگر مؤلف رسالہ تحذیر الناس پر یہ فتویٰ دائرۂ اسلام سے خارج

ہونے اور حدیث و آیات کے منکر ہونے کا بخوبی راست آگیا کہ وہ قائل ہے حسب تاویل خاتم النبیین کے کہ اس کے نزدیک آپ کے وقت میں یا آپ سے پیچھے کسی نبی کا ہونا روا ہے) جیسا کہ نقل شفاء الصدور میں گذرا ہے ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی گو مشت خاک ما را بر باد دادہ باشی

جواب تفصیلی میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امکان مثل اور تحت قدرت داخل ہونے پر بہت سے دلائل عقلیہ و نقلیہ قائم ہیں، من جملہ ان کے چند دلیلیں یہاں ذکر کرتے ہیں، جو طالب حق کے واسطے کافی و شافی ہیں۔

اولیٰ یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجب ہیں یا ممتنع یا ممکن، اگر واجب ہیں تو تعدد واجب لازم آئے گا جو باطل و محال ہے، اور اگر ممتنع ہیں تو ممتنع موجود نہیں ہو سکتا۔ لامحالہ ممکن ہوں گے اور یہ ثابت ہے کہ مثل ممکن کا ممکن اور قدرت الٰہی کے نیچے داخل ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی مثل پر اللہ تعالیٰ قادر ہے، اور یہ ظاہر ہے، کہ اگر مثل کا وصف امکان میں شریک نہ ہو گا تو وہ ممکن کا مثل نہ ہو گا۔ والمفروض خلافہ۔ انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر کان اللہ لہٗ اوپر کے قول اور اس قول دونوں کی تردید کرتا ہے، کہ جو شخص اس جواب الجواب کو غور سے ملاحظہ کرے گا وہ بخوبی جان لے گا کہ مکذبین کے سب جواب اُن کے قول کی ہی تردید کر رہے ہیں، اور ہمارے قول کی تائید اور شرعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے، اس پر قادر ہے بحکم آیت

وَھُوَ عَلٰی مَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ یعنی خدا جس کو چاہے اُس پر قادر ہے، پس جس کو خدا نہ چاہے، اُس کو قدرت کے نیچے داخل کرنا صریح آیت کے برخلاف ہے، اور اس میں عجز نہیں ہے، بلکہ عدم قابلیت ممتنعات اور امتثال امر الٰہی کی ہے، اور اِن مکذبین کا دلائل عقلی کو نقلی سے پہلے ذکر کرنا جیسا کہ اوپر بھی ایسا ہی لکھا ہے، قباحت اس کی دین داروں پر ظاہر ہے اور اس دلیل عقلی کا جواب منقولات سابقہ سے بخوبی حاصل ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گو ممکن ہیں، مگر آپ کی ذات عالی کو ایسے اوصاف جمیلہ اور مناقب جلیلہ جو آپ سے ہی خاص ہیں عارض ہوتی ہیں، اور کسی اور میں نہیں پائے جاتے، اس لئے آپ کی مثل ممتنع ہے امتناع ذاتی سے، اور اس امر کو شفاء الصدور میں تفصیل دار ذکر کیا ہے، جس کی کلام اُوپر مذکور ہو چکی ہے، اِس جگہ اس کے اعادہ کی کچھ ضرورت نہیں۔

صاحب براہین مع حوارین جواب تفصیلی میں لکھتے ہیں:۔

دوم[2] امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر[1] میں آیت اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ کے نیچے لکھتے ہیں، کہ اللہ جل شانہٗ سوائے اِس عالم کے بہت سے عالم پیدا کر سکتا ہے، جیسا چاہے اور ارادہ کرے اس کے بعد لکھتے ہیں، اگر خداوند تعالیٰ ہزار عالم ایک لمحہ اور لحظہ میں پیدا

---

[1] عبارت تفسیر کبیر- دلت الاٰیۃ علیٰ انہ سبحانہ قادر علیٰ خلق عوالم سوی ھذا العالم کیف شاء و اراد (ثم کتب)، فلو اراد خلق الف عالم بما فیہ من العرش و الکرسی و الشمس و القمر و النجوم فی اقل لحظۃ و لمحۃ لقدر علیہ (ثم کتب) لیلہ، لان ھذہ الماھیات ممکنۃ والحق قادر علی کل الممکنات

کرنے کا ارادہ کرے، جس میں عرش اور کرسی اور آفتاب اور ماہتاب اور ستارے ہوں، تو وہ اس پر قادر ہے"۔ انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ پہلے اعتراض کے جواب الجواب میں تفسیر کبیر سے آیت وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ کے نیچے منقول ہوا ہے کہ اہلِ[۱] سنت کہتے ہیں کہ کلمہ لَوْ ایک چیز کی نفی کا فائدہ دیتا ہے بسبب نفی دوسری چیز کے پس آیت وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ کے معنی یہ ہیں، کہ حق تعالیٰ کے نہ چاہنے سے سب اہل زمین کا ایمان حاصل نہ ہوا یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا۔

پس اس عبارت تفسیر کبیر کے معنی حسب بیان اُس تفسیر کبیر والے کے یہ ہوئے کہ ہزار جہان کا ایک لمحہ میں پیدا کرنا خدا تعالیٰ کی مشیّت میں نہیں ہے، تو وہ جہان قدرت کے نیچے داخل نہ ہوئے۔ اور اگر مان لیں کہ وہ ہزار جہان قدرت کے نیچے داخل ہیں تو وہ جہان اِس دنیا کے سوا کوئی اَور ہیں تو ایسے جہانوں کا فرض کر لینا ہم کو مضر نہیں، جیسا کہ شفاء الصدور میں اس پر تصریح ہے، اور وہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

علاوہ جو چیز آیت کے اشارہ سے مذکور ہو وہ مسئلہ اعتقادیہ کی دلیل نہیں بن سکتی ہے، کیوں کہ مسائل اعتقادیہ نص قطعی سے ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ براہین سے منقول ہو چکا ہے۔

---

[۱] عبارت تفسیر کبیر۔ ان اصحابنا قالوا کلمۃ لو تفید انتفاء الشئ لانتفاء غیرہ فقولہ ولوشاء ربّک لاٰمن من فی الارض کلھم جمیعاً یقتضی انہ ما حصلت تلک المشیۃ وما حصل ایمان اھل الارض بالکلیۃ انتھٰی۔

جواب تفصیلی میں ہے "سوم[۳] شرح مواقف میں ہے کہ سب متکلمین[۱] نے وجود اور عالم کا مثل اِس عالم کے جائز رکھا ہے، اور ظاہر ہے کہ مثل اس عالم کے جب ہی ہو کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء علیہم السلام بھی داخل کئے جاویں ورنہ مثل نہ ہوگا۔ انتہیٰ بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ یہ دلیل شرح مواقف سے مکذبین نے اوپر بھی لکھی تھی، جس میں آیت کا اشارہ منصوص ہے، اور ظاہر ہے کہ اشارے مسائل اعتقادیہ کی دلیل نہیں بن سکتے۔ اور نیز یہ جہان فرضی اس دنیا کے سوا ہے اور ہماری کلام امتناع مثل کی اس دنیا میں ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے، چہارم[۴] تفسیر کبیر میں آیت وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ کے نیچے لکھا ہے، اللہ تعالیٰ[۲] کے نزدیک سوار واجب لذاتہ کے تمام اشیاء کے خزائن موجود ہیں۔" پس اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب لذاتہ جانتے ہیں تو آپ سے ہمارا خطاب نہیں، اور اگر سوار واجب لذاتہ کے سمجھتے ہیں تو یہ آیت آپ کو بھی شامل ہے، جس سے آپ کی مثل بلکہ امثال کا تحت قدرت داخل ہوتا سمجھ میں آگیا۔ اُن دلائل قطعیہ کا انکار ناممکن ہے، ہاں اگر آپ

دلیل[۱] مکذبین عبارت شرح مواقف۔ جوز المتکلمون وجود عالم آخر مماثل لھٰذا العالم۔

دلیل[۲] مکذبین عبارت تفسیر کبیر۔ وان من شیءٍ یناول جمیع الاشیاء الا ما خصہ الدلیل وھو الموجود القدیم الواجب لذاتہ انتہیٰ۔

قرآن وحدیث کتب کلامیہ وتفسیر شرح مواقف وتفسیر کبیر وغیرہما
اور سلف صالحین کے اقوال ودلائل عقلیہ کو غلط مانیں تو مناظرہ
ہی ختم ہے، ہم اکابر اولیاء اللہ مثل حضرت یحییٰ منیری کے اقوال بھی
پیش کر سکتے ہیں، لیکن نہ آپ دلائل عقلیہ کو سنیں نہ دلائل نقلیہ
کو انتہیٰ بلفظہ" ملخصاً

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ صاحب براہین نے مع حواریین کے اپنے مدعا
پر کوئی ایک بھی دلیل قطعی بیان نہیں کی ہے جیسا کہ دانش مند پر پوشیدہ نہیں
ہے، لیکن اپنے مونہہ سے کہے جانا کہ ہم دلائل قطعیہ قائم کر چکے ہیں، اور آپ
دلائل عقلی ونقلی کو نہیں مانتے، ایسے لوگوں سے کیا بعید ہے جو حق تعالیٰ کے
امکان کذب کے قائل اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت واقعی کے
انکار پر مائل ہوں، اور علیٰ ہذا ان کا حال ہے جو آگے ظاہر ہو جاوے گا۔

تو فقیر قصوری کس حساب میں ہے، اور یہ اُن کا دعویٰ کہ مثل سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی شے داخل قدرت ہے، سو غلط ہے، اس لئے کہ شئ داخل
قدرت اس کا نام ہے جس کو حق تعالیٰ چاہے، اور آپ کی مثل کو بحکم آیت و
خاتم النبیین حق تعالیٰ نہیں چاہتا ہے، تو داخل قدرت نہ ہوئی جس کا بار بار
اوپر ذکر آچکا ہے، اور یہ قاعدہ کلیہ کہ جس چیز سے مشیت متعلق ہو گی قدرت
بھی اس سے تعلق پکڑے گی۔ مکذبین کے خام خیالات کی بیخ کنی کر رہا ہے
وللہ الحمد۔

جواب تفصیلی میں ہے، اب ہم زیادہ طول دینا نہیں چاہتے! ارکان

ریاست حاضرین جلسہ اور دیگر اہل فہم جو تحقیق حق کے واسطے جمع ہیں یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہماری اس آخری عرض کو ذرا توجہ سے سُنیں کہ مولوی صاحب قصوری نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ جیسا اللہ تعالیٰ اپنی مثل پر قادر نہیں ہے ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل پر بھی قادر نہیں ہے، وہ اس دعویٰ خلاف عقائد اہل سنت کو ثابت نہ کر سکے۔ اور ہم نے اس بات کو براہین عقلیہ ونقلیہ سے ثابت کر دیا کہ اللہ جل شانہٗ قادر مطلق آپ کی مثل پر قادر ہے عاجز نہیں، جس کو بشرط فہم حاضرین سمجھ گئے ہونگے انتہی بلفظہٖ"

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ ہم ہرگز یہ نہیں کہتے، کہ اللہ تعالےٰ اپنی مثل یا آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل پر قادر نہیں، جس کا ذکر اُوپر صاف صاف آچکا ہے، بلکہ ہمارا یہ قول ہے کہ یہ ممتنعات اپنی عدم صلاحیت کی وجہ سے قدرت الٰہی کے نیچے داخل نہیں، اور قدرت اِن سے متعلق نہیں ہے، اور اس مُدعا کو فقیر نے قرآن وحدیث وغیرہما دلائل قاطعہ سے ثابت کیا ہے، جیسا کہ دانش مندوں پر مخفی نہیں، اور یہ بھی بار بار گذرا ہے کہ امکان کذب کے قائل جو اس سے عجز قادر مطلق سمجھتے ہیں یہ اُن کا قصور فہمید اور فتور دید ہے، اور ان کی براہین جن کو ہمیشہ نقلی پر عقلی کو مقدم لکھتے ہیں ہر ہر کے ساتھ جواب اس کا لکھا گیا ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے " اب ہم ایک ایسا ثبوت اس مدعا کا پیش کرتے ہیں جس کو سب عوام خواص سمجھ جاویں گے، انکار کی گنجائش نہ

رہے گی۔ اگر ناحق کی پیروی نہ ہو تو قصوری صاحب بھی اس کو تسلیم کرلیں گے۔ ہاں جان بُوجھ کر حق سے آنکھ بند کر لینے کا کچھ علاج نہیں ہے، سُنئے تفسیر کبیر میں آیت وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا کے نیچے صاف لِکھ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اگر چاہے تو ہر گاؤں میں مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈرانے والا بھیج دیوے اور اللہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجت کچھ نہیں ہے۔ تفسیر کبیر میں موجود ہے یہ عبارت بعینہ دیکھ لیں، صدہا سال سے کسی نے علمائے دین سے اس میں انکار نہیں کیا ہے، گویا امت کا اجماع سکوتی ہے۔ ہاں تیرھویں صدی کے مبتدعین نے ہوائے نفسانی سے اختلاف کیا ہے، سو جن کو صراط مستقیم کی ہدایت ہے وہ اس عقیدہ عجز الٰہی اور وصف مختصہ میں شریک کرنے کو من جملہ وساوس شیطانی سمجھتے ہیں، اور جن پر اُن کا منتر چل گیا وہ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ہم کو اور سب مسلمانوں کو خدا پناہ دیوے۔

اِس کے بعد تفسیر کبیر میں یہ لِکھا ہے، کہ کلمہ لَوْ اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ اللہ جل شانہٗ ایسا نہ کرے گا۔ یعنی اللہ جل شانہٗ کو قدرت تو ہے مگر ایسا کرے گا نہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز

عبارت تفسیر کبیر۔ لانہا تدل علی القدرۃ علی ان یبعث فی کل قریۃ نذیرًا مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانہٗ لاحاجۃ للحضرۃ الالٰہیۃ بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم۔
آخری عبارت ۔ ولو یدل علی انہ تعالیٰ لا یفعل ذلک فبالنظر الی الاول یحصل التادیب وبالنظر الی الثانی یحصل الاعزاز۔

کے واسطے، اس جگہ امام رازی لکھتے ہیں، کہ امر اول کی وجہ سے
تادیب حاصل ہوتی ہے، اور باعتبار امر ثانی کے اعزاز ہے اور
اگر یوں کہیں جیسا کہ قصوری صاحب اور اُن کے ہم مذہب کہتے
ہیں کہ خدا تعالیٰ آپ کی مثل پر قادر نہیں تو علاوہ نقص شان خداوندی
کے جو نقص شان نبوی سے زیادہ بُرا ہے اس میں خدا تعالیٰ کی جانب
سے کیا اعزاز ہوا۔ اعزاز اس میں ہے کہ عزت دینے والے کا اختیار
باقی رہے، مگر اپنی مہربانی سے اس ایک کو مختص کر رکھا ہے، امام
رازی اس کو اعزاز سمجھتے ہیں اور معترض اس کو تنقیص شان سمجھتا
ہے، بمتدعین زمانہ پر افسوس ہے کہ خدا کا قدر نہیں سمجھتے، اور غور
کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اصل مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے بھیجنے سے فرقِ مراتب ہی ہے، مشرکین مکہ فرقِ مراتب
نہ کرتے تھے، آپ نے اس فرق مراتب کو بیان کیا کہ اللہ جل شانہٗ کی
ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں ہے، وہ وحدہٗ لاشریک ہے
تمام ملائکہ اور انبیاء اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں، کسی کی مجال نہیں
کہ اس کے برخلاف دم مار سکے ؎

بہ تہدید گر برکشد تیغِ حکم بمانند کرّو بیاں صُمٌّ وبکم

وہ جو چاہے سو کرے کسی کو مجال نہیں کہ اُس سے پوچھے، اور جو اس
کے سوا ہیں سب سے پوچھا جاوے گا۔ ایک دم میں رحمتی کو لعنتی
کرے اور ایک لمحہ میں چاہے تو لعنتی کو رحمتی کرے ؎

وگر در دہد یک صلائے کرم — عزازیل گوید نصیبے برم

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ فرق مراتب الوہیت وعبودیت کا بیان، عین ایمان ہے، اور آیت قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اِسی فرق کو بیان کرتی ہے، اور حدیث[1] قدسی کہ اگر اوّل سے آخر تک اور انسان سے لے کر جن تک سب ایسے ہو جاؤ کہ تمہارا سب کا دِل پرہیزگاری میں سب کے اعلیٰ مرتبہ میں ہو جاوے، تو یہ امر میری بادشاہی میں کچھ بھی زیادہ نہیں کرسکتا اور اگر اوّل سے آخر تک اور انسان سے جن تک سب کے سب تم بدترین بندوں کی مانند ہو جاؤ، تو یہ امر میری بادشاہی میں کچھ کمی نہیں کرسکتا۔ اور نیز فرق مرتبہ الوہیت وعبدیت اور اظہارِ عظمت شان خداوندی میں اولیاء اللہ سے اس قسم کے اقوال منقول ہوئے ہیں، من جملہ اُن کے حضرت شیخ یحییٰ شرف الدین منیری کے مکتوب ۴۷ سے عبارت منقول ہو چکی ہے حاجت تکرار نہیں، اور نیز مکتوب ۶۲ میں لکھتے ہیں، اگر چاہے ہزار ہزار کلیسا و بت خانہ کو کعبہ اور بیت المقدس بنادے، اور ہزار ہزار عاصی و فاسق کو حبیب اللہ وخلیل اللہ خطاب دے اور کوئی سبب

---

[1] حدیث قدسی۔ یا عبادی لو ان اوّلکم واٰخرکم وانسکم وجنکم کانوا علیٰ اتقیٰ قلب رجل واحد منکم ما زاد ذٰلك فی مُلکی شیئاً ولو ان اوّلکم واٰخرکم وانسکم وجنکم کانوا علیٰ افجر قلب رجل واحد منکم ما نقص من مُلکی شیئاً ۱۲

درمیان نہ ہو، اور اگر چاہے ہزار ہزار کافر کو مومن کر دے، اور ہزارہا مشرک بُت پرست کو موحد بنا دے۔ اور کچھ مُہلت نہ لگے۔ اور ہزار ہزار رحمتی کو لعنتی اور ہزار ہزار خراباتی کو مناجاتی، اور کسی کو طاقت چون وچرا نہ ہو۔ پس ایسے بیان فرق مراتب کا نام تنقیص شان ہے تو معاذ اللہ ایسے اولیاء کبار کی بھی تکفیر کی جاوے، پناہ بخدا۔

اے حضرت فرق مراتب اصل دین ہے ؎

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔

اپنے مرتبہ سے بڑھانا ایسا ہی بُرا ہے جیسا گھٹانا۔ اللہ جل شانہٗ کا مرتبہ وراء الورا ہے، اس کے بعد سب سے افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یہی عقیدہ اہل حق کا ہے، خدا جس کو چاہے سیدھا راستہ دکھائے۔"

جواب تفصیلی کا دوسرا جواب پورا ہوا۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ صاحب براہین مع حواریین کے عقلی[1] و نقلی دلائل جن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کو قدرت کے نیچے داخل کرنے کا اثبات کیا تھا۔ سب کے سب نمبر وار باطل ہو چکے، اور آفتاب نیم روز کی طرح حق ظاہر ہو گیا جیسے ناظرین علمائے ربانیین پر پوشیدہ نہیں ہے

---

[1] یہ لوگ عقلی کو نقلی پر ہمیشہ مقدم کرتے ہیں ۱۲

اور یہ آخری دلیل جو حسب بیان مکذبین کے عام فہم اور جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ امام رازی نے آیت وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا کے نیچے تفسیر کبیر میں لکھا ہے، کہ اس میں دلالت ہے اِس پر کہ خدا قادر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند ڈرانے والا ہر گاؤں میں بھیج دے اور نیز جواب اجمالی[1] میں مکذبین کا یہ قول کہ تفسیر کبیر میں اس آیت کے نیچے امام نے کہا ہے، کہ "اس میں دلالت ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کا خلاف اُس کی قدرت میں داخل ہے، اس لئے کہ لفظ لَوْ نے اِس پر دلالت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ اس پر قادر ہے، جس سے پایا گیا کہ خلاف معلوم الٰہی اس کی قدرت کے نیچے داخل ہے، انتہیٰ"۔

اوّل اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت سورۂ فرقان مکّی میں ہے اور آیت وخاتم النبیین سورۂ احزاب مدنی میں ہے، پس مکی آیت کے احتمال کو مدنی آیت باطل کر دیتی ہے۔

دوم[2] انہیں مکذبین نے جواب اجمالی میں امام رازی کی تفسیر کبیر اسی آیت کے معنی میں سے نقل کیا ہے، کہ کلمہ لَوْ دلیل ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا ہے، کہ ہر گاؤں میں ڈرانے والا بھیج دے، پس جب حسب بیان

عبارت[1] تفسیر کبیر۔ دلت علیٰ ان خلاف معلوم اللہ مقدور لہ لان کلمۃ لَوْ دلت علی اللہ تعالیٰ ما شاء ان یبعث فی کل قریۃ نذیرًا نعم اللہ تعالیٰ اخبر عن کونہ قادرًا علیٰ ذٰلک فدل ذٰلک علیٰ ان خلاف معلوم اللہ مقدور لہ انتہیٰ ۱۲

اسی تفسیر کبیر کے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں نہیں کہ ہر گاؤں میں نذیر بھیجے، تو معلوم ہوا کہ یہ امر قدرت میں بھی داخل نہیں۔ کیوں کہ آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ میں بھی یہی تصریح ہے، جیسا کہ جلالین اور بیضاوی وغیرہما سے منقول ہو چکا ہے، پس منکرین کی یہی دلیل سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔

سوم یہ مثل صرف انذار یعنی ڈرانے میں ہے، اور ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور اولیت وغیرہ لوازم مخصوصہ ذات شریف میں امتناع مثل کے قائل ہیں، اور فقط نذارت، جو تمام نبیوں میں بلکہ آپ کے خلفاء میں بھی موجود ہے اس میں امکان مثل سے کیا مضائقہ ہے، اور حضرت فرقان میں بحق سرور خاتم صلی اللہ علیہ وسلم فرمان ہے کہ آپ تمام جہانوں کے نذیر ہیں۔ پس اس خاص فضیلت میں مع دیگر فضائل مختصہ کے امکان نذیر لامحالہ محال ہے۔

چہارم۔ یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کا مخالف قدرت کے نیچے داخل ہے، امام رازی نے اپنی طرف سے ذکر نہیں کیا ہے، جیسا کہ اس کے اوپر لفظ قَالُوْا موجود ہے، جس کو مکذبین نے تحریف کے طور پر عبارت منقولہ جواب اجمالی کے ابتدا سے اڑا دیا ہے، تفسیر کبیر مطبوعہ مصر کے چھٹی جلد کے صفحہ (۴۹۰) کی سطر (۱۱) میں دیکھ لو، کہ اس لفظ کو مکذبین ہضم کر گئے، ورنہ امام رازی کا مختار مع دیگر اہل سنت کے اِس کا خلاف ہے، یعنی معلوم الٰہی کا خلاف محال غیر مقدور ہے، چنانچہ یہی امام رازی اسی تفسیر کبیر آیت ھَلْ

يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ کے نیچے لکھتے ہیں:-

لیکن ہمارے[1] قول پر وہ محمول ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر حکم کر دیا اور اس کا وقوع معلوم کر لیا۔ اگرچہ اس پر حکم نہ کرتا۔ اور وقوع معلوم نہ ہوتا تو وہ محال غیر مقدور کہلاتا"

کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا خلاف قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے تیسری جلد کے صفحہ ۶۶۵ میں دیکھو، اور تفسیر نیشاپوری[2] میں اسی آیت کے نیچے لکھا ہے کہ "بیشک خلاف معلوم الٰہی قدرت کے نیچے داخل نہیں اشاعرہ کے نزدیک" اھ مترجماً۔ پس یہ بڑے زور شور کی آخری دلیل بھی جس پر زبانی اجماع کا ادعا تھا اوپر کی دلائل کی طرح نیست و نابود ہو گئی۔ اس پر خدا بیہمتا کا شکر ہے، اور ہمارا مدعا باحسن وجوہ ثابت ہوا۔ اور یہ بھی متحقق ہوا کہ کفار کی بخشش اور نیکوکاروں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا قدرت الٰہی میں داخل نہیں کہ خلاف معلوم الٰہی ہے، اور خلاف وعدہ بھی ہے، اس کے سمجھنے میں قصور نہ کر کہ یہ عام فہم بات ہے، مکذبین سے عجب در عجب یہ ہے، کہ وہ لفظ لَوْ کے معنی میں غور نہیں کرتے، اور اپنے مدعا

---

[1] عبارت تفسیر کبیر۔ واما علی قولنا فھو محمول علی ان اللہ تعالیٰ قضی بذلک وھل علم وقوعہ وان لم یقض بہ ولم یعلم وقوعہ کان ذلک محالاً غیر مقدور لان خلاف علمہ تعالیٰ غیر مقدور انتہٰی۔

[2] عبارت تفسیر نیشاپوری۔ وھل قضی بذلک وعلم وقوعہ ام لا فان خلاف معلوم اللہ تعالیٰ غیر مقدور وھذا عند الاشاعرۃ انتہٰی بلفظہ۔

کے صریح مخالف سے استدلال کرتے ہیں۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اُن کی اس استدلال کی رو سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کیسے محو پر بھی استدلال کریں۔ آیت۔ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ الآیۃ۔ یعنی اگر ہم چاہتے تو جو چیز ہم نے تیری طرف وحی کی ہے یعنی قرآن کو محو کر دیتے، مگر رحمت تیرے رب کی۔ یہ استثنا منقطع ہے، جس کے معنی یہ ہیں۔ مگر ہم نہیں چاہتے محو قرآن کو تیرے رب کی رحمت کی رُو سے یہ تفسیر معالم وغیرہ میں ہے، پس جیسا کہ محو قرآن جو صفت الٰہی ہے قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے، ویسا ہی آپ کی مثل کا حال ہے، اور بارہا معلوم ہو چکا ہے کہ ممتنعات کے قدرت کے نیچے داخل نہ ہونے سے ہرگز عجز لازم نہیں ہوتی، بلکہ وہ ممتنعات کی عدم صلاحیت کی وجہ سے ہے، اور حضرت یحییٰ منیری کے مکتوبات کی نقل کا جواب اوپر گزرا ہے، اور یہ بھی کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے امکان کذب کا ابطال کیا ہے اس کے مکرر ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے، اور قرآنِ مجید اور حدیثوں میں جو کلمات ذارقہ الوہیت وعبودیت کے ہیں باوصفیکہ اکثر وہ بفرض محال ہیں، وہ حق تعالیٰ اور اُس کے حبیب کے درمیان اسرار ہیں، لوگوں کو شرعاً اجازت نہیں کہ ان الفاظ پر جرأت کریں کہ یہ ضرور بے ادبی ہے۔

حاصل الکلام اس خراب اور ابتر زمانہ میں مسئلہ امکان نظیر حضرت

عبارت تفسیر معالم۔ ھذا استثناء منقطع معناہ ولکن لا نشاء ذلك رحمۃ من ربك

بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم جس سے امکان کذب باری تعالیٰ لازم آتا ہے اس کا ظاہر کر۔ دین متین کی بیخ کنی ہے تمام کے مسلمانوں کے ہاتھوں سے کیا تم نہیں دیکھتے کہ دشمنانِ دین قوم نصارٰی سے قرآن اور حضرت سید مرسلان صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کیا کچھ بکواس کر رہے ہیں، اور اپنی کتابوں میں لکھ کر مشتہر کر رہے ہیں، اور پچھلے دنوں میں ایک آریہ نے اپنی تکذیب براہین احمدیہ میں کس قدر باری تعالیٰ کی توہین اور قرآن مبین کی اہانت اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصاً اور تمام انبیاء کی عموماً سخت استخفاف کر کے اُس کو مکرر چھپوایا ہے، پس اگر ایسے دشمنانِ دین سے براہین قاطعہ کے ایسے مضامین دیکھ لیں تو ان کو کس قدر مدد مل جائے گی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

پس شرعاً فرض اور واجب ہے کہ ہم دل سے اعتقاد کریں اور زبان سے اقرار اور قلموں سے لکھیں کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ جیسا کہ صفات کمال سے موصوف ہے ویسا ہی سمات نقص اور زوال اور کذب اور اُس کے امکان کے اقسام سے پاک ہے، اور ممکن ہی نہیں کہ وہ پاک ذات فرماں برداروں اور بے گناہوں کو عذاب کرے، اور کافروں و منافقوں کو بخش دے کہ یہ اس کی شان اور کمال کے برخلاف ہے، اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ باری تعالیٰ کے حبیب قریب ہیں، ویسا ہی بے نظیر اور بے مانند ہیں، اور نقائص وغیرہ کا اس کی قدرت میں داخل نہ ہونا ہرگز ہرگز اس کے عجز کو لازم نہیں پکڑتا بلکہ فی الحقیقت یہ اس کی کمال نزاہت اور جمال تقدیس ہے۔

اس کے سوا کوئی حاکم نہیں، اور جو چاہے کرتا ہے۔

دوسرے جواب تفصیلی کا جواب الجواب ختم ہوا، اور بخوبی ظاہر ہوا کہ صاحب براہین مع حوارین وساوس شیاطین میں گرفتار ہیں۔ اب تیسرے اعتراض اور اس کے جواب الجواب کو قول قول کر کے لکھتا ہوں، تاکہ ہر واحد کو اوّل سے آخر تک نقل کر کے پھر ایسا ہی کرنے سے بہت طول ہو جائے گا۔

اعتراض سوئم

"جناب رسالت مآب ہمارے بڑے بھائی ہیں"

(دیوبندی مکتبِ فکر!)

پس یہ تیسرا اعتراض ہے، انوارساطعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنے والے پر طعن کیا ہے، کہ اس میں ایہام دعویٰ برابری حضرت فخرالانبیاء کے ساتھ ہے، معاذ اللہ منہا براہین قاطعہ کے صفحہ (۴) میں اس کا جواب یہ لکھا ہے۔

کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخرِ عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا، البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اور بعد اس کے یُوْحٰی اِلَیَّ کی قید سے پھر وہی شرف تقرب کو بعد مماثلت بشریت کے ثابت فرما دیا۔

پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے، اور خود فخرِ عالم نے بھی فرمایا وددت انی قد رأیت اخوانی الحدیث

پس اخوت بوجہ اولاد آدم ہونے کے کہتا اور یہی وجہ قائل کی ہے موافق قرآن وحدیث کے ہوا اس پر طعن کرنا قرآن وحدیث پر طعن کرنا ہے آخر نفس بشریت میں اور اولاد آدم ہونے میں مساوات بنص قرآن ثابت ہے آخر انتہیٰ بلفظہ

فقیر کو اس میں دو طرح سے اعتراض ہے، پہلا یہ کہ مولوی اسمٰعیل نے جو تقویۃ الایمان کے صفحہ (۶۰) میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشمول تمام اولیاء، انبیاء، کے بندے عاجز اور بڑے بھائی لکھا ہے، اور نیز صفحہ (۲۴) میں انبیاء کی بڑائی صرف اللہ کی راہ بتانے کی لکھ کر پھر کہا ہے "اور اس بات کی اُن میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو الی قولہ ان باتوں میں سب بندے چھوٹے اور بڑے برابر ہیں عاجز بے اختیار اور اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان کو بھی بڑائی نہیں ہے کہ اللہ صاحب نے غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی ہے الیٰ قولہ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور ناداں انتہیٰ بلفظہ"۔

اَب صریح ثابت ہے کہ تقویۃ الایمان والے نے انبیاء کو بندے عاجز بے اختیار و ناداں لکھ کر سب بنی آدم کو اُن سے برابر قرار دے دیا ہے تو اس کا جواب علمائے اہل سنت نے بخوبی دیا ہے، اور فقیر نے بھی اپنے محل پر اس کا رد لکھا ہے، اور اس جگہ اتنا ہی لکھنا ضروری ہے کہ براہین قاطعہ والے نے جو اس کی توجیہہ یہ تحریر کی ہے کہ بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی

کہا، اور تقرب و شرف کمالات میں کسی کو آپ کا مماثل نہیں جانتا الخ محض حق پوشی اور توجیہہ ہے جو قائل کو پسند نہیں ہے، تو اس کا جواب صاحب براہین مع حواریین نے جواب تفصیلی میں یوں دیا ہے کہ مولوی قصوری نے مولوی اسمٰعیل صاحب کو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تقرب الی اللہ و شرف کمالات کا غیر قائل بنا کر لکھا ہے کہ وہ آپ کو مثل عوام مومنین کے سمجھتا ہے اور عوام کے برابر کرتا ہے، تو جب نشان صفحہ (۴۴ و ۶۰) سے دیکھا تو مولوی اسمٰعیل صاحب علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے، ترجمہ آیت کا فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں کہ کہہ نہیں اختیار رکھتا میں اپنی جان کے کچھ نفع و نقصان کا مگر جو کچھ کہ چاہے اللہ، اور اگر جانتا میں غیب تو بہت سی لے لیتا بھلائی اور نہ چھوتی مجھ کو کچھ برائی، میں تو فقط ڈرانے والا ہوں اور خوش خبری سنانے والا اُن لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔

ف یعنی سب انبیاء و اولیاء کے سردار آپ تھے، لوگوں نے انہیں سے بڑے بڑے معجزے دیکھے اور اسرار کی باتیں سنیں، بزرگوں کو اُن کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی، تو انہیں کو اللہ صاحب نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے آگے صاف بیان کر دیں۔ یہ عبارت بقدر حاجت تقویۃ الایمان سے منقول ہوئی ہے، بعد اس کے مولوی اسمٰعیل صاحب نے حسب آیت قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ الخ تحریر فرمایا جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے، کہ قدرت تامہ نفع و ضرر و علم محیط کل اشیاء حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس قسم کی قدرت و علم کے نہ ہونے میں سب بندے بڑے و چھوٹے برابر ہیں، عاجز

اور بے اختیار بے خبر اور نادان، سو جیسے سب لوگ کبھی کچھ بات عقل اور قرینہ سے کہتے ہیں سو کبھی درست ہو جاتی ہے، اور کبھی چوک، اسی طرح یہ بڑے لوگ بھی جو بات عقل اور قرینہ سے کہتے ہیں تو اس میں بھی کبھی درستی ہو جاتی ہے کبھی چوک، ہاں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی یا الہام ہے، سو اس کی بات نرالی[1] ہے، انتہیٰ ملخصًا۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ مولوی قصوری کا یہ الزام کہ مولوی اسمٰعیل نے تمام انبیاء و اولیاء کو عوام کے برابر کر دیا۔ عاجز بے اختیار نادان بنا دیا جس سے ظاہر ہے کہ تقرب الی اللہ و شرف کمالات آں حضرت مولوی اسمٰعیل معتقد نہیں، پس جواب بندہ خلیل احمد کا جس میں تقرب الی اللہ و شرف کمالات کا اثبات ہے مولوی اسمٰعیل کے مطابق نہ ہوا، اور اس کو خود مولوی صاحب مذکور پسند نہیں کرتے خلاف ہے کہ اسی صفحہ کے ابتدا میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے آپ کے شرف کمالات کا اقرار کیا ہے، مگر اُن کی عقل یا قرینہ میں

---

[1] اور اس صفحہ جواب تفصیلی کے حاشیہ پر مکذبین نے واقعہ تابیر نخل کا کہ اول آپ نے منع فرمایا بعدہٗ جب ثمر میں نقصان ہوا تو آپ نے فرمایا کہ دینی امر میں جو کچھ کہوں اُس کو مانو، وہ ٹھیک ہوتا ہے مگر جو کچھ اپنے عقل سے دنیاوی امور کی نسبت کہوں، اُس کا ٹھیک ہونا ضروری نہیں اپنے امور دنیا میں تم مجھ سے زیادہ واقف ہو انتہیٰ جو لکھا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول اس میں مکذبین نے حدیث مسلم میں الفاظ بڑھا کر ترجمہ کیا ہے دوم فی الواقع آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے تمام کام دنیا و آخرت میں دانا تر ہیں، شیخ محدث دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں اس پر تصریح کی ہے اسی حدیث کے نیچے ۱۲ منہ عفی عنہ

بھول چوک لکھی ہے، اور وحی یا الہام کی بات نرالی ہے، اور نیز کتاب صراط مستقیم میں آپ کے شرف کمالات شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہیں جس کو قصوری صاحب نے بھی دیکھا ہے، پس اس کا مولوی اسمٰعیل کو منکر شرف کمالات کہنا اور مجھ پر طعن حق پوشی وغیرہ کا کرنا خلاف دیانت ہے، بلکہ یہ طعن ان پر عائد ہوا، والحمد للہ علیٰ ذٰلک،

یہ خلاصہ جواب تفصیلی کا ہے۔

فقیر کان اللہ لہ اس کے جواب میں کہتا ہے، کہ مَیں نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ مولوی اسمٰعیل آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اور کمالات کا بالکل غیر معتقد ہے، جیسا کہ عبارت اعتراض سے ظاہر ہے، مَیں نے اس کے کلام سے یہ ظاہر کیا تھا۔ کہ اس کی نفس بشریت سے برابری اور آدمی ہونے میں برادری نبیوں کے ساتھ مراد نہیں ہے، جیسا کہ براہین والے نے تاویل کی ہے، بلکہ اس کی عبارت میں صریح درج ہے کہ نبیوں کی عظمت صرف بیان راہ حق کی ہے، اور یہ عظمت اُن کے لئے نہیں کہ خدا نے اُن کو دنیا میں کچھ تصرف کی قدرت دی ہو، پس سب آدمی اعلیٰ عاجز بے اختیار ہیں، اور ایسا ہی علم غیب میں سب چھوٹے بڑے بے خبر جاہل ہیں، براہین والے اور اس کے حوارین نے بھی مان لیا ہے کہ یہ مضمون تقویۃ الایمان میں موجود ہے جس سے فقیر کا مدعا ثابت ہو گیا، اور منکرین کی تطویل لاطائل ہو گئی پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ قدرت تصرف سے انکار اور غیب دانی میں بے خبری اور نادانی کا اقرار قطع نظر اس سے کہ قرآن و حدیث کے

بالکل برخلاف ہے، مولوی اسمٰعیل کے چچا اور استاذ اور دادا مرشد صاحب، تفسیر عزیزی کے ارشادوں کے بھی صریح مخالف ہے، چناں چہ اس تفسیر میں آیت وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ کے نیچے تحریر ہے کہ

ہم[1] نے بلا واسطہ جبریل تجھ کو بہت معجزے عطا کئے ہیں، جیسے ستون کا نالہ کرنا، درختوں نے آپ کے حکم کو قبول فرمانا اور اونٹوں اور ہرنوں کا آپ کے پاس شکایت کرنا، پتھروں اور پہاڑوں کا آپ کو سلام کرنا، علماء یہود وغیرہ کے سوالات کا جواب دینا اور سوائے اس الخ

پھر اسی تفسیر میں جمادات اور حیوانات کے روح مجرد کے مسئلہ میں فرماتے ہیں کہ:- درخت[2] اور پتھر اور حیوانات نبیوں سے اور اُن کے فرمانے سے کلام کرتے تھے، اور ادا ار شہادت اور اُن کے حکموں کی بھی فرماں برداری کرتے تھے، حضرات انبیاء سے متواتر کے طور پر یہ بات منقول ہے الخ پھر آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی

---

[1] (عبارات تفسیر فتح العزیز) مابلا واسطہ جبریل بر تو معجزات بسیار نازل کردہ ایم مثل نالۂ ستون اجابت درختاں دعوت ترا و شکایت شتراں و آہوان و سلام کردن سنگہاء و کوہ ہا بر تو و جواب سوالات احبار یہود وغیر ذلک الخ [2] کہ اشجار و احجار و حیوانات با انبیاء و بفرمودۂ انبیاء تکلم و نطق و ادائے شہادت و اجابت و امتثال اوامر نمودہ و قدر متواتر ازاں حضرات انبیاء علیہ السلام منقول و مروی شدہ الخ

کے نیچے لکھتے ہیں کہ:-

قیامتؒ کے دن آپ کو مرتبہ وسیلہ پر مشرف کریں گے اور یہ مرتبہ بہت ہی اونچا ہے کسی کو بھی مخلوقات سے نہیں ملا اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ آپ اُس دن درگاہ الٰہی میں بمنزلہ وزیر کے بادشاہ کے ہوں گے۔

اور آیت اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ کے نیچے لکھا ہے آپؐ کے کمال کا مرتبہ جو خاتمیت ہے۔ کسی کو بھی حاصل نہیں کیا اچھا کہا ہے کہنے والے نے کہ اے محبوب خدا اور اے سرورِ بنی آدم آپ کے طفیل ہی چاند کو نور ملا الغرض حق تعالیٰ کے بعد آپ سب سے برتر ہیں پھر آیت عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهٖ أَحَدًا کے نیچے نبیوں کا غیب پر اظہار اور غلبہ ثابت کیا ہے۔ اور آیت وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا کے نیچے فرمایا ہے اور تمہارا پیغمبر تم پر گواہ ہوگا اس لیے کہ وہ نورِ نبوت سے اپنی اُمّت کے ہر فرد کے درجہ دین داری پر خبردار ہے اور ہر شخص کی حقیقت ایمان اور ترقی کے حجاب کو جانتا ہے۔

سے روز قیامت ایشاں را بمرتبہ وسیلہ مشرف سازند و آں مرتبہ ایست نہایت بلند کہ کسے را از مخلوقات میسر نشدہ و حقیقت آں آنست کہ ایشاں دراں روز از جناب خداوندی بمنزلہ وزیر از بادشاہ باشند انتہی ۔ سے مرتبہ کمال او کہ خاتمیت است ہیچ کس را حاصل نیست۔

سے ۵ یعنی و باشد رسول بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود

پس پیغمبر تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجوں اور نیک و بد عملوں
اور تمہارے اخلاص و نفاق کو پہچانتا ہے الخ

یہ تفسیر عزیزی کی عبارتوں کا ترجمہ ہے۔ پس جو دانش مندان باتوں کا تقویۃ الایمان کے اوپر کے خرافاتوں کے ساتھ مقابلہ کرے گا سچی شہادت دے گا۔ کہ مولوی اسمٰعیل کی یہ باتیں صاف جھوٹ ہیں۔ اور یقیناً براہین والا اور اُس کے حواری صریح گمراہی میں ہیں پناہ بخدا۔

تیسرے اعتراض کی پہلی وجہ کی صحت کے اظہار کے بعد ہم اُس کی دوسری وجہ بیان کرتے ہیں اور حق تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ کہ براہین والے نے جو آیت قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی سند سے جملہ بنی آدم کو نفس بشریت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مماثل و برابر لکھ دیا ہے یہ محض غلط اور سخت بے ادبی ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں تو جس جگہ حق تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ کفار نبیوں سے بشریت میں برابری کا دعویٰ کرتے اور ایسا کہا کرتے تھے۔ کہ مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ تو اُن کے جواب میں اُن کی سمجھ کے موافق انبیاء بھی یہی جواب دیتے تھے جو قرآن میں ہے کہ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سو یہ نبیوں کا فرمانا بطریق تسلیم و تواضع کے تھا۔ علی ہذا القیاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی فرمایا کہ بطور تواضع کے کہہ دو کہ میں تمہارے جیسا آدمی ہی ہوں چنانچہ تفسیر کبیر و نیشاپوری وغیرہما میں اس پر تصریح موجود ہے۔ تو اس کلام متواضعانہ

کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہاں شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص نفاق شمارا ۱۲

کو بشریت میں برابری کے نص بیان کرنا اور جملہ بنی آدم کے شمول میں کفار چوہڑے چمار کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بشریت میں برابر کہنا اور اس پر طعن کرنے والے کو قرآن پر طعن کرنے والا بنانا شرع اسلام کے سراسر مخالف ہے، اور بشریت میں انبیاء کے ساتھ برابری کا دعویٰ بحکم آیت اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰیٓ اٰدَمَ وَنُوْحًا اور آیت اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ اور ایسی کئی آیتوں کے حکم سے محض جھوٹ ہے جس کا ذکر تفسیر کبیر و نیشاپوری و ابوالسعود و بیضاوی وغیرہا میں موجود ہے جس سے بخوبی ثابت ہے کہ جملہ بنی آدم کو بشریت میں فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثل و مساوی کہنے والا صریح احکام قرآنی کے برخلاف ہے، پھر قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کو یُوْحٰٓی اِلَیَّ سے علیحدہ کر کے نفس بشریت میں مساوات ثابت کرنی دوسری غلطی ہے، کیوں کہ آپ کو تمام عالم ارواح میں شرف نبوت حاصل تھی، مواہب لدنیہ وغیرہ میں جامع ترمذی سے اس بارہ میں حدیث روایت کی ہے جس کو بہت سے محدثین نے صحیح کہا ہے، پھر بشر کے لفظ سے برادری اور برابری کا اثبات تیسری غلطی ہے، کیوں کہ بشر باپ بھی ہوتا ہے، اور آپ بحکم آیت وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّھٰتُھُمْ اور بمقتضائے حدیث اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ کے تمام امت کے باپ ہیں، شفقت اور رحمت میں جیسا کہ تفسیر کبیر و فتح العزیز وغیرہما میں اس پر تصریح ہے، پھر اپنے زعمی مطلب کے اثبات کے واسطے صحیح حدیث وددت انا قد رأینا

اخواننا کے الفاظ کو اِنی قد لاٗیت اخوانی سے تحریف کر دیا ہے دیکھو مشکوٰۃ اور صحیح مسلم اور مجمع البحار کے دونوں مقام وُدمیں یہ چوتھی غلطی ہے اس کے جواب میں صاحب براہین مع حواریین جواب تفصیلی میں لکھتے ہیں۔ کہ

مولانا قصوری صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو آں حضرت[1] کے مماثل نفس بشریت میں لکھنا روا نہیں، اور جس کا قرآن میں ذکر ہوا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطریق تسلیم و تواضع اپنے آپ کو مماثل فرمایا۔ مولینا قصوری نے ایسا اعتراض کیا جس سے خود خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام قبائح کا لگایا آپ کی کلام کے معنی یہ ہوئے کہ باعتبار واقع کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفس بشریت میں کوئی مماثل نہیں اور نہ آپ کسی کے بشریت میں مماثل ہیں، مگر حق تعالیٰ نے خلاف واقع و نفس الامر کے حکم دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کفار سے کہہ دے، کہ میں بھی بشر ہوں مثل تمہاری، اور یہ کہنا تواضع تھا۔ اس پر لازم آیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو جھوٹ پر مجبور کیا پناہ بخدا۔ اور توجیہہ تسلیم و تواضع کے خلاف نص وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ کے ہے، پس یہ معنی جو آپ نے گھڑے ہیں اس سے کس قدر قبائح اور شنائع پیدا ہوئی۔ اوّل[1] حق تعالیٰ نے برخلاف شان الوہیت و نص اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ کے اپنے

---

[1] اس جگہ غصہ میں آکر مکذبین نے آں حضرت ؐ کے پیچھے درود نہیں لکھا۔ فقیر نے ترجمہ عزلی میں اپنی طرف سے درُود لکھا ہے، اللّٰھم تقبل منا آمین ۱۲ منہ عفی عنہ

حبیب کو جھوٹ بولنے کا حکم فرمایا۔ ثانیاً برخلاف آیت وَاغْلُظْ عَلَیْہِمْ کفار کے واسطے تواضع کا حکم فرمایا۔ ثالثاً خلاف واقعہ مماثلت کفار میں فخرِ عالم[1] کی توہین و تذلیل فرمائی۔ صاحبان انصاف غور فرمادیں کہ ان معنی مخترعہ کی وجہ سے قصوری صاحب نے شان الٰہی و رسالت پناہی میں کس قدر بے ادبی کی، اور شرع اسلام سے تخالف کیا۔ باقی تفسیر کبیر و نیشاپوری کا حوالہ سو ایسے مہمل معنے جن سے تنقیص شان الٰہی و اہانت رسالت پناہی ہو، کیا کوئی مفسر بیان کر سکتا ہے۔

اب ہم منشاء غلطی سے مطلع کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ نے جب کبھی دعویٰ رسالت و علوم نبوت و مدارج قرب کا کیا۔ تو کفار نے اس خیال سے کہ کمال تقرب الٰہی فرشتوں کو ہوتا ہے بشر کو نہیں بطریق حصر کے یہ کہا مَا اَنْتُمْ الآیۃ یعنی نہیں تم مگر ہم جیسے بشر اس کے جواب میں جو انبیاء علیہم السلام نے فرمایا اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اس پر یہ اعتراض آیا کہ انبیاء نے ایسی کلام بطور حصر جواب میں کیوں فرمائی جس سے ظاہر ہے کہ ہاں ہم بشر مثل تمہاری ہیں، اور دوسرا وصف ہم میں نہیں۔ اسی طرح حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے قضیہ پیش آیا تو اس اشکال کے جواب میں مفسرین نے بلکہ صاحب مختصر معانی وغیرہ نے بیان کیا

---

[1] اس جگہ مکذبین چونکہ سخت مبہوت ہو گئے ہیں، درود شریف بھی بھول گئے ہیں ۱۲ منہ

ہے کہ یہ حصر علیٰ سبیل التسلیم وارخاء عنان الخصم ہے، اور اس استدلال کو مجارات الخصم کہتے ہیں، کہ اس کی بات کو اوّلاً تسلیم کر کے کلام آئندہ سے اس کو جواب معقول دیں، یہ کلام مفسرین کا بہ نسبت الفاظ حصر یعنی نفی استثناء، کی نسبت تھا، جس کو معترض نے جملہ نَحْنُ بَشَرٌ مِثْلُكُمْ کی اسناد کی نسبت سمجھ کر لفظ تسلیم کے ساتھ لفظ تواضع بڑھا کر مضمون کلام الٰہی تحریف کر ڈالا الیٰ قولہ۔ اور یہ جو قصوری صاحب فرماتے ہیں کہ بحکم آیت اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا اور آیت اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ، بشریت میں انبیاء کے ساتھ برابری اور مماثلت کا دعویٰ کرنے والا صریح احکام قرآنی کے برخلاف ہے، اور حوالہ تفسیر کبیر وغیرہ کی طرف کیا ہے، مولانا قصوری بڑی بڑی کتابوں کے آپ نے نام تو لکھ دیئے تا کہ کوئی جانے کہ یہ دیکھی ہیں، سلمنا مگر فہم مطلب سمجھنے کے قابل ہو اِن آیات کا مضمون فقط اتنا ہے کہ کمالات تقرب میں انبیاء تمام عالم سے برگزیدہ ہیں، یہ مضمون ہمارے مُدعا مشارکت تمام بنی آدم نفس بشریت متناقض نہیں، تناقض کے واسطے وحدات ثمانیہ میں اتحاد شرط ہے، ذرا ایساغوجی کو آپ ملاحظہ فرمائیں آپ کا حوالہ بوجہ عدم فہم مضامین تفسیر کے غیر مسموع ہیں، ایک قول کسی مفسّر کا مصرح اپنے دعویٰ کے مطابق ہم کو دکھا دیں۔"

یہ لفظ بلفظہٖ اختصار سے عبارت ہے جواب تفصیلی کی۔

فقیر کان اللہ لہٗ عرض کرتا ہے، کہ اوپر سے صاحب براہین اور اس کے حواریین کی عادت معلوم ہو چکی ہے، کہ جب ان سے کچھ بھی جواب بن نہیں پڑتا، تو پھر حق کی طرف مائل نہیں ہوتے، بلکہ سخت گمراہی پر گھائل ہو کر فرط غضب کے کلام کو کہیں سے کہیں کو کھینچتے لئے جاتے ہیں، جیسا کہ فقیر کے استدلال آیت فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ میں وعید کو امکان کذب پر لگا کر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء لہم الاکرام کو بھی اس میں داخل کر دیا تھا۔ ویسا ہی اس جگہ تواضع کے لفظ سے اللہ تعالیٰ کا جھوٹ پر مجبور کرنا اور آیت وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ کی مخالفت اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور زیادتی لفظ تواضع کو فقیر حقیر کی بناوٹ و دیگر زبان درازی سے جواب تفصیلی میں نامۂ اعمال سیاہ کیا ہے۔

سو اب فقیر بعون قدیر مفسرین اور محدثین کی تصریح سے اپنا مدعا ثابت کر دکھاتا ہے، امام رازی کی عبارت تفسیر کبیر کا ترجمہ یہ ہے:۔

"جان[1] لو کہ حق تعالیٰ نے جب اپنی کلام پاک کا کمال بیان فرمایا، تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو امر کیا، کہ تواضع کا راستہ چلیں، پس کہا کہ کہہ دو میں تمہارے جیسا آدمی ہی ہوں، میری طرف وحی آئی ہے یعنی مابین ہمارے تمہارے کسی صفت میں فرق نہیں، مگر حق تعالیٰ نے میری طرف پیغام بھیجا ہے کہ وہی معبود بحق یگانہ بے نیاز ہے" اھ

عبارت[1] تفسیر کبیر۔ واعلم ان الله تعالیٰ لما بیّن کمال کلام الله تعالیٰ امر محمداً صلی الله علیه وسلم بان یسلك طریقة التواضع فقال قل انما انا بشر مثلكم یوحی الیّ ای لا امتیاز بینی وبینکم فی شیٔ من الصفات الا ان الله تعالیٰ اوحی الیّ انه لا اله الا الله الواحد الصمد انتہی ۱۲

اور ایسا ہی تفسیر نیشا پوری میں مذکور ہے، اور تفسیر خازن[1] میں اسی آیت کے نیچے لکھا ہے کہ :-

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع کی تعلیم کی، تا کہ لوگوں پر افتخار نہ کریں، پس امر کیا کہ اقرار کریں کہ میں آدمی تمہارے جیسا ہوں مگر پیغام الٰہی سے مخصوص ہوں الخ

اور ایسا ہی معالم التنزیل میں ہے اور یہ جو حدیث[2] مشکوٰۃ میں آیا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے جواب میں جب انہوں نے اونٹ کو دیکھا، کہ اُس نے آپ کو سجدہ کیا ہے تو ہم بھی آپ کو سجدہ کریں، فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔ محدث دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اپنے بھائی سے آپ نے اپنے نفس شریف کو مراد رکھا ہے تواضع کی رو سے، اور تنبیہ کرتے کو کہ میں بھی ان کی مانند آدمی ہوں جن کو سجدہ روا نہیں ہے اھ

---

[1] عبارت تفسیر خازن - قال ابن عباس رضی اللہ عنہما علم اللہ تعالیٰ رسولہ محمداً صلی اللہ علیہ وسلم التواضع لئلا یزھی علی خلقہ فامرہ ان یقر فیقول انا آدمی مثلکم الا انی خصصت بالوحی الخ [2] عبارت مشکوٰۃ - انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی جواب اصحابہ لما ارادوا ان یسجدوا لہ علیہ السلام بعد رؤیۃ سجدۃ الابل لہ صلی اللہ علیہ وسلم (اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم) فقد قال المحدث الدهلوی فی شرحہ یرید نفسہ الکریمۃ تواضعاً وتنبیہاً علی انہ بشر مثلہم فی عدم جواز السجدۃ والعبادۃ

اور مجمع بحار الانوار میں بھی لکھا ہے کہ آپ نے اس لفظ بھائی سے اپنے آپ کو مراد رکھا ہے کسر نفسی اور تواضع کی رو سے اھ۔

اگر ان تصریحات سے قطع نظر کریں تاہم لفظ مثل کا آواز بلند سے بتا رہا ہے کہ یہ تواضع پر محمول ہے نہ حقیقت پر، کیوں کہ حقیقتاً مثل نام ہے سب صفتوں میں مانند کا۔ چنانچہ امام رازی نے مثل کی تفسیر کی ہے، کہ ہمارے تمہارے درمیان کسی صفت میں امتیاز نہیں، اور اس میں شک نہیں کہ کوئی خدا کے مقبولوں سے بھی سب صفتوں میں آپ کے برابر اور ہاتھد نہیں ہے جیسا کہ اپنے مقام پر محقق ہو چکا ہے، پس ثابت ہوا کہ آیت قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ قرآن مجید کی دلالت اور مفسرین و محدثین کی صراحت سے تواضع پر ہی محمول ہے، اور لفظ تواضع کا فقیر نے اپنی طرف سے ہرگز نہیں لکھا، مکذبین کا خام خیال ہے، صاحب براہین اور اس کے حواریین کے جہل مرکب پر سخت افسوس ہے کہ دینی کتابوں کی صریح باتوں پر نظر نہیں کرتے غور سے سمجھنا تو بجائے خود رہا، اس نفسانیت اور رعونت سے پناہ بخدا۔

الغرض اس آیت کے تواضع پر حمل کرنے سے جو طعن مکذبین نے فقیر پر کئے تھے وہ قرآن مبین اور مفسرین و محدثین پر عائد ہو گئے ؎

زباں بریدہ بکنجے نشستہ صُمٌّ وَ بُکْمٌ!
بہ از کسے کہ زبانش نباشد اندر حکم!

عبارت مجمع بحار الانوار۔ د اکرموا اخاکم اراد نفسہ صلی اللہ علیہ وسلم ھضماً لنفسہ ای اکرموا من ھو بشر مثلکم لما اکرمہ اللہ تعالیٰ بالوحی انتہیٰ ۱۲

پہلے دعویٰ کے اثبات میں جو مکذبین نے لکھا تھا کہ ایک قول کسی مفسر کا مصرح اپنے دعویٰ کے مطابق ہم کو دکھا دیں، فقیر نے صاف صاف چار قول مفسرین کے اور دو قول محدثین کے اور دلالت قرآن مجید پیش کر دی، تو اب دوسرے دعویٰ کا ثبوت لیجئے کہ تفسیر کبیر میں آیت اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا کے نیچے لکھتے ہیں۔ کہ :-

دوسری[1] وجہ معنی آیت کے یہ ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو صفات ناپسندیدہ سے پاک اور خصائل حمیدہ سے زینت ناک کیا ہے اور یہ معنی دو وجہ سے بہتر ہیں، ایک یہ کہ اس میں کسی لفظ کے پوشیدہ کرنے کی حاجت نہیں پڑتی۔ دوسری یہ آیت اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ کے موافق ہے۔

امام حلیمی[2] نے منہاج میں ذکر کیا ہے، کہ نبیوں کا دوسرے لوگوں سے قوای جسمانیہ و روحانیہ میں مخالف ہونا ضروری ہے الخ

پھر تفسیر کبیر[3] میں ہے، کہ پوری کلام اس بارہ میں یہ ہے کہ نفس قدسی نبوی اپنی ماہیت میں سب نفسوں سے مخالف ہے، الخ

---

[1] اصل عبارت۔ والثانی ان یکون المعنی ان اللّٰہ اصطفٰی ای صفاھم من الصفات الذمیمۃ وزینھم بالخصائل الحمیدۃ وھذا القول اولی بوجھین احدھما انہ لا نحتاج فیہ الی الاضمار والثانی انہ موافق بقولہ تعالیٰ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ۱۲ [2] عبارت ان الانبیاء علیھم السلام لابد ان یکونوا مخالفین لغیرھم فی القوی الجسمانیۃ والروحانیۃ الخ [3] عبارت واعلم ان تمام الکلام فی ھذا الباب ان النفس القدسیۃ النبویۃ مخالفۃ بماھیتھا لسائر النفوس الخ

مفتی الثقلین ابو السعودؒ اپنی تفسیر میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں کہ "اصطفا نام ہے کسی چیز سے عمدہ حصّہ لے لینے کا۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو پاک نفسوں اور اُن کے لائق ملکات روحانیہ اور کمالات جسمانیہ سے برگزیدہ کرنے کو بیان فرمایا ہے کہ اُن کے پاک نفسوں میں یہ باتیں حاصل ہیں، اُن سب پر درود اور سلام ہو"
اور یہ بھی تفسیر کبیر میں آیت وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ کے نیچے لکھا ہے، کہ:۔
"جان لو کہ اس جگہ عمدہ باریک گفت گو ہے، کہ ایک جماعت حکماء اہل اسلام نے فرمایا ہے، کہ آدمی جب تک اپنی ذات اور بدن میں بزرگ پاک علوی خواص سے مخصوص نہ ہو تب تک عقل کے نزدیک اس کو صفت نبوت کا حاصل ہونا محال ہے اور ظاہریہ اہل سنت کا زعم ہے کہ نبوت کا حاصل ہونا خدا تعالیٰ

عبارت[۱] والاصطفاء اخذ ما صفی من الشئ کالاصطفاء مثل به اختیارہ ایاھم بالنفوس القدسیة وما یلیق بها من الملکات الروحانیة والکمالات الجسمانیة للرسالة فی نفس المصطفی کما فی کافة الرسل علیھم الصلوٰة والسلام انتھی ۱۲ [۲]
واعلم ان ھذا المقام فیه بحث شریف دقیق وھو ان جماعة من حکماء الاسلام قالوا ان الانسان ما لم یکن فی نفسه وبدنه مخصوصا بخواص شریفة علویة قدسیة فانه یمتنع عقلا حصول صفة النبوة له واما الظاهریون من اھل السنة والجماعة فقد زعموا ان حصول النبوة عطیة من الله تعالیٰ یهبها (بقیہ ص ۱۷۴)

کی طرف سے بخشش ہے، جس کو چاہے اپنے بندوں کے دے دیتا ہے
اور اس کے حاصل ہونے میں اس کا امتیاز سب آدمیوں سے
زیادتی نور نفسانی اور پاک قوت پر موقوف نہیں ہے، اور اس فرقہ
ظاہریہ نے اِس آیت سے تمسک کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ نبوت کا حاصل ہونا محض احسان الٰہی اور اس کی بخشش سے ہے
اور اس بارہ میں کلام غور طلب اور باریک ہے، اور پہلے فرقہ
حکماء اہل سُنّت نے یہ جواب دیا ہے، کہ انبیاء نے تواضع کی رو سے
اپنی نفسانی اور جسدانی فضیلتیں بیان نہیں کیں، اور اسی پر کوتاہی
فرمائی کہ ولیکن خدا احسان کرتا ہے جس پر چاہتا ہے، اپنے بندوں
سے نبوت دیتے ہیں، کیوں کہ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حق تعالیٰ ان کو
نبوّت و رسالت سے تب ہی مخصوص کرتا ہے جب وہ ایسے ہی
فضائل سے موصوف ہوتے ہیں، کہ جس سے مستحق اس خصوصیت کے
ہو جاتے ہیں، جیسا کہ قرآن میں فرمان ہے، کہ اللہ بہتر جانتا ہے،
جہاں رکھے اپنی پیغمبری کو۔ (یہ تفسیر کبیر کی عبارت کا ترجمہ ہے)

لکل من یشاء من عبادہ ولا یتوقف حصولہا علی امتیاز ذلک الانسان عن سائر
الناس بمزید اشراق نفسانی وقوۃ قدسیۃ وھؤلاء تمسکوا بھذہ الآیۃ فانہ تعالیٰ
بین ان حصول النبوۃ لیس الا بمحض المنۃ من اللہ تعالیٰ والعطیۃ منہ والکلام فی
ھذا الباب غامض غائض دقیق والاولون اجابوا عنہ بانہم لم یذکروا فضائلہم
النفسانیۃ والجسدانیۃ تواضعاً منہم واقتصروا علیٰ قولہم ولکن اللہ یمن علیٰ من یشاء
من عبادہ بالنبوۃ لانہ قد علم انہ تعالیٰ لا یخصہم بتلک الکرامات الا وھم موصوفون

اور امام رازی نے جو بعد بیان تمسک ظاہریہ کے آیت وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَمُنُّ سے یہ کہا ہے، کہ کلام اس بارہ میں غور طلب باریک ہے، اس میں تنبیہ ہے ظاہریہ کے زعم کے ابطال پر کیا معنی کہ اس آیت میں جو عباد کی اضافت حق تعالیٰ کی طرف ہے وہ اُن بندوں کی خصوصیت پر خبردار کر رہی ہے یعنی ولیکن خدا احسان کرتا ہے جس پر چاہتا ہے اپنے مخصوص بندوں سے، تفسیر فتح العزیز میں سورۂ نوح کے شروع سے پہلے لکھا ہے، کہ:-

"جب حضرت[1] باری تعالیٰ کسی کو اپنے خاص بندوں سے پیغمبری کے واسطے بھیجتا ہے الخ اور تفسیر نیشاپوری میں آیت اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ کے نیچے لکھا ہے، کہ:-

بعضے[2] علماء نے کہا ہے کہ سب ارواح اپنی ماہیت میں برابر ہیں۔ بعضوں کو نبوت ملنی سوائے بعضوں کے خدا کا احسان ہے، اور دوسرے علمائے نے کہا ہے کہ سب روح تمام ماہیت میں برابر نہیں ہیں، بلکہ جواہر اور ماہیتوں میں مختلف ہیں، پس بعضے نیک اور علائق جسمانی سے پاک ہیں، انوار الٰہی سے مشرف صاحب قدر اور تاثیر ہیں، اور

بالفضائل التی لاجلہا استوجبوا ذٰلک التخصیص کما قال اللّٰہ تعالیٰ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ انتہیٰ ۱۲

[1] عبارت تفسیر عزیزی - چوں حضرت حق تعالیٰ کسے را از بندگان خاص خود برائے دعوت خلق بسوئے حق مبعوث فرماید الخ [2] عبارت تفسیر نیشاپوری، قال بعض العقلاء ان الارواح متساویۃ فی تمام الماہیۃ فحصول النبوۃ للبعض دون البعض منۃ من اللّٰہ تعالیٰ وقال الاٰخرون انہا لاتتساوی فی تمام الماہیۃ بل النفوس مختلفۃ فی الجواہر والماہیات فبعضہا خیرۃ ومن العلائق الجسمانیۃ طاہرۃ فہی مشرفۃ بالانوار الالٰہیۃ ذی القدر والتاثیر و

بعضے ناپاک مکدّر ہیں، جسمانی لذتوں میں ڈوبے ہوئے، پس جب تک کوئی نفس پہلے قسم سے نہ ہو، تب تک قبول وحی اور رسالت کا مستعد نہیں ہوتا ہے، اس لئے رسولوں کے مرتبے بھی مختلف ہوتے ہیں، اور اس آیت میں اشارہ ہے کہ منصب نبوت و رسالت کے حاصل ہونے کے لئے ضرور ہے کہ دل سلیم ہو، اور عقل کے نزدیک ناروا ہے کہ یہ منصب مکاروں اور حاسدوں کو حاصل ہو جاوے کیوں کہ ایسے لوگوں کو اُن کے اخلاق اور حالات کے موافق مرتبے ملتے ہیں، جیساکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے البتہ پہنچے گی گناہگاروں کو ذلّت اللہ کے ہاں اور عذاب سخت۔" •

یہ تفسیر نیشاپوری کے مضمون کا ترجمہ ہے، اور دوسری تفسیروں میں بھی ایسا ہی ہے، سنداً ان سے منقول ہوتا ہے، خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جب آتی ہے اُن کو کوئی آیت کہتے ہیں ہم ہرگز نہیں مانیں گے

بعضہا خبیثۃ مکدرۃ منہمکۃ فی اللذات الجسمانیۃ فما لم تکن النفوس من القسم الاول لا تستعد لقبول الوحی والرسالۃ فلہذا اختلف مراتب الرسل وفی الآیۃ دلالۃ علی انہ لابد لحصول منصب النبوۃ والرسالۃ ان یکون القلب سلیماً ولا یجوز عند العقل ان یحصل ذٰلک المنصب للمکارین و الحاسدین لان ھؤلاء یحصل لہم الرتب علٰی حسب اخلاقہم وحالاتہم کما قال تعالٰی سَیُصِیبُ الذین اجرموا صغار عند اللّٰہ وعذاب شدید بما کانوا یمکرون انتہی ۱۲ عبارت تفسیر بیضاوی زیر آیت وَاِذَا جَآءَتْھُمْ اٰیَۃٌ تا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رسل اللّٰہ ط یعنی کفار قریش۔

جب تک ہم نہ دیئے جاویں جو رسولوں کو دیا گیا ہے، یعنی کفار قریش
روایت[1] ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ ہم عبد مناف کی اولاد سے شرافت
میں برابر ہیں، دو شرطیہ گھوڑوں کی طرح۔ انہوں نے کہا ہم سے پیغمبر
ہے اس کی طرف وحی ہوتی ہے، بخدا ہم راضی نہ ہونگے جب تک ہم کو
بھی وحی نہ ہو، جیسا کہ پیغمبر کو ہوتی ہے تب یہ آیت اُتری، کہ خدا
بہتر جانتا ہے جہاں رکھے اپنے پیغام کو، یہ علیحدہ کلام ان کے
رد کو کہی، کہ نبوّت نسب اور مال سے نہیں ہوتی وہ صرف ذاتی
فضیلتوں سے ملتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جس کو چاہتا
ہے خاص کرتا ہے، پس اپنی رسالت کے واسطے اختیار کرتا ہے
جس کو اس کے لائق جانتا ہے، اور خدا بہتر جانتا ہے اس مکان
کو جس میں پیغمبری رکھتا ہے" یہ بیضاوی کی عبارت کا ترجمہ ہے، اور
مدارک و خازن وغیرہما میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، اور بیضاوی کے حاشیہ

---

[1] روی ان ابا جهل زاحمنا بنی عبد مناف فی الشرف حتی اذا صرنا کفرسی رهان، قالوا منا نبی یوحی الیه والله لا نرضی به الا ان یاتینا وحی کما یاتیه فنزلت الله اعلم حیث یجعل رسالته استیناف للرد علیهم بان النبوة بالنسب والمال وانما هی بفضائل النفسانیة یخص الله تعالی بها من یشاء من عباده فیجتبی لرسالته من علم انه یصلح لها و هو اعلم بالمکان الذی فیه یضعها انتهی ۱۲

شہاب[1] میں اس سب تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ "حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ ہر قوم سے بزرگ تر اور جبلی پاک تر کو رسول بناتا ہے"، اور ظاہریہ کا قول مردود ہے اس آیت کی مخالفت کے واسطے، اور اوپر مذکور ہوا ہے کہ ان کی دلیل ہی اُن کے دعویٰ کو باطل کر رہی ہے، اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے رسالہ قول الجمیل کی وصایا میں لکھا ہے، فرقہ ظاہریہ کی صحبت سے بچنا واجب ہے یعنی اس لئے کہ وہ ظاہر قرآن و حدیث پر اخذ کر کے اس کے معنی مرادی میں غور نہیں کرتے، حکماء امت کے برخلاف جاتے ہیں، خود بھی بے راہ ہو کر لوگوں کو گمراہ بناتے ہیں، اور یہ قول ظاہریہ کا کفار کے قول کی مانند ہے کہ تمام بنی آدم تمام ماہیت میں مشابہ ہیں، جیسا کہ امام رازی آیت اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کے نیچے لکھتے ہیں۔

جان[2] لو کہ یہ کلام تین شبہوں پر مشتمل ہے، پہلا[1] شبہ یہ ہے کہ سب آدمی تمام ماہیت میں برابر ہیں، اور منع ہے کہ یہاں تک فرق پہنچے کہ ایک تو اُن میں خدا کی طرف سے رسول ہو غیب پر اطلاع پانے والا فرشتوں سے ملنے والا، اور باقی لوگ اِن حالات سے

---

[1] عبارت شہاب۔ لان عادتہ تعالیٰ ان یبعث من کل قوم اشرفہم واطہرہم جبلۃ انتہی ص ۲۷۔ [2] واعلم ان ھذا الکلام مشتمل علی ثلثۃ انواع من الشبھۃ فالشبھۃ الاولی ان الاشخاص الانسانیۃ متساویۃ فی تمام الماھیۃ فیمتنع ان یبلغ التفاوت بین تلک الاشخاص الی ھذا الحد وھو ان یکون الواحد منھم رسولاً من عند اللہ مطلعاً علی الغیوب مخالطاً لزمرۃ الملائکۃ والباقون یکونون غافلون عن کل ھذہ الاحوال وایضاً

غافل ہوں، اور یہی اُن کا قول ہے کہ اگر رسول اِن حالات عالی مولائی میں ہم سے مفارق ہے تو ضروری ہے کہ احوال خسیسہ یعنی کھانے پینے، جماع وغیرہ میں بھی ہم سے جُدا ہو جائے، اور یہی شبہ آیت اِنْ اَنْتُمْ سے اُن کی مراد تھی، یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا، بقدر حاجت کے۔

اَب اِن مفسرین اور محدثین کی تصریحوں سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ کافر اپنی برابری کا نبیوں سے تمام ماہیت یعنی بشریت میں دعوٰی کرتے تھے، اور دراصل حضرات انبیاء علیہم السّلام اپنی جبلت اور بشریت میں کفار سے مخالف ہیں، اور یہ اُن کا جواب کہ ہم تمہارے جیسے بندے ہیں، اور ایسا ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ کہہ دو میں تمہارے جیسا آدمی ہی ہوں، تو اضع اور تسلیم پر بنیاد رکھتا ہے، اور تواضع و تسلیم میں فرق بیان کرنا مکذبین کی من گھڑت بات ہے،

رہا یہ خام خیال مکذبین کا کہ آپ کی تواضع کرنی آیت وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ کے مخالف ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کو مکی اور مدنی حکموں کی تمیز نہیں ہے، اور سیرت واخلاق نبویہ سے بھی غفلت ہے، اور اس آیت سے

یقولون ان کنت قد فارقتنا فی ھذہ الاحوال العالیة الالٰھیة الشریفة وجب ان تفارقنا فی الاحوال الخسیسة وھی الحاجة الی الاکل والشرب والحدث والوقاع وھذہ الشبھة ھی المراد من قولھم ان انتم الا بشر مثلنا انتھٰی ۱۲

کہ لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ یعنی منع نہیں کرتا تم کو اللہ اُن لوگوں سے جو تم سے دین میں نہیں لڑتے، اور تمہارے گھروں سے تم کو نہیں نکالتے، کہ تم اُن سے نیکی کرو اور انصاف کرو، اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اور نیز آیت فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا کہ پس خدا کی رحمت سے تو اُن کے لئے نرم ہو، اور اگر ہوتا تو درشت خو سخت دل البتہ بھاگ جاتے تجھ سے، اور علیٰ ہذا ایسی آیتوں سے یہ لوگ غافل اور ذاہل ہیں۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کی تشریح

جواب تفصیلی میں ہے قولہ پھر آیت اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ کو یُوْحٰی اِلَیَّ سے علیحدہ کرنا۔ حاصل اعتراض قصوری صاحب کا یہ ہے کہ آپ کو عالم ارواح میں قبل از پیدائش آدم شرف نبوت حاصل تھی، انزال وحی کے زمانہ سے آپ ممتاز و برگزیدہ نہیں ہوئے بلکہ پہلے ہی مماثل جمیع بشر نہیں تھے، اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ سے مماثلت ثابت کرنا غلط ہے، الجواب آپ کی نبوت عالم ارواح میں کیا اگر وحی بھی اس عالم میں ہوتی، تب بھی مماثلت فی البشریت کی جو منطوق آیت ہے منافی نہیں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ نص صریح مماثلت فی البشریت ہے، اور یُوْحٰی اِلَیَّ سے مدارج قرب وکمال کی طرف اشارہ ہے چنانچہ اہل ایمان کا ہر دو پر ایمان ہے، اور کفار کے سامنے

ظاہری نزول وحی کی وجہ سے اپنی بڑائی اور مقتدیٰ ہونے کو ثابت کر دیا جس کے وہ منکر تھے اھ بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ اوپر محقق ہو چکا ہے کہ آیت قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اثبات مماثلت میں نص نہیں، بلکہ تواضع اور تسلیم کے طور پر صادر ہوئی ہے جیسا کہ اہل ایمان کا اس پر ایقان ہے، کفار نے اور ظاہریہ نے جن کو قرآن میں غور کرنی نصیب نہیں مماثلت ثابت کی ہے، جن کے زعم کو آیت اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ باطل کر رہی ہے تو اہل یقین کے نزدیک اُن کی بات غیر معتبر ہے۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت پر معاندین کے دلائل

جواب تفصیلی میں ہے، قولہ "پھر بشر کے لفظ سے برادری اور برابری کا اثبات تیسری غلطی ہے، کیوں کہ بشر باپ بھی ہوتا ہے الخ"

الجواب مؤلف براہین نے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ سے مماثلت بشریت میں اور حدیث وددت انا قد راینا سے برادری ثابت کی ہے، اور مؤید اس کی آیت اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ ہے اور نیز جب آپ نے فِیْمَا بَیْنَ اصحاب کے مواخات فرمائی تھی۔ جناب مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا بھائی بنایا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا بھائی ہم کو اپنی دعا میں شریک کر اور نیز حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام نے حضرت سارہ رضہ کو

اپنی بہن فرمایا، بے شک آپ بمقتضائے حدیث انا لکم مثل الوالد لولدہ باعتبار شفقت و رحمت کے مثل پدر کی بلکہ پدر سے بھی بدرجہا زیادہ ہیں، اگر آپ کو ہم والد کہیں روا ہے، مگر اپنی اُمت کے واسطے بوجہ شرکت اولاد آدم ہونے کے یا شرکت اسلام کے بھائی کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے، پس ایک اعتبار سے آپ کا مثل الوالد ہونا دوسرے اعتبار سے اطلاق لفظ بھائی کے منافی نہیں ہے، نہ اس میں کچھ غلطی ہے، البتہ معترض کے فہم کا قصور ہے، کمی استعداد سے مضامین اور اطلاق الفاظ میں تطبیق دینے سے عاجز ہے،

ف حدیث انا لکم مثل الوالد میں جو اپنے آپ کو مثل والد فرمایا حالانکہ آپ کی شفقت و رحمت اور باپ کی شفقت و رحمت میں کچھ مماثلت نہیں ہے، آپ کی شفقت و رحمت ہزارہا درجہ باپ سے زیادہ ہے، تو معترض کی تقریر کے موافق آں حضرت کا اپنے آپ کو والد کے مماثل فرمانا غلط ہوا۔ حل سوال مماثلت اس امر کو مقتضی نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ کو ما بہ المماثلت میں مساوات من کل الوجوہ ہو بلکہ وجہ شبہ نفس شرکت کافی ہے، جیسے کہ اس حدیث میں نفس شفقت و رحمت میں مماثلت ہے، مراتب شفقت و رحمت میں مماثلت نہیں پس اگر کسی مسلم کے بیان میں کسی امر مشترک انبیاء اولیاء و عوام میں کسی مصلحت دینی کی وجہ سے لفظ مثل کا نکل گیا تو اس پر طعن بیجا ہے

اِس فائدہ کو سمجھ لے بہت جگہ تجھ کو نفع دے گا۔" انتہیٰ بلفظہ

کیا صحابہ رضؓ نے کبھی آپ کو بھائی کہہ کر خطاب کیا تھا؟

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، اُوپر گذرا ہے کہ آیت میں مماثلت تواضع پر محمول ہے، اور نیز حدیث میں لفظ بھائی کا تواضع کی رو سے ہے، جس کی سند مفسّرین اور محدثین کی معتبر کتابوں سے لکھی گئی ہے، اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مومن بہ ہیں اُن کو مومنوں میں داخل کرنا ہذیان اور جنون ہے، اور آپ نے جو بعض اقارب اصحاب کو بھائی فرمایا تو یہ ہر چند باعتبار نسب کے صحیح تھا، لیکن کسی نے بھی خواص صحابہ رضؓ سے باوجودیکہ وہ آپ کی نسب میں بھائی تھے، آپ کو کبھی بھی بھائی کے لفظ سے نہیں پکارا تھا۔ آپ کی تعظیم و تکریم واجب اور لازم کے ادا کرنے کی نیّت سے بلکہ آپ کو یا رسول اللہ! اور ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ایسے لفظوں سے خطاب کرتے تھے جیسا کہ علمائے دین پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے۔ پس ان الفاظ متواضعانہ اور واقعیہ کی دلیل سے آپ کے مکذبین کا آپ کو برادر اور برابر بنانا توہین نہیں تو اَور کیا ہے؟

غور کرو کہ کوئی مالک یا بادشاہ اپنے حسنِ خُلق سے اگر اپنے کسی غلام یا خدمت گار کو بھائی کے لفظ سے پکاریں، تو کیا اُس غلام اور خادم کو روا ہے کہ اُن سے برادری اور برابر کا دعویٰ کریں؟ اور بات چیت اور خط و کتابت میں لے بھائی کے لفظ سے پکاریں اور کتابوں میں لکھ کر چھپوا دیں، حاشا و کلّا،

یہ نہایت بے ادبی ہے، جس سے وہ متوجب سزائے سخت کے ہوں گے پس
چہ جائیکہ ایسا معاملہ اس وقت منکرین اور معاندین کے غلبہ میں آں حضرت
حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والثناء سے کرنا کیوں پرلے درجے کی بے ادبی نہ ہو
اور حضرت خلیل اللہ علی نبینا علیہ السلام کا اپنی بیوی کو سخت ضرورت
میں بہن کے لفظ سے یاد کرنا گو اس وجہ سے سچ تھا کہ وہ آپ کی چچازاد
بہن تھی، مگر اس پر تو سند نہیں ہو سکتی کہ ہر شخص اپنی جورو کو بہن کہہ دیا کرے
اور بے شک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر والد کا اطلاق تعظیم کی وجہ
سے صحیح ہے، تو بھائی کا لفظ جو برابری کی دلیل ہے اس پر قیاس نہیں کیا
جا سکتا۔ اور تعظیم کے موقع میں تشبیہہ کا روا ہونا خلاف تعظیم کے جواز کو ہرگز
مقتضی نہیں ہے۔

اور یہ ادعا کہ مولوی اسمٰعیل نے کسی مصلحت دین میں اگر کسی امر مشارک
انبیاء و اولیاء و عوام میں مماثلت بیان کر دی تو یہ قابل طعن نہیں ہے،
ناحق صریح کی تائید ہے، اور انبیاء و اولیاء کی توہین کو رواج دینا ہے کیونکہ
مولوی مذکور نے تقویۃ الایمان میں بارہا انبیاء و اولیاء کو کافروں کے جھوٹے
خدا اور جن اور شریروں کے سلسلہ میں شمار کیا ہے، اور یہ بھی اس کے صفحہ ۴۲
کی سطر ۱۱ میں ہے "جس کا نام محمدؐ یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں ہے۔"
اور صفحہ ۱۶ میں ہے، اور "یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا
وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔" بلفظہ
پس صاحب براہین اور اُس کے حواریین اور دوسرے مولوی مذکور کے

اتباع کی یہ تاویل کہ یہ الفاظ دینی مصلحت یعنی دفع شرک کے واسطے بولے ہیں، اور خدا کے مقابلہ میں ذلیل کہا ہے واجب الرد اور غیر مقبول ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسی اپنی تعریف کی ہے ویسی کسی نے نہیں کی پس ہم نے قرآن مجید سے جب جستجو کی کہ کسی موقع رد شرک میں باری تعالےٰ نے بھی کسی فرشتہ یا نبی کی توہین کر کے کافروں سے کہا ہے کہ تمہارے شریک بنائے ہوئے ذلیل ہیں، پس عین یہی موقع مل گیا۔ اور حق تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کی توہین اور توبیخ نہیں فرمائی جیسا کہ سورۂ انبیاء کے دوسرے رکوع میں ہے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ ط بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ یعنی کافروں نے کہا کہ خدا نے اولاد بنائی خدا پاک ہے، بلکہ وہ تعظیم کئے ہوئے بندے ہیں، خدا کی بات پر اپنی بات نہیں بڑھاتے اور اُس کے حکم پر عمل کرتے ہیں،

اب غور کرو کہ اس عین رد شرک کے موقع میں بھی خدا نے فرشتوں اور نبیوں کو ادنیٰ ملامت بھی نہیں کی بلکہ ان کی تعظیم و تکریم ہی فرمائی ہے پس تقویۃ الایمان والے کو کب روا ہے کہ کسی مصلحت کے واسطے ایسے قبیح لفظوں اور عبارتوں کو خدا کے مقبولوں کے بارہ میں استعمال میں لائے کہ یہ نری گم راہی ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے قولہ پھر اپنا زعمی مطلب حاصل کرنے کے واسطے الخ یہ چوتھی غلطی ہے، خلاصہ اس اعتراض کا یہ ہے کہ الفاظ

حدیث متکلم مع الغیر کو واحد متکلم سے بدل دیا ہے، الجواب مؤلف براہین کا مطلب اطلاق لفظ اخ ہے، خواہ واحد متکلم یا متکلم مع الغیر کی طرف مضاف ہو، باقی رہا تحریف کا طعن سو یہ لغو اور عدم واقفیت اصول حدیث سے ناشی ہے، روایت حدیث بالمعنی کو سب نے جائز رکھا، کسی نے التزام الفاظ بعینہ نبوی کو ضروری نہیں سمجھا، ورنہ صاحب ہدایہ وغیرہ فقہاء پر طعن تحریف وارد ہوگا، جو روایت بالمعنی کرتے چلے آئے ہیں، جیسا کہ تخریج زیلعی وغیرہ دیکھنے والے پر بخوبی روشن ہے البتہ قرآن شریف میں بعینہ الفاظ کی حفاظت ضروری ہے، کسی نے آج تک آیت کی تبدیلی کو جائز نہیں کہا، آپ نے سوال اوّل کے بیان میں صفحہ نمبر ایک میں فرمایا کہ برخلاف آیت وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا کے کوئی ایسا کہہ رہا ہے، حالانکہ آیت کے الفاظ یہ ہیں وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا۔ اب دیکھئے آپ نے تحریف قرآن کو جو قطعًا حرام ہے کار فرمایا۔ مضمون حدیث! "جو بھائی کے واسطے کنواں کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے راست آیا"۔ انتہیٰ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ آیت وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا کو وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا نقل کرنے کا جو ادعا کیا ہے، محض بہتان ہے، جیسا کہ فقیر نے مجلس مناظرہ میں اوراق سوالات سب کو دکھلا دیئے تھے، اور اب تک موجود ہیں، جو چاہے اس منقول عنہ کو دیکھ لے۔

اور ضمیر متکلم مع الغیر کو واحد متکلم سے بدلنے کا یہ جواب کہ روایت بالمعنے سب علماء

کے نزدیک جائز ہے محض غلط ہے دو وجہ سے، پہلی وجہ یہ ہے کہ مسئلہ روایت بالمعنی میں جو اختلاف کتب اصول حدیث میں درج ہے، اگر اس سے قطع نظر کی جائے تاہم جمع کو واحد سے بدلنا ناروا ہے، اس لئے کہ روایت بالمعنی جمہور کے نزدیک تب ہی روا ہے جب یقیناً معنے ادا ہو جائیں، جیسا کہ امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں تصریح کی ہے، اور محدث دہلوی نے بھی شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ "زیادت اور نقصان سے خطا نہ ہو" اھ

اب ظاہر ہے کہ حدیث کی مراد یہ تھی، کہ میں اور میرے صحابہ اپنے بھائیوں کو دیکھیں، جیسا کہ ترجمہ مشکوٰۃ میں اس پر تصریح ہے، پس جمع کو مفرد سے بدلنے میں اس غرض سے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی برادری ثابت ہو معنوں میں نقصان پڑ گیا تو یہ بالکل ناروا ہے،

دوسری وجہ یہ ہے کہ روایت بالمعنی کا جواز اس حدیث میں ہے جو زبانی سُنی گئی ہو، اور کتاب کی حدیث میں بالکل ناروا ہے، امام نووی مسئلہ جواز روایت بالمعنی میں لکھتے ہیں کہ "حدیث سماعی غیر کتاب میں جائز ہے، لیکن حدیث کتاب میں تغیر ہرگز ناروا ہے، ہر چند بالمعنی ہو" یہ ترجمہ ہے عبارت شرح نووی کا، اور الفیہ عراقی میں لکھا ہے کہ "تصنیف میں روایت بالمعنے بالکل منع ہے" اھ پس اس میں شک نہیں کہ یہ بدلنا تحریف حدیث کی ہے

عبارت مقدمہ شرح مشکوٰۃ۔ لئلا یخطئ بزیادۃ والنقصان انتہی ۱۲ منہ

عبارت امام نووی۔ ثم هذا فی الذی یسمعه فی غیر المصنفات اما المصنفات فلا یجوز تغییرها وان کان بالمعنی انتہی بلفظہ ۱۲ عبارت الفیہ عراقی ؎ والشیخ فی التصنیف قطعاً قد حظر۔ انتہی ۱۲

غرض فاسد سے جو اوپر مذکور ہوئی ہے، اب بقیہ تیسرے اعتراض کا یہ ہے رہا یہ کہ صاحب انوارِ ساطعہ نے ایک جگہ اپنے مرشد کے حق میں لکھا تھا کہ ہم بھی اُن سے ملے تھے، اس پر براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے، کہ:-

> یہ لفظ نا سعادت مندی کا ہے، حدیث میں ہے جس نے اپنے باپ کو قریب کہا وہ عاق ہے، پس استاذ و پیر کی نسبت ایسی کلام کس درجہ میں شمار ہوگی۔" انتہیٰ بلفظہ

اس جگہ غور کرو کہ ایک طرف تو مقابل کے واسطے صرف ملنے کے لفظ سے نا سعادت مند لکھ دیا۔ اور باپ کو قریب کہنے سے عاق کا فتویٰ جاری کر دیا۔ تو اپنے حق میں ذرا سوچیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے برادری اور بشریت میں برابری کا جملہ بنی آدم کے ساتھ فتویٰ جاری کر کے اس کو رسالوں، اخباروں اور اشتہاروں میں شائع کرنا اور اس پر طعن کو قرآن و حدیث کا طعن بیان کرنا کس درجہ کا عقوق اور بے ادبی ہے۔

احترام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پھر اگر بفرض محال تسلیم کر لیں کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور حدیث اخوت حقیقت پر محمول ہے، تو وہ حکم الٰہی کی فرمان برداری ہے، لیکن یہ قرآن و حدیث سے کب اجازت ہے کہ اُمت کے لوگ برابری اور برادری کا دعویٰ کریں؟ بلکہ برخلاف اس کے نہایت تعظیم اور تکریم کا حکم ہے، چنانچہ آیت وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ میں ارشاد ہے، اور آپ کی ادنیٰ بے ادبی حبط

اعمال کا موجب ہے، جیسا کہ فرمایا[۲۶] ہے، اپنی آواز نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو، اور جیسے آپس میں باتیں کرتے ہو ویسے نبی سے باتیں نہ کرو، اس سے تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے، اور تم بے خبر رہو گے، پھر قرآن کا فرمان[۲۷] ہے کہ رسول کو ایسا نہ بلاؤ، جیسا آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو، اس لئے تمام خاص و عام خصوص صحابہ کرام جو ہمعصر اور قرابتی تھے نہایت تعظیم سے اپنے ماں باپ کو قربان کر کے خطاب کرتے تھے، اور کسی نے بھی مسلمانوں سے ایسا دعویٰ نہیں کیا ہے کہ ہم آپ کے برادر اور برابر ہیں، تاکہ عمل ضائع نہ ہو جائیں، مگر مولوی اسمٰعیل نے ایسا لکھ دیا، اور اس کے مددگاروں نے اس پر اصرار کیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم کو صاف جواب دیا۔ یہاں پر تیسرا اعتراض تمام ہوا۔

جواب تفصیلی میں ہے "قول رہا یہ کہ صاحب انوار ساطعہ نے اپنے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ لفظ لکھا کہ ہم بھی اُن سے ملے تھے" تو جواب اس کا یہ ہے کہ نفس بشریت میں مماثلت اور اخوت ایمانی منصوص قرآنی ہے، اور منصوص قرآن کو اپنے خیال سے بے ادبی کہنا ایمان داروں کے نزدیک غیر مقبول ہے، پس نفس مماثلت فی البشریۃ اور اخوت ایمانی کو بے ادبی کہنا غیر مقبول ہے، صغریٰ کا ثبوت سابق عبارات سے بالتفصیل ہو گیا ہے، کبریٰ بدیہی اور مجمع علیہ جمیع اہل علم ہے" انتہیٰ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، اوپر محقق ہو چکا ہے کہ بشریت میں مماثلت اور برادری جو آیت و حدیث سے ثابت ہے، اکابر مفسرین و محدثین کی تصریح سے تواضع پر محمول ہے، اس کو حقیقت پر محمول کرنا ایمان داروں کے نزدیک غیر

مقبول ہے، پس مکذبین کا جعلی صغریٰ وکبریٰ ونتیجہ غیر معتبر ہو گیا، اور اُن کے اقرار سے اُن کا عقوق ثابت ہو گیا۔

جواب تفصیلی میں ہے "قولہ پھر اگر بفرض محال تسلیم کر لیں، الجواب آیت اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اپنے حقیقی معنے پر محمول ہے، بلا قرینہ صارفہ کیا ضرورت ہے کہ معنی مجازی لے لیں، بفرض محال کہنے کی کیا ضرورت ہے، حدیث میں اخوت ایمانی یقیناً مراد ہے، مولوی اسمٰعیل نے بھی جمیع مومنین میں بحکم نص قرآنی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ اخوت ایمانی ثابت کی، اور بوجہ اختلاف مدارج ایمان بڑائی چھٹائی کو ظاہر کر دیا، محض ایک دینی مصلحت کی وجہ سے وہ یہ کہ جب اس زمانہ کے مبتدعین نے آپ کی مدح میں حد سے بڑھ کر خداوند تعالیٰ سے شریک کر دیا جس سے عوام کے شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا جیسا کہ یہود و نصاریٰ اس بلا میں مبتلا ہوئے تو ضرور اس فتنہ کے رفع کی غرض سے نہ بغرض توہین اس قسم کے کلمات جو نصوص شرعیہ کے بھی منافی نہ تھے لکھے، ہاں اگر کوئی ایسے کلمات بے ادبی کی غرض سے زبان سے نکالے، جیسا کفار کہتے تھے، البتہ وہ قابل مؤاخذہ ہوگا اور ناجائز سمجھا جائے گا۔ لیکن مطلق اطلاق ایسے کلمات کو بے ادبی اور توہین سمجھنا صریح مخالفت کلام الٰہی ہے" انتہیٰ بلفظہ۔ تیسرے اعتراض کا جواب تفصیلی تمام ہوا۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ اُوپر مقرر ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کی دلالت

اور مفسّرین و محدثین کی صراحت سے آیت مماثلت و حدیث اخوت سے حقیقی معنی
مراد نہیں ہو سکتے، اور نبیوں سے برابری کا دعویٰ کافروں نے ہی کیا ہے، نہ
مومنوں نے، اور مولوی اسمٰعیل کے ہذیانات یقیناً توہین ہے، اور مصلحت دینی
کی رعایت کا عذر قرآن مجید کے برخلاف ہے، کہ آیت وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ
وَلَدًا میں جب خود حق تعالیٰ نے مشرکوں کے شرک سے فرشتوں اور نبیوں کو کسی
قدر سخت لفظ سے یاد نہ فرمایا تو علماء کو کب جائز ہے کہ اپنے زعمی رفع شرک و
بدعت کے واسطے ایسے کلمات ناشائستہ بکواس کریں، جن کو جواب تفصیلی والے
بھی مان رہے ہیں کہ کافروں کے بقولے تھے، اور حال یہ ہے کہ ان لوگوں نے بدعتیں
نکالیں، اور مسائل اعتقادیہ میں اہل سنت کے برخلاف ہوئے جیسا کہ مسئلہ امکان
کذب اصدق الصادقین وغیرہ ہذیانات جن میں سے بعض مذکور ہوئے ہیں اور
بعض کا ذکر آتا ہے، اور ایسے الفاظ جو انبیاء و ملائکہ علیہم السّلام کی استخفاف پر
دلالت کریں اُن کا قائل معذور متصور نہیں ہوتا جیسا کہ اپنے محل پر محقق ہے، اور بقدر
ضرورت عنقریب مذکور ہوگا۔ پس نہایت واجب ہے کہ اصول و فروع میں اہل سنت کا
اتباع کیا جائے، اور ایسے الفاظ سے جن سے کافروں کی دین حق پر زبان درازی ہو
اجتناب لازم ہے، خصوصاً اس زمانہ غلبہ کفار میں ع

شامت اعمال ما صورت کافر گرفت۔

اور مصلحت وقت کی رعایت علمائے راسخین کے نزدیک جہات دین سے ہے، اور
خدا ہی ہادی اور معین ہے ⁂

اعتراض چہارم

جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ملک الموت اور شیطان کا علم

انوارِ ساطعہ میں ملک الموت علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شیطان کے وسعت کے علم کے بیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باوصف اعلیٰ علیین میں ہونے کے زمین کی طرف متوجہ ہونے کے استبعاد کو دور کیا ہے اور شرح مواہب لدنیہ سے اس کی تائید میں بعضے اکابر اہلِ سنت کے یہ شعر نقل کئے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

کالشمس فی وسط السماء ونورھا　　یغشی البلاد مشارقاً ومغاربا

کالبدر من حیث التفت رأیتہ　　یھدی الی عینیک نوراً ثاقبا

ترجمہ اشعار:۔ کہ سرورِ عالم کا حال آفتاب کی طرح ہے، کہ خود درمیان آسمان کے ہے، اور اس کے نور نے مشرق مغرب گھیر لیا ہے، اور مثل چاند کے کہ جس طرف سے تم اس کو دیکھو گے وہ تمہاری آنکھوں کو روشن کر دے گا۔ الخ تو اس کا جواب براہین کے صفحہ ۴۶ و ۴۷ میں یوں لکھا ہے، کہ:۔

"ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی، اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا، اب اس پر کسی افضل کو قیاس کر کے اس میں

بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں ہے اوّل تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں الیٰ قولہ دوسرے قرآن وحدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے، خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں بخدا میں نہیں جانتا مجھ سے اور تم سے کیا ہوگا[1] آخر حدیث تک اور شیخ عبدالحق روایت فرماتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحر الرائق وغیرہ سے لکھا گیا الیٰ قولہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصّہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے الخ"

شیطان کا علم نص سے ثابت کرنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے لئے نص قرآنی کی تلاش!

اس پر فقیر کان اللہ لہٗ کا یہ اعتراض ہے کہ سرور کائنات اعلم مخلوقات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی وسعت علم کا جو انکار کیا ہے اور شیطان کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے یہ نہایت درجہ کی توہین ہے۔ دلیل جو حدیث واللہ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم[1] لکھی ہے تو یہ حدیث مثل آیت وما ادری

---

[1] بخدا میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اور تم سے کیا ہوگا ۱۲

مایفعل بی ولا بکم کے جو یہ بھی آپ کی کم علمی پر وہابیوں کی دلیل ہے، اکثر علماء کے نزدیک منسوخ ہے آیت لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ وغیرہ آیات سے جیسا کہ تفسیر کبیر و ابوالسعود و حسینی و شروح مشکوٰۃ و مجمع البحار وغیرہا سے ثابت ہے اور تمام علماء اہل سنت کے نزدیک اپنے عموم پر ہرگز محمول نہیں، تو ایسی دلیل سے عالم علوم الاولین والآخرین کی قلت علم پر استدلال کرنی کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں، سوائے تقویۃ الایمان اور براہین قاطعہ کے مؤلف کے اور مسئلہ تکفیر ناکح بشہادۃ خدا و رسول بسبب اعتقاد علم غیب بآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو منکرین نے بحر الرائق وغیرہ سے نقل کیا ہے، ہرچند اس میں بہت کلام ہے، مگر اس جگہ اتنا ہی جواب کافی ہے کہ رد المحتار علی الدر المختار اور حاشیہ طحطاوی وغیرہما میں بسند فتاویٰ تتار خانیہ و فتاویٰ حجۃ و ملتقط وغیرہا کی تصریح ہے کہ یہ روایت تکفیر کی غیر صحیح ہے کیونکہ آپ پر اشیاء عرض ہوتے ہیں اور آپ باعلام الٰہی بعض غیب جانتے ہیں بدلیل اس آیت عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ کے کہ خدا غیب دان ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسول پسندیدہ کو، بلکہ بعض غیب پر اطلاع اولیاء کی کرامات میں داخل ہے، یہ ترجمہ رد المحتار وغیرہ کی عبارت کا۔ اور مجموعہ خانی وغیرہ بہت سی فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں یہی درج ہے کہ روایت تکفیر غیر صحیح ہے، پس غیر صحیح روایت سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قلت علم پر استدلال کرنی اور اہل اسلام کی تکفیر پر کمر باندھنی سوائے متبعان تقویۃ الایمان کے کسی دین دار ذی علم کا کام نہیں۔

تاکہ بخش دے تجھ کو خدا تیرے اگلے اور پچھلے گناہ ۱۲

علمِ غیب مخصوص بذاتِ حق

پوشیدہ نہ رہے کہ علم غیب مخصوص بذات پاک پروردگار وہ علم ذاتی استقلالی ہے اور یہی معنی ہیں اُن آیات قرآنی کے جن میں نص ہے کہ سوائے خدا کے کوئی غیب نہیں جانتا، اور با علام واطلاع علام الغیوب بعض غیب خاص پر اطلاع اور استیلاء سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت سی آیات بیّنات سے ثابت ہے، جیسا کہ خدا تم سب کو غیب پر مطلع نہیں کرتا، ولیکن چُن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جس کو چاہتا ہے اور تعلیم کیا تجھ کو جو تو نہیں جانتا تھا۔ اور یہ اخبار غیب کے ہے جو وحی کرتے ہیں ہم تیری طرف۔ اور خدا غیب داں ہے پس اپنے غیب پر مطلع نہیں کرتا کسی کو مگر رسول پسندیدہ کو، آخر سب آیتوں تک۔

وُسعتِ علومِ رسالت مآب پر دلائل!

اب سُنو دلائل قطعیہ وسعت علم عالم علوم الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی منجملہ اس کے آیت فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی اس آیت سے وسعت علم کا ذکر تفاسیر معتبرہ اور کتب سیر میں درج ہے، اور آیت وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ میں جو ابہام ہے وہ بھی نہایت کثرت پر اعلام ہے، بحر الحقائق کے حوالہ سے تفسیر حسینی

(اشارات آیات) وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ الآیۃ ۲ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ الآیۃ ۳ ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ الآیۃ ۴ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ الآیۃ۔ ۱۲

پس پیغام بھیجا اپنے بندہ کی طرف جو پیغام بھیجنا تھا ۱۲

وغیرہ[1] میں ہے کہ وہ علم ہے ہر چیز کا جو ہوئی تھی اور ہو گی، یہ معراج کی رات میں حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا، جیسا کہ معراج کی حدیثوں میں وارد ہے" اھ
اور شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ[2] کے باب معراج میں لکھتے ہیں، کہ آپ نے فرمایا مجھے علم اولین و آخرین کا دیا گیا۔ ایک قسم وہ علم تھا کہ جس کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا گیا کہ کسی کو اس کے تحمل کی طاقت نہیں ہے" دوسرا[2] قسم وہ علم ہے جس میں مجھ کو اختیار دیا گیا جسے لائق دیکھوں اُسے تعلیم کروں۔ تیسرا[3] قسم علم کا ہر خاص و عام اُمت کو تبلیغ احکام کا۔
پھر وصل بیان عقل کامل و علم شامل آپ کے میں لکھا ہے، جو کوئی آپ کے احوال شریف کو اوّل سے آخر تک مطالعہ کرے اور دیکھے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو کیا تعلیم فرمائی، اور علوم واسرار مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ بخشے ہیں تو اس کو آپ کی نبوت پر بے شبہ یقین حاصل ہوتا ہے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے، اور تعلیم کیا تجھ کو جو تجھے معلوم نہ تھا اور خدا کا فضل تجھ پر عظیم ہے، خدا کا درود آپ اور آپ کی آل پر موافق آپ کے علم و کمال کے ہو، یہ ترجمہ ہے عبارت مدارج کا۔ اب سُنو احادیث صحیحہ کا ثمہ صحیح بخاری کے باب بدء الخلق میں بروایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مروی ہے

---

[1] عبارت تفسیر حسینی، کہ آں علم ماکان و مایکون ست کہ حق تعالیٰ در شب اسریٰ بداں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمودہ چنانچہ در احادیث معراجیہ آمدہ است اھ۔ [2] عبارت مدارج النبوۃ ہر کہ مطالعہ کند احوال شریف اورا از ابتدا تا انتہا داند کہ چہ تعلیم کردہ است اورا پروردگار وا فاضہ کردہ است بروے علوم و اسرار ماکان و مایکون حاصل شود اورا علم بہ نبوت او بے شوب و شکوک وکان فضل اللہ علیک عظیما صلی اللہ علیہ وآلہ حسب علمہ وکمالہ انتہیٰ

کہ انہوں[۱] نے کہا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک ایسے مقام میں کھڑے ہوتے کہ ابتداء پیدائش سے بہشتیوں کے بہشت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک ہم کو خبردار کر دیا۔ مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۴۵۳ میں دیکھو، اور اس کے حاشیہ پر کرمانی اور خبر جاری سے لکھا ہے کہ الغرض آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبدأ اور آخرت اور دنیا سب کی خبر دے دی۔ طیبی[۱] نے کہا کہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے، کہ آپ نے جمیع احوال مخلوقات سے خبر دے دی تھی۔ یہ ترجمہ ہے عبارت حاشیہ بخاری کا۔ اور شیخ محدث[۲] دہلوی اس حدیث کے نیچے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں یعنی احوال مبدء اور معاد اوّل سے آخر تک سب بیان فرما دیا۔ اھ مترجماً۔

اور بخاری[۳] ومسلم وغیرہما میں بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر ایک خطبہ پڑھا جس میں قیامت تک سب کچھ ذکر کر دیا۔ جس نے سیکھا سیکھا، جس نے بھلا یا بھلا یا، میں کسی چیز کو دیکھ لیتا ہوں کہ بھولی ہوئی یاد آگئی ہے، جیسا کوئی غائب ہوئی چیز کو دیکھ کر

عبارت[۱] حدیث۔ قال قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم الحدیث۔ عبارت[۱] حاشیہ حدیث قولہ فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل الخ غایۃ الاخبار عن دخول اھل الجنۃ والغرض انہ علیہ السلام اخبر عن المبدأ والمعاد والمعاش جمیعاً قال الطیبی دل ذلک انہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبر عن جمیع احوال المخلوقات انتہی ۱۲ عبارت[۲] محدث دہلوی۔ یعنی احوال مبدأ ومعاد از اول تا آخر ہمہ را بیان کرد ۱۲ عبارت[۳] حدیث قال لقد خطبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبۃ ما ترک فیہا شیئاً الی قیام الساعۃ الا ذکرہ علمہ من علمہ وجھلہ من جھلہ (بقیہ آگے)

پہچان لیتا ہے"۔ اِس حدیث کے حاشیہ صفحہ ۹۷ شرح عینی سے لکھا ہے کہ اُمور مقدرہ کائنات کے بیان سے کچھ نہ چھوڑا۔ اھ

صحیح مسلم[۲] کے کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں انہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خبردار کر دیا جو کچھ قیامت تک ہوگا۔

اور نیز صحیح مسلم[۳] میں روایت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ آپ نے فجر سے پیچھے ظہر تک پھر عصر تک پھر مغرب تک خطبہ پڑھا۔ پس ہم کو خبردار کر دیا اس پر جو کچھ ہوا، اور ہوگا۔ پس ہم سے بہت حافظہ والا بہت علم والا ہے

عالِم مَا کَانَ وَمَا یکون!

اب یہ آیات واحادیث صاف بتا رہی ہیں کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع موجودات کے احوال اور امور مقدرہ کائنات اور جو ہوا اور ہوگا سب پر مطلع تھے اور ان کی خبر بھی دی، اسی واسطے اکابر اہل سنت نے مان لیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کے عالم ہیں، اور یہ مسئلہ اپنی دینی کتابوں میں

(بقیہ صفحہ ۱۹۷ کا) ان کنت لاری الشئ قد نسیت فاعرف مایعرف الرجل اذا غاب عنہ فراٰہ فعرفہ۔

حاشیہ[۲] حدیث۔ قولہ ماترک فیہا شیئًا ای من الامور المقدرۃ من الکائنات۔ عبارت حدیث[۳] انہ قال اخبرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما ھو کائن الی ان تقوم الساعۃ الحدیث

حدیث[۴] حدیث خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الفجر الی الظہر ومنہ الی العصر ومنہ الی المغرب وقال فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا۔

مثل شفائی حقوق المصطفٰے ومواہب لدنیہ، وروضۃ الاحباب، مدارج النبوۃ اور معارج النبوۃ وغیرہ میں لکھ دیا۔ اب براہین قاطعہ کا مؤلف اور اس کا مقرظ ومصحح غور کرے کہ آپ کا یہ علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا حضرت مَلَکُ الموت اور شیطان کے علم سے کم ہے یا بہت؟ خدا ہی ہادی اور توفیق رفیق کرنے والا ہے۔ ہر چند یہی دلائل قطعیہ عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم کے اثبات میں کافی اور وافی ہیں، مگر بنا بر زیادتِ تحقیق تھوڑا سا اور بھی لکھ دیتا ہوں، علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب[1] لدنیہ میں لکھتے ہیں۔ طبرانی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میری طرف اوٹھائی ہے، پس مَیں اُس کو دیکھ رہا ہوں، گویا کہ مَیں اپنی اِس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، پھر صاحب مواہب[2] لدنیہ نے صحیح مسلم اور سُنن ابو داؤد کی حدیثیں نقل کر کے اخیر باب میں لکھا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے بیشک آپ کو یارسول اللہ اس سے بھی زیادہ پر خبردار کیا ہے، اور آپ کو اوّلین و آخرین کے علم عطا فرمائے ہیں یہ ترجمہ ہے عبارت مواہب کا۔ اور مشکوٰۃ[3] کے باب المساجد کے تیسرے فصل میں حدیث ہے جس میں دیدار الٰہی اور دونوں شانوں میں کف کو رکھنے اور

عبارت[1] قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ ا[2] قال ولاشک ان اللہ تعالیٰ قد اطلعک علی ازید من ذلک والقی علیک علم الاولین والآخرین[3]

[3] فقال علیہ السلام بعد ذلک فتجلی لی کل شئ وعرفت ۔

پستانوں میں سردی کے پہنچنے کا ذکر ہے، تو اِس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ پس ظاہر ہوئی میرے لئے ہر شئ اور مَیں نے پہچان لیا۔ محدث دہلوی[۱] اِس کی شرح میں لکھتے ہیں، کہ مجھ کو سارے علم روشن ہوئے اور سب کو مَیں نے پہچان لیا۔ اھ اور اسی باب کے دوسرے فصل مشکوٰۃ[۲] میں حدیث دارمی اور جامع ترمذی کی اسی مضمون میں وارد ہے، جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ مَیں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے معلوم کر لیا۔ محدث[۳] دہلوی اِس کی شرح میں لکھتے ہیں، کہ یہ آپ کا فرمانا تمام علوم جزوی و کلی کے حاصل ہونے اور اُس کے احاطہ سے مُراد ہے، اھ۔ اور مظاہر حق میں لکھا ہے، پس جب یہ فیض قلب شریف میں پہنچا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جان لی مَیں نے ہر چیز کہ آسمان اور زمین میں ہے اھ بلفظہ۔ اور مولانا قاری مرقاۃ[۴] میں لکھتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا:۔

پس مَیں نے معلوم کر لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرشتوں اور درختوں وغیرہما کا جو کچھ ان میں ہے علم بخش دیا اور یہ مراد ہے آپ کی وُسعت علم سے جو حق تعالیٰ نے آپ کو علم کھول دیا

عبارت[۱] پس ظاہر شد و روشن شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را اھ[۲] فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض

[۳] پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آن ۱۲

[۴] فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض یعنی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مما فیہ من الملائکۃ والاشجار وغیرہما وھو عبارۃ عن سعۃ ما علمہ اللہ تعالیٰ الذی فتح اللہ علیہ ای جمیع الکائنات اللہ التی فی السمٰوٰت بل وما فوقہا کما یستفاد من قصۃ المعراج والارض

اور ابنِ حجر نے کہا مراد تمام موجودات خدا کی ہے، جو آسمانوں میں ہے بلکہ اس سے بھی اوپر جیسا کہ قصّہ معراج سے ثابت ہے، اور جو کچھ ساتوں زمینوں بلکہ اس کے نیچے تک ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا قصہ بیل اور مچھلی کا جن پر ساری زمینیں ہیں اھ اور ممکن ہے کہ آسمانوں کے اوپر کی طرف اور زمین سے نیچے کی طرف مراد ہو تا کہ ہر چیز کو شامل ہو جائے لیکن وہ قید جو ہم نے ذکر کی ہے ضروری ہے اس لئے کہ اطلاق رب کا غیر صحیح ہے اھ اور قید جبریل کی حدیث کے اخیر مذکور ہے آیت کہ خدا علیم خبیر ہے کے نیچے اور کئی جگہ قرآن شریف سے نکلتا ہے، کہ قیامت کے وقت کا علم خدا کے لئے ہی خاص ہے، یہ ترجمہ ہے عبارت مرقاۃ کا۔

اور فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ جب شرعًا ثابت ہے، کہ آپ کو لوح محفوظ کا علم دیا گیا ہے، تو اس قید کو اس پر حمل کیا جائے کہ آپ کو قیامت کا علم ہونا بھی ممکن ہے، مگر اس کے چھپانے کے مامور تھے، جیسا کہ آپ کے علموں سے ایک علم کا چھپانا بھی مذکور ہو چکا ہے، امام الائمہ جلال الدین سیوطی کی خصائص کبریٰ میں لکھا ہے، یہ باب ہے اس میں کہ بعضے علماء کا مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

هی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارض السبع بل وما تحتها کما افادہ اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الثور والحوت الذین علیهما الارضون کلها ویمکن ان یراد بالسموٰت الجهة العلیا وبالارض الجهة السفلی فیشتمل الجمیع لکن لابد من التقیید الذی ذکرناہ اذ لا یصح اطلاق الجمیع کما هو ظاهر انتهی والتقیید هو المذکور فی اٰخر حدیث جبریل تحت اٰیة ان اللہ علیم خبیر وقد اخبر مواضع کتابہ ان علم الساعة مما استأثرہ اللہ تعالٰی بہ انتهی ۱۲

کو پانچ چیزوں کا علم دیا گیا تھا۔ اور وقت قیامت اور روح کا علم دیا گیا تھا۔ اور آپ اس کے چھپانے پر مامور تھے، اھ مترجمًا۔

حاصل الکلام یہ ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم کے قطعی دلائل بہت سے ہیں، جتنے اوپر لکھے گئے ہیں یہ مؤلف براہین کے انکار کے جواب میں کافی ہیں۔ رہا یہ کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کا علم بحکم محکم قرآن اور فرشتوں سے بدرجہا بڑھ کر ہے، اور تفسیر عزیزی میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اُتنا بلکہ اُس سے زائد لکھا ہے، جن سے دین داروں کو یقین آجاتا ہے کہ آپ اعلم المخلوقات ہیں، آپ سے بڑھ کر خدا کا علم ہے، غور کرو کہ ملک الموت اور شیطان کے علم محیط زمین کو مان لینا اور موجب شرک نہ جاننا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم محیط زمین کو شرک بتا کر اس کے قائل اہل سنت کو مشرکین لکھ دینا علاوہ سخت توہین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے مؤلف براہین قاطعہ کے کسی دین دار ذی علم کا کام نہیں، واللہ ہو الہادی۔

چوتھا اعتراض تمام ہوا۔ اب جواب الجواب صاحب براہین مع حواریین کو نقل کر کے اس کا ابطال اور تردید کرتا ہوں، بعون اللہ تعالیٰ اور وہ اچھا مولیٰ اور معین ہے۔

عبارت خصائص کبریٰ۔ ذهب بعضهم الی انه صلی الله علیه وسلم اوتی علم الخمس ایضاً وعلم وقت الساعة والروح وانه صلی الله علیه وسلم امر بکتم ذلك ۱۲

اعتراضِ پنجم

انبیاء واولیاء کا علم معلوماتی ہے جو انہیں برگزیدہ بناتا ہے

(دیوبندی مکتبِ فکر)

جواب تفصیلی یہ لکھا ہے، طرزِ تحریر سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض نے نہ صاحب براہین کا مطلب سمجھا ہے نہ آیات واحادیث واقوال مشائخ جن سے آپ کی اعلمیت نکلتی ہے، اُن کے معنی سمجھے ہیں نہ نصوص صریحہ واحادیث نبویہ واقوال علماء سلف جن سے انبیاء کے علم غیب کی نفی ہوتی ہے اُن کی مراد معلوم کی ہے، اور یہ بھی معلوم نہیں کیا کہ اس قسم کے مطلب عالی دلائل قطعیہ اور توجیہات صحیحہ سے ہی ثابت ہوتے ہیں، اس لئے مناسب ہے کہ ہم مسئلہ اعلمیت انبیاء کی اوّل تحقیق کریں، پھر توجیہات رکیکہ اور روایات ضعیفہ جو معترض کی غلطی کا منشائ ہیں اُن کا جواب لکھیں، اور خدا سے توفیق ہے اور اُسی پر توکل ہے،

پس بطور تمہید اوّل عرض کیا جاتا ہے کہ "انبیاء واولیاء کی افضلیت بوجہ علم ہے" حضرت آدمؑ کو بوجہ علم ملائکہ پر شرف حاصل ہوا علم میں بذاتہ شرافت ودنایت نہیں، بلکہ معلومات سے علم کا اعلیٰ و

ادنی ہونا ثابت ہوتا ہے، اور معلومات یا واجب یعنی ذات وصفات سبحانہ یا ممکنات باقسامہا کو پایا۔ پس غایت سعی بزرگان دین کی یہ ہے کہ علم یعنی انکشاف ذات وصفات جو اعلیٰ وافضل ہے حسب طاقت بشریہ حاصل فرماویں، تمام انبیاء علیہم السلام یا بعض اولیائے کرام کو یہ علم بحکم اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ بطور اجتبیٰ حاصل ہوا جس کو سیر محبوبی ومرادی کہتے ہیں، اس میں مجاہدات وریاضات شاقہ کی ضرورت نہیں، البتہ اکثر اولیاء نے حسب آیت وَیَہْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ کے مجاہدات وریاضات شاقہ سے اس راہ کو طے فرمایا ہے، اس کو سیر محبی ومریدی کہتے ہیں، اس مضمون کو شیخ الشیوخ سہروردی نے عوارف میں اور حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں بہت جگہ ذکر فرمایا ہے، اصل مقصود اس علم شریف سے یہ ہے کہ شریعت یعنی عقائد متعلقہ ذات وصفات ومبدء ومعاد واعمال قلوب وجوارح جو شارع علیہ السلام سے بالاجمال تقلیداً حاصل کیے تھے، تحقیقی بدیہی مفصل بن جاویں، جیسا کہ تیسویں مکتوب حضرت مجدد اور کلام ابن عربی وغیرہما سے ثابت ہے، اور مشائخ طریقت کی کلام کے تتبع سے دریافت ہوا ہے کہ اس علم شریف کے حاصل کرنے میں کشف عالم خلق وامور کونیہ کی کچھ حاجت نہیں ہے، اور نہ خوارق وتصرفات کا ظہور اس کے لئے شرط ہے جیسا کہ ملفوظات مظہریہ ومکتوبات مجددیہ میں درج ہے بلکہ بعض کو کشف وکرامات سے آفت عُجب حاصل ہوتی ہے پس طالب صادق

کا طریق استقامت شریعت ہے جیسا کہ اولیاء کبار نے اپنی کتابوں میں
ایسا لکھا ہے، الحاصل انبیاء و اولیاء جو افضل و اعلم خلق شمار کئے جاتے
ہیں اُن کی نبوت اور ولایت کے واسطے کشف امور کونیہ و جزئیہ عالم خلق
کی کچھ ضرورت نہیں، بلکہ یہ کبھی باعث ضرر کا دین میں ہوتا ہے جیسا کہ
اوپر گذرا ہے، پس مؤلف انوار ساطعہ نے جو حضرت ملک الموت اور
شیطان لعین کے کشف امور کونیہ سے آں حضرت کی اعلمیت اور افضلیت کے
سبب آپ کے واسطے بھی کشفِ امور کونیہ ثابت کیا ہے، یہ اس کی سخت
جہالت ہے، پھر مولوی قصوری نے جو اس کی تائید اور امر حق کی تردید
کی ہے، یہ قصور فہمید سے ہے، کیوں کہ "انبیاء کی افضلیت علم معاملہ سے ہے
نہ علم مکاشفہ سے" جیسا کہ اوپر گذرا ہے، اور اسی بہتر علم سے انسان ملائکہ
پر فضیلت دیا گیا ہے جو آیت وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ اٰدَمَ میں ہے، اور علم
محیط اور تصرف تام اور قدرت کاملہ باری تعالیٰ میں سب موجود ہیں، مگر
عجز اور یہی مخلوقات سے مقصود لذاتہ ہے جو عبودیت ہے، اور یہ افضل
مقامات عبد سے ہے، اس لئے آپ کے حق میں وارد ہوا سُبْحٰنَ الَّذِیٓ الآیۃ
یعنی پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے کو تھوڑی سی رات میں سیر کرائی
اور لفظ عبدہ کا رسولہ پر مقدم کیا اور اس مقام عجیب کے حاصل ہونے میں
اجمالی علم ہی کافی ہے، اور علم محیط اور قدرت کاملہ خدا کے واسطے ہی حاصل
ہے جس پر علماء اور اولیاء نے تصریح کی ہے، اور اگر اقوال علماء کے
ظاہر سے علم محیط اور قدرت کا انبیاء کے واسطے ثابت ہو تو اس کی تاویل

اور تحقیق بزرگی دی ہم نے بنی آدم کو ۱۲

واجب ہے، ورنہ ضعیف اور غلط ہوگا اس آیتؒ کے حکم سے تو کہہ میں اپنے نفس کے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو خدا چاہے، اور اگر مَیں غیب جانتا تو بہت نیکی حاصل کر لیتا۔ اور مجھے کوئی بدی نہ پہنچتی، تو مَیں ڈرانے والا ہی ہوں اور خوشی سُنانے والا ہی ہوں قوم ایمان دار کو پس یہی آیت ہمارے مُدعا کے اثبات کے لیے کافی ہے، اور اگر تفصیل کی حاجت ہو، تو صحیح حدیثیں اس کی مؤید ہیں، جیسا کہ تہمت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قصہ، اور باب سہو میں، ذی الیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ، اور ازواج مطہرات سے کھانے کے سوال کا قِصہ اور آیت وَ اِذَا جَآءَ کُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا کے نزول کا قِصہ، اور حال جنابت کے بھولنے کا قِصہ اور استقبلت من امری ما استدبرت وغیرہا قِصے جن سے ثابت ہے "کہ آپ لاکھا امور کونیہ پر واقف نہ تھے" پس اعتقاد کشف امور کونیہ کا آپ کے لئے جیسا کہ انوار ساطعہ کے مؤلف اور اس کے مؤید قصوری کا ہے، آیات وحدیث سے مخالف ہے، اور مواہب لدنیہ سے آپ کے واسطے کل اشیاء کا علم محیط ثابت نہیں ہوتا ہے، بلکہ اُس میں ذکر بعض امور غیبیہ کی اطلاع کا ہے، البتہ اُس میں جو ذکر بعض روایت ضعیفہ کا ہے جن سے بظاہر وہم کشف جمیع امور کونیہ کا ہوتا ہے سو ہم اوّل اُن کی تاویل کرتے ہیں علم اجمالی سے جو متعلق ہے غرض

آیتؒ قل لا املک لنفسی نفعًا ولا ضرًا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون ؕ

ثبوت اشیاء آسمانی یا زمینی سے، پس اُن سے علم محیط ایسی حیثیت سے کہ جس سے کوئی ادنیٰ چیز بھی غائب نہ ہو ثابت نہیں ہوتا۔ دوم ہم ان روایات کو بوجہ عدم صحت کے ترک کرتے ہیں، بخصوص باب عقائد میں جب ہماری تقریر سابق سے ظاہر ہو گیا کہ معنی اعلم مخلوقات اور وسعت علم اور آپ کی افضلیت میں علم مکاشفہ عالم خلق کو کچھ دخل نہیں ہے، "پس اگر شیطان یا کسی اور کو علم مکاشفہ انبیاء و اولیاء سے زائد حاصل ہو جائے" تو اس سے شیطان کی افضلیت یا اعلمیت ثابت نہیں ہوتی ہے، اور نہ انبیاء کے وسعت علم کا انکار اور نہ ہرگز سید المرسلین کی توہین لازم آتی ہے، اور جس نے ایسا سمجھا تو اس کا قصور فہم اور انبیاء و اولیاء کے علوم سے بے علمی ہے۔"

یہ خلاصہ ہے مقدمہ جواب تفصیلی کا۔ اب اس کا رد حق تعالیٰ کی مدد سے سنو۔

علم بذاتہٖ دلیل شرافت ہے (علمائے اہل سُنت)

جان لو کہ دعویٰ صاحب براہین مع حوارین کا کہ علم کو بذاتہٖ شرافت نہیں، بلکہ معلومات سے شرافت ہے اور علم اجمالی انبیاء کا ان کی اعلمیت کا موجب ہے، سوائے تفصیلی کے کہ وہ خاص ہے باری تعالیٰ سے دونوں جزو سے باطل ہے اور کسی ایک دلیل سے بھی مدلّل نہیں، جیسا کہ اس کی تطویل بیہودہ کو بغور مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے، بلکہ اس کی کلام ہی اس کے دعویٰ کو باطل کرتی ہے دانشمند پر پوشیدہ نہیں کہ علم کی ذات میں شرافت ہے جیسا کہ جہل لعینہٖ

نقص ہے، پس اگر معلوم بھی شریف ہو تو یہ علم کی شرافت پر شرافت ہے، اب اس مُدعا پر ہم کو دلیل بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ جب خود جواب تفصیلی میں لکھا ہے کہ حضرت آدم کو بوجہ علم ملائکہ پر شرف حاصل ہوا انتہیٰ بلفظہٖ، پس باوجود اِس اقرار کے علم کی شرافت لذاتہٖ کا انکار کرنا مکذبین کی کلام ہی متناقض ہے، کیا معنی کہ اسماء اشیاء کا علم جیسے اونٹ گھوڑا پیالہ وغیرہ جب موجب شرف حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کا فرشتوں پر ہو گیا۔ حالانکہ اُس میں معلومات کا شرف کچھ بھی نہ تھا، پس شرافت ذاتی علم کی ثابت ہو گئی۔ امام نسفی تفسیر مدارک[۱] میں آیت وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کے نیچے لکھتے ہیں، کہ اس آیت سے مستفاد ہے کہ علم اسماء اشیاء کا رتبہ عبادت سے اونچا ہے، پس چہ جائے کہ علم شریعت اھ تفسیر بیضاوی[۲] میں ہے، جان لو کہ یہ آیتیں آدمی کی شرافت اور عبادت پر علم کی مزیت اور فضل پر دلالت کرتی ہیں، اھ شیخ زادہ[۳] حاشیہ بیضاوی میں لکھتے ہیں، دوسرا حکم علم کی مزیت اور فضل عبادت پر ہے، اور وجہ دلالت آیت اس پر یہ ہے کہ فرشتوں کی عبادت بہت ہے ان کے حق میں خدا کا فرمان ہے کہ رات دن خدا کی تسبیح میں سُستی نہیں کرتے۔ اور باوجود اس کے وہ خلافت کے لائق نہ ہوئے، اور حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام

---

[۱] عبارت وافادتنا الآیۃ ان علم الاسماء فوق التخلی للعبادۃ فکیف العلم بالشریعۃ ۱۲

[۲] واعلم ان ھذہ الآیات تدل علی شرف الانسان ومزیۃ العلم وفضلہ علی العبادۃ

[۳] والحکم الثانی مزیۃ العلم وفضلہ علی العبادۃ ووجہۃ الدلالۃ علیھا ان الملائکۃ اکثر عبادۃ لقولہ تعالیٰ فی حقھم یسبحون اللیل والنھار لا یفترون ولم یکونوا بسبب ذلک احقاء بالخلافۃ وان آدم علیہ السلام مع کونہ اقل عبادۃ (اگلے صفحہ پر)

باوصفیکہ عبادت میں اُن سے کم تھے مستحق خلافت ہو گئے بسبب صفت علم کے اھ اور شہاب بیضاوی میں ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو خلیفہ کرنے میں تقدیم کی وجہ علم تھا، اھ اور تفسیر خازن[۵] میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی فضیلت فرشتوں پر علم کے ساتھ ظاہر فرمائی ہے اور اس میں دلیل ہے اہل سنت کے مذہب پر کہ انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں اھ اور تفسیر معالم التنزیل میں بھی ایسا ہی ہے۔

امام رازی کا استدلال

امام رازی[۶] تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں، کہ آیت علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کے پیدا کرنے میں کسی کمال حکمت کو ظاہر نہیں کیا مگر ان کا علم پس اگر کوئی اور چیز علم سے اشرف ہوتی تو واجب تھا کہ اس کے ساتھ ان کی فضیلت ظاہر کرتے نہ علم سے، اور جان لو کہ اس پر علم کتاب و سنت و معقول سب کی فضیلت پر دلالت ہے، اھ امام رازی نے بعد اس کے بہت سی آیات اور احادیث اور آثار علم کی فضیلت میں ذکر کئے ہیں بہت بسط کے ساتھ اُن کو ہم ذکر نہیں کرتے کہ منکرین سے اس کو علم شریعت پر حمل کر لینے کا احتمال ہے بلکہ

(بقیہ ص۴۰۳ کا) منهم قد استحق الخلافة باتصافه بالعلم ۱۲ [۴] لانه قدم عليهم في الاستخلاف و بين ان وجه تقديمه له علمه ۱۲ [۵] فاظهر الله تعالى فضل آدم عليهم بالعلم وفيه دليل لمذهب اهل السنة ان الانبياء افضل من الملائكة ۱۲ [۶] هذه الاية دالة على فضل العلم فانه سبحانه وتعالى شانه ما اظهر كمال حكمته في خلقة آدم عليه السلام الا بان اظهر علمه فلو كان في الامكان وجود شيء اشرف من العلم لكان من الواجب اظهار فضله بذلك الشيء لا بالعلم واعلم انه يدل على فضيلة العلم من الكتاب والسنة والمعقول ۱۲

بلکہ اس سے بچھلی تقریر تفسیر کبیر[1] کی منقول ہوتی ہے، اور وہ یہ ہے لیکن شواہد عقل علم کی فضیلت میں، پس ہم کہتے ہیں جان لو کہ علم کا صفت کمال و شرف ہونا اور جہل کا نقص ہونا دانش مندوں کے نزدیک امر یقینی ہے، اس لئے اگر دانش مند کو کوئی جاہل کہہ دے تو اس کو رنج آتا ہے اگرچہ یہ بات جھوٹ ہے، اور اگر جاہل کو کوئی عالم کہہ دے تو وہ شخص خوش ہو جاتا ہے، ہر چند وہ جانتا ہے کہ میں عالم نہیں ہوں، اور یہ دلیل ہے اس پر کہ علم میں شرافت لذاتہٖ ہے، اور وہ محبوب لذاتہٖ ہے، اور جہل نقص لذاتہٖ ہے، پس علم جہاں پر ہو گا اس کا صاحب باحرمت و عزت ہو گا الخ پھر اس کو امام رازی نے بہت وسط کے ساتھ بیان کر کے لکھا ہے، پھر جب[2] حق تعالیٰ نے حضرت آدم کا علم ظاہر فرمایا تو ان کو مسجود ملائکہ اور خلیفہ عالم سفلی بنایا۔ اور اس میں دلیل ہے کہ حضرت آدمؑ علم کے سبب مستحق خلافت کے ہوئے تھے، یہ بقدر حاجت امام کی کلام کا ترجمہ ہے، پھر امام نے اپنی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کا سات نبیوں کو

---

[1] اما الشواهد العقلية فى فضيلة العلم نقول اعلم ان كون العلم صفة شرف وكمال وكون الجهل صفة نقصان امر معلوم للعقلاء بالضرورة ولذلك لو قيل للرجل العالم يا جاهل فانه يتاذى بذلك وان كان يعلم كذب ذلك ولو قيل للرجل الجاهل يا عالم فانه يفرح بذلك وان كان يعلم انه ليس كذلك وكل ذلك دليل على ان العلم شريف لذاته ومحبوب لذاته والجهل نقصان لذاته وايضاً فالعلم اينما وجد كان صاحبه محترماً ومعظماً ۱۲ [2] ثم انه سبحانه لما اظهر علمه جعله مسجود الملائكة وخليفة العالم السفلى وذلك يدل على ان تلك المنقبة استحقها آدم عليه السلام بالعلم ۱۲

سات قسم کے علم تعلیم کرنے اور اُن کے ثمرات کا ظہور جو لکھا ہے تو اس کا ترجمہ تفسیر فتح العزیز سے نقل کرتا ہوں[۱]، کہ یہ منکر لوگ حضرت تفسیر فتح العزیز کے مؤلف کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، تاکہ شائد کچھ ملزم ہو کر ہدایت پالیں، حضرت شاہ عبد العزیز اپنی تفسیر میں بذیل قصہ تعلیم اسمار اشیار لکھتے ہیں کہ "بعضے حکیموں[۱] نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سات چیز کو فرمایا ہے کہ برابر نہیں بلکہ ایک دوسرے سے بہتر ہے، اوّل[۱] کیا علم والے اور بے علم برابر برابر ہیں، دوم[۲] پاک اور ناپاک برابر نہیں، تیسرا[۳] دوزخی اور جنتی برابر نہیں، چوتھا[۴] پانچواں[۵] چھٹا[۶] ساتواں[۷] اندھا اور بینا اندھیرا اور نور سایہ اور دھوپ زندے اور مُردے برابر نہیں، اور اِن سات چیزوں کی تفضیل کا رجوع عالم کی فضیلت ہے جاہل پر جس سے معلوم ہوا کہ جو تفضیل کہ ہے رجوع اس کا تفضیل عالم کی جاہل پر ہے اس لئے حدیث شریف میں عالم کو عابد پر بار بار مختلف عبارتوں سے ترجیح دی ہے، اور نیز حق تعالیٰ نے بعضے انبیار کی تفضیل میں بعضوں پر انہیں صفتوں اور اُن کے شعبوں سے ترجیح فرمائی ہے، خاص کر کے سات چیزوں کو

---

[۱] عبارت تفسیر عزیزی۔ و بعضے از حکما گفتہ اند در قرآن مجید حق تعالیٰ ہفت چیز را فرمودہ است کہ باہم برابر نیستند بلکہ یکے از دیگرے بہتر است اوّل[۱] ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون دوم[۲] قل لا یستوی الخبیث والطیب سوم[۳] لا یستوی اصحٰب النار واصحٰب الجنۃ چہارم[۴] پنجم ششم و ہفتم لا یستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمٰت ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء و الاموات و مرجع این تفضیل در این اشیاء ہفتگانہ تفضیل عالم بر جاہل است ازینجا معلوم شد کہ ہر تفضیلی کہ ہست راجع بر تفضیل عالم بر جاہل است و لہذا در حدیث شریف عالم را بر عابد بار بار بعبارات مختلفہ ترجیح دادہ اند و نیز حق تعالیٰ در مقام تفضیل انبیاء بعض ایشاں بر بعض ہمیں

سات قسم کے علم سے صریح تفضیل دی ہے حضرت آدمؑ کو علم لغت سے کہ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ اور حضرت خضر کو علم فراست سے کہ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ اور حضرت یوسف کو علم تعبیر سے کہ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ اور حضرت داؤد کو علم صنعت سے کہ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ اور حضرت سلیمان کو جانوروں کی زبان کا علم کہ عَلَّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ اور حضرت عیسیٰ کو توریت و انجیل کہ وَیُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ اخوانہ و آلہ وسلم کو علم اسرار کہ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ علماء نے کہا ہے کہ ان سات علموں نے ان سات پیغمبروں کے حق میں عجیب ثمرے ظاہر کیے ہیں، حضرت آدم کو اُن کے علم نے فرشتوں کا مسجود بنایا۔ اور حضرت خضر کو اُن کے علم نے حضرت موسیٰ جیسے پیغمبر کی استاذی عنایت کی، اور حضرت یوسف کو اُن کے علم

(بقیہ صـ۲۱۱ کا) صفت و شبہائے ایں صفت ترجیح فرمودہ خصوصاً ہفت کس را از انبیاء بہفت علم صراحۃ تفضیل دادہ حضرت آدمؑ را بعلم لغت کہ وعلم آدم الاسماء کلها۔ و حضرت خضر را بعلم فراست کہ وعلمناہ من لدنا علما۔ و حضرت یوسف را بعلم تعبیر کہ وعلمتنی من تاویل الاحادیث و حضرت داؤد را بعلم صنعت کہ وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم و حضرت سلیمان را بدانستن زبان جانوراں کہ علمنا منطق الطیر و حضرت عیسیٰ را بتوریت و انجیل کہ یعلمہ الکتب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل و حضرت محمد صلی اللہ علیہ و علی اخوانہ و آلہ وسلم را علم اسرار کہ وعلمک ما لم تکن تعلم۔ گفتہ اند کہ ایں ہفت علم در حق ایں ہفت پیغمبر ثمرات عجیب ظاہر نمود حضرت آدم را علم ایشاں مسجود ملائکہ ساخت و حضرت خضر را علم ایشاں استاذی مثل حضرت موسیٰ عنایت فرمود و حضرت یوسف را علم ایشاں بپادشاہی زمین مصر رسانید

نے مصر کی بادشاہی تک پہونچایا۔ اور حضرت سلیمان کو اُن کے علم نے بلقیس جیسی عورت صاحبِ دولت و حشمت دلوائی۔ اور حضرت داؤد کو اُن کے علم نے بادشاہت تک پہونچایا۔ اور حضرت عیسیٰ کو اُن کا علم اُن کی والدہ کی تہمت کے زوال کا موجب ہُوا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ اخوانہ و عترتہ وسلم کو اُن کے علم نے خلافتِ عظمیٰ اور شفاعتِ کبریٰ پر سرفراز کیا۔ نکتہ شناسوں سے منقول ہے، کہ حضرت آدم کو مخلوقات کے نام کے علم نے فرشتوں کا مسجود بنایا تو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا علم کس حد تک پہونچائے گا۔ اور حضرت خضر کو علم فراست نے حضرت موسیٰ کی صحبت سے مشرف کیا۔ تو آن حضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ اخوانہ و عترتہ وسلم کی اُمّت کو حقیقت، شریعت، طریقت کا علم اگر انبیاء کی صحبت تک پہونچادے تو کیا عجب ہے،

و حضرت سلیمان را علم ایشاں زنے مانند بلقیس باآں دولت و جاہ و ملک و حشم و مال بخشید و حضرت داؤد را علم ایشاں بریاست و پادشاہت رسانید و حضرت عیسیٰ را علم ایشاں موجب زوال تہمت از مادر ایشاں شد۔ و حضرت محمد رسول را صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین علم ایشاں بخلافت کبریٰ و شفاعت سرفراز ساخت۔ اہل نکات گفتہ اند کہ حضرت آدم را دانستن نامہائے مخلوقات مسجود ملائکہ گردانید دانستن نامہائے پروردگار و صفات او بچہ حد خواہد رسانید۔ و حضرت خضر را علم فراست بصحبت حضرت موسیٰ مشرف ساخت، امت محمد صلی اللہ علیہ و اخوانہ و آلہ وسلم را علم حقیقت و شریعت و طریقت اگر بصحبت انبیاء رساند چہ بعید۔ اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین و حضرت یوسف را دانستن تاویل خواب از زندان دنیا نجات بخشید اگر مفسران ایں امت را تاویل کتاب اللہ

قرآن میں ہے کہ وہ لوگ خدا کے منعم علیہ نبیوں کے ساتھ ہیں، اور حضرت یوسف کو علم تاویل خواب نے دنیا کے بندی خانہ سے نجات بخشی تو اس امت کے مفسرین کو قرآن مجید کے معنی شبہات اور قیامت کے زندان سے نجات بخش دے، تو کیا تعجب ہے، یہ تفسیر عزیزی میں تفسیر کبیر کی عبارت کا ترجمہ لکھا ہے۔

شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی کا استدلال!

اور نیز فتح العزیز میں آیت تعلیم اسماء کے نیچے لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ کا امتیاز دو وجہ سے ہے، اوّل یہ کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے فرشتوں کو ہر چیز کے ناموں کا علم نہ تھا، بلکہ انہیں چیزوں کے نام اور حقائق کا علم تھا جو اُن کی خدمت کے متعلق تھے، دُوسرے حقائق و اسماء سے نہ اُن کو کچھ تعلق تھا اور نہ اُن پر مطلع تھے، برخلاف حضرت آدم کے کہ اُن کو بسبب خلیفہ بنانے کے عام تعلیم حاصل ہوئی تھی، تاکہ ہر حقیقت کے نفع و نقصان سے خبردار ہوجائیں، جیساکہ حاکم

از زندان شبہات و از زندان آخرت نجات بخشد چہ استبعاد است بلکہ امتیاز حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام از فرشتگان بدو وجہ است۔ اوّل آنکہ قبل از خلقت حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام فرشتگان را علم باسماء ہر چیز حاصل نبود بلکہ علم ایشاں منحصر بود دراں حقائق و اسماء کہ تعلق بکار و خدمت ایشاں داشتہ باشد و با دیگر حقائق و اسماء آنہا کارے نداشتند و اطلاع بر آنہا ایشاں را حاصل نبود بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کہ ایشاں را بجہت استخلاف تعلیم عام واقع شد تا از منفعت ہر حقیقت و مضرت آں آگاہ شوند چناں چہ حاکم و ابن عساکر مرفوعاً روایت کردہ اند کہ آنحضرت

اور ابن عساکر نے مرفوع روایت کی ہے، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وعترتہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو تعلیم اسماء کے ضمن میں ہزار حرفت ہر قسم کے پیشیوں سے تعلیم فرمائی اور حکم کیا کہ اپنی اولاد کو کہہ دو، کہ اگر تم صبر نہ کر سکو دنیا سے تو ان حرفتوں سے دنیا طلب کر لینا۔ اور دین سے طلب نہ کرنا کہ دین خالص میرے یعنی خدا کے واسطے ہے،

سخت افسوس ہے اُس پر، جو دنیا کو دین کے ساتھ طلب کرتا ہے، اور دیلمی نے ابورافع سے روایت کی ہے، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کی تصویریں پانی اور مٹی سے بنا کر مجھے دکھلائی گئی ہیں، اور مجھے سب چیزوں کے نام سکھلائے گئے، جیسے کہ حضرت آدمؑ کو سکھلائے گئے تھے اھ مترجماً۔

امام رازی تفسیر کبیر میں تعلیم اسماء میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کی صفتیں اور خواص تعلیم کر دیئے تھے، اھ

تفسیر عزیزی میں بھی لکھا ہے، کہ حضرت آدم کو تعلیم اسماء اس لیئے ہوئی تھی، کہ نام

صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند کہ حق تعالیٰ آدم را در ضمن تعلیم اسماء ہزار حرفت را از حرفتہائے گوناگون تعلیم فرمودہ وارشاد کرد کہ اولاد و ذریت خود را بگو اے آدم کہ اگر شما صبر نتوانید کرد از دنیا پس دنیا را بایں حرفتہائے طلب کنید و دنیا را بدیں طلب نکنید زیرا کہ دین خالص بہرے من است ۱۲ وائے بر کسے کہ دنیا را بدیں طلب نماید۔ و دیلمی از ابو نافع روایت میکند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند مُثِّلَتْ لِیْ اُمَّتِیْ فِی الْمَاءِ وَالطِّیْنِ یعنی تصویرات اُمت من در آب و گِل ساختہ بمن نمودند وعلمت الاسماء کلھا کما علم آدم الاسماء کلھا ۱۲ عبارتہ ای علمہ صفات الاشیاء ولغو تہا وخواصہا۔ وفی الخازن والمعالم فسمی کل شئ باسمہ

ایک لفظ ہے جو حقیقت پر دلالت کرتا ہے، اور اُن کو علم حقائق کا دینا منظور تھا تاکہ خلافت کو سرانجام دے سکیں، اور نام ادنیٰ چیز ہے کہ جس کے سبب حقیقتوں میں امتیاز ہوتا ہے اور یہ بھی منظور تھا کہ ان کو تمام چیزوں کے خواص اور منافع و نقصان سکھلائے جائیں، اور اُن کے استعمال کا طریقہ بھی اھ مترجماً۔

پس ان سب منقولات معتبرہ سے جو مکذبین کی کلام کی رد کہ حضرت آدم کو بوجہ علم ملائکہ پر شرف حاصل ہوا، تفصیل ہے بخوبی ثابت ہو گیا کہ علم کی ذات کو فضیلت و شرافت ہے، اور حضرت آدم و حضور فخر اولاد آدم صلی اللہ علیہما وسلم کو علم تفصیلی سے ساری مخلوقات پر فضیلت ہے، پس مکذبین کا یہ قول کہ شیطان یا کسی اور کو نبیوں سے زیادہ علم مکاشفہ حاصل ہے سخت عذاب کا موجب ہے، اگر وہ اس ضد اور نفسانیت سے باز نہ آئے، ترقی کے بعد تنزل سے پناہ بخدا۔ اور آیت قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ سے استدلال بھی مکذبین کو کچھ بھی مفید نہیں ہے، اور یقیناً ہمارے مدعا کے برخلاف نہیں ہے، کیوں کہ ہم قدرت مستقل اور علم ذاتی سوائے باری تعالیٰ کے کسی کے واسطے بھی قائل نہیں ہیں، بلکہ یہ اعتقاد ہے کہ جس قدر قادر مطلق نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قدرت بخشی ہے اتنی حاصل ہے، جیسا کہ ان کی اسی آیت استدلال والی سے ثابت ہے، معالم التنزیل میں ہے، تو کہہ میں اپنے نفس کے

و ذکر وجہ الحکمۃ التی خلق لہا آ ۱۲ ۔ ۲ و تعلیم نامہائے برائے آن واقع شد کہ نام عبارت از لفظیست کہ دلالت کند بر حقیقتے و منظور افادۂ علم بحقائق بود تا کار خلافت سرانجام تواند کرد و نام اقل آن چیز است کہ بسبب آن امتیاز در میان حقایق مے شود و نیز منظور آن بود کہ خواص جمیع اشیاء و منافع و مضار آن اورا تعلیم کردہ مے شود و طریق استعمال آن خواص نیز ۱۲ الخ

نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جتنا خدا نے چاہا ہے میرا مالک ہونا اھ ترجمہ۔ اور آیت وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ بھی اطلاع الٰہی سے علم غیب حاصل ہونے کو منافی نہیں ہے، جیسا کہ آیت عٰلِمُ الْغَيْبِ سے صاف ثابت ہے۔ تفسیر حسینی میں آیت وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ کا ترجمہ یوں کیا ہے، کہ اگر میں بے تعلیم حق غیب جان لیتا اھ۔ پس علم ذاتی استقلالی کی نفی اور اللہ تعالےٰ کی تعلیم سے غیب پر اطلاع ثابت ہو گئی، اور یہی مطلوب تھا اور آیات تطبیق بھی ہو گئی۔ جس خدا کا شکر ہے، لیکن قصہ بہتان وغیرہ سے استدلال بھی ہمارے مدعا کے منافی نہیں ہے، کیوں کہ ہم اس کے قائل تو نہیں ہیں کہ آپ اپنے آپ غیب دان ہیں، جیسا کہ اوپر گذرا ہے، اور نہ ہم اس کے قائل ہیں کہ آپ کو ابتداء نبوت سے سارے علم حاصل تھے، بلکہ جس جس چیز کی آپ کو حاجت ہوتی گئی اس کا علم آپ کو دیا گیا۔ چنانچہ قرآن مجید بھی آپ پر آیت آیت کر کے اترا۔ پس ابتداء میں علم کا نہ ہونا اور انتہا میں حاصل ہو جانا دانش مندوں کے نزدیک ثابت ہے، اور آگے عنقریب اس کا ذکر ہوگا۔

پس اِن قِصّوں کا حوالہ دے کر مکذبین نے جو یہ نتیجہ نکالا ہے کہ لاکھا امور کونیہ پر آپ کو اطلاع نہ تھی، یہ نرا ان کا ہذیان اور بکواس ہے، کیوں کہ جب ثابت ہو گیا کہ ان سب پر بتعلیم الٰہی آپ کو اطلاع ہو گئی تھی، تو پھر اُن کو ہمارے

عبارت تفسیر معالم۔ قُلْ لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ أَمْلِكَهُ ۱۲

عبارت تفسیر حسینی۔ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ واگر بودمی من کہ بے تعلیم حق دانستے غیب را انتہیٰ بلفظہ

مقابلہ میں دلیل بنا کر پیش کرنا نری جہالت ہے، اور مواہب لدنیہ کی حدیثوں میں جو مجملاً کلام کی ہے اِس کا جواب باصواب آگے موقع تفصیل میں بخوبی دیا جاوے گا۔ جواب تفصیلی کے مقدمہ کی بواقعی تردید پر خدا کا شکر ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے "جب ہم مسئلہ اعلمیت وافضلیت فی العلم کو حسب تصریحات ائمہ عقائد و مشائخ طریقت مفصل بیان کر کے قصور فہم قصوری صاحب کا ثابت کر چکے، تو اب ہمارے دلائل مذکورہ براہین کی نسبت جو معترض نے اعتراض کیے ہیں اُن کی تفصیل جوابات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پھر اُن کی روایات کی تعیین مصداق و بیان محمل میں گفت گو کریں گے، پہلی حدیث وَاللّٰہِ مَآ اَدْرِیْ مَا یفعل بی وَلَا بکم کہ بخدا میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس پر دو اعتراض کئے ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ حدیث مثل آیت ما أدری یفعل بی ولا بکم کہ میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اور تم سے کیا کیا جائے گا منسوخ ہے، آیت لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ یعنی تاکہ بخش دے خدا تیری اگلی پچھلی تقصیریں، اور سوائے اس کے اور آیتوں سے، جیسا کہ تفسیر کبیر و معالم وابوالسعود وغیرہا میں لکھا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں پر نسخ کا حکم دلیل ناواقفیت کی ہے، اطفال مدرسہ بھی جانتے ہیں کہ نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں، اگر ہم نسخ کو تسلیم کر لیں تاہم ثابت ہے کہ وقت اِس اخبار کے آپ کو کچھ معلوم نہ تھا، پھر وقت نزول مغفرت کے

آپ مطلع ہو گئے اس سے ہمارا مدعا بخوبی حاصل ہے علاوہ قول ضعیف
مرجوح بلکہ غلط کو خصم کے مقابلہ میں پیش کرنا قصوری صاحب کے قصور
علم و دیانت کی دلیل ہے، جس کو ہم عبارت مرقاۃ و تفسیر کبیر سے رد
کرتے ہیں، طیبی سے حاشیہ مشکوٰۃ پر مرقاۃ[1] سے لکھا ہے دوسرا کہ
یہ منسوخ ہے آیت مغفرت سے، میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ خلل ہے
کہ ناسخ کے موخر ہونے کی صورتوں میں نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار
میں اھ اور تفسیر کبیر[2] سورہ احقاف میں ہے، کہ جو لوگ اس آیت کو احوال
آخرت پر حمل کرتے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
کہ جب یہ آیت ما ادری کی اتری تو مشرکین اور منافق اور یہود خوش
ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم کیسے پیروی کریں ایسے نبی کی جس کو یہ معلوم
نہیں کہ اس سے اور ہم سے کیا ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ
فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ الی قولہ
وَکَانَ ذٰلِکَ عِنْدَ اللّٰہِ فَوْزًا عَظِیْمًا تک نازل فرمائی، جس میں بیان کر دیا

عبارت مرقاۃ۔ وثانیھا ان یکون ھذا منسوخا بقولہ تعالیٰ لیغفر لک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر قلت وفیہ ان النسخ علی تقدیر صحۃ تاخیر الناسخ انما یکون فی الاحکام لا فی الاخبار انتہی ۱۲ [2] عبارت تفسیر کبیر اما الذین حملوا ھذہ الآیۃ علی احوال الآخرۃ فروی عن ابن عباس انہ قال لما نزلت ھذہ الآیۃ فرح المشرکون والمنافقون والیھود وقالوا کیف نتبع نبیا لا یدری کیف یفعل بہ وبنا فانزل اللّٰہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبینا الی قولہ وکان ذلک عند اللّٰہ فوزا عظیما فبین تعالیٰ ما یفعل بہ وبمن اتبعہ ونسخت ھذہ الآیۃ وزعم انف المنافقین والمشرکین واکثر المحققین استبعدوا ھذا القول واحتجوا علیہ بوجوہ الی ان قال، ثبت ان ھذا القول ضعیف انتہی ۱۲

جو آپ سے اور آپ کے اتباع سے ہوتا ہے، اور وہ آیت منسوخ ہوگئی منافقوں اور مشرکوں کو خدا نے نگوں سار کیا۔ اور اکثر محققین نے اس قول کو بعید جان کر ضعیف بنایا ہے، کئی وجہ سے اس کی دلیل بیان کی ہے، اب قصوری صاحب سے پوچھئے کہ نسخ کا لفظ تو دیکھ لیا مگر یہ نہ دیکھا کہ یہ قول قابل اعتبار ہے یا نہیں، یہ نسخ کی بابت جواب تفصیلی نے رَد کیا ہے،

حدیث اَدری کی وضاحت !

اب اس کے جواب میں فقیر کان اللہ لہٗ عرض کرتا ہے، کہ کئی وجہ سے یہ جواب غیر صواب ہے۔ اوّل تو یہ کہ مرقات کی عبارت حاشیہ مشکوٰۃ سے نقل کی ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ حاشیہ کی عبارت اصل کے برابر معتبر نہیں ہوتی، دوسری وجہ ناسخ کی تاخیر کی صحت کو فرض کرنا قرآن مجید سے سخت غفلت ہے اس لئے کہ سب پر روشن ہے کہ سورۂ احقاف مکی ہے اور سورۂ فتح مدنی ہے جو ہجرت کے بعد سالہا سال نازل ہوئی، اب عجب ہے کہ مولانا قاری نے ایسا کیونکر لکھا ہوگا۔ علاوہ صاحب یہ اپنی بھی حافظ قرآن کہلاتا ہے، اور اس اخیر عمر میں بھی اُس کو تمیز نہیں سورہ مکی یا مدنی ہیں، تیسری وجہ یہ حکم نسخ احکام میں ہی ہوتا ہے نہ اخبار میں غیر صحیح ہے، اس لئے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اکثر علماء کے نزدیک اِن دونوں میں نسخ جاری ہے حدیث صحیح کی دلیل سے، جیسا کہ تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل میں آیت وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ

یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللہ کے نیچے لکھا ہے کہ پھر علماء کا اختلاف ہے ایک گروہ نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اس سے پچھلی آیت سے دلیل اس کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے، کہا انہوں نے جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر شاق گذری (اس قول تک) جب انہوں نے ایسا کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو منسوخ کر کے آیت لَا یُکَلِّفُ اللہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا نازل فرمائی، یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے، اور مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی مانند روایت کی ہے، اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں، اس لئے کہ نسخ احکام اور مناہی میں ہوتی ہے اخبار میں نہیں ہوتی، یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کا۔ اور جلالین[۲] میں ہے کہ جب یہ آیت پہلے اُتری، تو مسلمانوں نے وسواسوں کی شکایت کی اور اس پر محاسبہ ہونا اُن پر شاق گذرا تب آیت لَا یُکَلِّفُ اللہ نازل ہوئی اھ تفسیر مدارک میں ہے کہ اکثر تفاسیر میں ایسا ہی ہے جس سے نسخ ثابت ہو گیا۔ فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ صحیح بخاری

عبارت[۱] تفسیر لباب التاویل۔ ثم اختلفوا فقال قوم ھی منسوخۃ بالاٰیۃ التی بعدھا ویدل علیہ ما روی عن ابی ھریرۃ قال لما نزلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ الاٰیۃ اشتد ذلک علی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الی قولہ) فلما فعلوا ذلک نسخھا اللہ عز وجل فانزل اللہ عز وجل فانزل اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا (الی قولہ) اخرجہ مسلم ولہ عن ابن عباس نحوہ وقال قوم ان الاٰیۃ غیر منسوخۃ لان النسخ لا یرد الا علی الاوامر والنواھی ولا یرد علی الاخبار ۱۲ عبارت[۲] جلالین و لما نزلت الاٰیۃ التی قبلھا شکی المؤمنون من الوسوسۃ وشق علیھم المحاسبۃ بھا فنزل لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ۱۲

میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آیت اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ کو پچھلی آیت نے منسوخ کر دیا ہے اھ۔ پس جب صحیح حدیثوں کی سند اور معتبر تفسیروں کی شہادت سے اخبار میں نسخ ثابت ہو گئی تو صاحب براہین اور اس کے حوارین کا یہ بکنا کہ اخبار کی نسیخ اطفال مدرسہ کے نزدیک بھی غلط ہے، فقیر قصوری کی تغلیط نہیں بلکہ صحیح حدیثوں اور حبر اُمت وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تغلیط ہے، اس کو یاد رکھ کر آگے سنیئے کہ صحیح بخاری[۲] کے حاشیہ سندی میں آیت مآ ادری مایفعل بی کے نیچے لکھا ہے، کہ علمائے نے کہا ہے، کہ یہ آیت لیغفر لک اللہ کے پہلے کا معاملہ ہے کہ آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلوم نہیں کرایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ کے معلوم کرا دینے سے معلوم ہو گیا۔ اور یہی معنے ہیں اس قول کے کہ یہ منسوخ ہے، اور حاصل اُس کا یہ ہے کہ یہ خبر دینی ہے ایک چیز کی جو زائل ہو گئی۔

اور یہ اعتراض کہ خبر منسوخ نہیں ہوتی، ہیچ پوچ ہے، علاوہ یہ خبر اس قبیل سے ہے جس سے حکم متعلق ہے کہ اس سے پہلے امر قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ یعنی (تو کہہ دے کہ میں نیا رسولوں سے نہیں ہوں) واقع ہے پس تعلق نسخ کا اس حکم کی وجہ سے

حدیث[۱] بخاری ۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ قال نسختہا الآیۃ التی بعدھا۔ حاشیہ حدیث[۲] ثم قالوا ھذا کان قبل نزول قولہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم الآیۃ وکان اولا لا یدری لان اللہ تعالیٰ لم یعلمہ ثم ادری بعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ وھذا معنی ما قیل انہ منسوخ وحاصلہ انہ خبر عن شیٔ قد زال فما قیل علیہ ان الخبر لا یدخلہ النسخ لیس بشیٔ علی ان ھذا الخبر مما تعلق بہ الامر فی قولہ تعالیٰ قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری الآیۃ فیجوز تعلق النسخ بہ بالنظر الی ذلک الامر فافہم ۱۲

جائز ہے، بغور اس کو سمجھ لے، مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۴۹ میں دیکھو۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ تفسیر کبیر کی عبارت سے صریح ثابت ہے کہ نسخ اخبار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے، اور دوسری معتبر تفسیروں سے ثابت ہے کہ یہی مذہب بعینہ حضرت انس اور قتادہ اور عکرمہ اور حسن اور ضحاک رضی اللہ عنہم کا ہے، جیسا کہ جلالین کے حاشیہ جمل میں تفسیر قرطبی[1] سے نقل کرکے لکھتے ہیں کہ وَمَا اَدرِی مَا یفعل بِی وَلا بکم کا معاملہ قیامت کا ہے، جب یہ آیت اُتری، تو مشرکین یہود منافق سب خوش ہوئے اور بولے ہم ایسے نبی کی اتباع کیا کریں جس کو یہ معلوم نہیں کہ اس سے اور ہم سے کیا کیا جائے گا، اور بے شک اس کو ہم پر کچھ فضیلت نہیں ہے اور اگر یہ خدا کی طرف سے نبی ہوتا تو خدا اس کو خبر دیتا جو اس سے ہونا تھا۔ تب آیت لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ نازل ہوئی اور وہ آیت منسوخ ہو گئی اور کافر نگوں سار ہوئے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک ہو جو کچھ آپ سے ہونا تھا وہ تو خدا نے بیان کر دیا۔ کاش ہمیں بھی معلوم ہو جائے کہ ہم سے کیا ہو گا۔ پس یہ آیت کہ اللہ تعالیٰ مومن مرد عورتوں کو بہشتوں میں داخل

---

[1] عبارت تفسیر قرطبی۔ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم یرید یوم القیمۃ ولما نزلت فرح المشرکون والیہود والمنافقون وقالوا کیف نتبع نبیاً لا یدری ما یفعل بہ ولا بنا وانہ لا فضل لہ علینا ولولا انہ ابتدع الذی یقولہ من تلقاء نفسہ لاخبرہ الذی بعثہ بما یفعل بہ فنزلت لیغفر لک اللہ ما تقدم الآیۃ فنسخت ھذہ الآیۃ وارغم انف الکفار وقالت الصحابۃ ھنیئاً لک یا رسول اللہ لقد بین اللہ لک ما یفعل بک فلیت شعرنا ما ھو فاعل بنا فنزلت لیدخل المؤمنین والمؤمنات الآیۃ

کر دے گا، جن کے درختوں کے تلے نہریں جاری ہیں، اور یہ آیت کہ خوش خبری دے مومنوں کو کہ اُن کے لئے خدا کی طرف سے بڑا فضل ہے، نازل ہوئی، یہ حضرت انس اور ابن عباس اور قتادہ اور حسن اور عکرمہ اور ضحاک کا قول ہے، یہ ترجمہ ہے عبارت جمل کا مطبوعہ مصر کے چوتھے جلد کے صفحہ ۱۳۸ سے،

اب تفسیر قرطبی کی تعریف کشف الظنون سے سنئے۔ کہ یہ تفسیر حدیث اور آیات قرآنی پر مشتمل ہے، شیخ امام ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابو بکر فرح انصاری خزرجی قرطبی مالکی متوفی ۶۸۱ھ کی ہے، اور یہ کتاب معتبر تفسیر قرطبی سے مشہور ہے، کئی جلدوں میں اھ علامہ[۱] خطیب شربینی کی تفسیر میں ہے کہ قول نسخ کا حضرت ابن عباس اور انس اور حسن اور عکرمہ سے مروی ہے، چوتھے جلد کے صفحہ ۶ میں دیکھو۔

امام جلال الدین سیوطی تفسیر[۲] درمنثور میں لکھتے ہیں، کہ روایت کی ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے آیت کہ میں نیا رسولوں سے نہیں اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اور تم سے کیا کیا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بعد اس کے آیت مغفرت نازل فرمائی، اور نیز یہ آیت تا کہ داخل کر دے گا

ونزلت وبشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلاً کبیرًا قالہ انس وابن عباس و قتادۃ و الحسن وعکرمۃ والضحاک انتہٰی ۱۲ فائدہ قال فی کشف الظنون جامع احکام القرآن والمبین لما تضمنہ من السنۃ وآی القرآن للشیخ الامام ابی عبد اللہ محمد بن احمد ابی بکر فرح الانصاری الخزرجی القرطبی المالکی المتوفی ۶۸۱ھ وھو کتاب کبیر مشہور بتفسیر القرطبی فی مجلدات انتہٰی ۱۲ [۱] عبارت ان قول النسخ مروی عن ابن عباس وبہ قال انس و الحسن وعکرمۃ ۱۲ [۲] عبارت ما کنت بدعًا من الرسل یقول لست باول الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم فانزل اللہ تعالیٰ بعد ذلک لیغفر لک اللہ ما

خدا مومن مردوں اور عورتوں کو بہشتوں میں اخیر آیت تک، پس حق تعالیٰ نے جو کچھ اپنے نبی اور مومنوں سے کرنا تھا معلوم کرا دیا۔ اور ابوداؤد نے ناسخ میں طریقہ عکرمہ ابن عباس سے سورۂ احقاف میں روایت کی ہے، کہ آیت وما ادری کو آیت مغفرت سورۂ فتح نے منسوخ کر دیا۔ تب آپ نے لوگوں کو سنایا کہ میرا خدا نے سب کچھ بخش دیا، تو ایک مسلمان نے عرض کی مبارک ہو آپ کو یارسول اللہ آپ کا حال تو اب ہم کو معلوم ہو گیا پس ہم سے کیا کیا جائے گا؟ تب حق تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں کی آیت اتاری، کہ خوش خبری دے مومنوں کو کہ بے شک اُن کے لئے خدا سے بہت فضل ہے، اور نیز یہ آیت کہ اللہ تعالیٰ داخل کرے گا مومن مرد اور عورتوں کو بہشتوں میں جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں، اُن میں ہمیشہ رہیں گے، اور خدا اُن کے سب گناہ بخش دیگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ سے اور مومنوں سے جو ہونا تھا بیان فرما دیا۔

اور روایت[۲] کی عبد بن حمید نے حسن سے کہا جب اُتری آیت وَمَآ اَدْرِیْ تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ زمانہ خوف میں رہے، پس جب آیت اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا مغفرت کے حال کی اُتری تب بھی آپ عبادت میں کوشش کرتے رہے

ما تقدم الآیۃ وقولہ لیدخل المؤمنین والمؤمنات الآیۃ فاعلم اللہ سبحانہ وتعالی نبیہ ما یفعل بہ وبالمؤمنین جمیعاً ۱۲ وما[۱] ادری ما یفعل بی ولا بکم نسختہا ھذہ الآیۃ التی فی الفتح فخرج الی الناس فبشرھم بانہ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر فقال رجل من المؤمنین ھنیئاً لك یا رسول اللہ قد علمنا الآن ما یفعل بك فماذا یفعل بنا فانزل اللہ تعالیٰ فی سورۃ الاحزاب وبشر المؤمنین بان لہم من اللہ فضلاً کبیراً وقال لیدخل المؤمنین والمؤمنات الآیۃ فبین اللہ تعالیٰ ما یفعل بہ وبہم ۱۲ قال[۲] لما نزلت ھذہ الآیۃ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخوف زماناً فلما نزلت انا فتحنا

کسی نے عرض کی کہ آپ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالتے ہیں، حالانکہ خدا نے آپ کا سب کچھ بخش دیا ہے، تو آپ نے جواب دیا، کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

اور ابن جریر[۱] نے قتادہ سے روایت کی کہ اول آپ کو معلوم نہ تھا پھر خدا نے آپ سے جو کچھ کرنا تھا معلوم کرا دیا۔ سورۂ فتح کی آیات بخشش اول آخر سے یہ ترجمہ ہے بقدر حاجت روایات تفسیر دُر منثور کا۔

ابنِ جریرؒ کی وضاحت!

اب تفسیر ابن جریر[۲] کی تعریف سنو، کہ اتقان فی علوم القرآن میں مفسرین طبعہ تابعین اور اُن سے پچھلوں کا لکھتے ہیں۔ ابن جریر طبری اور اس کی کتاب بزرگ ترین اور معظم ترین تفاسیر سے ہے، پھر کہا اگر تو کہے کہ کون سی تفسیر کی طرف آپ ہمیں ہدایت کرتے ہیں، اور حکم کرتے ہیں کہ اس پر اعتبار کیا جائے، میں کہتا ہوں، تفسیر امام ابو جعفر ابن جریر طبری کی وہ ہے جس پر علماء معتبر کا اتفاق ہے کہ اس کی مانند کوئی تفسیر نہیں بنی، امام نووی نے کہا ابن جریر کی کتاب تفسیر میں کسی نے اس کی مانند

لک فتحا مبینا الآیۃ اجتھد فقیل لہ تجتھد نفسک وقد غفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر قال افلا اکون عبدا شکورا ۱۲ عبارت[۱] وما ادری ما یفعل بی ولا بکم قال ثم دری النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعد ذلک ما یفعل بہ لقولہ انا فتحنا لک فتحا مبینا الآیۃ عبارت[۲] ابن جریر الطبری وکتابہ اجل التفاسیر واعظمہا ثم قال فان کنت فای التفاسیر ترشد الیہ وتامرنا لناظر ان یعول علیہ قلت تفسیر الامام ابی جعفر ابن جریر الطبری الذی اجمع العلماء المعتبرون علی انہ لم یؤلف فی التفسیر مثلہ قال النووی کتاب ابن جریر فی التفسیر لم یصنف احد مثلہ انتہی ۱۲

تصنیف نہیں کی ہے، یہ ترجمہ ہے تفسیر اتقان کی عبارت کا۔ پس اب جواب تفصیلی والے غور کریں کہ جو قول صحیح حدیثوں سے مستند ہو، اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سے جو اکابر مفسرین تھے ان کا مختار ہو، اور نہایت معتبر تفسیروں میں اس پر بہت اعتماد کیا گیا ہو تو ایسا قول تفسیر کبیر کے ضعیف کر دینے سے کیوں کر ضعیف ہو سکتا ہے، جس کے حق میں جو اتقان میں لکھا ہے وہ علماء کو معلوم ہے پس یہ قول ہرگز ضعیف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تفسیر تو نام ہے اُسی قول کا جو مستند صحیح حدیثوں اور صریح روایتوں سے اور اس کے مخالف قول کا تو کچھ اعتبار رہی نہیں دانش مندوں کے نزدیک، پس اب صاحب براہین اور اس کے حواریین سے پوچھنا چاہیئے کہ آپ کی دیانت یہی ہے کہ جو بات صحیح حدیثوں اور اقوال ثقات سے ثابت ہو اس کی تغلیط کرنی۔ مگر ان سے پوچھنے کی کیا حاجت ہے کہ یہ تو حق تعالیٰ کے امکان کذب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری اور برادری کے مدعی اور آپ کے علم کو شیطان لعین کے علم سے کم جانتے ہیں، خدا ہی ان سے پناہ دے۔

امام رازیؒ کی رائے!

پانچویں وجہ صاحب تفسیر کبیر نے جو وجوہ ضعف نسخ کے لکھے ہیں وہ پہلی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کا ضروری ہے کہ اُس کو اپنے نبی ہونے کا یقین ہو اور جب اُس کو اپنی نبوت کا یقین ہوا تو وہ جان لے گا کہ مجھ سے کبیرے گناہ صادر نہ ہونگے

عبارتُہٗ الاول ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابد ان یعلم من نفسہ کونہ نبیا ومتی علم کونہ نبیا علم انہ لا تصدر عنہ الکبائر وانہ مغفور واذا کان کذلک امتنع کونہ

اور مَیں مغفور ہوں، پس اس حالت میں منع ہے کہ وہ اپنے مغفور ہونے میں شک کرے۔

دوسری وجہ بے شک انبیاء اولیاء سے بہت اونچے حال ہیں، پس جب ولیوں کے حق میں قرآن کا فرمان ہے کہ بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، تو اُن پر نہ خوف ہے، اور نہ وہ اندیشہ ناک ہونگے پس کیوں کر متصور ہو سکے کہ ایسا رسول جو متقیوں کا سردار اور نبیوں کا پیشوا ہے اُس کو شک ہو کہ میں مغفور ہوں یا معذوب۔

تیسری وجہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ خدا خوب جانتا ہے جگہ رکھنے پیغمبری کو اور مراد اِس سے کمال حال نبی کا اور اس کا قرب ہے درگاہِ الٰہی میں اور جو ایسا شخص ہو تو کب لائق ہے کہ وہ شک کرے کہ مَیں معذبین سے ہوں، یا مغفورین سے، یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا۔

اب یہ تینوں وجہ ہمارے مُدعا کی مؤید ہیں کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حُسن خاتمہ معلوم ہے، اور آپ کو اپنی بخشش یا عذاب میں کوئی شک نہیں ہے، بلکہ آپ اپنی بخشش اور اپنی اُمت کی نجات میں یقین پر ہیں، اس لئے جواب تفصیلی

شاكًا فی انه هل مغفور له ام لا ۱۲ عبارت ۲ والثانی لا شك فی ان الانبیاء ارفع حالاً من الاولیاء فلما قال فی هذا ان الذین قالوا ربنا الله الیٰ قوله ولاهم یحزنون ۰ فكیف یعقل ان یبقی الرسول الذی هو رئیس الاتقیاء وقدوة الانبیاء والاولیاءً شاكًا فی انه هل هو من المغفورین او من المعذبین ۱۲ الثالث انه قال تعالیٰ الله اعلم حیث یجعل رسالته، والمراد منه كمال حاله ونهایة قربه من حضرة الله ومن هذا حاله كیف یلیق به ان یبقی شاكًا فی انه من المعذبین او من المغفورین ۱۲ انتهی بلفظه ۱۲

والوں نے یہ وجوہ نقل نہیں کیے، تاکہ اُن کی دلیل سے ہی ان کا قول باطل نہ ہو جائے
مگر اِن وجوہ سے نفی منسوخیت مستفاد نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فی الحقیقت شک میں نہ تھے، بلکہ آپ کو اپنی پیغمبری اور عصمت اور بخشش اور
امت مرحومہ کی نجات پر یقین تھا پس جب یہ آیت اُتری کہ تو کہہ دے کہ میں نہیں
جانتا کہ مجھ سے اور تم سے کیا کیا جائے گا۔ جس سے خود بخود معلوم کرنے کی نفی اور
منصب نبوت کا اثبات تھا۔ اور طعن کرنے والوں نے اس پر زبان درازی کی
کہ ایسے نبی کی ہم کیا اتباع کریں الخ تو ان کے زعم پر یہ جواب کافی نہ تھا کہ میں ضرور
نبی اور معصوم اور مغفور ہوں، کیوں کہ وہ آپ کی نبوت پر باور نہیں کرتے تھے،
بلکہ یہ کہتے تھے کہ اگر یہ اپنی طرف سے مدعی نبوت نہیں تو اس کو نبی بنانے والا مطلع
کر دے گا جو اس سے کرنا ہے، پس اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمادیا کہ تمہارا سب
کچھ معقول ہے پس اس میں کیا قباحت ہے، بلکہ یہ کلام تو مقتضاء مقام پر صادر ہوئی
ہے، جو اصل مقصود میں غور کرے گا وہ اس کو ضعیف نہ کہے گا، اور خدا ہی مالک الہام
کا ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ حدیث بخدا میں نہیں جانتا، کہ میرے ساتھ اور تمہارے
ساتھ کیا کیا جائے گا، صاحب مشکوٰۃ نے اس کو ام العلا انصاریہ سے روایت کرکے
اس کے پیچھے لکھا ہے کہ یہ بخاری نے روایت کی ہے پھر صحیح بخاری میں کئی جگہ یہ
حدیث ہے پہلے باب داخل ہونے کے میت پر مرنے کے بعد جب کفن میں درج کی جائے
اور اس میں ام العلاء کا عثمان ابن مظعون کو کہنا ہے کہ میری شہادت تیرے حق میں ہے،

عبارت ۱ قول ام العلاء لعثمان بن مظعون فشہادتی علیک لقد اکرمک اللہ

کہ بے شک خدا نے تیری تعظیم کی، تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور تجھ کو کیوں کر معلوم ہوا کہ تحقیق خدا نے اس کی تعظیم کی، مَیں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ پس خدا کس کا اکرام کرے گا۔ تو آپ نے فرمایا لیکن وہ اس کو یقین آگیا اور مَیں اُس کے لئے امید نیکی کی کرتا ہوں، بخدا میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسولِ خدا ہوں، میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور یہ روایت یحیٰی بن بکیر کی ہے لیث سے، اور نافع کی روایت[۱] یزید بن عقیل سے یہ ہے کہ اس کے ساتھ یعنی عثمان کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور شعیب اور عمرو بن دینار اور معمر نے بھی ایسا ہی کہا ہے، یہ ترجمہ ہے عبارت بخاری کا۔

دوسری[۲] کتاب شہادات باب قرعہ مشکلات میں یوں روایت ہے، کہ میں اس کے واسطے اُمید نیکی کی کرتا ہوں، اور بخدا میں نہیں جانتا، حالانکہ میں رسولِ خدا ہوں، کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور اس کے حاشیہ[۳] پر بعلامت عینی درج ہے کہ مراد عثمان ہے، کیوں کہ آپ نہیں جانتے اس سے مگر جو وحی آپ کی طرف ہو۔

تیسری[۴] کتاب الہجرۃ باب مقدم النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں یوں روایت ہے بخدا میں اس کے لئے اُمید نیکی کی کرتا ہوں، اور میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسول خدا

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما یدریک ان اللہ اکرمہ فقلت بابی انت یا رسول اللہ فمن یکرمہ اللہ فقال علیہ السلام اما ھو فقد جاءہ الیقین وانی لارجو لہ الخیر واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ۱۲ عبارت[۱] وفی روایۃ نافع بن یزید عن عقیل ما یفعل بہ ای بعثمان ۱۲ [۲] وانی لارجوا لہ الخیر واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بہ ۱۲ حاشیہ[۳] ای بعثمان لانہ لا یعلم من ذلک الا بالوحی الیہ ۱۲ [۴] واللہ وانی لارجو لہ الخیر وما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل

ہوں، کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور ایک نسخہ میں میرے ساتھ، اور اس کے حاشیہ پر لکھا ہے، کہ عینی داؤدی سے نقل کرتا ہے کہ میرے ساتھ کئے جانے کا لفظ وہم ہے، اور صواب جو کیا کیا جائے گا عثمان سے، کیوں کہ آپ نہیں جانتے مگر وحی سے آپ کی طرف۔ یہ مطبوعہ دہلی میں ہے پھر فقیر نے اصل شرح عینی سے جو مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی مکہ معظمہ کے کتاب خانہ میں ہے، یہ عبارت دیکھی جو چھٹے پارے باب النساء میں حدیث سعید کی لیث سے کہ بخدا میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسول خدا ہوں، کہ مجھ سے کیا کیا جائے گا۔ اور حدیث ابی الیمان شعیب سے ہے، کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نہیں جانتا کہ اس سے کیا کیا جائے گا۔ یہ عبارت بخاری کا ترجمہ ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بخاری نے اس تعلیق سے اشارہ کیا ہے، کہ محفوظ روایت لیث سے یہ ہے، کہ کیا کیا جائے گا عثمان سے سوائے اس کے کہ کیا کیا جائے گا مجھ سے، یہ شرح علامہ عینی کی دستخطی سے منقول ہے

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ یہ جو بعض محققین نے لفظ بی کو وہم اور غیر صواب کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کو اپنی رسالت پر یقین ہو وہ یقیناً جانتا ہے کہ اس سے نیکی کی جائے گی، جیسا کہ قرآن مجید اس پر ناطق ہے، اور فرمان حمید

وفی نسخۃ بی وکتب علی حاشیتہ قال العینی قال الداؤدی ما یفعل بی وھم والصواب ما یفعل بہ ای بعثمان لانہ لا یعلم من ذلک الا بالوحی الیہ ۱۲ عبارت پ ۶ واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ماذا یفعل بی وفی حدیث ابی الیمان عن شعیب قال ما ادری ما یفعل بہ انتہی من عینی۔ قال العلامۃ العینی اشار بھذا التعلیق الی ان المحفوظ فی روایۃ اللیث ما یفعل بہ وقد مر انہ ھو الصواب دون قولہ ما یفعل بی ۱۲

میں جو ما یفعل بی ہے اس کی وجہ اوپر گذر چکی ہے، کہ یہ فرمانا مومنوں کی دل خوشی اور کافروں و منافقوں کی شرمندگی کا سبب ہوا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ حدیث صاحب براہین اور اُس کے پیشوا تقویۃ الایمان والے کے مستند لفظوں سے ہرگز صحیح بخاری میں نہیں، اور مشکوٰۃ میں سہو قلم ہو گیا ہے، پس ایسی حدیث سے جس کے لفظوں میں تغیّر واقع ہو، اور معنیٰ منسوخ ہو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی پر دلیل پکڑنی اور کافروں و منافقوں کی طرح خوش ہونا جیسا کہ معتبر تفسیروں سے اوپر لکھا گیا ہے، یہ سوائے وہابیوں کے کسی اور کا کام نہیں ہے، پناہ بخدائے لایزال۔

جواب تفصیلی میں لکھا ہے "دُوسرا اعتراض کہ اس حدیث کو شراح نے حقیقت پر محمول نہیں کیا ہے، آپنے ایک عورت کی زجر کے واسطے فرمایا تھا۔ جس نے حضرت عثمان بن مظعون کے حق میں بہشت کی شہادت دی تھی، چنانچہ مجمع البحار اور ترجمہ مشکوٰۃ وغیرہما میں ہے اس کا جواب سنئے کہ اس کی بھی شراح نے تغلیط کی ہے، علی قاری لکھتے ہیں[1]، ما یفعل بی ولا بکم میں طیبی نے کہا اس میں چند توجیہیں ہیں، ایک تو یہ کہ یہ ارشاد ایک عورت کی بے ادبی پر زجر کے لئے فرمایا تھا، کہ اُس نے عثمان بن مظعون کے جنتی ہونے کا حکم کیا جو غیب پر حکم ہے

---

[1] عبارت جواب تفصیلی والے کی۔ قال القاری فی المرقاۃ ما یفعل بی ولا بکم قال الطیبی فیہ وجوہ احدہا ان ہذا القول منہ حین قالت امرأۃ لعثمان بن مظعون لما توفی ہنیئاً لک الجنۃ زجراً لہا علی سوء الادب بالحکم علی الغیب ۱۲

میں کہتا ہوں مخفی نہیں کہ یہ حدیث کے ورود کا سبب ہے اس کو اشکال کے رفع ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کو موقع رفع اعتراض میں ذکر کرنا بڑی غلطی ہے شاید قصوری صاحب کی عادت ہے کہ قول ضعیف و مرجوح و غلط کو ہی اختیار فرمایا کرتے ہیں، اس میں جو توجیہات قویہ تھیں آپ نے اُن کا نام تک نہ لیا۔ چناں چہ مرقاۃ میں ہے، تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ نفی درایت تفصیلی کی ہے نہ مجمل کی میں کہتا ہوں کہ یہی صحیح ہے، جملہ ھذا ھو الصحیح حصر کو مقتضی ہے اور صحیح کا مقابلہ غلط ہوتا ہے انتہی بلفظہ

فقیر قصوری کان اللہ لہ، کہتا ہے کہ صاحب براہین مع حواریین نے اتنا تو مان لیا ہے کہ وہ وجہ فقیر نے مجمع البحار اور ترجمہ مشکوٰۃ سے نقل کی ہے لیکن چونکہ فقیر نے اختصار کی وجہ سے ان کی عبارتیں جو نقل نہیں کی تھیں اس سے مکذبین کو موقع غلط بنانے کا مل گیا، اب اُن کی عبارتیں نقل کر کے ان کی تغلیط کو غلط کر دیتا ہوں۔

مجمع بحار[1] الانوار میں طیبی سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کو دینی کاموں سے خاص کرنا اس کے مورد کے برخلاف ہے، پھر توجیہ اخیر یوں لکھی ہے کہ یا یہ زجر ہے عثمان کے جنتی ہونے کی شہادت دینے والی عورت کو کہ اس نے تغیب کا حکم دیا تھا۔ اھ اور محدث[2] دہلوی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حقیقت پر محمول نہیں ہے اور سب

(بقیہ عبارت تفصیلی والے کی) وثانیتها ان یکون نفیا للدرایۃ المفصلۃ دون المجملۃ قلت ھذا ھو الصحیح الخ [1] عبارت ان تخصیص ھذا الحدیث بالامور الدینویۃ یخالف مورده ثم ذکر التوجیہ الاخیر بقولہ او زجر لقائلۃ عثمان ھنیئا لک الجنۃ لحکمہا بالغیب انتہی ۱۲ [2] عبارت ان ھذا الحدیث غیر محمول علی الحقیقۃ ومنفی فی حق سائر

نبیوں سے عموماً اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وعترتہ وسلم سے خصوصًا یہ امر منفی ہے، کیوں کہ دلائل قطعیہ سے اُن کا حُسن خاتمہ یقینی اور آپ نے صرف ایک عورت کے جھڑکنے کو ایسا فرمایا تھا جس نے بہشتی اور عاقبت بخیر ہونے عثمان بن مظعون کے آپ کے روبرو شہادت دی تھی، پس اس غیبی بات کی تصریح پر آپ ناراض ہوئے اور ایسا فرمایا۔ اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث آیت مغفرت کے پہلے کی ہے، اور اس کے نزول کے بعد کوئی ابہام نہ رہا۔ اور خوبی عاقبت کا یقین ہوگیا اھ، اور شیخ الاسلام عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو وحی سے ہی فرماتے تھے، پس اُم العلا کے قطعی بہشتی ہونے عثمان کی شہادت پر آپ نے انکار فرمایا، اس لئے کہ اس کو کچھ بھی خبر نہ تھی اس کے حال سے یہ مصنف کے دستخطی شرح موجودہ کتب خانہ مکہ معظمہ سے منقول ہے، اور اوپر بھی اسی شرح سے بنقل بعضے محققین لکھا گیا ہے، کہ لفظ ما یفعل بی وہم ہے، اور ما یفعل بہ صواب ہے، پس بے شک مقصود اس کلام سے اُم العلاء کی شہادت قطعیت پر زجر تھی کہ وہ شہادت وحی سے ہوتی ہے، اور صاحب وحی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کے بارہ میں کوئی وحی نہیں آئی تھی، پس اس توجیہ صحیح کا

للانبیاء عموماً وسید الانبیاء خصوصاً صلوات اللہ اجمعین لان الدلائل القطعیۃ تنطق بحسن خاتمتہم بالیقین وانما قال صلی اللہ علیہ وسلم لزجر امرأۃ شہدت بالجنۃ والعاقبۃ بالخیر فی حق عثمان بن مظعون فی حضورہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ھذا والحق ان ھذا الحدیث قالہ علیہ السلام قبل نزول آیۃ لیغفر لک اللہ ما تقدم فبعد نزولہا ما بقی ابہام وحصل الیقین بخیر العاقبۃ انتہی مترجماً ۱۲ عبارت لانہ علیہ السلام لا ینطق عن الھوی فانکر علی ام العلاء قطعہا علی عثمان اذ لم تعلم ھی من امرہ عینی ۱۰ انتہیٰ ۱۲

انکار کرنا اور اس کو غلط و مجروح بنانا صاحب براہین اور اس کے حواریین کا ہی کام ہے، حدیث اور محدثین معتبرین پر طعن ہے اور تغلیط ہے۔

رہا وہ جو مرقاۃ سے لکھا ہے، کہ صحیح، رفع اشکال حدیث میں درایت مفصل کی نفی ہے سوائے مجمل کے اس میں یہ خلل ہے کہ علامہ قسطلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اصل اکرام تو یقینی ہے، برماوی نے کہا ہے اور بہت سی تفاصیل بھی معلوم تھیں بعض تفاصیل پوشیدہ تھیں۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ اس نفی کو درایت مستقلہ کی نفی پر حمل کرنے سے اشکال بالکل رفع ہو جاتا ہے، پس صاحب براہین کا وجہ مختار محدثین کی تغلیط کرنی قطعاً غلط ہے، اور خدا ہی منتقم کافی ہے،

جواب تفصیلی میں ہے "روایت تکفیر ناکح بشہادت اللہ و رسول سے جو کتب فقہیہ میں مصرح ہے اس پر قصوری صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ ہر چند اس میں بہت سی گفتگو ہے، مگر اس جگہ اتنا ہی جواب میں کافی ہے کہ رد المحتار و طحطاوی وغیرہما میں معتبرات کی سند سے تصریح کی ہے کہ یہ روایت تکفیر غیر صحیح ہے، کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اشیاء عرض ہوتے ہیں اور آپ باعلام الٰہی بعض غیب جانتے ہیں الخ اس کا جواب سنئے کہ قصوری صاحب کا روایت تکفیر ناکح بشہادۃ اللہ و رسولہ کو غیر صحیح کہنا غلط اور ناواقفیت کی دلیل ہے جب اس کو متقدمین

عبارت ۔ فاصل الاکرام معلوم قال البرماوی وکثیر من التفاصیل ای معلوم ایضاً فالمخفی بعض التفاصیل انتہی من عینی ۱۲

ومتاخرین فقہائے نے قبول کیا ہے تو اس کی تغلیط جمہور فقہاء کی تغلیط ہے علی قاری[1] اپنے شرح فقہ اکبر میں لکھتا ہے پھر جان لو کہ انبیاء غیب کی چیزیں نہیں جانتے مگر جو خدا ان کو کبھی کبھی جتلا دے، اور حنفیوں نے اس اعتقاد کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غیب جانتا ہے تکفیر پر تصریح کی ہے کہ یہ آیت کہ تو کہہ دے آسمان اور زمین میں سوائے خدا کے کوئی غیب نہیں جانتا ہے مقابل ہے، ایسا ہی مسایرۃ میں ہے، اور بحر الرائق کا مسئلہ معلوم ہو چکا ہے جو عامہ کتب فقہ در مختار و فتاوی عالمگیریہ اور فتاوی قاضی خاں وغیرہما میں ہے، الغرض تمام فقہاء متفق ہیں کہ جو معتقد آپ کے علم غیب کا ہو وہ کافر ہے لیکن خاص جزئی تاکح اشہادۃ اللہ ورسولہ کی بابت بعضے فقہاء متاخرین نے بنظر احتیاط کلام کی ہے اگر بالفرض ہم ان فقہاء متاخرین کے قول کو بمقابلہ جمہور فقہا کے وقعت کی نگاہ سے دیکھیں تاہم اس کی بنیاد اس پر ہے جو فقہائے نے لکھا ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں بہت سے وجوہ قویہ تکفیر کی ہوں، اور ایک وجہ ضعیف عدم تکفیر کی ہو تاہم ترجیح عدم تکفیر کو ہے، اس لئے اس مسئلہ میں تکفیر سے احتراز کیا گیا۔ ورنہ مسئلہ تکفیر معتقد علم غیب غیر اللہ متفق علیہ ہے پس اگر یہ روایت غلط بھی ہو تاہم قصوری صاحب کو کچھ مفید نہیں بلکہ

---

[1] عبارت ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ تعالیٰ احیانا وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب بمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسایرۃ انتہی ۱۲ (یہ دلیل تفصیلی والے کی ہے)

اُن کے قصورِ فہم پر دال ہے، خود روایت رد المحتار سے جس کا ترجمہ قصوری صاحب نے نقل کیا ہے ہمارے مدعا کی مثبت ہے، یعنی آپ پر اشیاء عرض ہوتے ہیں، اور آپ باعلام الٰہی بعض غیب جانتے ہیں، اس قدر تو ہم بھی متفق ہیں، لیکن اس سے مطلق عالم غیب بعلم محیط ہونا جیسا قصوری صاحب کا اعتقاد ہے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعلم محیط عالم غیب ہیں، پس ایسے خرافات سے اپنے مدعا پر استدلال لانا سوائے متبعان فضل رسول کے کسی دین دار ذی علم کا کام نہیں ہے، انتہی بلفظہ

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ روایت تکفیر ناکح بشہادت خدا و رسول علیہ السلام کی عدم صحت فقہا ہی کی تصریح سے ہے، کہ رسول بعض غیب جانتا ہے باعلام الٰہی اور نیز مجموعہ خانی میں فتاویٰ حجت سے درج ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ اعمال اُمت آپ پر عرض ہوتے ہیں اھ پس ثابت ہوا کہ روایت تکفیر کی غیر صحیح اور یہ دعویٰ کہ روایت تکفیر کو متقدمین اور متاخرین نے قبول کیا ہے، بلا دلیل ہے! اور علیٰ ہذا قاری سے جو حنفیوں کی تصریح نقل کی ہے اس پر کہ معتقد علم غیب نبی کافر ہے تو اُس کو اِس روایت سے کوئی تعلق نہیں، اور بے شک جو یہ اعتقاد کرے کہ نبی علیہ السلام خود بخود غیب جانتے ہیں وہ کافر ہے، اس لئے کہ قاری کا یہ لکھنا مگر جو خدا اُن کو کبھی معلوم کرا دے صریح ہے اس میں کہ مراد علم غیب خود بخود اور مستقل کی ہے، علاوہ ازیں یہ عبارت علامہ قاری کی سب انبیاء کے حق میں عموماً ہے، اور ہمارا کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم

عبارتہٗ والصحیح انہ لا یکفر لان اعمال الامۃ یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی

میں ہے خصوصاً اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ آپ کو علم ساری مخلوقات سے زائد دیا گیا ہے چہ جائیکہ شیطان مردود اور آپ کا وہ علم جو ما کان وما یکون سے تعبیر کیا گیا ہے ہر چند اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔ لیکن ہم اس جگہ علامہ قاری کی ہی کلام سے ثابت کر دکھاتے ہیں تاکہ مکذبین کا قصور فہم اور تعصب ظاہر ہو جائے، یہی علامہ قاری شرح[1] شفا میں لکھتے ہیں کہ "آپ کے معلومات بے نہایت اور لاغایت تھے، اور آپ کو علم اس کا جو چیز ہوئی ہے اور ہوگی سعادت و شقاوت سے سب کی اطلاع دی گئی ہے بدلیل آیت اور تعلیم کیا تجھ کو جو تو نہیں جانتا تھا اور خدا کا فضل تجھ پر بڑا ہے" اھ اور نیز یہی علامہ قاری شرح قصیدہ[2] بردہ میں لکھتے ہیں، اس کے نیچے کہ آپ کی بعض بخشش دنیا اور آخرت ہے اور بعض علوم آپ کے سے علم لوح و قلم ہے کہ علم لوح و قلم کا آپ کے علوم کا بعض اس وجہ سے ہے کہ آپ کے علوم کلیات اور جزئیات اور حقائق و دقائق اور عوارف و معارف متعلق ذات و صفات کی طرف قسم پذیر ہیں، اور علم لوح و قلم کا آپ کے علموں سے ایک سطر اور آپ کے علموں کے

اعبارت ؏۱ ہ کانت معارفہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نہایۃ الاتمام وغایۃ الاتسام (الی قولہ) واطلعہ علیہ من علم ما کان فی عالم الشہادۃ وما یکون فی الغیب من السعادۃ والشقاوۃ (الی قولہ) لقولہ تعالیٰ وعلمک ما لم تکن تعلم۔ وکان فضل اللہ علیک عظیما اط ۱۲ عبارت[2] قولہ ؎ فان من جودک الخ وکون علومہا من علومہ صلی اللہ علیہ وسلم ان علومہ تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق ودقائق وعوارف ومعارف یتعلق بالذات والصفات وعلمہا یکون سطرا من سطور علمہ ونہرا من بحور علمہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

دریاؤں سے ایک نہر ہے اھ اور نیز یہی قاری مرقات میں حدیث کہ تم مجھ پر درود بھیجا کرو، تمہارا درود مجھ کو ضرور پہنچتا ہے جہاں سے تم بھیجو گے، قاضی نے کہا ہے اور یہ اس لئے کہ پاک نفس جب بدنی علائق سے خالی ہو کر اونچے جاتے اور ملاء اعلیٰ سے متصل ہوتے ہیں اور کوئی پردہ نہیں رہتا ہے تو سب کو دیکھتے ہیں، جیسا کوئی خود دیکھ رہا ہے یا فرشتہ کی خبر دینے سے اُن کو اور اس میں بھید ہے مطلع ہوتا ہے اس پر جس پر آسان ہو، اور ایسا ہی امام سیوطی کے رسالہ انموذج اور شاہ ولی اللہ کے حجۃ اللہ البالغہ میں درج ہے، اور یہ دعویٰ کہ بعض متاخرین نے جو روایت تکفیر ناکح بشہادۃ اللہ ورسولہ میں گفتگو کی ہے اس کی بنیاد اس پر ہے کہ جب ایک مسئلہ میں کئی وجوہ قوی تکفیر کے ہوں اور ایک وجہ ضعیف عدم تکفیر کی ہو، تو رجحان عدم تکفیر کو ہوگا محض کذب ہے۔ کیوں کہ اس مسئلہ میں تو کوئی ایک وجہ بھی تکفیر کی نہیں ہے چہ جائیکہ بہت وجوہ تکفیر کی ہوں، اس لئے کہ یہ مخالف ہے آیت کے کہ خدا غیب دان ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسول پسندیدہ کو، جیسا کہ معتبر فقہا کے اس پر تصریح ہوئی ہے، اور یہ جو کہا ہے کہ اس میں ہم متفق ہیں کہ آپ پر اشیاء عرض ہوتے ہیں، اور آپ بعض غیب باعلام الٰہی جانتے ہیں، لیکن اس سے مطلق علم غیب محیط کا ثبوت نہیں ہوتا ہے، پس اگر اس سے مراد نفی علم غیب مطلق اور احاطہ اشیاء مانند علم اور احاطہ باری تعالیٰ کی ہے، تو ہم بھی اس کی

حدیث۔ صلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم قال القاضی وذلک ان النفوس الزکیۃ القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ عرجت واتصلت بالملأ الاعلیٰ ولم یبق لہا حجاب فتری الکل کالمشاھد بنفسہا او باخبار الملک لہا وفیہا سر یطلع علیہ من تیسر لہ انتہیٰ ۱۲

نفی کے قائل ہیں، اور اگر مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم محیط زمین کا نہیں ہے اور یہ احاطہ شیطان لعین کے واسطے نص سے ثابت ہے اور پہلا نص سے ثابت نہیں جیسا کہ جواب تفصیلی والوں کا قول ہے تو یہ بالکل اور صریح جھوٹ ہے کیوں کہ جن کو علم مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ کا دیا گیا ہے اُن کا علم شیطان کے علم سے کیوں کر ناقص ہوگا۔ اور قریب ہی اس کا بخوبی رد مذکور ہوگا۔ اور سب کاموں میں خدا ہی مددگار ہے اور اس پر توکل ہے۔

علم غیب کے خلاف دلائل!

جواب تفصیلی میں ہے، بعد اس کے مولوی قصوری بتقلید مولوی فضل الرسول کے مدعی ہوئے کہ علم غیب مخصوص بذات پاک باری تعالیٰ وہ علم ذاتی استقلالی ہے، اور یہی معنی ہیں اُن آیات وحدیث کے جن میں سوائے حق تعالیٰ کے غیب کی نفی مخصوص ہے، میں کہتا ہوں یہ دونوں مولوی غلط سمجھے، اختصاص کچھ صرف ذاتی میں ہی منحصر نہیں بلکہ محیط ہونا اور قدیم ہونا بھی مختص باری تعالیٰ سے ہے، اور اگر مدار اختصاص کا صرف ذاتی ہونے پر ہو، تو اول تو الوہیت میں بھی ملحوظ ہو، حالانکہ تمام کفار عرب اپنے الٰہ کو الٰہ بالذات نہیں اعتقاد کرتے تھے، اور اُن کا کفر بنص قرآنی ثابت ہے، دوسرے غیر خدا کے واسطے علم غیب کی مثبت کی تکفیر جائز نہ ہوتی، حالانکہ کتب معتبرہ فقہیہ میں اس کی تکفیر مصرح ہے، اور اگر غور سے دیکھا جائے تو مطلق علم ذاتی، استقلالی خواہ غیب ہو یا شہادت مختص بالذات پاک حق تعالیٰ

ہی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ قصوری صاحب علم غیب ذاتی اور استقلالی کو مخصوص بالذات باری تعالیٰ اعتقاد کرتے ہیں، اور علم شہادت کو مخصوص بالذات باری تعالیٰ نہیں کرتے ہیں، یہ ان کی کمال ایمان داری ہے اھ انتہیٰ بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ اوپر سے بخوبی معلوم ہوچکا ہے، کہ صاحب براہین مع حواریین جب کوئی مسئلہ دلیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تب بھی بے راہ ہی جاتے ہیں اپنے قصور فہم یا تعصب سے پس جب اپنی عقل سے کچھ کہیں گے تو وہ بالکل ہی باطل ہوگا۔

غیب کے معنے اور اقسام!

جان لو کہ غیب نام ہے اس چیز کا جو حواس ظاہرہ و باطنہ سے غائب ہو، تاکہ مشاہدہ اور وجدان سے معلوم نہ ہوسکے، اور اس کے اسباب و علامات بھی عقل و فکر میں نہ آدیں تاکہ بداہت اور استدلال سے معلوم ہوسکے، اور یہ قسم غیب کا کسی کے نزدیک غیب ہے اور کسی کے نزدیک ظاہر ہے، پس اندھے کے واسطے رنگ غیب ہے، اور آواز شہادت ہیں، اور جماع کی لذت نامرد کے واسطے غیب ہے، اور بھوک پیاس فرشتوں کے واسطے غیب ہے، اور بہشت و دوزخ شہادت ہے، اور اس غیب کو غیب اضافی کہتے ہیں، اور جو چیز سب مخلوقات کی بہ نسبت غیب ہے وہ غیب مطلق اور مخصوص بذات باری تعالیٰ ہے، یہ تفسیر فتح العزیز کی عبارت ضروری کا ترجمہ ہے، اور باقی بھی اپنے موقع پر مذکور ہوگا۔ اور ایسا ہی دوسری تفسیروں میں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ غیب کے بھی دونوں قسم حق تعالیٰ سے خاص نہیں ہیں تو علم شہادت کو خدائے پاک سے مخصوص ماننا

کسی دانش مند کا قول نہیں ہے، اس لئے کہ خاصہ نام ہے اس کا جو اپنے مخصوص میں موجود ہو، اور دوسرے میں نہ ہو، پھر تفسیر[۱] مدارک میں آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ کے نیچے لکھتے ہیں "اور ہر کسی کو تم سے غیب کے علم نہیں دیئے گئے، پس جب رسول کسی کے نفاق یا ایمان کی خبر دے تو یہ وہم نہ کرنا کہ وہ خدا کی طرح دلوں کی باتوں پر مطلع ہے، پس ان کے کفر اور ایمان سے خبر دیتا ہے، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ یعنی ولیکن خدا وحی کے ذریعہ سے رسول کو خبردار کرتا ہے کہ فلانے کے دل میں نفاق ہے اور فلانے کے دل میں اخلاص، پس رسول اللہ تعالیٰ کے خبردار کرنے سے جانتا ہے، نہ خود بخود" اھ اور تفسیر[۲] بیضاوی میں ہے، "کہ ہر کوئی تمہارا علم غیب نہیں دیا جاتا تا کہ دلوں کے ایمان اور کفر سے مطلع ہو، لیکن حق تعالیٰ اپنی رسالت کے واسطے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے، پس اُس کی طرف وحی کرتا ہے اور غیبوں کے علم کی اُس کو خبر دیتا ہے" اھ

پس اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب ذاتی استقلالی ہی کا خدا کے ساتھ مخصوص ہونا آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے، اور اسی کا قائل حق روشن پر ہے، اور جب سرور عالم

---

[۱] عبارت وما كان الله ليطلعكم على الغيب وما كان ليؤتي احدا منكم علم الغيوب فلا تتوهموا عند اخبار الرسول بنفاق الرجل واخلاص الآخر انه يطلع على ما في القلوب اطلاع الله تعالى فيخبر عن كفرها وايمانها ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء اى ولكن الله يرسل الرسول فيوحي اليه ويخبره بان في الغيب كذا وان فلانا في قلبه الاخلاص وفلانا في قلبه النفاق فيعلم ذلك من جهة اخبار الله تعالى لا من جهة نفسه انتهى

[۲] عبارت وما كان ليؤتي احدكم علم الغيب فيطلع على ما في القلوب من كفر وايمان ولكن الله يجتبي لرسالته من يشاء فيوحي اليه ويخبره ببعض المغيبات انتهى ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور صفات حادث ہیں قدیم نہیں تو علم قدیم کو آپ کے علم سے خارج کرنے کی کیا حاجت ہے، اور جو زمین بلکہ آسمان کی چیزوں کے احاطہ کو خدا پاک سے مخصوص کرتا اور انبیائے سے اس کی نفی کرتا ہے وہ قرآن و حدیث کے مخالف ہے، قرآن مجید[۱] میں ہے اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان اور زمین کی اور تا کہ اس کو یقین آوے، اور صحیح حدیث میں ہے پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، جس کا مفصل ذکر عنقریب آتا ہے، اور جب وجوب وجود اور الوہیت بہر وجہ حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو اُن کو ذاتی سے مخصوص کرنا علم غیب پر قیاس فرمانا قیاس مع الفارق ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے، اور نیز تفسیر[۲] مدارک میں آیت وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجۡتَبِیۡ مِنۡ رُّسُلِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ کے نیچے لکھتے ہیں، کہ یہ آیت فرقہ باطنیہ پر حجت ہے کہ وہ اپنے امام کے لئے یہ علم ثابت کرتے ہیں، پس اگر امام کے لئے نبوت ثابت نہ کریں تو نص کے مخالف ہو کر غیر رسول کے واسطے علم غیب ثابت کرتے ہیں، اور اگر نبوت ثابت کریں تو آیت ختم نبوت کے مخالف ہوتے ہیں" اھ اور مسئلہ تکفیر معتقد علم غیب نبی علیہ السلام میں اوپر کلام ہو چکی ہے اس کو یاد کر لو۔

جواب تفصیلی میں ہے، اور باعلام باری تعالیٰ بعض غیب پر مستولی ہونا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم[۳] کا جس کو بہت سی آیات قرآنی کا وَمَا کَانَ

---

[۱] آیت وکذٰلک نری ابراھیم الخ ۱۲ [۲] عبارت تفسیر مدارک والآیۃ حجۃ علی الباطنیۃ فانھم یدعون ذٰلک العلم لائمتھم فان لم یثبتوا النبوۃ لھم صاروا المخالفین للنص حیث اثبتوا علم الغیب لغیر الرسول وان اثبتوا النبوۃ لھم صاروا المخالفین لنص اٰخر وھو قولہ وخاتم النبیین انتھی ۱۲ [۳] مکذبین نے اختصار سے صرف صلعم لکھا ہے ۱۲

اللہ لیطلعکم الآیہ اور علّمک ما لم تکن تعلم اور ذٰلک من انباء الغیب الآیۃ اور تلک من انباء الغیب اور عالم الغیب فلا یظہر الخ

قصوری صاحب ارشاد فرماتے ہیں ہم کو انکار نہیں یہ ہمارا عین عقیدہ ہے لیکن اس سے علم محیط کا ثبوت جو معتقد علیہ قصوری صاحب کا ہے اور جس کو ہم شرک کہتے ہیں محال ہے۔ انتہی بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ فقیر کا مُدعا صاحب براہین کے اس قول کی (کہ شیطان کی وسعت علم اور احاطہ نص سے ثابت ہے اور آن حضرت علیہ السلام کی وسعت علم ثابت نہیں، اور وہ شرک ہے جیسا کہ اعتراض سے اہل علم پر روشن ہے) تردید ہے۔ چنانچہ اس کا قصور فہم اور تعصب ظاہر کیا، کہ حدیث محرف اور منسوخ یا غیر محمول معنی حقیقی پر اور روایت ضعیف ان دو دلیل سے آپ کے علم کی قلت ثابت کی ہے، اور فقیر نے پانچ آیتیں ذکر کی ہیں، جن سے تعلیم الٰہی آپ کے واسطے حصول علم غیب متحقق ہے، جس کو جواب تفصیلی والوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور فقیر کا اعتقاد حسب اعتقاد اہل سنت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام مخلوقات کے علم سے وسیع ہے، چہ جائیکہ علم شیطان مردود، چنانچہ قرآن و حدیث سے اس کے دلائل قائم کئے گئے ہیں، اور صاحب براہین مع حواریین نے جن دلائل پر اعتراض کئے ہیں اُن کا رد اور احاطہ کے معنی بھی اپنے موقعہ پر مبین ہوتے ہیں، جواب تفصیلی میں ہے :-

اس کے بعد وسعت علم فخر عالم صلعم کے آیت ما اوحٰی الی عبدہٖ ما اوحٰی

یہ آیت اسی طور سے مکذبین نے لکھی ہے ۱۲ مکذبین نے ایسا ہی لکھا ہے ۱۲ اصل آیت کو مکذبین نے ایسا ہی لکھا ہے ۱۲

اور آیت وعلمک مالم تکن تعلم اور بحر الحقائق سے بحوالہ تفسیر حسینی اور مدارج النبوۃ سے بیان کئے، بیشک حضرت فخر عالم کے وسعت علم پر بھی ایمان و اعتقاد ہے، لیکن اس سے قصوری صاحب کا احاطۂ علمی سمجھنا غلطی ہے، قطع نظر اس سے تفسیر کبیر[1] میں ذیل تفسیر فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ دو توجیہیں لکھیں، ایک یہ کہ محمد کی طرف وحی کی جو جبرئیل کو وحی کی، دوسری جبرئیل کی طرف وحی کی جو محمد کی طرف وحی کی، اس پر ما مصدریہ ہوا، یہ خلاصہ ہے تفسیر کبیر کا، پس اس سے اپنے استدلال کی حقیقت سمجھ لیجئے، اور آیت وعلمک مالم تکن تعلم کی بھی امام[2] رازی نے دو توجیہیں لکھی ہیں، ایک یہ کہ اس سے مراد وہ ہے جو متعلق دین کے ہے جیسا کہ فرمایا کہ تو نہیں جانتا تھا کہ کیا کتاب ہے، اور نہ ایمان، اور اس وجہ پر تقدیر آیت کی یہ ہے، کہ خدا نے تجھ پر کتاب اور حکمت اُتاری اور ان کے اسرار پر تجھ کو مطلع کیا اور اُن کے حقائق پر تجھے وقوف دیا باوصفیکہ تو پہلے دونوں کو کچھ نہیں جانتا تھا، یونہی ایسا ہی آئندہ تجھ سے معاملہ ہوگا

---

[1] مکذبین نے درود ترک کیا ہے ۱۲ [2] عبارت احدھما اوحیٰ الیٰ محمد ما اوحیٰ الیٰ جبرئیل و ثانیھما اوحیٰ الیٰ جبرئیل ما اوحیٰ الیٰ محمد فعلیٰ ھٰذا ما مصدریۃ انتہیٰ ملخصاً ۱۲ [3] عبارت احدھما ان یکون المراد ما یتعلق بالدین کما قال ما کنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان وعلیٰ ھذا الوجہ تقدیر الآیۃ انزل اللہ علیک الکتٰب والحکمۃ واطلعک علیٰ اسرارھما واوقفک علیٰ حقائقھما مع انک ما کنت تدری قبل ذلک عالماً بشیٔ منھما فکذلک یفعل بک فی مستانف ایامک ۱۲

دوسری وجہ مراد اس آیت سے یہ ہے، کہ تعلیم کیا تجھ کو جو تو نہیں جانتا تھا۔ پہلے لوگوں کی خبریں، پس ایسا ہی تجھے تعلیم کر دے گا منافقون کے حیلے اور مکر جس سے تو اُن کے مکر اور حیلہ سے بچنے پر قادر ہو جائے گا یہ خلاصہ تفسیر کبیر کا ہے، شائد اس موقع سے قصوری صاحب نے تفسیر کبیر کو ملاحظہ نہیں کیا ورنہ اِس آیت کو ہمارے مقابلہ میں پیش نہ کرتے، یا ملاحظہ کیا ہو گا مگر اس کی ترک کی دیانت نے اجازت نہ دی ہو گی اور اگر ابہام کو ہر جگہ مفید کثرت مانیں تو وعَلَّمَ الاِنسَانَ مَالَم یَعلَم کی دلیل سے ہر ایک بشر کو عالم ما کان و ما یکون اعتقاد کر لیں، رہا اعتقادیات کے ثبوت میں بحر الحقائق و تفسیر حسینی و مدارج کے ذکر سے قصوری صاحب کیوں نہیں شرماتے"۔ انتہٰی

معاندین کی لغزشیں!

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ اس تحریر میں صاحب کے امین مع حوارین ایسے سراسیمہ ہوئے کہ آیت فاوحٰی کو ما اوحٰی لکھ دیا۔ اور ایک جگہ درُود بصورت صلعم مختصر کر کے پھر کئی جگہ بالکل چھوڑ دیا۔ اور حسب اپنی اصلی عادت کے تفسیر کبیر کی عبارت نقل کرنے میں بھی خیانت فاحش کی کہ پچھلی دو توجیہیں نقل کیں اور پہلی عمدہ توجیہ ترک کر دی۔ جس کو امام رازی لکھتے ہیں کہ دوسری وجہ عبدہٗ میں ہمارے قول پر کہ

عبارتہٗ الوجہ الثانی ان یکون المراد وعلمک ما لم تکن تعلم من اخبار الاولین فکذلک یعلمک من حیل المنافقین ووجوہ کیدھم ما تقدر بہ علی الاحتراز عن وجوہ کیدھم ومکرھم انتھیٰ ۱۲ منہ عفی عنہ

وحی کرنے والا حق تعالیٰ ہے اور بندہ محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم معنی یہ ہوئے کہ خدا نے وحی کی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف جو وحی کرنی تھی، اس کو بزرگی اور تعظیم کے واسطے مبہم رکھا۔ اور یہ وجہ تفسیر کی نہایت حُسن ترتیب پر واقع ہوئی ہے، بدیں وجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا میں مراتب انسان کے اعلیٰ مراتب میں حاصل ہوئی، اور وہ نبوت ہے، پھر مرتبۂ نبوت میں آپ جبرئیل کے قریب ہوئے اور رسول بنے، پس برابر اور کامل ہوئی اور لطف سے اُمت کے نزدیک ہو کر اُن سے ملائم باتیں کیں، اور اُمت اور رب کے درمیان آمد و رفت شروع فرمائی، پس خدا نے آپکی طرف بلا واسطہ جبرئیل وحی کی جو وحی کرنی تھی، یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا۔

اب ملاحظہ کرو کہ امام رازی نے کیسا آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے علم وسیع ثابت کیا ہے، اور علیٰ ہذا دوسری آیت میں کہ اور تعلیم کیا تجھ کو جو تو نہیں جانتا تھا اور خدا کا فضل تجھ پر بہت ہے، یہی اول عبارت منقولہ میں خیانت کر کے دو جگہ اپنے زعم کے مخالف کو چھوڑ دیا ہے، پہلے آئندہ کے معاملہ کے بعد یہ عبارت کہ (کوئی منافقوں[۲] سے آپ کے گمراہ کرنے اور لغزش دینے پر قادر نہ ہوگا)

عبارت[۱] الوجہ الثانی فی عبدہٖ علی قولنا الموحی ہو اللہ وعبدہٖ محمد صلی اللہ علیہ وسلم معناہ اوحی اللہ الی محمد ما اوحی الیہ للتفخیم وہذا ما ذکرنا من التفسیر وردعلی ترتیب فی غایۃ الحسن وذلک لان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم فی الاول حصل فی الافق الاعلیٰ من مراتب الانسان وہو النبوۃ ثم دنا من جبریل وہو فی مرتبۃ النبوۃ فصار رسولاً فاستویٰ وتکامل ودنیٰ من الامۃ باللطف وتدلی الیہم بالقول الرفیق وجعل یتردد مراراً بین امتہ وربہ فاوحی اللہ الیہ من غیر واسطۃ جبریل ۱۴

عبارت[۲] ۔ لا یقدر احد من المنافقین علی اضلالک وازلالک ۱۲

چھوڑ دی، دوسری وہ عبارت جو آپ کے وسیع علم پر نص تھی وہ سب کی سب خود رو برد کر گئے، اور وہ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا کے آخر سے یعنی اور یہ بزرگتر دلائل سے ہے علم کے اشرف فضائل اور مناقب ہونے پر بدیں وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تھوڑا سا ہی علم دیا ہے، جیسا کہ فرمایا کہ نہیں دیئے گئے تم علم سے مگر تھوڑا سا۔ اور ایک شخص کو ساری مخلوق کے علموں سے جو حصّہ ملا تو وہ بھی تھوڑا ہی ہے، پھر اُس تھوڑے کو اللہ تعالیٰ نے بہت فرمایا۔ آیت وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا میں اور ساری دنیا کا نام بھی خدا نے تھوڑا رکھا ہے، جو فرمایا کہہ دے سامان دنیا تھوڑا ہے، اور یہ بات علم کی نہایت درجہ کی فضیلت پر دلیل ہے، یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا۔

اَب صاحبان انصاف غور سے دیکھیں کہ امام رازی نے کیا عمدہ اس آیت سے اثبات کیا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوقات کا علم دیئے گئے ہیں، ہر چند یہ علم بہ نسبت علم الٰہی کے قلیل ہے، مگر اپنی ذات میں اس کو حق تعالیٰ نے بزرگ بہت تعبیر کیا ہے، پس مکذبین کا یہ کہنا کہ بے شک فخر عالم کی وسعت علم پر بھی ایمان و اعتقاد ہے، ارکانِ ریاست اسلامیہ سے تقیہ ہے

عبارت وهذا من اعظم الدلائل على ان العلم اشرف الفضائل والمناقب وذلك لان الله تعالى ما اعطى الخلق من العلم الا القليل كما قال وما اوتيتم من العلم الا قليلا ونصيب الشخص الواحد من علوم جميع الخلق يكون قليلا ثم انه سمى ذلك القليل عظيما حيث قال وكان فضل الله عليك عظيما وسمى جميع الدنيا قليلا حيث قال قل متاع الدنيا قليل وذلك يدل على غاية شرف العلم انتهى بلفظه ۱۲

اور اس عبارت دلیل وسعت علم کو چھوڑ دینا اور دوسرے وجوہ تردید قول وسعت علم کا اختیار کرنا منافقوں کا طور نہیں تو اور کیا ہے جب امام رازی کے بیان سے مکذبین کی نگوں ساری کے طور پر کسی قدر وسعت علم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو چکا ہے، تو اب اہل ایمان کی دل خوشی کی غرض سے کچھ تھوڑا سا دوسری تفسیروں سے بھی مذکور ہوتا ہے،

آیت فَاَوْحٰی مختلف مفسّرین کی نظر میں!

تفسیر نیشا پوری میں لکھا ہے کہ آیت فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی میں عظمتِ شان وحی کا بیان ہے، ایک قول ہے کہ نمازوں کی وحی تھی، بعضے کہتے ہیں کہ یہ وحی تھی کہ بہشت نبیوں پر حرام ہیں جب تک آپ اُن میں داخل نہ ہوں، اور اُمتوں پر بھی جب تک آپ کی امت داخل نہ ہو، اور ظاہر یہ ہے کہ وحی بھید اور معارف اور حقیقتیں تھیں، جن کو سوائے خدا اور اُس کے رسول کے کوئی نہیں جانتا۔ اور آیت وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا میں ظاہر دلیل ہے علم کی شرافت پر کہ خدا نے اُس کو بزرگ فرمایا اور ساری دنیا کو قلیل یعنی تھوڑا سا نام رکھا، یہ تفسیر[1] نیشا پوری کا ترجمہ ہے، اور تفسیر[2] مدارک میں ہے، کہ آیت فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی میں عظمت شان وحی

---

[1] عبارت قولہ تعالیٰ فاوحٰی الی عبدہٖ ما اوحٰی وفیہ تفخیم لشان الوحی فقیل اوحی اللّٰہ الصلوٰۃ وقیل اوحی الیہ ان الجنۃ محرمۃ علی الانبیاء حتی تدخلہا وعلی الامم حتی یدخلہا امتک والظاھر انما اسرار وحقائق ومعارف لا یعلمہا الا اللّٰہ ورسولہ وکان فضل اللّٰہ علیک عظیما فیہ دلیل ظاھر علی شرف العلم حیث سماہ عظیما وسمی متاع الدنیا باسرھا قلیلا۔ انتہیٰ ۱۲

[2] عبارت تفخیم للوحی الذی اوحی الیہ الخ ۱۲

کا بیان ہے، جو آپ کی طرف ہوئی تھی الخ تفسیر[1] جلالین میں ہے کہ آیت فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ میں وحی کا ذکر نہ کیا اس کی عظمت شان کے واسطے، اھ

حاشیہ[2] جمل میں ہے کہ اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ پس وحی کی حق تعالیٰ نے اپنے بندے محمد (علیہ السلام) کی طرف جو وحی کرنی تھی اھ کرخی، اور عظمت شان سے عموم وحی کی طرف اشارہ ہے، اور وہ تمام شرع کے احکام تھے اھ خطیب اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ ایک قول ہے کہ یہ وحی مبہم تھی جس پر ہم مطلع نہیں، اور تمام پر ہمارا ایمان ہے، یا وہ وحی معلوم تفسیر کی گئی تھی دو قول ہیں الخ یہ حاشیہ جمل کی عبارت کا ترجمہ ہے، تفسیر[3] خازن میں ہے آیت وعلمك ما لم تکن تعلم کی مراد احکام شرع امور دین لکھے ہیں، اور ایک قول ہے کہ تعلیم کیا آپ کو علم غیب سے جو تجھے معلوم نہ تھا۔ اور ایک قول ہے کہ سکھلائیں آپ کو پوشیدہ باتیں اور دلوں کے بھیدوں پر آپ کو اطلاع دی، اور منافقوں کے حال اور مکر جو تجھے معلوم نہ تھے تعلیم کر دیئے، اور خدا کا فضل آپ پر بزرگ ہے، یعنی ہمیشہ سے یا رسول اللہ آپ پر خدا کا فضل عظیم ہے، اھ۔

عبارت[1] ولم یذکر الوحی تفخیما لشانہ انتہی ۱۲، عبارت[2] والاکثر علی ان المعنی فاوحی اللہ تعالیٰ الیٰ عبدہ محمد ما اوحیٰ اھ کرخی۔ قولہ تفخیما لشانہ ای واشارۃ الی عمومہ وھو جمیع احکام الشریعۃ اھ خطیب وفی القرطبی ثم قیل ھذا الوحی ھل ھو مبہم لا نطلع علیہ وتعبدنا بالایمان بہ علی الجملۃ او ھو معلوم مفسر قولان الخ انتہی ۱۲ عبارت[3] وعلمك ما لم تکن تعلم یعنی من احکام الشرع وامور الدین وقیل علمك من الغیب ما لم تکن تعلم وقیل معناہ وعلمك من خفیات الامور واطلعك علی ضمائر القلوب وعلمك من احوال المنافقین وکیدھم ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیك عظیما یعنی ولم یزل فضل اللہ علیك

۱۲ خازن مصری جلد ۱ ص ۴۰۵ [illegible]

اور تفسیر[1] مدارک میں ہے، اور تعلیم کیں آپ کو جو معلوم نہ تھا امور دین اور شرائع یا پوشیدہ کاموں اور دلوں کے بھیدوں سے، اور خدا کا فضل آپ پر بزرگ ہے جو کچھ آپ کو تعلیم کیا اور جو آپ پر نعمت دی اھ اور جلالین[2] میں ہے اور تعلیم کیا جو آپ کو معلوم نہ تھا احکام اور علم غیب سے، اور خدا کا فضل آپ پر بزرگ ہے، اس تعلیم وغیرہ سے اھ اور تفسیر زاہدی[3] میں ہے کہ آیت فاوحی الی عبدہ ما اوحی کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے اپنے بندہ سے کلام کی جو کلام کرنی تھی اول سے آخر تک سارے نبی اور رسول اور تمام مخلوقات اس کے جاننے سے عاجز ہیں، خدا تعالیٰ جانتا ہے یا اس کا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اھ اور تفسیر روح البیان[4] میں ہے کہ آپ کا علم جمیع معلومات غیبیہ ملکوتیہ کو محیط ہو گیا، جیسا کہ حدیث بحث ملائکہ میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنا کف میرے شانوں میں رکھا، پس اس کی سردی میرے پستانوں میں پہونچی، پس جان لیا میں نے علم اولین و آخرین کا اور ایک روایت میں ہے، علم اس چیز کا جو ہوئی اور وہ چیز جو ہو گی، اور یہ چھٹی جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۴ میں ہے،

عبارت[1] ۔ وعلمک مالم تکن تعلم من امور الدین والشرائع او من خفیات الامور وضمائر القلوب وکان فضل اللہ علیک عظیما فیما علمک وانعم علیک ۱۲ عبارت[2] وعلمک مالم تکن تعلم من الاحکام والغیب وکان فضل اللہ علیک عظیما ۱۲ عبارت[3] ۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی ای تکلم مع عبدہ ما تکلم بگفت با بندۂ خود آنچہ گفت از ابتدا تا انتہا ہمہ انبیا و رسل با ہمہ خلائق عاجز آمدند از دانستن تفسیر ایں ما خدا داند عزوجل و رسول وے صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ عبارت[4] وکن اصار علمہ محیطا بجمیع المعلومات الغیبیۃ الملکوتیۃ کما جاء فی حدیث اختصام الملائکۃ انہ قال فوضع کفہ علی کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی فعلمت علم الاولین والآخرین وفی روایۃ علم ما کان وما سیکون ۱۲

اور محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں[1] لکھتے ہیں، کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ جبروت اور لاہوت سے کشف کیا گیا اور عجائب ملکوت سے آپ نے مشاہدہ فرمایا جو بیان نہیں کیا جا سکتا، اور اس کے ادنیٰ حصہ کے سننے کا تحمل عقل اور فہم میں نہیں ہے، اس لئے رمز اور اشارہ اور کنایہ سے جو دلیل تعظیم کی ہے بیان فرمایا کہ فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ اھ پس قرآن مجید اور معتبر تفسیروں سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت علم بہ نسبت جمیع مخلوقات کے متحقق ہوا اور پایۂ ثبوت کو پہونچا کہ مکذبین کا انکار واہی اور خرافات ہے اور یہ اُن کا خام خیال کہ فخرِ عالم علیہ السلام کے علم محیط زمین کے تسلیم کرنے سے شرک لازم آتا ہے، اور شیطان لعین کے علم محیط کے ماننے سے کوئی شرک کا خوف نہیں ہے، یہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عناد نہیں تو اور کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علموں سے بھی جہالت ہے، بیضاوی[2] کے حاشیہ شہاب میں آیت وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ کے نیچے طیبی سے نقل کر کے لکھا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے معلومات بے نہایت یعنی وراء الورا ہیں، اور آسمانوں اور زمینوں کے غیب اور جو چیز فرشتے ظاہر کرتے اور چھپاتے ہیں خدا کے علموں سے ایک قطرہ ہے اھ پھر مکذبین کا یہ بیہودہ کہ ایک ہر جگہ ابہام کو مفید تعظیم ماننے سے ہر شخص کو عالم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ماننا لازم آجائے گا،

---

[1] عبارت و آنچہ کشف کردہ شد بروے صلی اللہ علیہ وسلم از جبروت و لاہوت و مشاہدہ کرد از عجائب ملکوت کہ محیط نمی تواند شد باں عبارات و طاقت ندارد تحمل سماع ادنیٰ آں فہوم و عقول و لہٰذا اشارت برمز و ایما و کنایت دال بر تعظیم بقول خود فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ ۱۲

[2] عبارت لان معلوماتہ تعالیٰ لا نہایۃ لہا و غیب السموٰت والارض وما یبدونہ وما یکتمونہ قطرۃ منہا ۱۲

بدلیل آیت عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ کے، بھی ہذیان اور جنون ہے دو وجہ سے
پہلی وجہ یہ ہے کہ گفتگو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم میں ہے، اور یہ
اس آیت سے بھی ثابت ہے جس سے منکرین کی کمال ہی نگونساری ہو گی۔ اس لئے
کہ امام ابو[۱] منصور ماتریدی کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آیت عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ
یَعْلَمْ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہو سکتے ہیں بدلیل آیت وَعَلَّمَکَ
مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ اور آیت مَا کُنْتَ تَعْلَمُہَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ ہٰذَا الخ اور دوسری وجہ
یہ ہے کہ تمام موقعوں میں ابہام کو مفید تعظیم و تفخیم کسی نے بھی تسلیم نہیں کیا ہے،
پس ان دونوں آیتوں میں بھی ابہام تعظیم کے لئے نہ جاننا سراسر غلط اور دھوکہ
دہی ہے، تفسیر بیضاوی[۲] میں آیت وعلمک ما لم تکن تعلم میں بہت عمدہ
بیان ہے آیت مَا لَمْ یَعْلَمْ سے اس لئے کہ معنی مَا لَمْ تَکُنْ تعلم کے یہ ہیں کہ
تجھے تعلیم کیں وہ باتیں جن کے جاننے کی تجھ میں قابلیت نہ تھی، اس واسطے اس
کی تفسیر میں تعظیم مذکور ہوئی ہے جس کی تحقیق گذر چکی ہے اھ۔

پھر مکذبین کا یہ استبعاد کہ بحر الحقائق حسینی و مدارج النبوۃ سے عقائد کا اثبات
ہو رہا ہے، گو عقل سے بعید ہے تاہم بالکل باطل ہے کیوں کہ جمیع مخلوقات سے
آپ کی وسعت علم کا عقیدہ تفسیر کبیر سے جو مکذبین کی عمدہ معتمدات سے ہے اور نیز

عبارت[۱]۔ ثم قولہ علم الانسان ما لم یعلم یحتمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقولہ وعلمک
ما لم تکن تعلم وکقولہ ما کنت تعلمہا انت ولا قومک من قبل ہذا ۱۲ عبارت[۲] وعلمک
ما لم تکن تعلم من خفیات الامور او من امور الدین او الاحکام انتہی قولہ وعلمک ما لم
تکن تعلم قیل ہذہ الآیۃ ابلغ من قولہ فی سورۃ اخری ما لم یعلم لان معناہا ما لم یکن
فیک قابلیۃ لعلمہ ولذا فسرہ بما ذکر وقد مر تحقیقہ انتہی ما فی شہاب حاشیۃ البیضاوی

دوسری تصریحات مفسرین و محدثین سے بھی ثابت کیا گیا ہے جس پر خدا کے لئے ہمارے جواب تفصیلی میں ہے، اس کے بعد قصوری صاحب نے احادیث سے استدلال کیا، ان کے جواب سے پہلے اس قدر جاننا ضروری ہے کہ جب دلائل قطعیہ کتاب و سنت و اجماع علماء سے مختص ہونا علم کا بجناب باری تعالیٰ ثابت ہو چکا جو سابق سے واضح ہے، اور صاحب تفسیر نیشاپوری لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو ذل عبودیت ظاہر کرنے کا امر فرمایا ہے، تاکہ آپ کی طرف نقص منسوب ہو اور علمِ غیب کے نہ ہونے سے آپ کو بٹہ نہ لگے، پس فرمایا کہہ دو کہ میں اپنے نفس کے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جتنا خدا چاہے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قدرت قاصر اور علم قلیل ہے، اور جو بندہ ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے، اور کامل قدرت اور محیط علم خدا کے واسطے ہی ہے اھ تو اس کے مخالف کسی کا قول قابل قبول نہ ہوگا۔ اور جو حجت اس کے معارض ہوگی یا مؤول و مصروف عن الظاہر ہوگی، ورنہ مردود ہوگی، ہاں جن امور کا علم حق تعالیٰ نے فخر عالم صلعم کو عطا فرمایا علی الخصوص جو متعلق مبدء و معاد و احکام و تشریحات کے ہے اس کا کسی مسلم کو انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن جن علوم کو خدا نے اپنے

عبارت[1] دلیل تفصیلی والے کی۔ ثم امر نبیہ باظہار ذل العبودیۃ حتی لا ینسب الیہ نقص ولا یعاب من قبل عدم علم الغیب فقال قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً الا ماشاء اللہ وفیہ ان قدرتہ قاصرۃ وعلمہ قلیل وکل من کان عبداً کان کذلک والقدرۃ الکاملۃ والعلم المحیط لیس الا للہ تعالیٰ ۱۲

[2] یہ اختصار اس لیے معاد تی ہے ۱۲

واسطے خاص کر رکھا ہے جن میں مفاتیح غیب داخل ہیں جن کی نسبت حضرت عائشہ رض نے صراحۃً فرمایا ہے کہ جو کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی کو جانتے تھے تو اُس نے خدا تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان و افترا کیا۔ البتہ وہ مخصوص بذات پاک باری تعالیٰ ہے اس کا اثبات دوسروں کے لئے سراسر خلاف کتاب و سنت و اجماع اُمت ہو گا، انتہیٰ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ صاحب تفسیر نیسا پوری کی مراد نفی علم غیب سے علم غیب استقلالی کی نفی ہے جیسا کہ وہی صاحب تفسیر نیسا پوری آیت قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ کے نیچے لکھتے ہیں کہ "پھر باری تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو حکم کیا کہ اپنی ذات سے تین کام کی نفی کر دیں، اور کہیں کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں، جمع خزانہ وہ مکان ہے جس میں کچھ چھپا رکھتے ہیں، کہتے ہیں چھپا رکھا چیز کو اس وجہ سے کہ اس کو ہاتھ نہیں پہونچتا ہے اور میں غیب نہیں جانتا، صاحب کشاف نے کہا ہے کہ یہ محل نصب میں ہے عطف ہے محل عندی خزائن اللہ پر کہ وہ جملہ مقولہ قول سے ہے، یعنی میں نہ وہ کہتا نہ یہ کہتا ہوں، میں کہتا ہوں کہ لَآ اَقُوْلُ پر عطف کا بھی احتمال ہے، یعنی کہہ دو کہ میں

عبارت[۱] ذیل تفصیلی والے کی۔ من قال ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم یعلم من ذلک شیئاً فقد افتری علی اللہ افتراءً عظیماً ۱۲ سے[۲] ثم امر نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ینفی من نفسہ اموراً ثلثۃ فقال قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ھی جمع خزانۃ المکان الذی یخزن فیہ الشیٔ وتخزن الشیٔ احرزہ بحیث لا تنالہ الایدی ولا اعلم الغیب قال فی الکشاف محلہ النصب عطفاً علی محل قولہ عندی خزائن اللہ لانہ من جملۃ المقول ای لا اقول لکم ذاک ولا ھذا قلت ویحتمل ان یکون عطفاً علی لا اقول ای قل (باقی بر صفحہ ۲۵۶)

غیب نہیں جانتا۔ اس میں دلالت ہے اس پر کہ غیب بالاستقلال خدا ہی جانتا ہے برخلاف اس کے کہ خدا کے خزانے آپ کے پاس ہوں اور آپ فرشتہ ہوں، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان دونوں مقاموں کے ہونے کا احتمال ہے، ولیکن آپ ان کو ظاہر نہ کریں، اور ان کاموں کی نفی کرنے کے فائدہ میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ بعضوں نے کہا کہ مراد اظہار تواضع اور خضوع خدا کیلئے ہے، اور اپنی عبودیت کا اقرار تا کہ آپ کے حق میں کوئی ایسا اعتقاد نہ کرے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت مسیح علی نبینا و علیہ السلام کے بارہ میں اعتقاد کیا تھا۔ اور بعضوں نے کہا ہے، کہ مقصود اپنی عاجزی اور ضعف سے خبر دینی ہے، اور یہ کہ اپنے آپ معجزہ نہیں دکھا سکتے جو کافر آپ سے مانگتے ہیں، جیسا کہ اُن کا یہ قول کہ ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لاویں گے تا کہ تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری نہ کرے الی قولہ میں نہیں ہوں مگر آدمی رسول، اور بعضے کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ میں نبوّت اور رسالت کے سوا کسی چیز کا مدعی نہیں ہوں، اور خدائی دعوٰی اور فرشتہ ہونے کا دعوٰی نہیں کرتا۔ یہ تفسیر نیشاپوری کی عبارت کا ترجمہ ہے،

لا اعلم الغیب فیکون فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ الا اللہ بخلاف کون خزائن اللہ عندہ وکونہ ملکاً فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحتمل ان یکون لہ ھذان المقامان ولکن لا یظہرھما واختلف المفسرون فی فائدۃ نفی ھذہ الامور فقیل المراد اظہار التواضع والخضوع للہ تعالٰی والاعتراف لعبودیتہ حتی لا یعتقد فیہ مثل اعتقاد الیہود والنصارٰی فی المسیح علی نبینا وعلیہ السلام وقیل المقصود انباء العجز والضعف وانہ لا یستقل بالمعجزۃ التی کانوا یقترحونہا کقولہم لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً الی قولہ ھل کنت الا بشراً رسولاً وقیل لا ادعی سوی النبوۃ والرسالۃ ولا ادعی الالٰہیۃ ولا الملکیۃ ۱۲

جلالین[1] کے حاشیہ جمل میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے نفس شریف سے اِن چیزوں کی نفی فرمائی ہے تو یہ حق تعالیٰ سے تواضع ہے، اور اپنی عبودیت کا اقرار ہے، اور اس لئے کہ کافر آپ سے معجزات مقترحہ طلب نہ کریں جو مجھے وحی ہوتی ہے میں اس کا تابع ہوں، یعنے خدا کی طرف سے جو مجھے وحی ہوتی ہے اس کی خبر دیتا ہوں۔" اھ

پھر جمل[2] میں لکھا ہے، اگر تو کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی خبریں غیب کی دی ہیں اور صحیح حدیثوں سے وہ ثابت ہے، اور وہ آپ کے بڑے معجزات سے ہے تو اس میں اور آپ کی نفی علم غیب قرآنی میں جمع اور تطبیق کیونکر ہو، مَیں کہتا ہوں (یعنی جواب میں) کہ یہ نفی آپ نے بطریق تواضع اور ادب کے کی ہو، اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ میں خود غیب نہیں جانتا مگر حق تعالیٰ مجھے غیب پر اطلاع دیتا ہے اور اس پر قادر کرتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے قبل از اطلاع علم غیب وہ نفی فرمائی ہو، پھر جب غیب پر مطلع ہوئے تو اس کی خبر دیدی جیسا کہ منصوص قرآن ہے کہ خدا اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا مگر رسول پسندیدہ کو

عبارت[1]۔ وانما نفی عن نفسہ الشریفۃ ھذہ الاشیاء تواضعا للہ تعالیٰ واعترافا بالعبودیۃ وان لا یقترحوا علیہ الآیات العظام ان اتبع الا ما یوحی الی یعنی ما اخبرکم الا بما یوحی من اللہ انزلہ علی ۱۲ عبارت[2]۔ فان قلت قد اخبر صلی اللہ علیہ وسلم عن المغیبات وقد جاءت احادیث فی الصحیح بذلک وھو من اعظم معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فکیف الجمع بینہ وبین قولہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر قلت یحتمل ان یکون قالہ علی سبیل التواضع والادب والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ علیہ ویقدرہ لی ویحتمل ان یکون قال ذلک قبل ان یطلعہ اللہ عزوجل علی علم الغیب فلما اطلعہ اللہ اخبر بہ کما قال فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول (باقی آگے)

یا وہ نفی لوگوں کے سوال کے جواب میں فرمائی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت سی غیب کی باتیں ظاہر فرمائیں تب آپنے اُن کی خبریں دیں تاکہ وہ آپ کا معجزہ اور صدق نبوت کی دلیل ہو اھ خازن یہ حاشیہ جمل کی عبارت کا ترجمہ ہے، اور آیت قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ کے نیچے تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کو فرمایا۔ کہ کافروں سے انکی عقل کے موافق باتیں کریں (الی قولہ) اور مَیں خود بخود غیب نہیں جانتا کیوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اعلام سے ماضی اور آئندہ کی خبر دیتے تھے، اور شب معراج کے واقعہ میں واقعی آپنے فرمایا ہے کہ میرے حلق میں ایک قطرہ چکا جس سے مَیں نے جو ہوا اور جو ہوتا ہے اور ہوگا سب معلوم کر لیا۔ پس جو کوئی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب نہیں جانتے، بیشک وہ راہِ راست بھولا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر روح البیان کا۔

اَب اِن منقولات معتبرات سے بخوبی ثابت ہوا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اعلام سے بیشک غیب جانتے ہیں، اور نفی اس کی تواضع کے طور پر یا دعویٰ خدائی کے اعتقاد کے دفع کے واسطے ہے، پس آیات نفی علم غیب اور آیات

او یکون خرج ھذا الکلام مخرج الجواب عن سوالہم ثم بعد ذلک اظہر اللہ تعالیٰ علی اشیاء من المغیبات فاخبر عنہا لیکون ذلک معجزۃ لہ ودلالۃ علی صحۃ نبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم اھ خازن انتہی من الجمل ۱۲ عبارت والاشارۃ ان اللہ تعالیٰ امر نبیہ علیہ السلام ان یکلم الکفار علی قدر عقولہم (الی قولہ) ولا اعلم الغیب فانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخبر عما مضی وعما سیکون باعلام الحق وقد قال علیہ السلام لیلۃ المعراج قطرت فی حلقی قطرۃ علمت ما کان وما سیکون فمن قال ان نبی اللہ علیہ السلام لا یعلم الغیب فقد اخطأ فیما اصاب ۱۲

واحادیث مثبت علم غیب میں ہرگز تناقض نہیں ہے، اور نہ اس میں کوئی شائبہ شرک کا ہے جیساکہ وہابی لوگ زعم کرتے ہیں۔

اور نیز مفاتیح غیب کے علم کی نفی جو آپ سے کی گئی ہے تو اس سے بھی علم استقلالی کی نفی مراد ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اخیر میں فرمایا ہے کہ تحقیق خدا علیم خبیر ہے، مرقات[1] میں ہے کہ خدا ان چیزوں کے باطن پر خبردار ہے جیساکہ ان کے ظاہر کو جانتا ہے، یا معنے خبیر کے مخبر کے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ بعضے اُن کے جزئیات پر اپنے بعضے خاص بندوں کو خبردار کر دیتا ہے، اور قرآن مجید کی بہت آیات نے مجھے خبردار کیا ہے کہ علم وقت قیامت حق تعالیٰ کو ہی ہے یہ ترجمہ ہے عبارت مرقات کا۔ اور خصائص[2] کبریٰ امام سیوطیؒ سے منقول ہو چکا ہے کہ بعضوں کے نزدیک آپ کو وقت قیامت کا علم بھی تھا، مگر اس کے چھپانے پر مامور تھے، اور امام ابو منصور ماتریدی کی تفسیر میں جو بنام "تاویلات[3] ابی منصور" مشہور ہے، لکھا ہے کہ خدا کے نزدیک علم قیامت[4] کا ہے، بعض حدیثوں میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے آیا ہے، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مفاتیح غیب پانچ چیزیں ہیں اُن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے

---

[1] عبارت خبیر بباطنها کما انه عالم بظاهرها او معناه مخبر لبعضها من جزئیاتها لبعض عباده المخصوصین قد اخبر فی مواضع کتابه ان علم الساعة مما استاثر کا الله تعالیٰ به ۱۲

[2] عبارت ان من ذهب لبعض انه علیه السلام قد اوتی علم الساعة وامر بکتمانه ۱۲

[3] عبارت ذکر فی بعض الاخبار عن عبدالله ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مفاتیح الغیب خمس لا یعلمها الا الله ثم بعد ذکر الاحادیث قال،

[4] ان الله عنده علم الساعة الآیة ۱۲

(پھر اور حدیثیں ذکر کر کے کہا) کہ اگر یہ حدیثیں ثابت ہیں تو مراد اِن سے یہ ہے کہ ان کی حقیقت پر کسی کو خود بخود وقوف نہیں ہے ورنہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ بعض یہ چیزیں معلوم ہوتی ہیں جیسے کہ نجومی حساب سے معلوم کر لیتا ہے، اور خدا کے معلوم کرانے سے سچی خبریں ظاہر ہوتی ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام نے تاروں کو دیکھ کر اپنے بیمار ہونے کی خبر دے دی تھی، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ مجھے القا ہوا ہے کہ خارجہ کے پیٹ میں لڑکی ہے تو لڑکی ہی ہوئی تھی، اور یہ بات ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے القا سے معلوم فرمائی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم تھا۔ مگر علم وقت قیامت کہ اس پر کوئی مطلع نہیں ہے، مگر یوں کہا جائے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں کلام کرنے کا اذن نہ تھا اور نہ کسی شے میں کہنے کا مگر آسمان کی وحی سے یہ ترجمہ ہے عبارت تاویلات امام ابو منصور کا جو کتب خانہ مکہ معظمہ میں قلمی موجود ہے، اور تفسیر روح البیان میں آیت مفاتیح الغیب کے نیچے لکھا ہے کہ معلوم ہوا کہ علم غیب حق تعالیٰ سے خاص ہے اور جو انبیاء اور اولیاء سے غیب کی خبریں دینی

فان ثبت هذا فلو ما ذکروا لا فجائز ان یقال انه یعلم بعض هذه الاشیاء من نحو ما یعلمه المنجم ذلك بالحساب وباعلام الله یخرج ذلك على الصدق کما اخبروا الا ترى ان ابراهيم على نبينا وعليه السلام قال انی سقیم لما نظر فی النجوم ای ما سقم ودوی ان ابا بکر رضی الله عنه قال انی القی الی ان ذا بطن خارجة جارية وكان كما ذكر ويحتمل ان يكون ابو بكر رضی الله عنه يعلم ذلك لما القى اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلم ذلك الا فی حق الساعة فانه لا يطلع عليها احد الا ان يقال بان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يؤذن له بالتكلم ولا القول فی شیء الا من جهة الوحی من السماء ۱۲ عبارت نعلم ان الغيب مختص بالله تعالى وما روی عن الانبياء والاولياء من الاخبار

مروی ہیں، پس وہ خدا کی تعلیم سے ہے یا بطریق وحی یا بطور الہام اور کشف کے، پس جس علم پر سوائے انبیاء و اولیاء و ملائکہ کے کوئی مطلع نہیں ہوتا وہ حق تعالیٰ سے ہی خاص ہوا جیسا کہ آیت عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول کا مضمون ہے، یہ بعینہٖ اس کی عبارت کا ترجمہ ہے، محدث[1] دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں آیت اِنَّ اللّٰہَ عِندَہٗ عِلمُ السَّاعَۃِ یعنی خدا کے ہی نزدیک قیامت کا علم ہے اور خدا ہی مینہ برساتا ہے آخر آیت تک کے نیچے لکھتے ہیں، کہ مراد اس سے یہ ہے کہ خدا کی تعلیم کے سوا عقل کے حساب سے کوئی نہیں جانتا ہے مگر کہ حق تعالیٰ اپنے پاس سے کسی کو بتلادے وحی اور الہام سے۔

اب ان منقولات کی رو سے یہ دعویٰ مکذبین کا کہ یہ پانچوں علم مفاتیح غیب خدا سے خاص ہیں، ان میں سے کسی کا غیر اللہ کے واسطے ثابت کرنا قرآن و حدیث و اجماع اُمت کے برخلاف ہے اھ بالکل باطل ہوگیا۔ اور نیز یہ قول اُن کا کہ اس قول کے مخالف اور معارض یا مؤول ہوگا یا مصروف عن الظاہر ورنہ مردود ہوگا، تفسیر نیشا پوری وغیرہ کی سند سے ہی مردود ہوگیا۔ اور بخوبی تحقق ہوا کہ آیات و احادیث جن سے علم غیب کا حق تعالیٰ سے مخصوص ہونا ثابت ہوتا ہے سب حق ہیں، مراد ان سے علم استقلالی ہے، اور وہ آیات و احادیث جن سے ثابت ہو رہا ہے کہ حق تعالیٰ نے

عن الغیوب فبتعلیم اللہ تعالیٰ اما بطریق الوحی او بطریق الالہام والکشف فلا ینافی ذلک اختصاص علم الغیب مما لا یطلع علیہ الا الانبیاء والاولیاء والملائکۃ کما اشار الیہ بقولہ علم الغیب لآیۃ ۱۲ [1] عبارت و مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچکس اینہا نداند وانہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آں را نداند مگر آں کہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بدا ناند بوحی و الہام ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جن میں مفاتیح غیب وغیرہا سب داخل ہیں
ان کی تعلیم فرمائی ہے، وہ بھی سب حق اور بے شک ہیں۔ مراد اُن سے اطلاع
اور غیب پر غلبہ ہے حق تعالیٰ کی تعلیم سے، نہ خود بخود آپ غیب دان ہیں، اب
اس میں کوئی بھی تناقض نہیں ہے، اور خدا ہی حق کو حق کرنے والا ہے اور سیدھے
راہ کا راہ نما ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے "کہ مولوی صاحب قصوری نے پہلی حدیث بخاری
باب بدء الخلق سے لکھی ہے، کہ ہمارے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کھڑے ہوئے، پس ہم کو خبر دی آخر حدیث تک، اس پر کرمانی
اور خیر جاری سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا اور
آخرت اور دنیا سب کی خبر دے دی، اور طیبی سے اس حدیث میں دلیل
ہے اس پر کہ آپ نے جمیع احوال مخلوقات سے خبر دے دی تھی، اور طیبی اور
محدث دہلوی سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے، دوسری روایت حذیفہ رضی اللہ
عنہ کی صحیحین سے نقل کی، کہا کہ خطبہ پڑھا ہم پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
ایسا خطبہ جس میں قیامت تک کا احوال ذکر کیا آخر حدیث تک، اس پر
طیبی سے لکھا کہ تمام امور مقدرہ کائنات کے بیان کیے، تیسری حدیث
بھی صحیح مسلم سے نقل کی کہ آپ نے قیامت تک جو ہونا تھا اُس کی خبر دے دی،
چوتھی روایت عمرو بن اخطب کی مسلم سے نقل کی کہ ہم سے بہت علم والا
بہت حافظہ والا ہے، بعد اس کے لکھتے ہیں کہ یہ آیات واحادیث نصوص

لہ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ہم کو جو ہوا اور جو ہو گا اس کی خبر دے دی۔ اس کو جواب تفصیلی
میں چھوڑ دیا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

صریحہ ہیں اس میں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیع احوال موجودات اور امور مقدرہ کائنات اور ما کان وما یکون پر اطلاع پاکر ان سب کی خبریں دی ہیں، جس سے اکابر اہل سنت نے آپ کو عالم ما کان وما یکون مان لیا۔ اور کتب دینیہ وعلم سیر میں مثل شفا ومواہب لدنیہ وروضۃ الاحباب و مدارج وغیرہا سب میں ایسا لکھ دیا۔ ان سب کا جواب یہ ہے، کہ اولاً یہ روایات مفید ثبوت اعتقادیات نہیں ہو سکتی، ثبوت عقائد کے واسطے ضرور ہے کہ دلائل قطعیہ یقینیہ ہوں، اور یہ دلائل محض ظنی ہیں، انتہیٰ بلفظہ۔"

علمائے ربانی اور علمائے دیوبند کا طرزِ فکر

فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے کہ دلائل یقینیہ وظنیہ میں ہر چند کلام دراز ہے لیکن ان کے جواب میں اتنا ہی کافی ہے کہ علمائے راسخین نے انبیاء کے واسطے بعض علم غیب کا اعتقاد انہیں دلائل مذکورہ صدر سے ثابت کیا ہے، جن کو یہ لوگ ظنی بنا رہے ہیں، سید احمد طحطاوی درمختار کے حاشیہ میں بنقل شیخی زادہ ناقلاً تاتارخانیہ سے لکھتے ہیں کہ بعض اشیا آپ کے روح مبارک پر عرض کی جاتی ہیں، اور آپ بعض غیب جانتے ہیں بدلیل آیت عٰلِمُ الغیب یعنی خدا غیب دان ہے پس اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا ہے مگر رسول پسندیدہ کو اھ یہ ترجمہ ہے عبارت طحطاوی کا۔

عبارتؔ لان بعض الاشیاء تعرض علی روحہ صلی اللہ علیہ وسلم فیعرف بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ عٰلم الغیب الآیۃ ۱۲

اور سید[1] ابن عابدین رد المحتار حاشیہ در مختار میں بنقل تاتار خانیہ ناقلاً فتاوی حجہ سے بنقل ملتقط فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روح مبارک پر چیزیں عرض کی جاتی ہیں، اور خود رسول بعض غیب جانتے ہیں بدلیل آیت مذکورہ صدر اھ یہ رد المحتار کی عبارت کا ترجمہ ہے، اور مؤلف[2] براہین نے شرح فقہ اکبر سے براہین میں اور نیز جواب تفصیلی میں یوں لکھا ہے، پھر جان لو کہ انبیاء غیب کی چیزیں نہیں جانتے، مگر جو حق تعالیٰ اُن کو گاہے گاہے تعلیم کرتا ہے اھ اور نیز یہی علی قاری مرقات[3] میں لکھتے ہیں کہ اولیاء سے غیب کی خبریں دینی مشہور ہیں، جیسا کہ شیخ کبیر ابو عبداللہ اپنی کتاب عقائد میں فرماتے ہیں کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ بندہ حالات انتقال کر کے لغت روحانی تک پہونچ جاتا ہے، پس وہ غیب جانتا ہے اور زمین اس کے لئے لپیٹی جاتی ہے، اور وہ پانی پر چلتا ہے اور آنکھوں سے غائب ہو جاتا ہے، یہ ترجمہ ہے عبارت مرقات کا عقائد کی معتبر کتاب کی نقل سے، اور رد المحتار[4] میں ہے بلکہ کتب عقائد میں مذکور ہے، کہ منجملہ کرامات اولیاء کے بعض غیبوں پر اطلاع ہے الخ

اگر یہ اعتراض کریں کہ ان روایت کتب عقائد و فقہ سے نبیوں اور ولیوں کا

عبارت[1] لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب الآیۃ ۱۲ عبارت[2] ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ تعالیٰ احیاناً ۱۲ عبارت[3] اشتہر عن العرفاء من الاخبار الغیبیۃ کما قال الشیخ الکبیر ابو عبد اللہ فی معتقدہ ونعتقد ان العبد ینتقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب و یطوی لہ الارض ویمشی علی الماء ویغیب عن الابصار ۱۲ عبارت[4] ان من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات ۱۲

بعض غیب پر مطلع ہونا اور بتعلیم الٰہی اس کا جاننا جو مذکور ہوا ہے، یہ صاحب براہین وغیرہ اس کے حواریین کو بھی کسی قدر اس کی تسلیم ہے، مگر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب زمین و آسمان کے حالات اور جو ہوا اور ہوگا اُن پر اطلاع اِن روایات سے تو ثابت نہیں ہوتی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ علمائے دین نے جو انبیاء اور اولیاء کی اطلاع بعض غیب پر لکھی ہے تو وہ بہ نسبت علم الٰہی کے ہے ورنہ حضرات انبیا خصوصاً سرورِ عالم علیہم السلام والثناء کا علم اپنی ذات میں تو بہت سے بہت ہے، قرآن مجید[1] میں فرمان ہے کہ حق تعالیٰ علم نافع با عمل دینے والا ہے جس کو چاہتا ہے، اور جس کو یہ علم دیا گیا پس بتحقیق بہت نیکی دیا گیا، کہ اس کا انجام ابدی نیکی کی طرف ہے، یہ تفسیر جلالین میں ہے، اور تفسیر مدارک[2] میں لکھا ہے، حیی ابن اخطب نے کہا کہ تمہارے قرآن میں ہے کہ جو علم نافع دیا گیا وہ بتحقیق بہت سی نیکی دیا گیا، پھر تم اُسی قرآن سے پڑھتے ہو کہ تم تھوڑا سا علم دیئے گئے ہو، تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ تو کہہ دے اگر سمندر خدا کی باتوں کے لئے سیاہی ہوتا اخیر آیت تک، یعنی علم نافع بہت سی نیکی ہے، مگر حق تعالیٰ کے علموں کی نسبت ایک قطرہ سمندر سے ہے اھ ترجمہ

---

[1] عبارت قال اللہ تعالیٰ - یؤتی الحکمۃ ای العلم النافع المؤدی الی العمل من یشاء ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرًا کثیرًا لمصیرہ الی السعادۃ الابدیۃ ۱۲ [2] عبارت قال حیی ابن اخطب فی کتابکم ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرًا کثیرًا ثم تقرؤن وما اوتیتم من العلم الا قلیلا فنزلت قل لو کان البحر مدادًا لکلمٰت ربی الآیۃ یعنی ان ذلک خیر کثیر ولکنہ قطرۃ من بحر کلمٰت اللہ ۱۲

اور تفسیر خازن[1] میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہود نے کہا یا محمد آپ خیال کرتے ہو کہ ہم علم نافع دیئے گئے ہیں، اور تمہاری کتاب میں ہے کہ جس کو علم نافع ملا وہ بہت سی نیکی دیا گیا۔ پھر آپ کہتے ہو کہ لوگ تھوڑا سا علم دیئے گئے ہیں، تب حق تعالیٰ نے یہ آیت اتاری، تو کہہ دے اگر سمندر سیاہی ہوتا کہ لکھے میرے رب کی باتیں، بے شک دریا خرچ ہو چکتے پہلے اس سے کہ میرے رب کی باتیں تمام ہوں، یعنی علم اور حکم خدا کا ہو مترجماً۔ اور ایسا ہی تمام تفسیروں میں ہے، اور حاشیہ شہاب بیضاوی سے بنقل طیبی اوپر لکھا گیا ہے کہ آسمان اور زمینوں کی غیب اللہ تعالیٰ کی معلومات کی بہ نسبت ایک قطرہ ہے دریاؤں سے اور صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں سے اوپر لکھا گیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ قیامت تک ہونا تھا خبر دے دی اور عمرو بن اخطب کی روایت میں ہے کہ آپ نے ہم کو جو کچھ کہ ہوا اور ہو گا سب پر خبردار کر دیا۔ پس صاحب براہین مع حواریین ان صحیح حدیثوں اور قرآنی آیات پر معترض ہیں کہ ظنی دلائل ہیں، ان سے علم محیط زمین کا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ثابت نہیں ہوتا ہے جو اس کا قائل ہے اُس نے خدا سے شرک کیا۔ اور مشکوٰۃ[2] کی روایت حضرت جابر سے جو شیطان کی لوگوں کے حال پر اطلاع اپنی فوج

---

[1] عبارت قال ابن عباس رضی اللہ عنہما قالت الیہود یا محمد تزعم اننا قد اوتینا الحکمۃ وفی کتابک ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا ثم تقول وما اوتیتم من العلم الا قلیلا فانزل اللہ ھذا الایۃ قل لو کان البحر الی کلمات ربی ای علمہ وحکمہ ۱۲ [2] عبارت فی المشکوٰۃ عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ

کے وسیلہ سے وارد ہوئی ہے اس کو صاحب براہین مع حواریین تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نص قطعی سے شیطان کا علم محیط ثابت ہے، اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایسا نہیں ہے تو یہ آپ کی صریح اہانت اور آپ سے کمال عناد اور شیطان رجیم کی نہایت تعظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ حق تعالیٰ پناہ دے۔

جواب تفصیلی میں ہے۔ اور ثانیاً جب دلائل ظنیہ معارض دلائل قطعیہ کے ہوں تو اگر گنجائش تاویل ہو تو قطعیات کو معمول اور ظنیات کو ماؤل ومصروف عن الظاہر کریں گے، ورنہ قطعاً دلائل ظنیہ کو ترک کیا جائیگا۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ اوپر مسطور ہو چکا ہے کہ علمائے ربانیین نے اُن دلائل وسعت علم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قطعی جان کر اُن کے مضمون کے معتقد ہو گئے ہیں، اور تمام دلائل میں یوں تطبیق دی ہے کہ مطلق علم غیب حقتعالےٰ کے ساتھ خاص ہے، کہ اپنی ذات سے وہ غیب دان ہے اور کسی کی تعلیم کی اس کو حاجت نہیں ہے، کہ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے، اور انبیاء صرف حق تعالیٰ کی تعلیم سے غیب جانتے ہیں نہ خود بخود، پس ہرگز تعارض نہیں ہے، پھر شیطان لعین کے

صلی اللہ علیہ وسلم ان ابلیس یضع عرشہ علی الماء ثم یبعث سرایاہ یفتنون الناس فادناھم منہ منزلۃ اعظمھم فتنۃ الحدیث وکما فی الدر المختار من ان ابلیس مع ابن آدم بالنہار وولدہ باللیل فعلی تقدیر صحتہ لا یفید سعۃ علم الشیطان بجمیع افعال الانسان لیلاً ونہاراً بل نہاراً فقط فلم یثبت لہ الاحاطۃ بجمیع الامور الارضیۃ اصلاً ۱۲ منہ (ترجمہ دونوں عبارتوں کا) حدیث مشکوٰۃ اور روایت درمختار یعنی کہ شیطان ابن آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے، اور رات کو اس کی اولاد۔ پس اگر یہ روایت صحیح ہو جائے تو شیطان کی وسعتِ علم بجمیع حالات انسان کے ہرگز مفید نہیں ہے، بلکہ دن کے حالات کی اطلاع کی مثبت ہے، اس کو تسلیم کرنا بعد آپ کے منصوص کا انکار کرنا کیا دین ہے؟ ۱۲ منہ

علم محیط زمین کے دلائل کو یقینی بتا کر قبول کر لینا اور حبیب رب العالمین کی وسعت علم دلائل کو ظنی کہہ کر اگر ممکن ہو تو تاویل کرنا ورنہ ترک کر دینا حضرت خلیل احمد اور رشید احمد اور اُن کے معاونین کی فقاہت اور ثقاہت کی قوی دلیل ہے خدا کے غضب احد اُس کے بندوں کی شرارت سے پناہ ہی بکار ہے۔

جواب تفصیلی یہ ہے ثالثاً ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اِن مواقع میں جو لفظ عموم کے ہیں اُن میں ایسا عموم ہے جس میں سے کوئی چیز خارج نہ ہو، مولانا قصوری نے یہ قاعدہ اصولی نہیں پڑھا کہ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے، الواح توریت کی نسبت قرآن میں ہے، اور ہم[۱] نے لکھ دیا اس کے واسطے الواح میں ہر شے نصیحت اور تفصیل ہر شے کی پھر قصوں کی بابت ارشاد ہے، البتہ پیغمبروں کے قصّوں میں نصیحت ہے عقل مندوں کے لئے، قرآن بات بنائی ہوئی نہیں ولیکن موافق اس کی کلام کے جو اس سے پہلے ہے، اور تفصیل[۲] ہر چیز کی، اخیر آیت تک اور قرآن کے بارہ میں ارشاد ہے، ہم[۳] نے تجھ پر کتاب اُتاری بیان واسطے ہر شے کے، اِن سب قضایا کلیہ پر موجبہ کلیہ کی سوا لفظ کل واقع ہے، تو چاہیئے کہ حسب مذاق مولانا قصوری الواح توریت اور قرآن مجید تمام کلیات اور جزئیات عالم کی تفسیر اور تبیان ہو، اور ہر ایک چیز اس میں مبیّن اور مفصّل ہو، تو اس صورت میں اس میں یہ بھی ہو کہ

آیت[۱]۔ وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیٔ موعظۃ و تفصیلاً لکل شیٔ ۱۲ آیت[۲] لقد کان فی قصصہم (الی) و تفصیلاً لکل شیٔ ۱۲ آیت[۳] و نزلنا علیک الکتٰب تبیاناً لکل شیٔ ۱۲

آج قصوری صاحب نے کتنا کھایا اور کیا کیا۔ کیا معاذ اللہ کوئی متدین عاقل ایسا کہہ سکتا ہے؟ تو جب اِن نصوص اور آیات میں عموم ہے اپنی حقیقت پر نہیں رہا تو اِن احادیث میں جن کی تخصیص دلائل قطعیہ سے موجود ہے عموم کیوں کر اپنی حقیقت پر رہ سکتا ہے، آیت اور خدا کے پاس مفاتیح غیب[۱] ہیں اُن کو وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں ہے، اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اُس کو خدا جانتا ہے، اور نہ دانہ اندھیری زمین میں اور نہ تر و خشک مگر لوح محفوظ میں ہے، اور نیز ارشاد ہے، کہ خدا کے نزدیک علم قیامت[۲] کا ہے، اور وہ مینہ برساتا ہے، اور جو رحموں میں ہے جانتا ہے آخر آیت تک یہ آیتیں نص صریح ہیں اس پر کہ بعض امور کا علم مخصوص بذات پاک حق جل مجدہٗ ہے" انتہٰی بلفظہٖ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، بخدا میں اِن مکذبین کی بکواس کو بالاجمال رد کر رہا ہوں، ورنہ اِن کی تردید میں دفتروں کے دفتر مرتب ہو جاویں، پہلے بھی لکھا گیا ہے اور اب پھر ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارا مُدعا یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوقات سے بہت عالم ہیں، جو آپ کے علم کو شیطان کے علم سے کم کہتا ہے وہ بہت جھوٹا اور بدترین خلائق ہے، کیوں نہ ہو کہ آپ کے علم کو آیات سے خاص کرتا اور شیطان لعین کے علم میں تخصیص نہیں کرتا، ابلیس کے علم کو محیط زمین اعتقاد رکھتا ہے اور عین ایمان جانتا ہے، اور آپ کے علم محیط کو

---

[۱] آیت وعندہٗ مفاتیح الغیب (الی) الا فی کتٰب مبین ۱۲ [۲] آیت ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ ۱۲

شرک وکفر مانتا ہے، اور یہ تو ہرگز مراد نہیں ہے کہ آپ کا علم ایسا علم ہے جس سے کوئی چیز بھی معلومات سے خارج نہیں ہے، مثل علم باری تعالیٰ کے اور اعتراض میں صاف مرقوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخلوقات سے اعلم ہیں اور حق تعالیٰ کا علم آپ سے بڑھ کر ہے، اھ

پس اِس قاعدہ اصولیہ سے کہ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے ہمارے مدعا پر کوئی بھی اعتراض نہیں وارد ہوتا ہے، پس اس تیسری وجہ میں ہرچند ہم کو کچھ حاجت کلام کی نہیں، مگر تاہم اظہار حق کی غرض سے اس قدر لکھا جاتا ہے کہ یہ قاعدہ بھی کلیہ نہیں بلکہ مخصوص البعض ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر علیم ومحیط ہونا عام غیر مخصوص البعض ہے، اور ایسا ہی آیت[1] وَنَزَّلْنَا یعنی اور ہم نے تجھ پر قرآن اُتارا جو بیان ہے ہر شی محتاج الیہ کا امر شریعت سے، یہ جلالین میں ہے، اور حاشیہ[2] جمل میں لکھتے ہیں کہ قرآن کا محتاج الیہ چیزوں کا تبیان ہوتا یا تو نفس قرآن سے ہے، یا حدیث کے اشتمال سے بدلیل آیت وَمَا اٰتٰکُمُ الآیۃ یعنی اور جو رسول فرما دے اس پر عمل کرو، اور جس سے منع کرے اُس سے باز آجاؤ یا اجماع کے مشتمل ہونے سے بدلیل آیت وَیَتَّبِعُ الخ یعنی اتباع سبیل مؤمنین بھی مامور قرآن مبین ہے، یا قیاس کی تضمین سے بحکم آیت فَاعْتَبِرُوْا یعنی نظر

آیت[1] ونزلنا علیك القرآن تبیانا لکل شئ۔ یحتاج الیہ الناس من امر الشریعۃ ۱۲ عبارت[2] قولہ لکل شی یحتاج الناس الیہ من امر الشریعۃ، اما بتبیینہ فی نفس الکتب او باحالتہ علی السنۃ لقولہ تعالیٰ وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا او باحالتہ علی الاجماع کما قال تعالیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین الأیۃ او علی القیاس کما قال فاعتبروا یا اولی الابصار والاعتبار والنظر والاستدلال اللذان یحصل بہما القیاس

اور استدلال جن سے قیاس نکلتا ہے، وہ بھی قرآن سے ثابت ہے، پس یہ چار راہ قرآن کے بیان کے ہیں، جن سے کوئی حکم شرعی خارج نہیں ہے اور یہ سب قرآن میں مذکور ہیں، پس قرآن ہر شیٔ کا تبیان ہوگیا۔ اور باطل ہوا یہ اعتراض کہ حق تعالیٰ نے قرآن کو ہر شے کا تبیان کیوں کر فرمایا حالانکہ ہم بہت سے احکام شرعیہ ایسے پاتے ہیں جو قرآن سے معلوم نہیں ہوتے، چنانچہ تعداد رکعات نماز اور مدت مسح وحیض و قدر حد شرب خمر و سرقہ وغیر ذلک، اور اس لئے ائمہ مجتہدین کا بہت سے حکموں میں اختلاف ہے اھ کرخی۔ یہ حاشیہ جمل کی عبارت کا ترجمہ ہے، اور تفسیر[1] مدارک میں ہے، آیت وَنَزَّلْنَا یعنی اتارا ہم نے تجھ پر قرآن جس میں سب دینی کاموں کا عمدہ بیان ہے، احکام منصوصہ میں تو ظاہر ہے، اور ایسا ہی جو بات حدیث اور اجماع اور قول صحابی اور قیاس سے ثابت ہو، کیونکہ سب کا مرجع قرآن کی طرف ہی ہے کہ ہم اس کے رسول مقبول کی اتباع و اطاعت پر مامور ہیں بحکم آیت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے اور اجماع پر بھی قرآن سے برانگیخت

فہذہ اربع طرق لا یخرج شیٔ من احکام الشریعۃ عنہا وکلہا مذکورۃ فی القرآن فکان تبیانا لکل شیٔ فاندفع ما قیل کیف قال اللّٰہ تعالیٰ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ ونحن نجد کثیرا من احکام الشریعۃ لم یعلم من القرآن نصا کعدد رکعات الصلوۃ ومدۃ المسح والحیض ومقدار حد الشرب ونصاب السرقۃ وغیر ذلک ومن ثم اختلف الائمۃ فی کثیر من الاحکام اھ کرخی انتہی ما فی الجمل۔

[1] عبارت وہ: ونزلنا علیک الکتب تبیانا بلیغا لکل شیٔ من امور الدین اما فی الاحکام المنصوصۃ فظاہر وکذا فی ما ثبت بالسنۃ او بالاجماع او بقول الصحابۃ او بالقیاس لان مرجع الکل الی الکتب حیث امرنا فیہ باتباع رسولہ علیہ السلام واطاعتہ بقولہ اطیعوا اللّٰہ

ہو رہی ہے، بدلیل آیت وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ سے، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے لئے اپنے صحابہ کی اتباع پسند فرمایا ہے، بسند حدیث اصحابی یعنی میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں، جس کی تم پیروی کروگے راہِ راست پاؤگے، اور صحابہؓ نے بتحقیق اجتہاد کیا اور قیاس فرمایا اور اجتہاد و قیاس کا راستہ پامال کیا۔ اور ہم بھی اس پر مامور ہیں بدلیل آیت فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ کے، پس حدیث و اجماع و قول صحابی و قیاس سب قرآن کا ہی بیان ہیں، جس سے قرآن کا تبیان ہر شے کا ہونا متحقق ہو گیا۔ یہ مدارک کی عبارت کا ترجمہ ہے، اور تفسیر خازن میں ہے، اہل معانی نے ہر شے کے تبیان کا یوں بیان کیا ہے، کہ امور دین یا تو منصوص قرآن ہیں یا اس میں حوالہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی طرف، اس لئے کہ آپ نے قرآن مجید کے احکام اور حدود اور حلال و حرام و تمام مامورات و منہیات کا بیان فرمایا ہے، اور اجماع امت کی طرف کہ وہ بھی اصل اور کلید ہے علوم دین کے لئے اھ مترجماً۔ اور ایسا ہی تمام بڑی تفسیروں میں درج ہے، پس بتحقیق متحقق ہوا کہ قرآن مجید کے تبیان کے

واطیعوا الرسول وحثنی علی الاجماع فیہ بقولہ ویتبع غیر سبیل المؤمنین وقد رضی رسول الله صلی الله علیہ وسلم لامتہ باتباع اصحابہ بقولہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اهتدیتم وقد اجتهدوا وقاسوا ووطئوا طرق الاجتهاد والقیاس مع انہ امرنا بہ بقولہ فاعتبروا یا اولی الابصار فکانت السنة والاجماع وقول الصحابی والقیاس مستندة الی تبیان الکتب فبین انہ کان تبیانا لکل شیٔ ۱ھ عبارت وقال اهل المعانی تبیانا لکل شیٔ یعنی من امور الدین اما بالنص علیہ او بالاحالة علی ما یوجب العلم بہ من بیان النبی صلی الله علیہ وسلم لان النبی صلی الله علیہ وسلم بین ما فی القران من الاحکام والحدود والحلال والحرام وجمیع المامورات والمنهیات واجماع الامة فهو ایضاً اصل ومفتاح لعلوم الدین ۱۲

عموم سے انکار کرنا تمام کلیات وجزئیات جہاںؐ پر حمل کر کے اس غرض سے کہ کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریعت کی وسعت منتفی ہو جائے سوائے صاحب براہین اور اُس کے حواریین کے کسی دانش مند دین دار کا کام نہیں ہے، اور یہ جو مکذبین نے آیت وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ سے استدلال کی ہے، تو اس کا جواب اوپر بارہا لکھا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کے واسطے یہ علم ذاتی اور استقلالی ہے اور اس سے اپنے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بھی باری تعالیٰ نے بخشا ہے بدلیل آیت عَالِمُ الْغَيْبِ یعنی خدا غیب داں ہے اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا ہے مگر رسول پسندیدہ کو آخر آیت تک اور اسی آیت مبارکہ کے اخیر سے جو یہ ثابت ہوا ہے کہ جنگل اور دریا وغیرہما اقسام علم کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں ہیں، جیسا کہ تفسیر جلالین وزاہدی وکبیر ونیسا پوری وغیرہ بہت سی تفسیروں میں اس پر نص ہے، اور بیضاوی وغیرہ نے جو اس سے علم الٰہی مراد رکھا ہے، تو وہ استعارہ حقیقی معنی کے معارض نہیں ہو سکتا ہے، تو اسی آیۃ مبارکہ سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔ اور مکذبین کا دعویٰ جھوٹا نکلا۔ کیونکہ لوح محفوظ کا علم آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وسیع کا بعض ہے جو علامہ قاری کے قول شرح قصیدہ بردہ سے اُوپر منقول ہو چکا ہے۔

لہ فقیر نے دینی کتابوں سے کسی میں دیکھا ہے کہ ایک کافر کی ریش بکری کی طرح تھی، اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے میری ریش کا ذکر کہاں آیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ آیت کشجرۃ خبیثۃ میں، اس پر کافر مبہوت ہوا ۱۲ منہ عفی عنہ

مُلّا علی قاری کا استدلال

مولانا قاری مرقات[1] شرح مشکوٰۃ حدیث جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام کی ذیل میں لکھتے ہیں، اور لواحق پس وہ ہیں جو حق تعالیٰ نے اپنے بعضے دوستوں پر لوح علم کو ظاہر کر دیا ہے، اور وہ غیب مطلق نہیں رہی اور غیب اضافی ہو گئی الخ اور ان مکذبین کے پر دادا استاد تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں، کہ بعضے پہلے مفسرین اہل سُنت نے کہا ہے، کہ مراد غیب سے آیت عٰلم الغیب میں لوح محفوظ ہے جس پر سوائے انبیاء کے کوئی مطلع نہیں ہوتا ہے، تو یہ بات کئی وجہ سے مردُود ہے، منجملہ اُس کے یہ ہے کہ مراد لوح کی اطلاع سے اطلاع موجودات نفس الامری پر ہے، کہ اُن کے دنیا میں ظہور سے پہلے حاصل ہو، خواہ اُس لوح کے حروف کے مطالعہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو۔ اس لئے کہ کتاب پر اطلاع سے مراد یہی ہوتی ہے کہ اس کے مضامین مندرجہ پر اطلاع ہو، اور یہ اطلاع لوح محفوظ کی ولیوں کو بھی حاصل ہوتی ہے، اور منجملہ اس کے یہ ہے کہ لوح پر اطلاع جو اس کے نقوش کا مطالعہ اور دیکھنا مراد ہوتا ہم اس امر کا بعضے اولیاء کے لئے حاصل ہونا متواتر منقول ہے، پس انبیاء سے اس کا اختصاص نہ رہا۔ یہ ترجمہ ہے ضروری عبارت تفسیر عزیزی کا جب اولیاء اُمت کے علم کی وسعت متحقق ہو گئی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی وسعت سے انکار تو بالکل

---

[1] عبارت واما اللواحق فھو ما اظھرہ اللہ سبحانہ علی بعض احبائہ لوحۃ علمہ وخرج ذلک عن الغیب المطلق وصار غیبا اضافیا الخ ۱۲

باطل ہوا۔ اور آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ کے متعلق کلام اوپر گذر چکی ہے اور علمائے راسخین کی تصریح سے ثابت ہوا ہے کہ اِن پانچ چیزوں کا علم استقلالی حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور بتعلیم الٰہی ان چیزوں پر اطلاع انبیاء اور بعض اولیاء کے واسطے شرعاً ثابت ہے جس کی تفصیل ضروری ہی مذکور ہوئی ہے اور آگے بھی آتی ہے اور یہ بات بھی یاد رہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حق تعالیٰ کے علم سے کم اور ساری مخلوقات کے علم سے زیادہ ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے" رابعاً جب کوئی دلیل عقلی قطعی کسی نص کی مخصص ہو تو وہ نص عام اپنے عموم پر باقی نہیں رہ سکتی، آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سے بدلیل عقلی ذات وصفات واجب تعالیٰ کو خارج کیا جاتا ہے، ما نحن فیہ میں خیال کر لیا چاہیئے کہ تھوڑے سے وقت دو چار گھنٹہ میں تمام معلومات کا بیان کر دینا اور بعضے صحابہؓ کا اس کو یاد کر لینا ایسا امر ہے، جس کو بداہت عقل جائز نہیں سمجھتی، اور اس کو کسی نے معجزہ پر بھی محمول نہیں کیا، تو بداہت عقل دال ہے کہ یہ عموم و کلیہ مخصوص بعض اُن معلومات کے ساتھ ہے جن پر حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کرنا چاہا۔ نہ جمیع معلومات باری تعالیٰ پر۔ چنانچہ ارشاد ہے، اور احاطہ نہیں کرتی کسی چیز پر اس کے علم سے مگر جتنا وہ چاہے، علی قاری لکھتے ہیں، پھر جان لے کہ انبیاء غیب کی چیزوں کو نہیں جانتے مگر جتنا اللہ تعالیٰ اُن کو جتواتا ہے کبھی الخ انتہی بلفظہ"

ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء ۱۲

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ اُوپر بارہا گذرا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم بہ نسبت جمیع مخلوقات کے بارہ میں گفتگو ہے تردید میں اُس کے جو آپ کے علم کو شیطان کے معلومات سے کم بتاتا ہے، اور یہ دعویٰ نہیں کہ آپ کے علم نے جمیع معلومات الٰہی کو احاطہ کر لیا ہے، اور یہ بھی بکرات مرات گذرا ہے کہ آپ کے معلومات گو کثیر بلکہ اکثر ہیں، مگر حق تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں بعض سے تعبیر کئے جاتے ہیں، اور علی قاری علیہ رحمت الباری سے منقول ہو چکا ہے کہ لوح محفوظ کا علم آپ کے علم کا بعض ہے، اور آپ کو باتفاق علمائے کرام ما کان وما یکون کا علم دیا گیا ہے، پھر ایک[1] دن میں جو آپ نے ساری مخلوقات کا حال بیان فرما دیا، اور بعض صحابہ رضی نے اُس کو یاد کر لیا تو اس کو بداہت عقل کے برخلاف کہہ کر دلیل قطعی سے تخصیص احادیث کی بیان جن کو شارحین نے مخصوص نہیں کیا، اور غرض اس سے عالم علوم الاولین والآخرین کے علم کو شیطان لعین کے علم سے کم بتانا ایسا امر ہے جیسا کہ ملحد فلاسفہ نے آسمان وغیرہ کے خرق والتیام کو اور آپ کے تھوڑے سے وقت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سَیر کرنے کو مستبعد جانا ہے اور جیسا نیچریوں نے جو اپنے آپ کو کامل موحدین سے جانتے ہیں، وجود ملائکہ و جن اور دوزخ و بہشت وغیرہا سے انکار کیا ہے۔ جن کا فقیر کان اللہ لہٗ نے رسالہ موسومہ "جواہر مضیہ رد نیچریہ" میں رد بلیغ لکھا ہے، والحمد للہ تعالیٰ علی ذالک۔

پھر مکذبین کا یہ دعویٰ کہ اُس کو کسی نے معجزہ پر محمول نہیں کیا، اب دیکھے بکواس کرنی اور حدیث کی کتابوں سے جہالت ہے، اس لئے کہ مشکوٰۃ المصابیح

---

[1] حدیث صحیح میں ایک دن وارد ہے، اور مکذبین نے اُس کو دو چار گھنٹوں سے تحریف کر دیا ہے ۱۲ منہ

میں بھی حدیث بعینہ باب معجزات کے تیسرے فصل میں درج ہے، اور نیز اسی حدیث کو امام سیوطیؒ نے کتاب خصائص کبریٰ میں معجزات کے ذکر میں لکھا ہے، منجملہ اُن کے جو آپ نے موجودات کی خبریں دیں، پھر ویسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ اور صحیح مسلم[1] کے اسی باب میں جس میں یہ حدیث مروی ہے بروایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے، کہ بے شک زمین میرے لئے لپیٹی گئی، حتیٰ کہ میں نے اس کی مشرقین اور مغربین دیکھ لیں۔ اس حدیث پر امام نووی نے کہا ہے کہ اس[2] میں معجزات روشن ہیں اور بفضلہ تعالیٰ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ پھر اخیر میں امام نووی لکھتے ہیں، اور خدا کا درود و سلام اُس کے سچے رسول پر ہو جو ہوائے نفسانی سے نہیں کہتا ہے، اس کا فرمانا وحی ہی ہوتا ہے، یہ ترجمہ ہے کلام امام نووی کا۔

جواب تفصیلی میں لکھا ہے "خامساً خود شراح احادیث نے تصریح کی ہے، کہ یہ عمومات مخصوص بمعلومات خاصہ ہیں، چنانچہ حدیث حذیفہ کی شرح میں شیخ عبدالحق لمعات[3] میں فرماتے ہیں، کہ آپ نے خطبہ پڑھا اور وعظ کیا۔ اور جو فتنے ظاہر ہونے تھے، اُن کی خبر دی، اور زرقانی شرح مواہب[4] لدنیہ میں ہے، کہ آپ نے خبر دی اُن کے وجود سے جو آپ کے پیچھے پیدا ہونا تھا مسلمانوں کے

---

[1] عبارت عن ثوبان رضی اللہ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قد زوی لی الارض حتی رأیت مشارقہا ومغاربہا الحدیث ۱۲ [2] عبارت - فی الحدیث معجزات ظاہرۃ و بفضلہ سبحانہ وقع کما قال (ثم قال فی انتہاء المرام) وصلوات اللہ وسلامہ علی رسولہ الصادق الذی لاینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی ۱۲ [3] عبارت (تفصیلی والے کی دلیل) ای خطب و وعظ واخبر بما یظھر من الفتن ۱۲ [4] عبارت ای لوجود ما یحدث بعدہ مہم اصول المسلمین ومن یتولی امورھم بعدہ ویکون بعدہ من الفتن والحروب ۱۲

اصُول جہمات ہے اور جواُن پر آپ کے بعد مالک ہونگے، اور جو آپ کے بعد فتنے اور جنگ ہونگے، انتہیٰ۔ اور حاشیہ[1] بخاری پر مرقات سے یہ عبارت منقول ہے:۔

اے وہ چیز جو حادث ہوگی، اور آپ نے خبر دی فتنوں سے جو اس وقت سے قیامت تک ظاہر ہوتے تھے۔ جب تصریحات شراح سے تخصیص ثابت ہوگئی تو شراح کا بطور ترجمہ عموم لکھنا مصروف عن الظاہر ہوگا۔ اور جو تاویل احادیث میں کی جاوے گی وہی تاویل اقوال شراح میں بھی جاری ہوگی، ورنہ وہ قول جو مخالف دلائل شرعیہ کے ہوگا قابل رد سمجھا جاوے گا۔ انتہیٰ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ بعض شارحین نے اگر حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ فتنوں کی خبر سے تخصیص کردی، تو اس سے حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں جو باب بدء الخلق صحیح بخاری سے مروی ہے، ہرگز تخصیص لازم نہیں آتی ہے، جس کے نیچے شارحین نے لکھا ہے، کہ آپ نے جمیع مخلوقات کے احوال سے خبر دی، اور یہی شیخ عبدالحق[2] اس کے ذیل میں لکھتے ہیں، یعنی احوال مبدء و معاد اوّل سے آخر تک سب کا بیان کردیا ہے انتہیٰ مترجماً جسکی اصل عبارت بھی منقول ہوچکی ہے، پس اس حدیث میں بھی مکذبین کا دعوٰی تخصیص اور اقوال شارحین میں بھی محض جھوٹ اور صریح تحریف ہے، اور ایسا ادعا مکذبین کا کہ (ورنہ وہ قول جو مخالف دلائل شرعیہ کے ہوگا قابل رد سمجھا جاوے گا) اس کا جواب یہ ہے، کہ حدیث جابر[3] رضی اللہ عنہ جو مشکوٰۃ میں ہے، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ شیطان اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر اپنی فوج کو لوگوں کے فتنہ میں ڈالنے

---

[1] عبارت (دلیل تفصیلی والے کی) ای شیئا یحدث وینبغی ان یخبر مما یظہر الفتن من ذالک الوقت الی قیام الساعۃ ۱۲ [2] عبارت یعنی احوال مبدء و معاد از اول تا آخر ہمہ را بیان کرد ۱۲ [3] عبارت عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابلیس یضع عرشہ علی الماء ثم

کے لئے بھیجتا ہے، پس جس نے اُن سے لوگوں کو سخت فتنہ میں ڈالا وہ اس کا بہت مقرب ہوتا ہے، ایک اُس کی فوج سے آکر کہتا ہے کہ میں ایسا ایسا کیا، اس کے جواب میں شیطان کہتا ہے تم نے کچھ نہیں کیا۔ فرمایا پھر اَور آکر کہتا ہے کہ مَیں نے ایک شخص کو نہ چھوڑا جب تک اُس میں اور اُس کی جورو میں جُدائی نہ کر دی، فرمایا پس شیطان اس کو اپنا مقرب بنا لیتا ہے، اور کہتا ہے کہ تو اچھا ہے، راوی کہتا ہے، مجھے گمان ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شیطان اس کو اپنے گلے لگا لیتا ہے، یہ ترجمہ ہے حدیث مشکوٰۃ کا۔ جس سے ثابت ہوا کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کی بدعملی پر اس کو بذریعہ فوج اپنی کے علم حاصل ہوتا ہے، اور درِ مختار میں ہے، کہ شیطان دن کو آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور رات کو اس کے فرزند اھ مترجماً۔ پس بنی آدم کے جمیع افعال پر دن اور رات میں علم شیطان کی وسعت ثابت نہ ہوئی، بلکہ فقط دن میں اور تمام زمین کے امور پر احاطہ ہرگز ثابت نہ ہوا

شیطان کا علم محیط زمین مسلّم ہے (دیوبندی مکتب فکر)

اَب غور کرو کہ اِس دلیل سے خلیل احمد مرید اور حضرت رشید احمد مرشد اور اُن کے معاونین نے شیطان کے واسطے علم محیط زمین کا تسلیم کر لیا ہے، زبان

یبعث سرایاہ یفتنون الناس فادناھم منہ منزلۃ اعظمھم فتنۃ یجیٔ احدھم فیقول فعلت کذا وکذا فیقول ما صنعت شیئاً قال ثم یجیٔ احدھم فیقول ما ترکتہ حتی فرقت بینہ وبین امرأتہ قال فیدنیہ منہ فیقول نعم انت قال الاعمش اراہ قال فیلتزمہ انتھیٰ ۱۲ عبارت ان ابلیس مع ابن اٰدم بالنھار وولدہٗ باللیل ۱۲

سے اقرار اور دل سے تصدیق ہے کہ یہ علم ضرور دلائل یقینیہ سے ثابت ہے اور جو کچھ اوپر قرآن و صحیح حدیثوں سے اور اکابر علمائے اہل سنت کی تصریحات سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت مذکورہ ہوئی ہے، اور نیز شروح بخاری کرمانی وغیرہ سے ابن[1] مبارک کی روایت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ہر روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صبح و شام اعمال اُمت عرض کئے جاتے ہیں، پس آپ اُن کی شکل اور اعمال سے اُن کو پہچانتے ہیں، اسی واسطے ان کی شہادت دیں گے اور ایسا ہی مواہب لدنیہ مدارج النبوۃ وغیرہا میں درج ہے، اور نیز مشکوٰۃ میں صحیح مسلم[2] سے بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ اور سنن ابو داود و جامع ترمذی سے بروایت انس رضی اللہ عنہ وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ساری اُمت کے احوال خیر و شر عرض کئے جاتے ہیں، اور کنز العمال[3] میں طبرانی اور ضیاء سے بروایت حذیفہ بن اسید آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری اُمت آج اس حجرہ کے نزدیک مجھ پر عرض کی گئی، تم جو اپنے رفیق کو پہچانتے ہو میں اپنی اُمت کے شخص کو اُس سے زیادہ شناخت کرتا ہوں، اھ مترجماً۔ پس اِن تمام منقولات کا مکذبین انکار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ دلائل قطعیہ سے ثابت نہیں، قابل تاویل اور ظاہر سے مصروف ہے، ورنہ مردود ہے، اب دانش مند اس میں غور کریں، اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھیں، ایسی بکواس کا خدا ہی کافی منتقم ہے۔

---

[1] عبارت۔ لیس من یوم الا و یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ و عشیۃ فیعرفہم بسیماہم و اعمالہم ولذلک یشہد علیہم ۱۲ [2] عبارت عرض جمیع احوال الامۃ خیرہا و شرہا ۱۲ [3] عبارت عرضت علی امتی البارحۃ لدی ہذہ الحجرۃ حتی لانا اعرف بالرجل منہم من احدکم بصاحبہ صوروالی فی الطین ۱۲

جواب تفصیلی میں ہے۔ "سادساً اگر یہ عمومات احادیث اپنے ظاہر پر ہیں جیسا کہ قصوری صاحب کا مدعا ہے، تو لازم آتا ہے کہ بعض وہ صحابہ جنہوں نے اِن کو یاد رکھا وہ بھی عالم الغیب ہوں، اور نیز مؤلف تحفہ رسولیہ کے اعتقاد کے موافق ہر پیر عالم الغیب بعلم محیط ہو، کہ تحفہ رسولیہ میں ہے ؎

پیر بود راہ نمائندہ　　　راز نہانی ہمہ دانندہ

کہ پیر راہ نما اور تمام راز پوشیدہ جانتا ہے، تو اب مؤلف تحفہ رسولیہ اور تحفہ دستگیریہ غور فرماویں کہ ہر پیر عالم ما کان وما یکون نہ ہوگا، اور ملک الموت اور شیطان سے اعلم نہ ہوگا۔ تو فی الجملہ پیر اپنے مریدوں کا اور مؤلف تحفہ دستگیریہ و تحفہ رسولیہ بھی اعلم من الشیطان و عالم ما کان و ما یکون ہوگا۔ انتہیٰ بلفظہ۔

علم غیب پر شاہ عبد العزیز کا استدلال!

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ ان مکذبین کے دادا مرشد تفسیر عزیزی میں آیت عٰلِمُ الْغَیْبِ کے نیچے لکھتے ہیں، کہ غیب خاص یعنی مطلق پر غلبہ رسول ملکی اور رسول بشری کے حق میں خاص ہے، لیکن وہ مکلف جن کو رسول نے غیب پر مطلع کیا ہے پس اس سبب سے کہ وہ معجزہ کی تصدیق کرتے ہیں، اُن کا وحی سے علم استدلالی ہے۔ اس کو اطلاع غیب پر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بقدر الحاجت ان کی کلام کا ترجمہ ہے، اور نیز اوپر کتب فقہ و عقائد سے مرقوم ہو چکا ہے کہ من جملہ کرامات اولیاء بعض غیب پر اطلاع ہے۔

لہ تحفہ دستگیریہ جواب اثناء عشریہ تالیف ہے حضرت مؤلف رسالہ ہذا کی ۱۲

بالجملہ یہ فقیر اور حضرت مؤلف تحفہ رسولیہ میرے قبلہ دبیر قدس سرہٗ اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین و آخرین کا علم اور ما کان وما یکون کا علم عطا کیا گیا ہے، اور آپ کی اُمت کے بعض اکمل اولیاء کو بھی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے انوار کے حاصل کرنے کی برکت سے لوح محفوظ پر اطلاع حاصل ہو جاتی ہے، چنانچہ علمائے راسخین کا اعتقاد یہی ہے، جو تفسیر عزیزی وغیرہ سے اوپر منقول ہو چکا ہے، لیکن صاحب براہین اور اس کے مرشد حضرت گنگوہی براہین کے صفحہ ۵۱ میں لکھتے ہیں کہ :-

"مؤلف انوار ساطعہ نے جو اولیاء کے کشف کی حکایات لکھی ہیں، اول تو اُن کا یہ جواب ہے کہ وہ حجت شرعی نہیں، دوم اُن اولیاء کے لئے حق تعالیٰ نے کشف حالات فرمایا جس سے اُن کو علم حضوری حاصل ہوا - اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول علیہ السلام کو ہزار گنا اس سے زیادہ دیدے، مگر اس کا ثبوت فعلی کسی نص سے نہیں، کہ اس پر عقیدہ کیا جائے" اھ بقدر الحاجۃ تو اس کا جواب یہ ہے، کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان لعین کے علم سے کم بتاتا ہے اگر اولیاء اُمت کے علم سے بھی آپ کے علم کو کم کہہ دے تو کیا عجب ہے، دیوانوں کی کلام کا کیا اعتبار ہے، اور منتقم خدائے قہار ہے جواب تفصیلی یہ ہے "اس کے بعد قصوری صاحب نے بنا بر زیادت تحقیق مواہب لدنیہ سے طبرانی کی روایت لکھی ہے، کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا - کہ رسول صلعم[عہ] نے کہا، کہ حق تعالیٰ نے میرے لئے دنیا اٹھائی

عہ یہ اختصار کاتب نے کیا ہے ۱۲

عبارت عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا

پس میں دیکھ رہا ہوں جو اُس میں ہونا ہے قیامت تک، گویا کہ میں اِس اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں، اور بعد اس کے مشکوٰۃ کی روایت لکھی ہے جس کے یہ الفاظ نقل کئے فتجلی لی کل شئ یعنی ظاہر ہوئی میرے واسطے ہر شئے، اوّل قصوری صاحب تصحیح روایت کریں بعد اُس کے اس سے استدلال کریں اور بغرضِ صحت اِس میں وہی کلام ہے جو احادیث سابقہ میں ہو چکا ہے اور مشکوٰۃ کی روایت میں لفظ کل شئ واقع ہے، اس میں ابحاث سابقہ جاری ہیں، علاوہ ازیں مجموعِ عالم کی تجلی بنظرِ اجمالی ہے نہ بنظرِ تفصیلی، غرض کہ یہ انکشاف ایک آن میں بقدرِ مرضی الٰہی نہ احاطہ علمی کو مستلزم ہے نہ ثبوت علم غیب کو، پس ان سے استدلال قانون دانش مندی سے سراسر خارج ہے، اور نہ بعد حصول دوام و بقا کو متضمن، جس سے مُدعا مولوی قصوری اور عبد السمیع کا ہو سکے، کہ ہر مجلس مولود میں آپ کی روح مبارک حاضر اور ہر ایک مولودیوں کی ناظر ہے" انتہیٰ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ اس جگہ مکذبین سخت غیظ میں آئے اور بے ادب ہوئے، چنانچہ حضرت ابن عمر کے پیچھے ترغیبہ میں عنہما کی جگہ عنہٗ لکھ دیا۔ اور درود کو مختصر بصورت صلعم لکھا، اور حدیث سے لفظ الیہا کو مع حروف واو کے دُور کر دیا جو علمائے دین سے مخفی نہیں ہے، سید احمد طحطاوی درمختار کے حاشیہ میں ممانعت اختصار دُرود پر تصریح کرتے ہیں، اور مولوی احمد علی سہارن پوری امام نووی کی سند سے ایسے شخص کے محروم ہونے کی مقدمہ صحیح مسلم میں شہادت دیتے ہیں، اور حدیث کے لفظوں

فانا انظر الیٰ ما ھو کائن فیہا الیٰ یوم القیٰمۃ کانما انظر الیٰ کفی ھذہ ۱۲

کو خورد برد کرنے کی قباحت خود ظاہر ہے، پھر حدیث مواہب لدنیہ و مشکوٰۃ کی تصحیح طلب کرنی اور اُن کی صحت کو فرضی کہنا ان دونوں حدیثوں سے عناد پر دلیل ہے اور مواہب لدنیہ کے مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر ہے کہ علامہ قسطلانی جو جلیل القدر محدثین میں سے ہیں، اس کتاب مواہب میں کسی حدیث مجروح کو جرح کئے بغیر نہیں چھوڑتے ہیں، پس اس حدیث پر جرح نہ کرنی اور آپ کی وسعت اخبار غیب پر اس سے دلیل لانی اس کی صحت کی دلیل ہے، پھر شارحین حدیث کا وظیفہ ہے کہ وہ حدیث مجروح پر جرح کرتے ہیں، سو کسی شارح نے بھی اِس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی، اب فقیر اس حدیث کے متعلق شرح مواہب لدنیہ تالیف امام زرقانی کی عبارت نقل کرتا ہے، جس سے مکذبین نے بھی مسئلہ تخصیص خیالی میں سند لی تھی، مواہب[1] اور اس کی شرح زرقانی میں لکھتے ہیں :-

دوسرا قسم اِن بہت چیزوں کے بیان میں جن کی آپ نے سوائے قرآن کے غیبی باتوں کی خبر دی، اور آپ کے خبر دینے کے بعد وہ چیزیں آپ کی خبر کے موافق موجود ہوئیں، بعضے آپ کی حیات میں اور بعضے بعد وفات کے موافق آپ کے فرمانے کے واقع ہوئیں۔ طبرانی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک حق تعالیٰ نے مجھ پر دنیا ظاہر کی

---

[1] اصل عبارت القسم الثانی فی بیان ما ای شیٔ کثیرا خبر بہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من الغیوب سوی ما فی القرآن العزیز الغالب علی غیرہ فکان فوجد بعد اخبارہ کما اخبر ای علی الوجہ الذی اخبر بہ بعضہ وقع فی حیاتہ وبعضہ وقع بعد مماتہ علی ما قال اخرج الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع ای اظہر وکشف لی الدنیا بحیث احطت بجمیع ما فیہا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن

اِس وجہ سے کہ مَیں نے ساری دنیا کی چیزوں پر احاطہ کر لیا۔ پس میں دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہو رہا ہے دیکھ رہا ہوں، گویا کہ مَیں اس ہتھیلی اپنی کو دیکھ رہا ہوں، اس میں اشارہ ہے کہ حقیقی دیکھنا مراد ہے علم مراد نہیں، اور کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ یہ آنکھ سے دیکھنا غیب کی خبر کیوں کر ہوئی ؟ اس لئے کہ یہ آپ کی خبر دینی لوگوں سے غیب ہے۔ پھر آپ کے صدق کے اعتبار اور آپ کے فرمودہ پر اعتقاد کے وجوب سے معلوم ہوا کہ آپ کے پیچھے جو کچھ لوگوں کو معلوم ہوا ہے، وہ من جملہ اس کے ہے جو آپ نے دیکھا تھا۔ جب دنیا آپ پر کشف اور ظاہر کی گئی تھی؛ یہ ساتویں جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۳۴ کا ترجمہ ہے،

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث ثابت ہے، اور اس سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ساری دنیا کی چیزوں پر احاطہ علمی بھی بخوبی ثابت ہو گیا۔ اور حدیث مشکوٰۃ کی صحت طلب کرنی تراجنون اور صاف غضب ہے۔ اس لئے کہ جس حدیث میں ہر شے کا ظاہر ہونا اور پہچاننا مذکور ہے، تو مؤلف مشکوٰۃ نے اس کے اخیر میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا، اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے، اور کہا کہ مَیں نے محمد بن اسمٰعیل یعنی بخاری سے اس حدیث کا حال پوچھا۔ تو اس نے

فیما الی یوم القیٰمۃ کانما انظر الی کفہ ھذہ اشارۃ الی انہ نظر حقیقۃ دفع بہ احتمال انہ ارید بالنظر العلم ولا یرد انہ اخبار عن مشاھدۃ فلا یلاقی الترجمۃ لان اخبارہ بذٰلک اخبار عن غیب عن الناس ثم یعلم باعتبار صدقہ ووجوب اعتقاد ما یقول ان کل علمہ الناس بعدہ من جملۃ ما راٰہ حین رفعت لہ الدنیا صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ منہ

کہا کہ صحیح ہے اھ اور جس حدیث میں ہے کہ میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے معلوم کرلیا۔ اس کے اخیر میں صاحب مشکوٰۃ کہتا ہے کہ اس کو دارمی اور ترمذی نے تین اصحاب سے روایت کیا ہے اھ مترجماً۔ پھر مکذبین کا یہ قول کہ وہ مجموعہ عالم کی تجلی نظر اجمالی سے ہے نہ تفصیلی سے، اور یہ ایک آن میں انکشاف ہونا احاطہ علمی اور ثبوت علم غیب کو مستلزم نہیں۔ بالکل جھوٹ ہے، اوّل اس لئے کہ الفاظ حدیث ہی اس کو سخت رد کر رہے ہیں، چنانچہ ہر شے کے ظہور کے بعد پہچاننا یعنی علم واقع ہوا ہے، اور ایسا ہی بقیہ حدیث کا جس میں سوال مباحثہ ملا الاعلیٰ کا اور جواب آپ کا کہ وہ کفارات اور درجات میں گفتگو کر رہے ہیں، پھر اُن کی تفصیل جمیل کرنی اور فقرہ کہ میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا معلوم کرلیا، بہت اونچے آواز سے بتا رہے ہیں کہ آپ کو سب آسمانوں اور زمین کی چیزوں پر احاطہ علمی حاصل ہے اور ایسا ہی بحث ملا الاعلیٰ میں شافی جواب دینا صاف فرما رہا ہے کہ آپ کو سب آسمان و زمین کی چیزوں پر علم تفصیلی حاصل ہے، جیسا کہ دانش مندوں پر مخفی نہیں ہے، دوم شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں فوجدت بردھا بین ثدیی پس میں نے مولیٰ پاک کے یدِ مبارک کی سردی اپنے دونوں پستانوں میں پائی، مراد فیض کے اثر دل شریف میں پہونچنے کی ہے، جب اس اثر کا حاصل ہونا موجب حصول علم اور وسعت فیض کا تھا تو آپ نے فرمایا، پس جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا جان لیا۔ مراد ہے تمام تھوڑے بہت علموں کے حاصل

عبارت[1]، پس یافتم من سردی دست مولیٰ تعالیٰ را درمیان دو پستان خود کنایت است از وصول اثر فیض بقلب شریف وحصول بردیقین وچوں حصول ایں اثر موجب حصول علوم واتساع فیض آن بود فرمود فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض پس دانستم ہرچہ در آسمانہا ر دہرچہ در زمینہا ر بود عبارت ست از

ہونے اور اس پر احاطہ کرنے کی، اور آپ نے مناسب اِس حال کے اور بقصد شہادت
اس کے کہ یہ امر ممکن ہے یہ آیت تلاوت فرمائی، یعنی اور ایسا ہی ہم دکھلاتے ہیں ابراہیم
کو بادشاہت آسمانوں اور زمینوں کی، اور تاکہ یقین کرنے والوں سے ہو وجود ذات
وصفات وتوحید پر، اور محققین نے فرمایا ہے کہ اِن دونوں کے دیکھنے میں فرق ہے
اس لئے کہ حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ السلام نے ملک آسمان و زمین دیکھا، اور حبیبِ خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ زمین اور آسمانوں میں تھا ذوات اور صفات اور ظواہر
وبواطن سب کچھ دیکھا۔ اور حضرت خلیلؑ کو ذات اور وحدت حق ملکوت آسمان و زمین
کے دیکھنے سے بعد یقین حاصل ہوا جیسا کہ اہل استدلال وارباب سلوک و محبوں و
طالبوں کا حال ہوتا ہے، اور حضور حبیب کو یقین اور وصول الی اللہ پہلے حاصل ہوا
پیچھے اس سے جہان اور اُس کے حقائق کو جان لیا۔ چنانچہ مجذوبوں اور مطلوبوں کا
حال ہے، اور مرقات[۱] سے اوپر منقول ہوا تھا اِسی حدیث مشکوٰۃ میں یعنی اللہ تعالیٰ
نے آپ کو آسمانوں کے فرشتوں اور زمین کے درختوں وغیرہما کا علم دیا ہے مراد
اِس سے وسعت علم کی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کیا ہے اور ابن حجر نے کہا ہے

حصول تمام علوم جزوی وکلی واحاطۂ آن وتلاوت خواندآنحضرتؐ مناسب این حال وبقصد استشہاد بر امکان
آن این آیت را کہ وکذٰلک نُری ابراھیم تا من الموقنین وتا آنکہ گردد ابراہیم از یقین کنندگان بوجود
ذات وصفات وتوحید واہل تحقیق گفتہ اند کہ تفاوت ست درمیان این دو رؤیت زیرا کہ خلیل علی نبینا وعلیہ السلام
ملک آسمان وزمین را دید وحبیبؐ ہر چہ در زمین وآسمان بود از ذات وصفات وظواہر وبواطن ہمہ را دید
وخلیل (علیہ السلام) حاصل شد مر او را یقین بوجود ذاتی ووحدت حق بعد از دیدن ملکوت آسمان وزمین،
چنانچہ حال اہل استدلال وارباب سلوک ومحبان وطالبان می باشد وحبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) حاصل
شد مر او را یقین ووصول الی اللہ اول پس از دانست عالم را وحقائق آن را چنانکہ شان مجذوبان ومطلوبان ست ۱۲
[۱] عبارت فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض یعنی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مما فیہ من الملٰئکۃ والاشجار وغیرھما

کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب مخلوقات الٰہی کا جو آسمانوں میں اور اُن کے اُوپر ہے علم دیا ہے جیسا کہ قصہ معراج سے ثابت ہے اور ساتوں زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے اور اُن کے نیچے بھی سب کا علم بخشا ہے، چنانچہ حدیث بیل و مچھلی جن پر سب زمینیں ہیں اس کی دلیل ہے، اور ممکن ہے کہ آسمانوں سے مراد اُوپر کی جہت ہو اور زمینوں سے نیچے کی طرف، پس ساری مخلوقات کو شامل ہو گئی" یہ بقدر ضرورت عبارت مرقات کا ترجمہ ہے اور باقی بھی عنقریب مذکور ہو گی۔

اور ہم اس کے معتقد نہیں کہ تمام مولود کی مجلسوں میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روح پُر فتوح تشریف لاتا ہے، بلکہ ہم اس کے قائل ہیں کہ جو مجلس کمال اخلاص و محبت سے منعقد ہو اُس میں اگر آپ کا روح مبارک شامل ہو جائے تو کوئی ممانعت نہیں ہے، جیسا کہ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے بعضے رسالوں میں اس پر تصریح کی ہے، جو اس کو شرک کہتا ہے وہ دین میں اپنی طرف بناوٹ بناتا ہے، اور مسلمانوں کی راہ سے الگ جاتا ہے، اور خدا ہی سیدھا راہ دکھاوے۔

جوابِ تفصیلی میں ہے "پھر طرفہ ماجرا یہ ہے کہ علی قاری نے جو حضرت کے علم سے علم قیامت خارج کیا، تو اس میں بھی قصوری صاحب کلام کرتے ہیں چہ خوش قصوری صاحب علی قاری کی اس توجیہ و تحقیق میں جو موافق کتاب

وھو عبارۃ عن سعۃ ما علمہ اللہ تعالیٰ الذی فتح اللہ علیہ وقال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی فی السمٰوٰت بل وما فوقھا کما یستفاد من قصۃ المعراج والارض ھی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارض السبع بل وما تحتھا کما افادہ اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الثور والحوت الذین علیھما الارضون کلھا انتھی ویمکن ان یراد بالسمٰوٰت الجھۃ العلیا وبالارض الجھۃ السفلیٰ فیشمل الجمیع ۱۲ انتھی بقدر الحاجۃ والباقی سیجئ نقلہ عنقریب

وسنّت کے ہے کلام کرتے ہیں، اگر غور کیجئے تو یہ طعن کچھ علی قاری ہی پر نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ اور رسولؐ اور عائشہ رضی اللہ عنہا پر اور مفسرین و محدثین و فقہاء پر واقع ہوتا ہے، حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، سوال کرتے ہیں تجھ سے قیامت سے کہ کب ہے وقت قائم ہونے اس کے کا، بیچ کس بات کے ہے تو یاد اس کی سے، تیرے رب کی طرف ہے انتہا اس کا۔ امام[1] رازی لکھتے ہیں کہ انتہاء علم قیامت کا کسی کو علم نہیں دیا گیا۔ اور ابو السعود[2] میں ہے تو قیامت کے ذکر کرنے اور وقت بیان کرنے میں نہیں کیوں کہ یہ تیرے علم کی فرع ہے، اور یہ تیرے لئے نہیں ہے، اس کا علم علام الغیوب کو ہے، اور لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف قیامت کے علم کا منتہا ہے، یعنی اس کی کنہ کا علم اور تفاصیل اور وقت وقوع اس کا خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے، پھر آیت یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا کے ذیل میں امام رازی اور ابو السعود نے بصراحت تمام بیان کیا ہے، اور اس کے سوا بہت سے مواقع میں ہے، اور کس[3] نے تجھے بتایا ہے کہ شاید قیامت قریب ہے، اور کس نے تجھے بتایا ہے کہ قیامت کیا ہے، حضرت عائشہ[4] فرماتی ہیں، جو کہے کہ حضرت کو علم قیامت

---

[1] عبارت (دلیل تفصیلی والے کی) ای منتہیٰ علمہا لم یؤت احد من خلقہ ۱۲ [2] عبارت ای ما انت عن ذکرھا لہم وتبیین وقتہا لہم فی شیء لان ذالک فرع علمک بہ وانی لک ذالک وھو مما استاثر بعلمہ علام الغیوب الیہ تعالیٰ یرجع منتہیٰ علمہا ای علمہا بکنہہا وتفاصیل امرھا ووقت وقوعہا لا الی احد غیرہ ۱۲ [3] آیت - وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریباً۔ وما ادراک ما القارعۃ [4] من قال بانہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم بوقت القیامۃ فقد افتریٰ افتراءً عظیماً ۱۲ [5] درود چھوڑ دیا۔ ۱۲

کا تھا۔ تو اُس نے بڑا افترا کیا۔ تو جب آپ کے طعن سے خدا و رسول و صحابہ و مفسّرین و فقہا و محدثین تک بھی نہ بچے تو پھر آپ کسی کی توہین کی شکایت نہ کریں۔" انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ حق تعالیٰ پر امکان کذب کا طعن اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بشریت میں برابری و برادری جمیع بنی آدم کی اور آپ کے علم کا شیطان کے علم سے کم ہونے کا طعن اور صحابہ و تابعین کے اقوال کو غلط بنانا جس کا اوپر بخوبی ذکر آچکا ہے، اور علمائے ربانیین پر یہ طعن کہ علامہ سیوطی و علی قاری وغیرہما کے رسائل جواز مجلس مولود بدعتیوں کے رسالے ہیں، جن سے صاحب انوار ساطعہ مغرور ہوا ہے، جیسا کہ دوسرے صفحہ براہین کی سطر ۱۳ و ۱۴ میں ہے، یہ حضرات خلیل و رشید اور اُن کے حواریین کی ہی عادت سے ہے، اور فقیر قصوری تو ابتدائے شعور و تمیز سے بہمہ تن دین متین کے مخالفین کی تردید میں مصروف ہے، چنانچہ پادریوں رافضیوں، خارجیوں، وہابیوں، غیر مقلدوں، نیچریوں، آریوں اور امکان کذب کے معتقدوں سب کے رَد میں رسالے لکھے اور چھپوائے، اور بفضلہٖ تعالیٰ وہ رسائل مقبول علمائے عرب و عجم ہوئے، جس پر خدائے کریم کا شکر ہے، اور یہ سب کچھ اُس مولیٰ پاک کی طلب رضا کے واسطے کیا ہے۔

اور معلوم رہے کہ مولانا قاری نے حدیث مشکوٰۃ[۱] جس میں آپ کے عالم ما فی السمٰوٰت والارض کا ذکر ہے، آپ کے بیان وسعت علم تحت الثریٰ سے اعلیٰ العُلیٰ تک جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے اس کے بعد لکھا ہے، کہ اس قید[۲] سے جو ہم نے ذکر کی، ناچاری ہے اس لئے

---

[۱] عبارتہٗ لکن لابد من التقیید الذی[۲] ذکرناہ اذ لا یصح اطلاق الجمیع کما ھو ظاھر انتہیٰ

[۲] وذلک التقیید فی ابتداء الکلام یعنی ما اعلمہ اللہ مما فیہ من الملائکۃ والاشجار وغیرھما الخ

کہ اطلاق جمیع کا غیر صحیح ہے، چنانچہ ظاہر ہے پھر یہ قید حدیث جبریل کی اخیر مذکور ہے، آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ باطن پر خبردار ہے، جیسا کہ ظاہر پر یا معنی یہ ہوں کہ حق تعالیٰ بعض جزئیات ان پانچ علموں پر اپنے بعضے مخلص بندوں کو خبردار کر دیتا ہے، اور قرآن مجید کے کئی مقاموں نے مجھے خبر دی ہے کہ علم قیامت کا اُن چیزوں سے ہے جو خدا سے خاص ہیں اھ تو اس کی فقیر نے یوں تاویل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے بیان کرنے سے منع کئے گئے تھے، تو یہ علم حق تعالیٰ سے مخصوص ہو گیا! اور اس کی دلیل فقیر کے دل میں یہ القا ہوئی کہ سورۂ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب بعد قیامت کے معلوم نہ ہونے کے بعد فرمایا کہ خدا غیب داں ہے، پس اپنے غیب خاص پر کسی کو غالب نہیں کرتا مگر رسول پسندیدہ کو، تو مراد غیب سے غیب مطلق مخصوص باری تعالیٰ ہے، جس میں علم قیامت بھی درج ہے، پس جب رسول پسندیدہ مستثنیٰ ہوتے، اور غیب مخصوص پر ان کا غلبہ منصوص قرآن ہو گیا۔ تو اس سے متحقق ہوا کہ آپ کو علم قیامت بھی دیا گیا ہے، صحیح بخاری مطبوعہ احمدی دہلی کے صفحہ ۶۸۱ میں ہے کہ قیامت کا وقت سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ہے، اور اس کے نیچے شرح قسطلانی سے لکھا ہے، مگر رسول پسندیدہ پس وہ مطلع ہوتا ہے غیب پر جس قدر خدا چاہتا ہے، اور ولی تابع رسول، رسول سے لیتا ہے اھ مترجماً۔

ثم رأیت مفاد ھذا التقیید فی آخر حدیث جبریل من قولہ فی شرح ان اللہ علیم خبیر ای بباطنہا کما انہ عالم بظاھرھا او معناہ مخبر ببعضھا من جزئیاتھا لبعض عبادہ المخلصین وقد اخبرنی مواضع کتابہ ان علم الساعۃ مما استاثرہ اللہ تعالیٰ بہ ۱۲ عبارت۔ ولا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ ۱۲ حاشیہ قسطلانی الا من ارتضیٰ من رسول فانہ یطلع علی ما یشاء من غیبہ والولی التابع لہ یاخذ عنہ۔ انتہیٰ من غیبہ ۱۲

اور محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ سے اوپر مذکور ہو چکا ہے، کہ آپ کو ایک قسم کا علم دیا گیا ہے، اور اس کے چھپانے پر آپ مامور تھے، اور اوپر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول میں لکھا ہے کہ اِن پانچ چیزوں کو جو کوئی سوا خدا کے نہیں جانتا تو مراد اس سے علم استقلالی کی نفی ہے، اس لئے کہ بے شک اِن پانچ چیزوں اور دوسری غیب کی باتوں کو خود بخود کوئی نہیں جانتا ہے، ورنہ بتعلیم الٰہی نبیوں اور ولیوں کو غیب پر اطلاع قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہے، پس اس صورت میں مکذبین کا یہ قول کہ فقیر خدا اور رسول اور صحابہ ومفسرین وفقہا ومحدثین پر طعن کرتا ہے یہ انصاف کی رُو سے صرف افترا ہی ہے۔

پھر جب فقیر شعبان ۱۳۰۷ھ میں مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوا، اور بادشاہی کتب خانہ سے امام ابو منصور ماتریدی کی تاویلات کو مطالعہ کیا، تو آیت مفاتیح الغیب[1] کے نیچے لکھا پایا کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو جانتے ہیں، مگر علم قیامت کا کہ اس پر کوئی مطلع نہیں ہے، مگر یوں کہا جائے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں بیان کرنے کا اذن نہ تھا، اور نہ کوئی بات بیان کرتے تھے مگر وحی سے، یہ ترجمہ ہے عبارت تاویلات کا جو مع کلام ابتدا کے اوپر منقول ہو چکی ہے، اور کشف الظنون[2] میں ہے، کہ تاویلات اہل السنۃ امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی جن کی وفات ۳۳۳ھ میں ہوئی شیخ عبدالقادر جواہر مضیہ

---

[1] عبارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم ذلک الا فی حق الساعۃ فانہ لا یطلع علیہا احد الا ان یقال بان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن لہ بالتکلم ولا القول فی شیٔ الا من جہۃ الوحی من السماء ۱۲ [2] عبارت تأویلات اہل السنۃ للامام ابی منصور محمد بن محمد الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ ثلث وثلثین وثلثمائۃ ۱۲

میں کہتے ہیں، کہ یہ کتاب[1] ایسی ہے جس کے برابر بلکہ اس کے قریب پہلے مصنفات اس فن میں سے نہیں ہے انتہیٰ اھ اور شرح مقاصد[2] میں درج ہے کہ ابو منصور ماتریدی شاگرد ابو نصر عباس کا وہ شاگرد ابو بکر جرجانی دوست ابی سلیمان جرجانی کا۔ وہ شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی کا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت کرے۔

پھر فقیر نے اسی شاہی کتب خانے میں امام المحدثین خاتمۃ المجتہدین عبد الرحمٰن ابو الفضل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا رسالہ[3] "انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب" دیکھا، اور اس کے پہلے فصل باب اوّل میں یہ مسئلہ پایا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کا علم دیئے گئے ہیں، مگر پانچ چیزیں جو آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ میں ہیں، اور بعضوں نے کہا ہے، کہ آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم بھی دیا گیا ہے اور آپ اس کے چھپانے پر مامور تھے، اور ایسا ہی روح میں اختلاف ہے، اور آپ کے واسطے امر دجّال میں ایسا بیان کیا گیا ہے جو کسی کے واسطے بیان نہیں کیا گیا۔ اور آپ کی حیات مبارک میں وعدہ بخشش کا ہو چکا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی مخلوق سے نڈر نہیں کیا ہے، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپ کے حق میں فرمایا کہ آپ کا اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بخش دیا ہے، اور فرشتوں کو فرمایا، اور جو کہے گا ان سے

---

[1] عبارت، وھو کتاب لا یوازیہ فیہ کتاب بل لا یدانیہ شیئ من تصانیف من سبقہ فی ذلک الفن ۱۲

[2] عبارت ابو منصور الماتریدی تلمیذ ابی بکر الجرجانی صاحب ابی سلیمان الجرجانی تلمیذ محمد بن الحسن الشیبانی رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۲ [3] عبارت، اوتی صلی اللہ علیہ وسلم علم کل شیئ الا الخمس التی فی آیۃ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وقیل انہ اوتیہا ایضاً وامر بکتمہا والخلاف جار فی الروح ایضاً وبین لہ فی امر الدجال ما لم یبین لاحد ووعد بالمغفرۃ وھو یمشی حیاً صحیحاً قال ابن عباس رضی اللہ عنہما ما امن اللہ احداً من خلقہ الا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم قال لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر وقال للملئکۃ ومن یقل منہم

کہ مَیں خدا ہوں اللہ کے سوا، پس وہ شخص ہم بدلہ دیں گے اس کو دوزخ۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بخدا کوئی نہیں جانتا کہ اُس سے کیا ہوگا، مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کا حال ہم کو بھی ظاہر ہوگیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اگلی پچھلی لغزشیں بخش دی ہیں، اِس حدیث کو حاکم نے اخراج کیا ہے، اور آپ کا ذکر خیر اونچا کیا ہے، پس حق تعالیٰ کا ذکر اذانؔ وخطبہ وتشہد میں جو آتا ہے تو آپ بھی وہاں مذکور ہوتے ہیں، اور آپ پر آپ کی ساری اُمت عرض کی گئی، تاکہ آپ نے اُن کو دیکھ لیا، اور قیامت تک آپ کی اُمت میں جو ہونا تھا وہ بھی آپ پر ظاہر کیا گیا۔ الفرائنی نے کہا اور آپؐ کے ساری مخلوقات ظاہر کی گئی، حضرت آدم کے وقت سے پیچھے تک، اور آپ علم دیئے گئے، جیساکہ حضرت آدم کو ہر چیز کے ناموں کا علم دیا گیا تھا۔ حالانکہ آپ حضرت آدمؑ کے سردار اور ساری مخلوقات سے خدا کے نزدیک بہت بزرگ ہیں۔ پس آپ رسولوں اور مقرب فرشتوں سے افضل ہیں، اور تمام جہانوں سے فراست میں زائد ہیں، ابن سراقہ نے یہ خصائص ذکر کئے ہیں، یہ ترجمہ ہے عبارت انموذج کا۔ اور اسی کتاب کے آخر میں

ؔ آذانوں میں اوّل ہے نام آپکا نمازوں میں شامل سلام آپ کا

انی الٰہ من دونہ فذلک نجزیہ جہنم وقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ واللہ ما تدری نفس ماذا مفعول بہا لیس ھذا الرجل الذی قد بین لنا ان اللہ قد غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ الحاکم ورفع ذکرہ فلا یذکر اللہ جل جلالہ فی اذان ولا خطبۃ ولا تشہد الا ذکر معہ وعرضت علیہ امتہ باسرھم حتی راٰھم وعرض علیہ ما ھو کائن فی امتہ حتی تقوم الساعۃ قال الاسفرائینی وعرض علیہ الخلق کلھم من لدن اٰدم فمن بعدہ وعلم کما علم اٰدم اسماء کل شئی وھو سید اٰدم واکرم الخلق علی اللہ فھو افضل من سائر المرسلین وجمیع الملائکۃ المقربین وکان افرس العلمین عد ھذہ ابن سراقۃ ۱۲ الاوکتب فی اٰخرھا انھا نقلت ۹۵۳ھ من نسخۃ الداؤدی التی نقلھا من خط المؤلف وھو تلمیذہ

لکھا ہے کہ یہ ۹۸۶ھ میں نسخہ داؤدی شاگرد امام سیوطی سے جو مؤلف کے خط سے منقول ہے لکھی گئی، اور اس میں ایک ہزار ایک سو بارہ خصائص ہیں۔

اور صاحب[1] کشف الظنون لکھتا ہے، خصائص نبویہ شیخ جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی تالیف ہے، جس کے ابتدا میں یہ ہے کہ "سب تعریف خدا کے لئے ہے جس نے آسمان نبوت میں چڑھایا" الخ مؤلف نے اس میں ذکر کیا ہے کہ ان خصائص کی بیس برس تک جستجو کے ایک ہزار سے زائد ہو گئے ہیں پھر اس کا اختصار کر کے "انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب" نام رکھا۔ روایت ہے کہ ان کے بعض ہم عصروں نے اس کتاب کو لے کر اپنی طرف منسوب کر دیا۔ تو امام سیوطی نے ایک رسالہ بنام "فارق بین المصنف والسارق" لکھا، پھر شیخ عبد الوہاب بن احمد شعرانی نے جس کی وفات ۹۷۲ھ میں ہوئی ہے اس انموذج کا اختصار کیا، اور انموذج کی دو شرحیں ہیں، بڑی اور چھوٹی تصنیف عبد الرحمن مناوی کی جس کا اوپر ذکر گذرا ہے، یہ ترجمہ ہے عبارت کشف الظنون کا صفحہ ۳۵۵ سے۔

پس فقیر کا یہ قول آیت شریف سورہ جن اور صحیح حدیثوں اور دوسری روایات

رحمہما اللہ والخصائص فیہا الف ومائۃ واثنا عشر ۱۲ عبارت[1] (الخصائص النبویہ) للشیخ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی المتوفی سنہ ۹۱۱ احدی عشر وتسع مائۃ وھو مجلد اولہ الحمد للہ الذی اطلع فی سماء النبوۃ الخ ذکر فیہ انہ تتبع ھذہ الخصائص عشرین سنۃ الی ان زادت علی الالف ثم اختصرہ وسماہ انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب وحکی انہ اخذہ بعض معاصریہ ونسبہ الی نفسہ فکتب السیوطی فیہ مقامۃ تسمی الفارق بین المصنف والسارق واختصرہ ایضا الشیخ عبد الوہاب بن احمد شعرانی المتوفی سنہ ۹۷۲ اثنین وسبعین وتسع مائۃ وعلی الانموذج المذکور شرحان کبیر وصغیر لعبد الرؤف المناوی المار ذکرہ ۱۲ منہ مصنف اور چور میں فرق کرنے والا ۱۲

کتب دینیہ کی دلیل سے ثابت ہے، جو آپ کے عموم علم پر دال ہیں، اور اِن دونوں اماموں کی تصریح سے پہلا اُن کا امام ہے، جمیع اہل سنت حنفیوں کا علم عقائد اسلامیہ میں اور علم فقہ میں استاذوں کا استاذ ہے، دوسرا وہ ہے جس کو علامہ قاری مرقات وغیرہ میں بارہا شیخ المشائخ وغیرہ القاب سے تصریح کر رہے ہیں، رہی وہ آیات مستند مکذبین کی جن کا ابتدا یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اور وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ اور وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْحَاقَّۃُ اور وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْقَارِعَۃُ ہے، اور امام رازی اور مفتی ابوالسعود کا قول کہ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا ہے، تو اِن کا جواب یہ ہے، کہ یہ تمام آیات مکہ معظمہ میں سورۂ جنّ کے نزول سے پہلے کی اُتری ہوئی ہیں؛ اور سورہ جنّ گیارھویں برس کے اخیر اُتری ہے جیساکہ تفسیر عزیزی میں اس پر تصریح ہے، اِسی واسطے جلالین حاشیہ جمل میں لکھا ہے اور ممکن ہے[1]، کہ نفی علم غیب کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب پر مطلع کرنے سے پہلے کی ہو، پس جب حق تعالیٰ نے آپ کو غیب پر مطلع کر دیا تو آپ نے اس کی خبر دے دی چنانچہ قرآن مجید میں ہے، پس خدا کسی کو اپنے غیب پر غالب نہیں کرتا، مگر رسول پسندیدہ کو اِھ جیساکہ اوپر یہ عبارت مع بقیہ عبارت کے ترجمہ کی گئی ہے، اور ایسا ہی تفسیر روح البیان وغیرہ میں ہے، اس کو یاد رکھ کر سنیئے، کہ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ قیامت کا علم حق تعالیٰ کے مخصوص علموں سے ہے کسی کو دیا نہیں گیا جیساکہ مفسرین کی ایک جماعت کی کلام سے ظاہر ہے، تاہم ہمارے مدعا کے برخلاف نہیں ہے کیونکہ

---

[1] عبارت ویحتمل ان یکون قال ذٰلک قبل ان یطلعہ اللہ عزوجل علی علم الغیب فلما اطلعہ اللہ اخبر بہ کما قال فلا یظہر علیٰ غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول ۱۲

کل سے بعض کا نکل جانا منافی کلیت کا نہیں ہے، اور اکثر کو حکم کل ہوتا ہے، پس اسی صورت میں بھی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم اور کثرت معلومات بہ نسبت شیطان مردود کے ضرور ہی ثابت ہو گی، بفضلہ تعالیٰ ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔

جواب تفصیلی یہ ہے "اور یہ جو قصوری صاحب لکھتے ہیں کہ اکابر اہل سنت نے آپ کو عالم ماکان ومایکون مان لیا ہے اس سے اگر یہ مراد ہے کہ آپ عالم الغیب والشہادت لجمیع الجزئیات والکلیات ہیں جیسا قصوری صاحب کی تحریرات مختلفہ سے ثابت ہوتا ہے تو سراسر غلط و کذب ہے۔ اکابر اہل سنت نے کسی کو عالم ماکان ومایکون تسلیم نہیں کیا، البتہ یہ شیعہ کا مذہب ہے کہ وہ حضرت صلعم اور ائمہ کے بارہ میں اس قسم کی روایات کرتے ہیں، اور اگر یہ مراد ہے کہ حضرت فخر عالم کو احوال ماضیہ و مستقبلہ از قسم مبدء و معاد و قصص سابقین و احکام و حروب و فتن وغیرہ کا عطا کیا گیا تو یہ مسلم ہے، اس کا کسی کو انکار نہیں، اور نہ یہ احاطہ علمی و عالم الغیب ہونے پر مستلزم ہے، پس معلوم ہوا کہ دعویٰ حضرت قصوری صاحب کا محض خیالی ہے، چنانچہ اپنے مدعا کے ثبوت میں روضۃ الاحباب مدارج النبوۃ، معارج النبوۃ، شفا وغیرہ کا حوالہ دیتے ہیں جو ثبوت عقائد کے واسطے سراسر ناکافی ہیں، اور حضرت قصوری صاحب کے کمال علمی ثبوت کے لئے دلیل کافی و شافی ہے، بالجملہ یہ اعتراض براہین کی عبارت پر محض تعصب و نفسانیت سے پیدا ہوا ہے، کیونکہ اس دلیل کا صغریٰ و کبریٰ دونوں غلط ہیں۔ صغریٰ دلیل کا یہ تھا کہ ملک الموت و ابلیس اعلم ہیں

لہ مکذبین نے ردو ترک کیا فقیر نے بین السطور لکھ دیا ہے ۱۲

اس میں معترض سے یہ غلطی ہوئی کہ اعلمیت کو مطلق سمجھ لیا۔ براہین کے مؤلف کا یہ مدعا ہرگز نہ تھا، بلکہ مدعا مؤلف براہین کا یہ ہے کہ ممکن ہے، کہ معلومات کونیہ کا علم حضرت ملک الموت اور ابلیس کو ہو جو اُن کا وظیفہ ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو، اگرچہ حضرت کا علم جو متعلق مبدء و معاد و احوال عالم و تشریعات وغیرہ کے ہو، وہ بدرجہا اُس سے افضل و اکمل ہو گا۔ پھر اس کا کبریٰ کہ ہر اعلم افضل ہے، کلیت کبریٰ غلط اور غیر مسلم ہے، کیونکہ اعلمیت بعلم دون علم یا بعلم ذلیل وخسیس ہرگز مستلزم افضلیت کو نہیں، پس براہین قاطعہ میں نہ شیطان کے علم کو حضرت کے علم سے زیادتی ثابت کی ہے نہ فضیلت، یہ محض قصوری صاحب کا خیالی پلاؤ ہے جو اُن کی دیگ سینہ عناد آتش سے پختہ ہو رہا ہے، لیکن یہ سمجھنا کہ علم محیط آپ کو ماکان و مایکون حاصل ہو گیا ہے سراسر غلط ہے اور مخالف جمہور محققین اہل سنت ہے، اس پر معتقد ہونا سوائے مولوی قصوری صاحب اور آپ کے ہم مشربوں کے کسی دین دار ذی علم کا کام نہیں، فقط" انتہی بلفظہٖ چوتھا جواب تفصیلی تمام ہوا۔

علمِ مَا کَانَ وَمَا یَکُونُ

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ بارہا تصریح ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مخلوقات سے زائد ہے، اور حق تعالیٰ سے بہت کم ہے، اور آپ کا احاطہ علمی باری تعالیٰ کے احاطہ علمی کی طرح نہیں ہے، اور آپ کے لئے ماکان وما

یکونُ کے علم کا اعتقاد علمائے ربانیین نے قرآن وصحیح حدیثوں سے استنباط کیا ہے پھر روضۃ الاجاب و شفا وغیرہما کا حوالہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عموم علم ووفور معلومات کے اثبات کے لئے غیر کافی ہونا اور شرح مواقف کی روایت شاذ اور زعمی استنباط کا عقیدہ امکان کذب باری تعالیٰ کے لئے اور کلام محمول تواضع کا عقیدہ اثبات مساوات جمیع بنی آدم سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور احاطہ علمی شیطان کے لئے ایسی روایات جن میں اس پر دلالت ہی نہیں ہے کافی ہونا اور اس کو نص سے ثابت کہنا، اور آپ کی وسعت علم غیر ثابت نص سے بیان کرنا سوائے وہابیوں کے کسی مسلمان کا قول نہیں ہے، اور اوپر گذر چکا ہے، کہ تقویۃ الایمان میں جاہل کا لفظ انبیاء پر اطلاق کیا ہے اور صاحب براہین اور اُس کے حواریین نے جواب تفصیلی میں اُس کو پسند کر کے مان لیا ہے اور نیز براہین میں آپ کے علم کو شیطان لعین کے علم سے کم لکھا ہے، جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے، اور اب جواب تفصیلی اس تحریر اخیر میں صاف لکھا ہے کہ معلومات کونیہ کا علم ابلیس کا وظیفہ ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ نہیں، تو یہ صریح آپ کے وفور علم میں نقصان اور آپ کے رُتبہ عالی کا پست کرنا اور شیطان کے علم کا رجحان ہے، یہاں پر "شفا فی حقوق المصطفےٰ" اور اس کی شرح علامہ قاری کی عبارت نقل کرتا ہوں

عہ وقال القاری بعد ختم ھذا الشرح ومن احسن ما نظم فی تحسین ھذا الکتب ما قالہ بعض اولی الالباب من الاصحاب۔

شفی داء النفوس لنا الشفاء	اضاء النور منہ والسناء
ونال محبہ کل الامانی	وزال بہ عن القلب الصداء
تلالؤ نورہ ابدا علینا	ظلام اللیل عاد لنا ضیاء
جواھر نظمہ درود ابھی	من الیا قوت حقا لا امراء

جو شخص[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمداً برا کہے اور تحقیر کرے، اور عیب لگائے کسی وجہ سے یعنی ممکن الوجود ہو یا ممتنع الشہود تو وہ واجب القتل ہے، اور یہ امر ظاہر ہے اس میں کوئی شبہ اور توقف نہیں کہ ایسا کرنے والا قتل کیا جاتے۔ اب اس وجہ پہلی کے ساتھ ایک دوسری وجہ بھی ملحق ہے، جو وہ بھی ظاہر ہے اور مخفی نہیں، اور وہ یہ ہے کہ کسی نے آن حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کچھ کہا، درحالیکہ اس کا قصد بدگوئی وتحقیر وہنسی ومسخری کا نہ تھا، اور نہ وہ اس کلام کے مضمون کا معتقد ہے، ولیکن اُس نے آپ کی نسبت ایسا الفاظ بولا جس سے کافر ہو جاتا ہے۔ آپ کے لعن کرنے اور برا کہنے سے یا جھٹلانے سے یا آپ کی طرف ایسی نسبت کرنے سے جو آپ پر ناروا ہو، یا جس چیز کا آپ کے لئے ثبوت واجب ہے اُس کی نفی کرنی جس سے آپ کی شان والا کو بٹہ لگے اور آپ کی مذمت ہو، جیسے کہ کبیرہ گناہ کے صدور کو قول ہو یا فعل آپ کی طرف منسوب کرنا، یا احکام رسالت کے پہونچانے میں آپ کی مداہنت کا قائل ہونا، جس کو اللہ تعالیٰ نے آیت فَلَعَلَّكَ الخ یعنی پس شاید کہ تو چھوڑ دینے والا ہے بعضی وہ چیز کہ وحی کی جاتی ہے طرف تیری، اور تنگ ہو جاتا ہے سینہ تیرا اس واسطے کہ کہیں وہ کہ کیوں نہ اوتارا گیا

---

[1] عبارت۔ فصل۔ قال القاضی تقدم الکلام فی قتل القاصد لسبّہ ای المعتمد فی شتمہ والازراء بہ وفی نسخۃ والازدراء وھو بمعنی الاحتقار وغمصہ بمعجمۃ ومھملۃ بینھما میم ساکنۃ ای عیبہ بای وجہ کان من ممکن وجودہ او محال بضم المیم ای ممتنع شھودہ فھذا وجہ بیّن ای ظاھر مکشوف لا اشکال فیہ ولا توقف فی قتل متعاطیہ۔ الوجہ الثانی لاحق بہ ای ملحق بالوجہ الاول فی البیان والجلاء ای فی الظھور وعدم الخفاء وھو ان یکون القائل لما قال من الکلام فی جھتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر قاصد للسّب ای للشتم علیہ وجہ الجفاء والازراء وفی نسخۃ الازدراء ای الاستحقار بالاستخفاف والاستھزاء ولا معتقد لہ ای لمضمون کلامہ ولکنہ تکلم فی جھتہ علیہ الصلوٰۃ بکلمۃ الکفر ای من الفاظہ کما بینہ بقولہ (باقی بر صفحہ ۳۰۱)

اُوپر اُس کے خزانہ یا کیوں نہ آیا ساتھ اس کے فرشتہ، میں نفی فرمایا ہے، یا لوگوں کے معاملات کے حکم میں سُستی کرنی جس کو باری تعالیٰ نے آیت اِنَّآ اَنْزَلْنَا یعنی تحقیق ہم نے اُتاری تیری طرف کتاب سچ کے ساتھ، تاکہ تو لوگوں میں حکم کرے موافق دکھلانے خدا کے، میں منفی کیا ہے، یا آپ کے عالی مرتبہ یا شرف نسب آبا و اجداد میں جو تمام عرفی عیبوں سے بَری تھے، پست کرنا اور نقصان لگانا یا آپ کے وفور علم و کثرت معلومات و زہد میں نقص لگانا، یا جن چیزوں کی خبر دینی آپ سے مشہور اور متواتر ہو اُن کو جھٹلانا اس خبر کے رد کے ارادہ پر کیوں کہ اگر خبر متواتر کا انکار کرے تو کفر ہے، بخلاف انکار حدیث احاد کے کہ اس کا انکار گناہ ہے، مگر اگر خبر احاد کا انکار بھی بوجہ سُبکی و تحقیر کے کرے تب کفر ہے، یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سفاہت عبارت میں یا قبیح کلام سے خواہ اشارۃً ہو اور کوئی قسم دُشنام کا اور وہ لفظ جس میں تھوڑا ادب ہو استعمال کرے اگرچہ قائل کے حال کی دلیل سے ظاہر ہو کہ اس نے آپ کی مذمت کا اپنی کلام میں

(بقیہ عبارت صفحہ ۳۰۰) من لعنہ او سبہ او تکذیبہ او اضافۃ ما لا یجوز علیہ ای نسبتہ الیہ او نفی ما یجب ای ثبوتہ لہ مما ھو فی حقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نقیصۃ ای منقصۃ ومذمۃ مثل ان ینسب الیہ اتیان کبیرۃ ای صدورھا من قول او فعل او مداھنۃ فی تبلیغ الرسالۃ کما نفاہ اللہ تعالیٰ بقولہ فلعلک تارک بعض ما یوحی الیک وضائق بہ صدرک ان یقولوا لولا انزل علیہ کنز او جاء معہ ملک۔ او مسامحۃ او مساھلۃ فی حکم بین الناس کما نفاھا عنہ فی قولہ تعالیٰ انا انزلنا الیک الکتٰب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ۔ او یغض ای یخفض وینقص من مرتبتہ العلیۃ او شرف نسبہ الیٰ اٰبائہ واجدادہ الجلیلۃ من العیوب العرفیۃ او وفور علمہ ای کثرتہ او زھدہ من غیر ضرورتہ او یکذب بما اشتہر بہ من امور اخبر لہما علیہ الصلوٰۃ والسلام وتواتر الخبر بہا عنہ عن قصد لرد خبرہ اذ لو انکر خبرًا متواترًا کفر بخلاف ما اذا انکر حدیثًا احادًا فان انکارہ فسق الا اذا کان علیٰ وجہ الاستخفاف، والاستحقار او یاتی بسفہ من القول ای بسفاھۃ فی عبارۃ (باقی بر صفحہ ۳۰۲)

ارادہ نہیں کیا ہے اور آپ کی دشنام اس کا مقصود نہیں، کیوں کہ وہ آپ کے کمال کا معتقد ہے، لیکن یہ اس کی گفتگو یا تو بسبب قائل کی نادانی کے آپ کے نعوت جمال سے یا بسبب اضطراب اثر غم کے جو اس کو پہونچا ہے، یا بسبب کسی گناہ کے جو اس نے کیا ہے، یا اس کی زبان نے آپ کی شان میں محافظت اور ضبط نہیں کیا، یا اس کے بیان میں پروا کم ہے، یا اس کی کلام میں جلدی اور بولنے میں جرأت سے صادر ہوئی ہے، پس اس دوسری وجہ کا حکم وہی پہلی وجہ کا حکم ہے اور وہ قتل بالاتفاق ہے، سوائے اس کے کہ اس قائل کے بارہ میں توقف کیا جائے اس لئے کہ کفر میں بسبب جہالت یعنی نادانی کے کوئی معذور متصور نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ معرفت ذات وصفات الٰہی اور وہ بات جو انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہے مجملاً فرض عین ہے مقام اجمال میں اور مفصلاً موقع الکمال میں اور نہ کوئی معذور ہو سکتا ہے دعوی لغزش زبان[1] سے اس میں بدیں وجہ کہ خطا و نسیان اور جس پر آدمی

(عبارت ملحق صفحہ ۳۰۱) او بقبیح من الکلام ولو باشارۃ ونوع من السب مما فیہ من قلۃ الادب فی جھتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وان اظھر بدلیل حالہ ای حال قائلہ انہ لم یعمد ای لم یرد انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی مقالہ ولم یقصد سبہ لاعتقادہ کمالہ لکن صدر عنہ مقالہ اما لجھالۃ بنعوت جمالہ جملتہ، علی ما قالہ او لضجر بفتحتین ای قلق من اثر غم نالہ او سکر محرم او غیرہ او قلۃ مراقبتہ فی شانہ وضبطہ ای وقلۃ ضبط لسانہ وعجرفۃ ای مجازفۃ وقلۃ مبالاۃ فی بیانہ وتھور فی کلامہ ای سرعۃ فی خلقہ وجرأۃ فی نطقہ فحکم ھذا الوجہ الثانی حکم الوجہ الاول وھو القتل ای قولاً واحداً دون تلعثم ای توقف فی بابہ اذ لا یعذر احد فی الکفر بالجھالۃ اذ معرفۃ ذات اللّٰہ تعالٰی وصفاتہ وما یتعلق بانبیائہ فرض عین مجملاً فی مقام الاجمال ومفصلاً فی مقام الاکمال ولا بدعوی زلل اللسان فیہ لوجدان الخطاء والنسیان وما

[1] یعنی معرفت ذات وصفات اور امر متعلق انبیاء میں ۱۲

اکراہ کیا جائے معرض بیان میں عذر ہے اور نہ کسی اور چیز سے جو ہم نے ذکر کی ہیں کہ وہ عذر متصور ہو سکتے ہیں جب وہ قائل اصل پیدائش میں سلیم ہو، کہ دیوانہ اور سبک عقل سقیم نہ ہو مگر وہ معذور ہے جس پر اکراہ کیا جائے، اور اس کا دل ایمان میں اطمینان پر ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

اب معلوم ہو گیا کہ انبیاء پر لفظ نادان کے بولنے والے اور اس کو پسند کرنے والے اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان کے علم سے کم کہنے والے کا شرعًا کیا حکم ہے، اور اس پر اصرار کرنے والے اور مسئلہ وفور علم اور کثرت معلومات آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تکملہ ہے جو شفا[1] میں لکھا ہے کہ اور حق تعالیٰ نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مصالح دین و دنیا پر اطلاع دینے سے مخصوص کیا ہے، علامہ قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو خرما نر کے شگوفہ کو مادہ کے شگوفہ میں داخل کرتے ہوئے دیکھ کر منع کیا، تو انہوں نے چھوڑ دیا، تو پھل نہ دیا یا کم دیا۔ تو اس پر آپ نے فرمایا، کہ تم اپنے دنیا کے کاموں میں دانا تر ہو، اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ آپ نے گمان کیا تھا وحی نہ تھی۔ اور شیخ سید محمد سنوسی نے کہا ہے، کہ آپ کا ارادہ تھا کہ ان کو اس سے روک کر خدا پر توکل کی طرف کامل

استکرہ علیہ الانسان عذر فی معرض البیان ولا بشیٔ مما ذکرناہ مما یظن انہ یکون عذرًا اذ کان عقلہ فی فطرتہ ای خلقتہ وجبلتہ سلیما بان لا یکون مجنونا ولا اخرف سقیما الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان کما ھو مبین فی القرآن ۱۲۔ [1] عبارت شفا و خصہ من الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین وقال القاری فی شرحہ واستشکل بانہ صلی اللہ علیہ وسلم وجد انصارًا یلقحون النخل فقال لو ترکتموہ فترکوہ فلم یخرج شیئا او اخرج شیصًا فقال انتم اعلم بامر دنیاکم واجیب بانہ کان ظنًا منہ لا وحیًا وقال الشیخ السید محمد

کردیں۔ پس اُنہوں نے ایسا نہ کیا تو آپ نے فرمایا، کہ تم اپنی دنیا کے کام اچھی طرح پہچانتے ہو، اور اگر وہ لوگ ویسا ہی کرتے اور ایک دو سال کے نقصان کی برداشت اُٹھاتے تو اس محنت سے چھُوٹ جاتے، انتہیٰ اور یہ نہایت ہی باریک بات ہے شہاب خفاجی شرح شفا میں سید سنوسی کی نقل کے بعد لکھتے ہیں، کہ غور کرنے والوں کو یہ بات نہایت پسند آتی ہے، انتہیٰ، اور شیخ محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے تمام کاموں میں دانا تر ہیں اھ اور علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور حیات میں کچھ فرق نہیں ہے، کہ آپ اپنی اُمت کو دیکھتے ہیں، اور اُن کے حالات اور نیتوں اور ارادوں اور خطروں کو پہچانتے ہیں، اور یہ بات آپ پر روشن ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے، انتہیٰ۔ اور تفسیر عزیزی میں وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اھ کے نیچے لکھا ہے کہ رسول نورِ نبوت سے اپنے دین کے ہر دیندار کے مرتبہ پر مطلع ہے، کہ وہ کس مرتبہ کو پہنچا ہے، اور اُس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب سے ترقی سے محجوب ہے پس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کے گناہوں کو اور درجات ایمان کو اور اعمال نیک و بد اور اخلاص و منافقی سب کو پہچانتا ہے، اس لئے اس کی شہادت اُمت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے اھ ترجمۃً

السنوسی اراد انہ یحملہم علی خرق العوائد فی ذلک الیٰ باب التوکل وما ھنا لک فلم یتمثلوا فقال انتم اعرف بدنیاکم ولو امتثلوا وتحملوا فی سنۃ او سنتین لکفوا امر ھذہ المحنۃ انتہیٰ وھو فی غایۃ من اللطافۃ ۱۲ عبارت۔ وھو فی غایۃ الحسن لمن تأملہ ۱۲ عبارت اذ لا فرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالہم ونیاتہم وعزائمہم وخواطرہم وذلک عندہ جلی لاخفاء بہ ۱۲

اب معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم ما کان وما یکون کے اعتقاد کے انکار پر سوائے وہابیوں[1] کے کوئی مسلمان اصرار نہیں کر سکتا ہے پس ظالموں کی جڑھ کاٹی گئی، اور خدا رب العالمین کے لئے سب تعریفیں ہیں۔

چوتھے اعتراض کا جواب الجواب پورا ہو کر اعتراض ثابت نکلا۔ اب پانچواں اعتراض شروع ہوتا ہے، براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۴۸ میں مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ دربارہ حرام ہونے تعظیم مجلس مولود کے نقل کیا ہے جس کی عبارت بقدر حاجت نقل کرتا ہوں۔

---

[1] متبعان عبدالوہاب نجدی ۱۲

مجلس مولود پر

مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

قولہ یا "یہ وجہ ہے، کہ روح پاک علیہ السلام کی جو عالمِ ارواح سے عالمِ شہادت میں تشریف لائی اس کی تعظیم کو قیام ہے، تو یہ بھی محض حماقت ہے، کیوں کہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوعِ ولادت شریفہ ہونا چاہیئے۔ اب ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے، پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ گھنیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں، یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے (معاذ اللہ) سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا، اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام وفسق ہے، بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے، وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں" الخ اور اس فتویٰ کے اخیر میں یہ تحریر ہے "الحاصل یہ قیام صورت اولیٰ میں بدعت ومنکر اور دوسری صورت میں حرام اور فسق اور تیسری صورت میں کفر و شرک ہے چوتھی صورت میں اتباع ہوا وہ کبیرہ ہوتا ہے۔" پھر اخیر میں لکھا ہے "کہ خود یہ مجلس میلاد ہمارے زمانہ کی بدعت ومنکر ہے، اور شرعاً کوئی صورت جواز اس کی نہیں ہو سکتی۔" فقط

(کتبہ راجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ صفحہ ۱۴۲)

جواب اِس کا انوار ساطعہ میں یُوں دیا گیا:۔

"اعتراض کرتے ہیں، کہ یہ لوگ ہر سال محفل مولود کرتے ہیں یہ مشابہت کرتے ہیں گھنیا کے جنم کی، اور نیز اس میں تشبیہ ہے نصاریٰ کے بڑے دن کی۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اگر یہ فعل ہندوستان میں فقط ہوتا تو کہہ سکتے کہ مسلمانوں نے ہندؤں سے سیکھ لیا ان کی مشابہت کرتے ہیں، بلکہ یہ فعل عراق کے شہر موصل میں ایجاد ہوا جو گھنیا کے نام تک واقف نہیں، پھر اُس کے جنم کی مشابہت کیوں کر ہوئی۔ بھلا اگر ہندوستان کے مسلمان گھنیا کے جنم کی مشابہت کرتے ہیں، تو روم وشام وحرمین شریفین کے علماء جو یہ عمل کرتے ہیں وہ کِس کے جنم کی مشابہت کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا پس اس عمل میں تابع ہیں دستور العمل سلاطین روم وشام وممالک مغربیہ و اندلس و عقیان عرب کے سلمہم اللہ الی یوم الدین۔ پس جیسا کہ گھنیا کے جنم کی مشابہت نہیں، نصاریٰ کے بڑے دن کی بھی مشابہت نہیں" الخ

اس کا جواب مولوی خلیل احمد اپنے رسالہ براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۷۳ میں یُوں لکھتا ہے "اقول تشبہ اس بات میں ہے کہ یوم ولادت کو عید بنا دیں اور مثل عید کے معاملہ سرور و شادی کا کریں، جیسا کہ قوم کفار کرتے ہیں۔ سو یہ اَمر تو مشاہد و محقق ہے مگر مؤلف مشابہت ممنوعہ ہونے سے انکار کرتا ہے، تین وجہ سے ایک یہ کہ گھنیا کو اہل عرب و عراق جانتے بھی نہیں، تو انہوں نے تشبہ گھنیا کا کس طرح کیا۔ سو یہ تقریر مؤلف کی بالکل کم فہمی کی ہے، اس واسطے کہ یہ پہلے محقق ہو چکا ہے کہ تشبہ حرام فقط یہی نہیں کہ کسی قوم خاص کو دیکھ کر اس فعل کو اختیار کرے نہیں بلکہ عام ہے اس سے اگر کسی امر کو کرتا ہے، اور تشبہ عارض ہو جاوے، تو اب بعد علم کے اور عروض کے بھی ترک اس کا لازم ہو گا

اگر طبعی و شرعی امر نہ ہو اور وہ شعار بھی کفار کا ہو، چنانچہ حدیث[1] میں ہے کہ فخر عالم عم جب تک مردہ کو لحد میں نہ رکھتے قبر پر کھڑے رہتے تھے، ایک حبر یہود نے کہا، کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، اور یہود کی مخالفت کرو اور دست چپ میں خاتم پہننا جائز بالحدیث تھا۔ جب روافض کا شعار ہو گیا تو اب مکروہ ہو گیا۔ حالانکہ نہ قیام یہود سے دیکھ کر کرتے تھے اور نہ خاتم روافض سے کسی نے دیکھ کر سیکھی تھی الخ پھر کہا (یعنی براہین میں)، اور واضح ہو کہ مانعین نہ فرحت ولادت کو برا کہیں اور منع کریں، اور نہ ذکر ولادت کو منع کریں، بلکہ ایسے امر مستحسن میں تشبہ کو جو نص سے ممنوع ہے منع کرتے ہیں، مؤلف مطلب تو سمجھا نہیں تعوذ پڑھتا ہے الخ

اب فقیر کو اس پر یہ اعتراض ہے، کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مولود شریف کی مجلس کو جس کا جواز ادلہ شرعیہ سے مستنبط ہے، اور وہ سب اپنے محل میں مبین ہیں، گھنیا کے جنم کے سانگ اور نصاریٰ کے بڑے دن کی خوشی سے مشابہہ کرنا ایسا قبیح مضمون ہے جو غور کرنے والے مسلمانوں کو سخت ناگوار گذرتا ہے، اور در اصل تشبہ بھی مقصود نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

اب اس مقام پر ضروری گفتگو یہ ہے، کہ براہین والے کا یہ کلیہ کہ اگر کسی امر کو کرتا ہے اور تشبہ عارض یا معلوم ہو جاوے تو ترک اس کا لازم ہو گا۔ دعویٰ بلا دلیل شرعی کے ہے، اس لئے کہ حدیث یہود جو اس مدعا پر سند لایا ہے وہ ضعیف ہے، مشکوٰۃ کے باب المشی بالجنازہ کے تیسرے فصل میں دوسرے نمبر پر ہے، جو جامع ترمذی

---

[1] عبارتہ۔ انہ علیہ السلام یقوم علی القبر ما لم یوضع المیت فی اللحد فقال حبر من الیہود انا لنفعل ھکذا فقال علیہ السلام اجلسوا وخالفوہم ۱۲ ہود ۱۲ لمہ ۵ دوود متروک ہے ۱۲

وسنن ابوداؤد وابن ماجہ سے نقل کر کے پیچھے اس کے مؤلف مشکوٰۃ اس حدیث کا غریب ہونا ترمذی سے حکایت کرتا ہے، اور نیز یہ کہ بشر بن رافع راوی قوی نہیں ہے یہ ترجمہ ہے عبارت مشکوٰۃ کا۔ پھر جب اصل ان تینوں کتابوں کا دیکھا، تو یہ بشر بن رافع راوی تینوں کی سند میں داخل ہے، پہلی اور تیسری میں بشر بن رافع کے نام سے ہے اور سنن ابوداؤد میں ابوالاسباط الحارثی لکھا ہے جو کنیت ہے اسی بشر بن رافع کی جیساکہ تقریب التہذیب میں اس پر تصریح ہے مطبوعہ فاروقی کے صفحہ ۳۴ و ۲۲۶ میں دیکھو، اور جیساکہ ترمذی نے اس کو غیر قوی لکھا ہے، ویسا ہی تقریب التہذیب میں اس کو ضعیف الحدیث لکھا ہے، صفحہ ۳۴ میں دیکھو۔ اب علاوہ اقرار ترمذی وغیرہ کے فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ ان تینوں کتابوں میں بشر بن رافع کا شیخ عبداللہ بن سلیمان بن جنادہ ابن ابی امیہ واقع ہے، جس کو تقریب التہذیب کے صفحہ ۱۳۱ میں ضعیف لکھا ہے، پس دو ضعیف راویوں سے ضعف اس حدیث کا مضاعف ہو گیا ہے، اور غرابت کا دھبہ علاوہ ہے جس کو اہل علم پہچانتے ہیں۔

اب بعد ثابت ہونے سخت ضعف اس حدیث کے سنئے کہ براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۶۲ میں امام سیوطی علیہ الرحمۃ پر طعن کرنے کے باب میں لکھا ہے، بہرحال حدیث ضعیف موجب عمل کے نہیں ہوتی۔ پس قیاس اس سے کرنا بھی لائق اعتماد کے نہ رہا اھ بلفظہ، تو اب براہین والے کا اس نہایت ضعیف حدیث پر قیاس کر کے مجلس مولود کو حرام وبدعت ولازم الترک بتانا اور علم حدیث میں اپنا تبحر جتانا "دیگراں را نصیحت وخود را فضیحت" نہیں تو اور کیا ہے تو یہ ہرگز لائق اعتماد نہ رہا۔

عبارت وقال الترمذی ھذا حدیث غریب وبشر بن رافع الراوی لیس بالقوی۔ وکتب ابوداؤد ابوالاسباط الحارثی وھو کنیۃ بشر بن رافع ۱۲

رہا مسئلہ خاتم کا، سو وہ بھی کسی معتبر فقہ کی کتاب میں منقول نہیں ہے، بلکہ درمختار وردالمحتار میں براہین والے کے برخلاف[1] یہ مسئلہ درج ہے، صاحب[2] درمختار قہستانی وغیرہ سے لکھتے ہیں، کہ انگوٹھی دستِ چپ میں پہنے، اور بعضوں نے کہا ہے دستِ راست میں، مگر یہ روافض کا شعار ہے اس سے اجتناب واجب ہے، پھر صاحب درمختار لکھتے ہیں، مَیں کہتا ہوں اور امید ہے کہ یہ کبھی آگے ہو چکا ہوگا، پس یاد کرلے اھ مترجماً۔ اس پر صاحب ردالمحتار لکھتے ہیں، کہ دستِ چپ کی خنصر میں انگوٹھی چاہیئے نہ دستِ راست میں، قہستانی محیط سے لایا ہے، کہ دست راست میں بھی جائز ہے مگر یہ روافض کا شعار ہے، اور ذخیرہ میں بھی ایسا ہی ہے، تامل کر اور یہ شعار رافضیوں کا اگلے وقتوں میں تھا اِن وقتوں میں نہیں، پس اب منع نہیں خواہ کسی ہاتھ میں ہو۔ غایۃ البیان میں ہے کہ فقیہ ابوالیث نے شرح جامع الصغیر میں دستِ چپ و دست راست میں برابر لکھ دیا ہے، اور یہی حق ہے، کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں روایات مختلف ہیں۔ اور بعضوں کا یہ قول کہ دست راست میں باغیوں کی

---

[1] یعنی صاحب براہین نے یوں لکھا ہے، اور دست چپ میں خاتم پہننا جائز بالحدیث تھا۔ جب روافض کا شعار ہو گیا تو اب مکروہ ہو گیا اھ اور کتب فقہ میں ہے کہ دِست راست میں شعار روافض سے ہے ۱۲ منہ

[2] عبارت سو یجعلہ لبطن کفہ فی یدہ الیسری وقیل الیمنی الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہ قہستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر انتہی (وقال صاحب رد المحتار) قولہ فی یدہ الیسری) وینبغی ان یکون فی خنصرھا دون سائر اصابعہ ودون الیمنی ذخیرہ قولہ فیجب التحرز عنہ، عبارۃ القہستانی عن المحیط جاز ان یجعلہ فی الیمنی الا انہ شعار الروافض اھ ونحوہ فی الذخیرۃ تامل قولہ ولعلہ کان وبان، ای کان ذلک من شعارھم فی الزمن السابق ثم انفصل وانقطع فی ھذہ الازمان فلا ینہی عنہ کیف ما کان وفی غایۃ البیان قد سوی الفقیہ ابو اللیث فی شرح الجامع الصغیر بین الیمین والیسار وھو الحق لانہ قد

علامت ہے بے اصل بات ہے، کیوں کہ آپ سے نقل صحیح اس کی نفی کر رہی ہے اھ۔ اور تمام اس مسئلہ کا غایۃ البیان میں ہے، یہ ردالمحتار کے پانچویں جلد فصل لباس صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ مصر سے ترجمہ کیا ہے، جس کے اخیر تتمہ میں علامہ عبدالبر بن شحنہ سے مذکور ہے کہ اس کے والد نے یہ شعر کہا ہے ؎

تختم کیف شئت ولا تبال   بخنصرک الیمین او الشمال

اور صحاح ستہ کی حدیثوں سے بھی دونوں ہاتھوں میں آپ کا انگوٹھی پہننا ثابت ہے، اگر خوفِ طوالت نہ ہوتا تو وہ حدیثیں بھی منقول ہوتیں، جس سے براہین والوں کی حدیث دانی ظاہر ہو جاتی۔

اب غور کرو کہ یہ کس قدر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت ہے کہ بناوٹی اور خود اپنے نزدیک بھی غیر صحیح دلیل سے مجلس مولود کو بدعت وغیرہ لکھ رہے ہیں، البتہ جب باری تعالیٰ کے امکان کذب سے نہ ڈرے، اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے کچھ ہراس نہ کیا، تو اہل اسلام کے مشرک بدعتی کہہ دینے سے کیا خوف ہے، ترقی کے پیچھے تنزل سے پناہ بخدا۔ پھر جب تشبہ کی رُو سے ممانعت مجلس مولود کی تھی جیسا براہین سے منقول ہوا ہے، تو اب منفی ہونے دلائل تشبہ کے وہ ممانعت بھی معدوم ہو گئی۔ وللہ الحمد۔ اب جواب تفصیلی کی عبارت منقول ہوتی ہے۔

"مجلس مولود کو کھنیا کے جنم سے تشبہ کا جواب!"

صاحب براہین مع حوارئین لکھتے ہیں۔ "حاصل اس اعتراض کا صرف تین امر ہیں،

اختلف الروایات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک وقول بعضہم انہ فی الیمین من علامات اھل البغی لیس بشئ لان النقل الصحیح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینفی ذلک اھ وتمامہ فیہ ۱۲

ایک تو یہ کہ مجلس مولود کو گھنیا کے جنم کے ساتھ مشابہت دینا قبیح ہے، دوسرا درحقیقت تشبہ ہی نہیں، تیسرا یہ کلیہ غلط ہے کہ بعد کرنے کسی امر کے اگر تشبہ عارض یا معلوم ہو جاوے، تو ترک اس کا لازم ہو گا، کیوں کہ حدیث یہود ضعیف ہے، اور نیز دست چپ میں خاتم کا پہننا جو مکروہ لکھا ہے، اور تشبہ کی سند میں اس کو ذکر کیا ہے، یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ تمام طول لاطائل کا حاصل یہ تین چار سطریں ہیں، اس کا جواب ترتیب وار سُنئے! مطلق مولود کی مجلس کو جنم گھنیا کے ساتھ تشبیہ نہیں دی، بلکہ ذکر مولود مثل مغازی و لعثت و ہجرت و وفات وغیرہ کو مستحب سمجھتے ہیں، اور جس کو مشابہ کیا گیا ہے وہ یہ مولود بہیئت کذائی کے ساتھ ہے جو مرسوم و مروج ہے، جس کا ثبوت ادلہ شرعیہ سے ہرگز نہیں ہے، چنانچہ براہین میں نہایت بسط کے ساتھ بیان ہو چکا ہے، اس صورت میں مشابہت جو واقعی ہے اُس میں کیا قباحت ہے، اس مجلس مولود کا رُتبہ آپ کے نزدیک بھی نماز سے کم ہی ہو گا۔ پھر جب کہ حدیث صحیح میں نماز کی تشبیہ جو بوقت طلوع یا غروب ہو آفتاب پرستوں کی عبادت کے ساتھ بیان ہے تو مولود محدث مروج کا تشبہ جو واقعی ہے بیان کرنا کیوں قبیح معلوم ہوتا ہے، اگر اتباع سُنت کا خیال ہو تو امر محدث کی تشبیہ ہرگز ناگوارِ خاطر نہ ہو۔ اور یہ کہنا کہ مجلس مولود بہیئت کذائی کا جواز ادلہ شرعیہ سے ثابت ہو چکا ہے، یہ محض دعویٰ بلا دلیل ہے، اس کے جواز پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں ہے، اگر آپ کچھ برائے نام بھی بیان کرتے تو اس کا جواب دیا جاتا۔ انتہیٰ بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ جب منکرین کا اقرار ہے، کہ ذکر مولود کو مثل ذکر مغازی و ذکر مبعث و ہجرت وغیرہ کے مستحب مانتے ہیں، تو اب ان اذکار کے واسطے جب کوئی مجلس منعقد ہوگی، تو ضرور کچھ فرش بچھے گا، اور موقع رات میں حسب ضرورت چراغاں بھی ہوں گے، اور بعد فراغت کے تبرک کے طور پر کچھ تقسیم بھی کریں گے، جیسا کہ لاہور وغیرہ میں جب اپنے گھر یا محلہ کی مسجد میں وعظ کراتے ہیں، تو ایسا کرتے ہیں، اور اس پر کسی کو انکار نہیں ہے، پس ایسی ہی مولود شریف کی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں، تو اصل ذکر مولود کو مستحب کہنا اور انعقاد مجلس کو مکروہ و حرام بنانا ایسی مجالس خیر سے عناد و عداوت نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر اگر واقعی کوئی کام مکروہ ہوتا ہے تو کسی مصلحت دینی کے واسطے وہ کراہت اُٹھ جاتی ہے، جیسا کہ معتبرات فقہ میں تصریح ہے، کہ فتویٰ زمان اور مکان کے بدلنے سے بدل جاتا ہے، اور خود صاحب براہین نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں اور علامہ سید ابن عابدین نے رد المحتار میں اور دوسرے علماء نے بھی اس کی تحقیق فرمائی ہے، اور بے شک اکابر علماء اہل سنت نے مثل علامہ عسقلانی اور امام سیوطی اور مولانا قاری وغیرہم نے جواز مجلس مولود و ہیئت کذائی میں رسالے تالیف فرمائے، اور دلائل شرعیہ سے استنباط کر کے بخوبی تحقیق کی، مگر منکروں نے نہ مانا۔ جیسا کہ براہین والے نے بھی ان اکابر پر انکار کیا۔ اور ان کا رد بسبب[ا] رواج دینے مجلس مولود شریف کے لکھا، پس انکار پر

[ا] اوپر گذرا ہے، کہ براہین کے صفحہ ۱۶۲ میں امام سیوطی کے قول کو رد کیا ہے، اور صفحہ ۱۶۴ و ۱۶۵ میں علامہ قسطلانی کا رد لکھا ہے، اور صفحہ ۱۶۶ میں سبط ابن جوزی اور امام سخاوی اور علامہ قاری کا رد کیا ہے، جس کا جی چاہے اس میں دیکھے، پس ان اکابر کا رد مردودوں کا کام ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

اصرار کرنے کو کچھ نافع نہیں، ہر چند اس پر توریت و انجیل پڑھ سنائیں مگر منصف کو قدر قلیل بھی شرعی دلیل سے کافی ہوتا ہے اور خدا ہی مددگار اور وکیل ہے۔

اور یہ قول کہ وقت طلوع یا غروب کے نماز پڑھنی آفتاب پرستوں کی عبادت سے مشابہ ہے۔ اوّل تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، کیوں کہ براہین والے نے کوئی ایسی صحیح حدیث بیان نہیں کی جس میں نماز کو آفتاب پرستوں کی عبادت سے تشبیہ دی گئی ہو، دوم جب کتب حدیث میں جستجو ہوئی، تو کسی حدیث کے لفظوں میں یہ تشبیہ نہ پائی بلکہ الفاظ[1] حدیثوں کے یہ ہیں، کہ نہی کی نماز سے صبح کے پیچھے سورج کے چمکنے تک اور عصر کے پیچھے غروب تک اور وقت طلوع اور غروب سورج کے اپنی نمازوں کی قصد نہ کرو، اور کوئی تم سے قصد نہ کرے، پس وقت طلوع اور غروب سورج کے نماز پڑھے یہ بخاری کی روایات ہیں۔ پس[2] جب سورج چڑھے تو بند ہو نماز سے، کیوں کہ وہ چڑھتا ہے، دو قرن شیطان میں، یہ مسلم کی روایت ہے، اور ایسا ہی مشکوٰۃ میں ہے، امام نووی شرح صحیح مسلم[3] میں لکھتے ہیں، کہ آپ نے جو فرمایا کہ سورج دو قرن شیطان سے نکلتا ہے، بعضوں نے کہا ہے کہ مراد قرن سے امت اور گروہ شیطان کی ہے، اور بعضوں نے کہا ہے، کہ اس کا قرن سر کی طرف ہے، اور یہ ظاہر حدیث کا ہے، پس یہی بہتر ہے اور معنی اس کے یہ ہیں، کہ شیطان اپنے سر کو اس وقت سورج کے نزدیک کرتا ہے تاکہ

عبارت[1]۔ نہی عن الصلوٰۃ بعد الصبح حتی تشرق الشمس وبعد العصر حتی تغرب و لا تحروا بصلوٰتکم طلوع الشمس و لا غروبہا و لا یتحری احدکم فیصلی عند طلوع الشمس و لا عند غروبہا ۱۲ عبارت[2]۔ فاذا طلعت الشمس فامسک عن الصلوٰۃ فانہا تطلع بین قرنی الشیطان ۱۲ عبارت[3] قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہا تطلع بین قرنی الشیطان قیل المراد بقرنہ امتہ وشیعتہ وقیل قرنہ جانب رأسہ وھذا ظاھر الحدیث فھو اولیٰ ومعناہ انہ یدنی راسہ الی

جو کافر اس وقت سُورج کو سجدہ کرتے ہیں، گویا کہ وہ شیطان کو سجدہ کرتے ہیں، اور اب شیطان اور اس کے گروہ کو غلبہ اور مکنت ہوتا ہے، کہ نمازی پر التباس اور اشتباہ کرتا ہے اس کی نماز میں، پس اِس لئے نماز اُس وقت میں مکروہ ہوئی، جیسا کہ مکان شیطان میں مکروہ ہے انتہیٰ مترجماً۔ اور لمعات وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے، اور قسطلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب کنارہ سُورج کا طلوع کرے، تو نماز میں تاخیر کردو، یعنی وہ نماز جو کسی سبب سے نہیں ہے جب تک سُورج اونچا ہو جائے، اور جب کنارہ سورج کا غائب ہو تب بھی نماز سے تاخیر کرو جو کسی سبب سے نہیں ہے جب تک سُورج چھپ جائے، مؤلف نے باب بدءِ خلق میں طریق عبدہ سے زیادہ کیا ہے کہ وہ سُورج دو قرن شیطان میں سے نکلتا ہے اور مسلم کے نزدیک حدیث عمرو بن عبسہ سے یہ وارد ہے، کہ اُس وقت سجدہ کرتے ہیں سُورج کو کافر انتہیٰ مترجماً اور علامہ عسقلانی شرح بخاری میں کہتے ہیں کہ یہ روایت عبدہ کی مصنف کے نزدیک موصول ہے اور اس میں یہ زیادتی ہے کہ سُورج دو قرن شیطان میں نکلتا ہے، اور اس میں اشارہ ہے اِن دونوں وقتوں میں نماز کے منع ہونے کا۔ اور مُسلم نے حدیث عمرو بن عبسہ میں

الشمس فی هذا الوقت لیکون الساجدون للشمس من الکفار فی هذا الوقت کالساجدین له وح یکون له ولشیعته تسلط وتمکن من ان یلبسوا علی المصلی صلوته فکرهت الصلوٰة فی هذا الوقت لهذا المعنی کما کرهت فی ماوی الشیطان ۱۲ عبارت[1] قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا طلع حاجب الشمس فاخروا الصلوٰة ای التی لا سبب لها حتی ای الی ان ترتفع الشمس واذا غاب حاجب الشمس فاخروا الصلوٰة التی لا سبب لها حتی تغیب زاد المؤلف فی بدء الخلق من طریق عبدة فانها تطلع بین قرنی شیطان وعند مسلم من حدیث عمرو بن عبسة وح یسجد لها الکفار ۱۲ عبارت[2] ورواية عبدة هذه موصولة عند المصنف فی بدء الخلق وزاد فیه فانها تطلع بین قرنی شیطان وفیه اشارة

یہ زیادہ کیا ہے کہ اس وقت سورج کو کافر سجدہ کرتے ہیں، پس نہی کفار کی مشابہت کی ترک کے واسطے ہے، یہ ضروری عبارت شرح بخاری کا ترجمہ ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نماز کو حدیث صحیح میں آفتاب پرستوں کی عبادت کے ساتھ ہرگز تشبیہ نہیں دی گئی ہے، جیسا کہ مکذبین کی دریدہ دہانی ہے اور نہی نماز کی ترک مشابہت کفار کے واسطے جس پر شارحین نے تصریح کی ہے یہ اور چیز ہے اور نماز کو عبادت کفار سے تشبیہ دینی اور چیز ہے، جو ادنیٰ دانش مند پر بھی مخفی نہیں ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے، امر دوم یعنی در اصل تشبیہ نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ مؤلف براہین نے بہت عمدہ طور سے تشبیہ کو ثابت کر دیا ہے، اگر آپ اس میں کچھ قدح کرتے تو اس کا جواب دیا جاتا، صرف اتنا کہنے سے کہ تشبہ اصل میں نہیں ہے، واقعی تشبہ نہیں اُٹھ سکتا۔ انتہیٰ بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ میں نے تشبہ کے قصد کی نفی کی ہے، اور شرعاً وہی منع ہے، کیوں کہ دو چیزمیں مشابہت کوئی ضرر نہیں کرتی، جب تک تشبہ مقصود نہ ہو، اور بُرے کام میں نہ ہو۔ در مختار[۱] میں فرماتے ہیں، کہ ہر شے میں کفار سے تشبہ مکروہ نہیں ہے، بلکہ بُری بات میں اور جس میں تشبہ مقصود ہو، جیسا کہ بحر رائق میں ہے، اور مرحوم سید احمد[۲] طحطاوی درمختار کے حاشیہ میں لکھتے ہیں، بحر رائق میں کہا ہے، کہ کفار سے

الی علۃ النہی عن الصلوٰۃ فی الوقتین المذکورین وزاد مسلم من حدیث عمرو بن عنبسۃ وحینئذ یسجد لہا الکفار فالنہی حینئذ لترک مشابہۃ الکفار ۱۲

عبارت[۱]۔ فان التشبہ بہم لا یکرہ فی کل شیٔ بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ کما فی البحر ۱۲

عبارت[۲]۔ قال فی البحر ان التشبہ بہم لا یکرہ فی کل شیٔ فانا ناکل ونشرب کما

ہر چیز میں تشبہ مکروہ نہیں، کیوں کہ ہم بھی کھاتے پیتے ہیں، جیسے کہ یہ کافر کام کرتے ہیں اھ حرام تشبہ تو وہ ہے جو بُرے کام میں ہو، یا مقصود تشبہ ہو، اھ خانیہ یہ ترجمہ ہے طحطاوی کی عبارت ضروری کا۔ اور سید ابن عابدین رد المحتار حاشیۂ دُر مختار میں لکھتے ہیں، قولہ اس لئے کہ کفار سے تشبہ ہر چیز میں مکروہ نہیں ہے، پس تحقیق ہم بھی کھاتے پیتے ہیں جیسا کہ کافر کھاتے پیتے ہیں، بحر رائق میں شرح جامع صغیر قاضی خاں سے یوں لکھا ہے، اور اسی کی تائید ہے، جو ذخیرہ میں کتاب تحری کے پہلے لکھا ہے[۱] ہشام نے کہا، میں نے امام ابو یوسف کی نعلین میخ آہنی والی دیکھیں پس میں نے کہا کہ آپ اس میخ آہنی میں کچھ خوف نہیں دیکھتے، امام نے جواب دیا نہیں، میں نے کہا، سفیان اور ثور بن یزید اس کو مکروہ جانتے ہیں کہ اس میں کفار سے تشبہ ہے تو امام نے جواب دیا، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نعلین پہنی ہے جس میں بال ہوتے ہیں، اور وہ بھی کفار کے لباس سے ہے، پس تحقیق اس میں اشارہ کیا اس پر کہ صورتاً مشابہت ایسے کام میں جس میں لوگوں کی بھلائی ہو کچھ مضر نہیں ہے، کہ زمین میں قطع مسافت بعیدہ سوائے اس قسم کی نعلین کے ممکن نہیں ہے اھ پس اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ

یفعلون اھ انما الحرام التشبہ فیما کان مذموما او فیما یقصد بہ التشبہ اھ خانیہ ۱۲

عبارت۔ قولہ لان التشبہ بھم لا یکرہ فی کل شئ فانا ناکل ونشرب کما یفعلون بحر عن شرح الجامع الصغیر لقاضیخان ومؤیدہ ما فی الذخیرۃ قبل کتاب التحری قال ھشام رأیت علی ابی یوسف نعلین مخصوفین بمسامیر فقلت اتری بھذا الحدید بأسا قال لا قلت سفیان وثور بن یزید کرھا ذلک لان فیہ تشبھا بالرھبان فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس النعال التی لھا شعر وانھا من لباس الرھبان فقد اشار الی ان صورۃ المشابھۃ فیما تعلق بہ صلاح العباد لا یضر فان الارض لا یمکن قطع المسافۃ البعیدۃ فیھا الا بھذا النوع اھ ففیہ اشارۃ ایضا الی

مراد تشبہ اصل کام سے ہے، یعنی صورت مشابہت کی بغیر قصد کے مضر نہیں۔ اھ

اَب اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اہل اسلام جو مولود شریف کی مجالس کرتے ہیں، اُن کو یہود اور نصاریٰ سے ہرگز تشبہ مقصود نہیں ہوتا ہے، تو صورت تشبہ کی ہرگز مضر نہیں ہے۔

جواب تفصیلی یہ ہے، تیسرا امر جس کو آپ نے کسی قدر بسط کے ساتھ بیان کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے، کہ آپ نے مؤلف براہین کی کلام کو مطلق نہیں سمجھا اگر سمجھتے تو ایسا نہ فرماتے کہ دعویٰ بلا دلیل ہے، جس حدیث کو آپ نے دلیل خیال کیا اور اس کی تضعیف کے بھروسہ پر کہا کہ دعویٰ بلا دلیل ہے، وہ حدیث قاعدۂ کلیہ کے لئے بطور مثال بیان کی گئی ہے، چنانچہ براہین میں لفظ چناں چہ اس پر شاہد ہے، مثال کو دلیل سمجھنا غلط ہے، پھر تضعیف اولیٰ کی متفق علیہ نہیں ہے، ابن حبان نے توثیق کی ہے، علاوہ یہ مناقشہ فی المثل ہے جو بالکل داب مناظرہ کے برخلاف ہے، قطع نظر اس مثال کے بہت سی مثالیں احادیث صحیحہ سے ہم پیش کر سکتے ہیں، وہ وہی ہیں جن کو آپ نے بھی رسالہ ردنیچریہ میں بڑی شدومد کے ساتھ وارد کیا ہے، مثلاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوم یوم عاشورا رکھتے تھے، آپ سے عرض کیا گیا، کہ یہود بھی رکھتے ہیں، تو آپ نے ترک مشابہت کے لئے فرمایا کہ سال آئندہ اگر میں زندہ رہا تو نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔ اوّل آپ کو تشبہ کا حال معلوم نہ تھا، صحابہ رضہ سے جب معلوم ہوا تو ترک تشبہ کو بابلغ وجوہ

ان المراد بالتشبہ اصل الفعل ای صورۃ المشابہۃ بلا قصد انتہیٰ ۱۲

تعلیم فرمایا۔ آپ اس حدیث کو بھی جس کو اپنے رسالہ میں بیان کرچکے ہیں، ضعیف کہہ دیں گے، یا یہ کہیں گے کہ اوّل سے بوجہ تشبہ اختیار کیا تھا۔ اسی طرح سے تغیر شیب اور مشابہت نار و ناقوس اذان کے بارہ میں اس قاعدۂ کلیہ کے لئے مثالیں ہیں جو صحاح میں وارد ہیں، ان سب میں بعد علم تشبہ ترک کیا گیا ہے، اگر اس پر کفایت نہیں تو عنقریب ہم سوال ہفتم کے جواب میں تشبہ مذکور کو بہت بسط کے ساتھ بیان کریں گے، اور آپ کے اقوال آپ پر ہی حجت ہوں گے۔" انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ عرض کرتا ہے، کہ اپنے زعم سے ایک قاعدہ کلیہ بناکر اس کی دلیل کو تمثیل نام رکھ کر اگر مکذبین چاہیں کہ شدت ضعف حدیث سے مخلصی پائیں، تو غیر ممکن ہے۔ اور یہ دعوٰی بھی کہ ابن حبان نے اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی ہے، بلادلیل ہے، کیوں کہ اپنی زبان سے توثیق کا ادعا کرنا ہیچ ہے جب تک بیان شافی سے بحوالہ سند مبین نہ ہو جیسا کہ فقیر نے تضعیف کو مستند بیان کیا ہے، پھر اس سے درگزر نہ کرنا چاہئے کہ دعوٰی توثیق بالکل جھوٹ اور خلاف ہے، اس لئے کہ "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" میں تصریح کی ہے کہ "ابن حبان نے بشر بن رافع کے حق میں لکھا ہے کہ وہ موضوع باتوں کو ایسا روایت کرتا ہے جیسا کہ وہ موضوعات اُس کے نزدیک معتمد ہیں"۔ یہ ترجمہ ہے عبارت میزان الاعتدال مطبوعہ انوار محمدی واقعہ لکھنؤ کے صفحہ ۱۲۷ سے، پھر مسئلہ شرعیہ کے بیان میں مثال ضعیف اضعف سے تمثیل دینی سخت قبیح ہے، اور تمثیل روزہ عاشورا کی کہ بعد علم کے آپ نے

عبارت، وقال ابن حبان یروی اشیاء موضوعۃ کانہ المعتمد لہا ۱۲
ای بشر بن رافع ۱۲

تشبہ کو ترک فرما دیا تھا، یہ بھی کئی وجہ سے مردود ہے، اوّل یہ کہ خود براہین کے صفحہ ۱۷۹ میں صاف لکھا ہے، کہ یوم عاشورا کی شرکت بامر اللہ تعالیٰ تھی، اور ایک روزہ بھی رکھنا مکروہ نہیں ہے، ایک ہی روزہ کا استحباب محض تعبد کے لئے ہے نہ رفع تشبہ کے واسطے اس لئے کہ تشبہ اس سے پہلے بھی نہ تھا اھ پس اب جواب تفصیلی میں یہ کہنا کہ آپ نے ترک مشابہت کے لئے یہ فرمایا کہ سال آئندہ اگر میں زندہ رہا تو نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا، مناقض ہے اس حکم کے کہ اوّل سے تشبیہہ نہ تھی، اور دو امر متعارض متساقط ہوتے ہیں۔ دوّم یہ دعوای کہ اوّل آپ کو تشبہ کا حال معلوم نہ تھا صریح مخالف ہے صحیح حدیث کے جو صحاح ستہ میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وارد ہے، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رونق افزا مدینہ منورہ ہوئے، تو یہود کو عاشورا کے دن روزہ رکھے ہوئے پایا۔ پس فرمایا کہ یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو؟ یہود نے کہا کہ یہ بزرگ دن ہے، خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو نجات بخشی، اور فرعون و فرعونیوں کو غرق کیا۔ پس حضرت موسیٰ نے اُس دن میں شکر کا روزہ رکھا تھا، اور ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تمہاری نسبت حضرت موسیٰ سے لائق تر ہیں، پس آپ نے روزہ رکھا، اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ یہ حدیث صحیح کا ترجمہ ہے

عبارت، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینۃ فوجد الیہود صیاماً یوم عاشوراء فقال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماھذا الیوم الذی تصومونہ فقالوا ھذا یوم عظیم انجی اللہ موسیٰ وقومہ وغرق فرعون وقومہ فصامہ موسیٰ شکراً فنحن نصومہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنحن احق باموسیٰ منکم فصامہ وامر الناس بصیامہ ۱۲

اور براہین والے نے جو علامہ عسقلانی کے اس حدیث کے استدلال کو صفحہ ۱۶۴ و ۱۶۵ میں رد کیا ہے، تو یہ اس کی دریدہ دہانی ہے، کہ ایسے اکابر علمائے کے بارہ میں بکواس کرتا ہے، حالانکہ ان علمائے ربانیین کے مقابلہ میں اس کو ایک حرف بھی نہیں آتا ، اور نیز یہ جو براہین میں آپ کے روزہ عاشورا کو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی نجات کے شکر کا انکار کر کے اُن کی سنت کا اتباع بنا دیا ہے، تو یہ حدیث صحیح اور شراح معتبر کی تصریح کے برخلاف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ہم تمہاری نسبت حضرت موسیٰ کے اَحق ہیں۔ صحیح بخاری مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۵۶۲ پر (حاشیہ درج ہے)[1] "یعنی ہم روزہ رکھتے ہیں حضرت موسیٰ کی موافقت کے لئے جیسا کہ انہوں نے روزہ شکر کا رکھا تھا" امام طحاوی اس حدیث کے نیچے شرح معانی آثار میں لکھتے ہیں، کہ اس[2] حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اللہ تعالیٰ کے شکر کے واسطے روزہ رکھا تھا۔ کہ حضرت موسیٰ کو فرعون پر غالب کر دیا تھا اھ علامہ[3] قاری مرقات میں تحریر کرتے ہیں، کہ معظم چیز کی تعظیم اس جہت سے نہ تھی کہ آپ نے حضرت موسیٰ کی شریعت کی اتباع فرمائی تھی، بلکہ ان کی شرع سے موافقت کے طور پر یا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ حضرت موسیٰ کی خلاص کے شکر میں تھا جیسا کہ آپ نے سورہ ص میں حضرت داؤد کی توبہ کے قبول کے شکر میں سجدہ فرمایا تھا اھ مترجماً۔

---

[1] عبارت نحن نصوم موافقة بموسیٰ حیث صامہ شکراً ۱۲ [2] عبارت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما صامہ شکراً للہ عزوجل فی اظہارہ موسیٰ علی فرعون ۱۲ [3] عبارت فتعظیم ماعظمہ لم یکن علیٰ جہة المتابعة لہ فی شرعہ بل علی طریقہ موافقة شرعہ اذا کان صیامہ صلی اللہ علیہ وسلم شکراً لخلاص موسیٰ کما سجد فی سورة ص شکراً للہ علی قبول توبة داؤد علیٰ نبینا وعلیہ السلام ۱۲ م

سوم[۱]:- امام علامہ طحاوی شرح معانی آثار میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بالوں میں سدل کرتے تھے، اور مشرک مانگ نکالتے تھے، اور اہل کتاب بالوں میں سدل کرتے تھے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے، جب تک کسی بات میں امر الٰہی نہیں ہوتا تھا، پھر آپ نے بھی سر مبارک میں مانگ نکالی، پھر اسی شرح معانی آثار میں اسناد کے ساتھ سلسلہ راویوں کے لکھ کر اخیر میں لکھا ہے، کہ حضرت[۲] ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موافقت اہل کتاب کی پسند کرتے تھے جب تک اُن کے خلاف پر مامور نہ ہوتے اھ مترجماً۔ اور مجمع بحار الانوار[۳] میں ہے کہ پہلی حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورا کا روزہ رکھتے ہوئے اور اس کی تعظیم کرتے ہوئے پایا تو آپ نے بھی روزہ رکھا۔ اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے عاشورا کا روزہ رکھنے اور تعظیم کرنے کے مدینہ طیبہ کی رونق افروز ہونے کے پہلے سے جانتے تھے، ولیکن آپ تھے کہ ابتدا میں موافقت اہل کتاب کو پسند کرتے تھے، اُن کی تالیف قلوب اور کشش

عبارت[۱] عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسدل شعرہ وکان المشرکون یفرقون رؤسہم وکان اھل الکتب یسدلون رؤسہم وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب موافقۃ اھل الکتب فیما لم یؤمر فیہ بشئ ثم فرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راسہ ۱۲ عبارت[۲] فاخبر ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحب موافقۃ اھل الکتب حتی یؤمر بخلاف ذلک ۱۲ عبارت[۳] مر ان الاحادیث السابقۃ دل انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینۃ وجد الیھود یصومونہ ویعظمونہ فصامہ ویمکن ان یقال انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان عالما بتعظیمہم وصومہم لہ من اول قدومہ ولکنہ کان فی اول امرہ یحب موافقۃ اھل الکتب تالیفا بہم واستجلابا

کے واسطے پھر آپ اُن کی مخالفت کو پسند فرمانے لگ گئے تھے، جب اسلام غالب ہو گیا تھا، پس آپ کے صحابہ رضؓ نے جب معلوم کیا کہ آپ اُن کی مخالفت کو پسند کرتے ہیں، تو آپ کو خبر دی اس پر تاکہ آپ اُن کی مخالفت کریں، تو آپ نے فرمایا کہ ہم اُن کی مخالفت کریں گے، سال آئندہ میں نویں تاریخ کا روزہ رکھنے سے، یہ ترجمہ ہے عبارت بحار انوار کا لفظ تسعؔ کے معنی میں سے، اور لفظ وفقؔ میں طیبی سے لکھا ہے کہ آپ اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے جب تک مامور نہیں ہوتے تھے، یہ ابتدا میں تھا، اُن کی تالیف کے لئے اور بُت پرستوں کی نگوں ساری کی غرض سے، پھر جب اسلام غالب اور قوی ہو گیا تو آپ نے کئی کاموں میں اہل کتاب سے مخالفت فرمائی، جیسے کہ بالوں کے خضاب وغیرہ میں،

اور حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نیچے جس کو مکذبین نے سنداً ذکر کیا ہے، شیخ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ "آپ کا قبر پر بیٹھنے کا حکم دینا ظاہراً وحی سے تھا کیونکہ آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے جب تک ان کی مخالفت پر مامور نہ ہوتے تھے"

الحمد للہ اب اِن معتبر سندوں سے معلوم ہو گیا کہ جیسا کہ جواب تفصیلی والوں کا وہ دعویٰ جو دوسری وجہ میں گذرا ہے کہ آپ کو مشابہت کا حال معلوم نہ تھا محض جھوٹا نکلا، ویسا ہی یہ دعویٰ بھی جھوٹا ہے، کہ آپ نے اوّل تشبہ کے لئے روزہ نہیں رکھا تھا۔

چہارم۔ یہ تمثیل اس قاعدہ کلیہ کے مطابق نہیں، کیوں کہ قاعدہ کلیہ کا مضمون یہ ہے کہ تشبہ کے عارض ہونے یا معلوم ہونے کے بعد اس کام کا ترک کرنا لازم ہے، اور

لقلوبهم ثم صار يحب مخالفتهم لما ظهر الحق فلما علم اصحابه محبته مخالفتهم اخبروه بتعظيمهم له ليخالفهم فقال فخالفهم بصوم التاسعة في القابلة انتهى من لفظ تسع وقال في لفظ وفق ط يحب موافقة اهل الكتب فيما لم يؤمر هذا كان اولا تاليفا لهم ورغما لعبدة الاوثان فلما ظهر الاسلام وقوي خالفهم في امور كصبغ الشيب وغيره ۱۲

اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ ترک نہیں کیا۔ بلکہ ایک روزہ اور رکھنے کے قصد سے تشبہ کو دُور کر دیا۔ امام طحاوی شرح[1] معانی آثار میں لکھتے ہیں، یعنی کہ آپ کی غرض یہ تھی کہ میرا مقصود یہ نہیں کہ ایک عاشورا کے دن معین کا ہی روزہ رکھوں جیسا کہ یہود کرتے ہیں، لیکن میں اس کے ساتھ دوسرا روزہ ملا دوں، پس میں نے روزہ رکھ لیا بخلاف روزہ رکھنے یہود کے۔ علامہ قاری مرقات[2] میں کہتے ہیں "اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود کی بالکل مخالفت کا ارادہ کرتے تو اصلاً روزہ کو ترک کر دیتے" پس متحقق ہؤا کہ جواب تفصیلی والوں کا وہ قاعدہ جس کو کلیہ بنا رہے ہیں، خدا تعالیٰ کے دین میں اپنی طرف سے بڑھا رہے ہیں، اور شرعاً اس قدر ثابت ہے کہ اگر واقعی مشابہت ہو تو رفع تشبہ کے لئے ادنیٰ تغیر بھی کافی ہے، جیسے کہ عاشورا کے روز کے روزہ کے ساتھ ایک روزہ اور بڑھا دیا گیا۔ پس اگر تسلیم کر لیں کہ ہندوں کی مجلس مولود کو گھنیا کی جنم اشٹمی سے مشابہت ہے تو اس میں شک نہیں کہ کافر وہ مجلس سال بھر میں ایک ہی دن کرتے ہیں، اور مسلمان یہ مجلسیں جب چاہیں تب کر لیتے ہیں، جیسا کہ مولوی رشید احمد کے فتویٰ مندرجہ براہین میں اس پر تصریح ہے تو رفع تشبہ ہو گیا۔ ہر چند قصد تشبہ کا بھی نہ تھا۔ خدائے یکتا کا حمد ہے۔

مسئلۂ تختم

جواب تفصیلی میں ہے "رہا مسئلہ تختم دست راست سو اس پر بھی جناب نے

عبارت[1]، ای لئلا اقصد بصومی ای یوم عاشوراء بعینہ کما یفعل الیھود ولکن اخلطہ بغیرہ فاکون قد صمتہ بخلاف ما تصومہ الیھود ۱۲ عبارت[2] ولو اراد صلی اللہ علیہ وسلم مخالفتہم بالکلیۃ لترک الصوم مطلقاً۔ انتہیٰ ۱۲

بے سمجھے اعتراض کیا ہے، وہ قاعدہ مذکورہ کی اُس شق کی مثال ہے کہ تشبہ عارض ہو جاوے، جیسے پہلی مثال بعد میں معلوم ہونے کی تھی، آپ نے جو عبارت ذخیرہ کی نقل فرمائی ہے کہ یہ شعار رافضیوں کا اگلے وقتوں میں تھا اب نہیں، پس اب منع نہیں، اس سے ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے، ہمارا تو یہی مطلب تھا کہ تشبہ عارض کی وجہ سے منع ہوا، اور جب عروض تشبہ جاتا رہا منع بھی باقی نہ رہا۔ یہی مطلب اس عبارت کا ہے جو آپ نے نقل کی ہے جب آپ کو سیدھے سیدھے مسائل فقہیہ کے سمجھنے کی بھی رسائی نہیں، تو حدیث سے کسی مطلب کا استنباط کرنا اس کے لئے تو فہم اور علم کی ضرورت ہے

رہا یہ طعن و تشنیع کہ جب باری تعالیٰ کے امکان کذب سے نہ ڈرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے ہراس نہ کیا، یہ عوام کو دھوکہ دینا ہے ہم تو اس سے بری ہیں، چنانچہ ظاہر ہو چکا اور آگے ظاہر ہو جاوے گا۔ مگر دارِ عقبیٰ میں اس اتہام کا عوض آپ پا دیں گے۔ اگر ہم بھی اس کے مقابلہ میں ایسا ہی کریں، تو جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا ہو جاوے، لیکن ہم صبر کرتے ہیں، خدا صابروں کے ساتھ ہے، اور ثواب اُخروی بہتر سمجھتے ہیں، فقط انتہیٰ بلفظہ،

فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ کیا سچی بات ہے کہ جب تجھے حیا نہ ہو، تو جو جی چاہے کئے جا۔ براہین میں صاف درج ہے کہ دستِ چپ میں تختم جائز ہے بحکم حدیث اور جب یہ شعار روافض کا ہوا تو مکروہ ہو گیا۔ جیسا کہ اوپر منقول ہو چکا ہے، اور فقہیہ کتابوں سے ظاہر ہے کہ دستِ راست میں انگوٹھی پہننی اگلے وقتوں میں

شعار روافض کی وجہ سے مکروہ تھی، اور اب اِن کتابوں کے وقت تالیف میں شعار روافض سے نہیں ہے، تو اب دست راست و چپ دونوں میں انگوٹھی کا پہننا روا ہے، تو کیسا صریح ثابت ہے، کہ براہین والے کا مسئلہ بالکل غلط ہے کہ وہ دستِ چپ میں ان وقتوں میں تختم کو شعار روافض کہتا ہے، پس باوصف اس فاحش غلطی کے یہ کہے جانا کہ "مسئلہ تختم کا جو کتب فقہ سے منقول کیا ہے وہ ہمارے مُدعا کے مؤید ہے نہ مولوی قصوری کے" پس ایسی بے حیائی اِن مکذبین پر ہی ختم ہے، پھر یہ کہنا کہ "ہم طعن امکان کذب باری تعالیٰ و توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بَری ہیں" الخ حالانکہ اِن کی عبارتیں اُوپر منقول ہوئی ہیں، کہ "قول امکان کذب باری تعالیٰ کمال الوہیت و شعبہ عموم قدرت ہے، اور یہ اہل سُنّت کا مذہب ہے، اور اس عقیدہ کا مخالف دائرہ اہل سُنّت سے خارج ہے" اور ایسے ہی اَور ہفوات اور علیٰ ہذا یہ کہنا کہ سب بنی آدم آں حضرتِ صلی اللہ علیہ وسلم سے بشریت میں برابر ہیں، اور آپ کا علم شیطان لعین کے علم سے کم ہے، اور دوسرے ایسے ہذیانات جو اُن کے شائع کئے ہوئے اور دستخطی لکھے ہوئے موجود ہیں، پھر یہ کہنا کہ ہم تو اس سے بَری ہیں الخ پس یہ صریح کذب تقیہ نہیں تو اَور کیا ہے؟

اعتراضِ ششم

فاتحہ سوئم رسمِ ہنود ہے؟

براہین قاطعہ کے صفحہ ۵ و ۵۸ و ۵۹ وغیرہا میں لکھا ہے، اس طرح وہابیت سے ایصال کو منع کرتے ہیں، کہ جس میں تشبہ بکفار لازم آ جائے، اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہے، اور سوم بھی، سو اس فاتحہ و سوم کی نسبت لکھا ہے کہ رسم ہنود ہے کیونکہ تیسرے دن کا اجتماع اور کھانا برہمن کے سامنے رکھ کر اشلوگ گوانے ان کا ہی دستور ہے، علیٰ ہذا مولوی رشید احمد صاحب نے جو رسم ہنود کہا ہے تو تعین اجتماع برادری اور سوم کو اور طعام سامنے رکھ کر ہاتھ اُٹھانے کو کہ یہ رسم ہنود ہے انتہیٰ اس پر یہ اعتراض ہے کہ مسلمانوں میں جو دستور ہے کہ کھانا پکا کر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھ پڑھا کر اس کا ثواب ارواح بزرگان کو پہونچاتے ہیں، جب کہ عرب و عجم میں رائج ہے، جس کی تفصیل کسی قدر انوار ساطعہ میں لکھی ہے، تو اس کو مشابہ رسم ہنود کے کہ کھانا برہمن کے سامنے رکھ کر اشلوک گوانے لکھنا یہ بھی ویسا ہی بلا دلیل شرعی مسلمانوں کے نیک معمول کو مشابہ شعار کفار بنانا ہے، جیسا کہ مجلس مولود شریف کو مشابہ شعارِ کفار ایک سخت ضعیف حدیث اور بناوٹی مسئلہ کی دلیل سے لکھ دیا تھا الغرض رسالہ براہین قاطعہ کے جواب جہاں تک دیکھے گئے سخت تعصب و ضد

اور نفسانیت پر مبنی پائی، جیسا کہ ایک رسالہ مستقلہ میں بیان کئے گئے ہیں، اس جگہ بطور مشتے نمونہ خروار اظہار کیا گیا، محض تائید دین اسلام کی غرض سے تاکہ غیر دین والوں کے مطاعن رفع ہوں، اور خدائے بے ہمتا ہی ہادی ہے۔

(بقلم فقیر غلام دست گیر قصوری کان اللہ لہٗ
۲۔ شوال ۱۳۰۶ھ من ہجرۃ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ و التحیۃ)

یہ چھٹا اعتراض ہے، جس کے جواب میں صاحب براہین مع حوارین جواب تفصیلی میں لکھتے ہیں کہ:۔

"مُردوں کو اطعام طعام اور قرأت قرآن وغیرہ عبادات کا ثواب پہنچانا منع نہیں ہے، لیکن جب اس کے ساتھ قیودِ نامشروعہ تخصیص ہیئت و تقیید مطلق یا تشبہ بکفار لازم آجائے گا تو البتہ مجموعہ پر حکم عدم جواز کا کیا جائے گا۔ چنانچہ اس زمانہ میں جو طریقہ ثواب رسانی کا عوام ہندوستان میں مروّج ہے، اس میں سب خرابیاں موجود ہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ سوم کے روز اگر کوئی برادری کو اکٹھا کر کے نخود پر نہ پڑھوا وے، تو اس کو مطعون کریں گے، اگرچہ وہ اس سے زیادہ خیرات کرے، اور بطور خود قرآن اور کلمہ پڑھ کر ثواب پہونچاوے۔ اور اسی طرح اگر روز سوم گذر جائے تو بھی اس کو قابل ملامت سمجھتے ہیں، اور یہی فاتحہ مرّجہ کا حال ہے، حالانکہ شریعت میں کوئی تخصیص اور تقیید ایصال ثواب کے لئے مقرر نہیں ہوئی۔ پھر اپنی طرف سے کسی ہیئت یا وقت یا مکان یا رجال کے ساتھ خاص کرنا تقیید مطلق اور بدعت ضلالت ہے، پھر باوجود ان خرابیوں کے اگر

اس میں تشبہ بکفار بھی لازم آجائے گا تو اور بھی نا مشروعیت بڑھ جائے گی چنانچہ تیجا یعنی سوم اصل رسوم ہنود کی ہے، جس کو وہ پھول کہتے ہیں، اور نیز کھانا آگے رکھ کر فاتحہ پڑھنا یہ بھی مشابہ رسم کفار ہنود ہے، کہ کھانا برہمن کے آگے رکھ کر اشلوک گوانے ان کا ہی دستور ہے، حالانکہ شارع کی طرف سے کوئی تخصیص و تقیید نہ کی گئی تھی، اور اب یہ حال ہے، کہ اگر کوئی اس مروجہ ہیئت کی مخالفت کا نام لیوے تو عوام جہال بلکہ بعض خواص بھی لڑنے مرنے کو آمادہ ہو جاتے ہیں، اس پر قصوری صاحب نے اول تو نقل عبارات میں تھوڑی تھوڑی عبارتیں جن سے ایصال ثواب اُردو کی ممانعت سمجھی جاتی تھی نقل کی، تاکہ عوام بھڑک اُٹھیں، اور جن عبارتوں سے ایصال ثواب کا جائز ہونا ثابت ہوتا تھا، اُن کا ذکر تک نہ کیا بعد اس کے صرف فاتحہ مروجہ کی ممانعت کی نسبت اعتراض کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ فاتحہ مروجہ کو جو مسلمانوں کی نیک رسوم میں سے ہے، اور عرب و عجم سب میں شائع و ذائع ہے، رسم ہنود کی مشابہہ لکھنا مسلمانوں کی نیک رسموں کو بلا دلیل شرعی کفار کے مشابہ بنانا ہے، جیسا کہ مجلس مولود شریف کو مشابہہ کفار

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے جواز مولود شریف

حاجی امداد اللہ صاحب مکذبین کے پیران پیر رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے (صفحہ ۲ و ۳ و ۴) میں لکھتے ہیں۔

پہلا مسئلہ مولود شریف ۔ اس میں تو کسی کو کلام نہیں، کہ نفس ذکر ولادت شریف حضرت فخر آدم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجب خیرات و برکات دنیوی و اخروی ہے، صرف کلام بعض تعینات و تخصیصات اور تقییدات میں ہے، جن میں بڑا امر قیام ہے، بعض علماء ان امور کو منع کرتے ہیں بقولہ علیہ السلام (باقی ص ۳۳)

لکھ کر سخت ضعیف حدیث اور بناوٹی مسئلہ سے ممنوع لکھا تھا، جواب اس اعتراض کا یہ ہے، کہ نیک رسم اہل اسلام کی وہ ہے، جو قواعد شرع کے موافق ہو، اور جو قواعد شرع کے مخالف ہو، وہ رسم ہرگز نیک نہیں۔ ارواح بزرگاں کو ثواب پہونچانا بشرطیکہ ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو، بے شک نیک رسم ہے، لیکن جب اس میں تخصیص ہیئت اور تقیید مطلق ہو کر تشبہ بکفار بھی ہو جاوے، تو شرعاً وہ نیک رسم نہیں ہو سکتی، تو جس نے کسی رسم کو جو مسلمانوں میں رائج ہے، بوجہ تشبیہ کفار ممنوع کہا، اُس نے خود مطابق شرع فتویٰ دیا۔ اب اس کو جو شخص بلا دلیل کہتا ہے، وہ خود دلیل شرعی کا منکر ہے، اور ہر شخص جانتا ہے کہ دلیل شرعی کا منکر کون ہوتا ہے۔ ہاں اب اس کا ثبوت دینا ضرور ہے، کہ تشبیہ کی وجہ سے ممانعت عارض

(سابق سے ملحقہ) کل بدعۃ ضلالۃ اور اکثر علماء اجازت دیتے ہیں لاطلاق دلائل فضیلۃ الذکر اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے، کما یظہر من التامل فی قولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد الحدیث۔ پس ان تخصیصات کو کوئی شخص عبادت مقصودہ نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہ مباح جانتا ہے، مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے اور ہیئت مسبب کو مصلحت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں، مثلاً قیام کو لذاتہا عبادت نہیں اعتقاد کرتا مگر تعظیم ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت جانتا ہے، اور کسی مصلحت سے اس کی یہ ہیئت مقرر کر لی، اور مثلاً تعظیم ذکر کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے، مگر بمصلحت سہولت دوام یا اور کسی مصلحت سے بارہ ربیع الاوّل مقرر کر لی اور کلام تفصیل مصالح میں از بس طویل ہے، ہر محل میں مصلحت ہے، رسائل مولد میں بعض مصالح مذکور بھی ہیں، اگر تفصیلاً کوئی مطلع نہ ہو تو مصلحت اندیشاں پیشین کا اقتدا ہے، اس کے نزدیک مصلحت کافی ہے ایسی حالت میں تخصیص مذموم نہیں ہوتی۔ تخصیصات اشغال و مراقبات و تعینات رسوم مدارس و خانقاہ جات اسی قبیل سے ہے، اور اگر ان تخصیصات کو قربت مقصودہ جانتا ہے مثل نماز و روزہ کے تو بیشک اُس وقت یہ امور بدعت ہیں، مثلاً یوں اعتقاد کرتا ہے، اگر تاریخ معین پر مولود نہ پڑھا گیا (باقی آگے)

ہوتی ہے، اول تو اس کا عمدہ ثبوت ہم خود مولانا قصوری صاحب کی کتاب سے ہی دیتے ہیں، جس میں ان کو اور اُن کے اتباع کو چون وچرا کی ذرا بھی گنجائش باقی نہ رہے، اصل دلیل اس مدعا کے اثبات کے لئے وہ حدیث ہے جس کی تصحیح و توثیق مولانا قصوری صاحب نے اپنے رسالہ "جواہر مضیہ دنیچریہ" کے صفحہ ۶ و ۷ میں فرمائی ہے، اور کتب حدیث سے اس کی تخریج کا حال ذکر کیا ہے، الفاظ اس کے یہ ہیں "من تشبہ بقوم فھو منھم" (یعنی جو تشبہ کرتا ہے کسی قوم سے وہ اُن سے ہی ہوتا ہے) اور نیز "لیس منا من تشبہ بغیرنا" (یعنی ہم سے نہیں جو تشبہ ہمارے غیر سے کرے) اس سے یہ مطلب ثابت کیا کہ کفار کے ساتھ اُن کے شعار میں تشبہ ممنوع ہے، پھر دوسری حدیثوں سے اس کا مورد بیان کیا ہے، اور یہ حدیث جو بغرض

(سابق سے ملحق) یا قیام نہ ہوا یا بخور و شیرینی کا انتظام نہ ہوا ثواب ہی نہ ملا تو بیشک یہ اعتقاد مذموم ہے کیونکہ حدود شرعیہ سے تجاوز ہے، جیسے عمل مباح کو حرام اور ضلالت سمجھنا مذموم ہے، غرض دونوں صورتوں میں تعدی حدود ہے، اور اگر ان امور کو ضروری بمعنے واجب شرعی نہیں سمجھتا بلکہ ضروری بمعنے موقوف علیہ بعض البرکات جانتا ہے جیسے بعضے اعمال میں تخصیص ہوا کرتی ہے کہ ان کی رعایت نہ کرنے سے وہ اثر خاص مرتب نہیں ہوتا، مثلاً بعض عمل کھڑے ہو کر پڑھے جاتے ہیں، اگر بیٹھ کر پڑھیں وہ اثر خاص نہ ہوگا، اس اعتبار سے اُس قیام کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اور دلیل اس توقف کی وجدان اعمال کا تجربہ یا کشف و الہام اسی طرح کوئی عمل مولد کو بہیئت کذائیہ موجب بعض برکات یا آثار کا اپنے تجربہ سے یا کسی صاحب بصیرت کے وثوق پر سمجھے اور اس معنی پر قیام کو ضروری سمجھے کہ یہ اثر خاص بدون قیام نہ ہوگا اس کی بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں، پھر صفحہ ۵ کے اخیر میں فرماتے ہیں، رہا یہ اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں۔ اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے کیونکہ یہ امر ممکن ہے عقلاً و نقلاً۔ بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے، رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے، یہ ضعیف شبہ ہے، آپ کے علم و روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے (باقی اگلے صفحہ پر)

کلی کے تھی، اس کی جزئیات بتلائیں، پہلی حدیث صحیحین[1] وغیرہما کہ یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے، تم اِن کی مخالفت کرو، اور نسائی اور ترمذی سے[2] یہ نقل کی آپ نے فرمایا بڑھاپے کو بدلو اور یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو، حالانکہ بڑھاپے کے سفید بال خدا کی طرف سے نور تھے، ابو داؤد میں[3] حدیث ہے کہ بڑھاپے کو دُور نہ کرو، وہ مسلمان کا نور ہے، اور نیز وقار ہے و سنت ابراہیمی، چنانچہ امام مالک[4] نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ابراہیمؑ خلیل الرحمٰن نے سب سے پہلے سفید بال دیکھ کر عرض کی، خداوندا یہ کیا ہے فرمایا، اے ابراہیم یہ عزت ہے، عرض کی خداوندا مجھے عزت زیادہ کر، اختصار سے لکھا ہے، پھر باوجود اِن سب خوبیوں کے صرف تشبیہ یہود سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بدلنے کا حکم فرمایا۔ دوسری روایت صحیحین

(سابق سے ملحق) ثابت ہے، اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے، علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اُٹھ جائے، بہرحال ہر طرح یہ امر ممکن ہے، اور اس سے آپ کی نسبت اعتقاد علم غیب لازم نہیں آتا جو کہ خصائص ذات حق سے ہے، کیونکہ علم غیب وہ ہے جو مقتضائے ذات کا ہے، اور جو باعلام خداوندی ہے وہ ذاتی نہیں، یا بسبب ہے وہ مخلوق کے حق میں ممکن بلکہ واقع ہے، اور امر ممکن کا اعتقاد شرک و کفر کیونکر ہو سکتا ہے، البتہ ہر ممکن کے لئے وقوع ضروری نہیں، ایسا اعتقاد کرنا محتاج دلیل ہے، اگر کسی کو دلیل مل جاوے مثلاً خود کشف ہو جاوے یا کوئی صاحب کشف خبر دے تو اعتقاد جائز ہے، ورنہ بے دلیل ایک غلط خیال ہے، غلطی سے رجوع کرنا اُس کو ضرور ہے مگر شرک و کفر کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ پس تحقیق مختصر اس مسئلہ میں یہ ہے جو مذکور ہوئی، اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات کا سمجھ کر ہر سال کرتا ہوں، اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ انتہیٰ بکلماتہ الطیبۃ من مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۲

(عبارت احادیث) حدیث[1]۔ ان الیھود والنصارٰی لا یصبغون فخالفوھم ۱۲ [2] و غیروا الشیب ولا تشبھوا بالیھود ۱۲ [3] لا تنتفوا الشیب فانہ نور مسلم ۱۲ [4] عن سعید بن مسیب (باقی آگے)

وغیرہما کی مگر دانت اور ناخن لیکن دانت پس وہ کار حبشہ کی ہے اخیر حدیث تک، تیسری روایت صحاح ستہ کی کہ آئندہ سال نویں تاریخ کا روزہ یعنی عاشورا کے ساتھ رکھوں گا۔ چوتھی روایت بخاری کی حضرت ابن عمر کا منع کرنا کہ مسکین بہت کھانے والا پھر میرے پاس نہ لانا۔ پانچویں روایت غلام بہت کھانے والا آپ نے خرید کر لوٹا دیا۔ بعد اس کے مولانا قنوجی صاحب نے لکھا کہ ان احادیث سے متحقق ہو گیا کہ آپ کو اہل کتاب اور دوسرے کفار سے مشابہت اور ان کی صفتوں سے متصف ہونا ناپسند تھا۔ پھر آگے لکھتے ہیں، جو شخص کافروں اور فاسقوں کے شعار میں اُن سے مشابہ بنے، گناہ میں اُن کا شریک ہو گا، اور جو نیکوں اور ایمان داروں کی مشابہت پیدا کرے گا، ثواب میں اُن کا ساتھی ہو گا۔ کذا فی المرقات (پھر صفحہ ۱۷ پر لکھا) کہ حدیث تشبہ کی صحت لفظی و معنوی ثابت ہو گئی، اسی واسطے دینی کتابوں میں کفار اور فجار کی ظاہری مشابہت مکروہ لکھی ہے، اور رضا بالکفر دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے، اور رد المحتار سے مجوسیوں اور گناہ گاروں کی وضع پر موزہ اور کپڑا بنانے کی کراہت نقل کی، اور نیز فقہ اکبر سے رافضیوں کی ٹوپی پہننے کو مکروہ تحریمہ لکھا ہے پھر بعد نقل مسائل فقہیہ کے صفحہ ۲۷ و ۲۸ پر لکھا ہے، کہ قرآن و حدیث و اقوال علماء سے

(بقیہ صفحہ سابقہ) یقول کان ابراہیم خلیل الرحمن اول الناس رای الشیب فقال یا رب ما ھذا قال وقار یا ابراہیم قال رب زدنی وقارا ۱۲ [1] حدیث لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع ۱۲ [2] منع ابن عمر رضی اللہ عنہما من عود المسکین الذی یاکل کثیرا ۱۲ [3] حدیث من تشبہ بالکفار والفساق فی شعارھم کان شریکا فی الاثم ومن تشبہ بالمؤمنین والمحسنین یکون شریکا فی ثوابهم ۱۲

ثابت ہے کہ کافروں کے شعار میں تشبیہ کرنے سے اور اس کو اپنے لئے پسند کرنے سے کفر کی نیت کا اظہار ہے، اور خان صاحب بہادر شریعت اسلام کے برخلاف کہتے ہیں کہ کفار کے اشعار میں تشبیہ خواہ کسی حد تک ہو کلمہ توحید کے ساتھ غیر مضر ہے الخ پس اگر ہم نے اس حدیث صحیح مسلمہ سے کسی مدعا کے اثبات پر استدلال کیا، تو وہ کیوں بے دلیل ہوا۔ نہایت تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ اگر کوئی دوسرا انکار کرے تو وہ دین اسلام سے خارج ہو، اور خود قصوری صاحب اس کا انکار فرماتے ہیں تو وہ مومن کامل بنے رہیں، سبحان اللہ ایک ہی حدیث اگر اس سے مولانا قصوری استدلال فرمائیں تو وہ قطعی اور یقینی ہو جائے اور اُس کے منکر کی تکفیر و تضلیل تک نوبت پہونچے۔ اگر مخالف مولانا کے اسی حدیث سے استدلال کریں، اور مولانا منکر ہوں تو پھر وہ حدیث ناقابل اعتماد ہو، اور نہ وہ استدلال لائق تسلیم پس یہ اگر حق پوشی نہیں تو کیا ہے؟ افسوس یہ بھی مولانا صاحب نہیں سمجھتے کہ رسوم کفار کے مشابہ کس کو کیا ہے اور کس کو نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مطلق ایصال ثواب یا مطلق ذکر میلاد جو امور مستحبہ سے ہیں اُس کو کسی نے مشابہ رسوم کفار نہیں بنایا۔ اور جو قبائح اور بدعات امور مستحبہ کے ساتھ مخلوط ہو گئے جن سے تشبہ بکفار عارض ہو گیا وہی امور مبنی تشبہ بکفار ہیں وہ نیک رسوم میں سے نہیں، پس بلا تامل و تفرقہ یہ کہنا کہ نیک رسوم مسلمانوں کو مشابہ بکفار بنایا ہے، ناانصافی ہے۔ انتہی بلفظہ

ایصالِ ثواب کا جواز!

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ جواب تفصیلی والوں نے تخصیص ہیئت و تقیید مطلق کی کچھ تفصیل نہیں کی، کہ اس سے کیا مراد ہے، تو اب اس کا کیا جواب دیا جاوے، اور یہ جو کہا ہے کہ ہیئت اور وقت یا مکان یا رجال کے ساتھ خاص کرنا تقیید مطلق اور بدعت اور ضلالت ہے سو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اور اس میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ جب کوئی کام وقوع میں آوے گا تو وہ کسی نہ کسی شکل اور کسی وقت و مکان میں ہو گا۔ اور فاعل کے سوا فعل کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ ایک ہو یا بہت، البتہ جو چیز احکام شرع سے نہ ہو اس کو فرض واجب وغیرہ جان لینا باطل ہے، اور مسلمانوں پر بدگمانی ناروا ہے، اور خیر خواہی و نصیحت دین سے ہے، اور یہ جو کہا ہے کہ سوم کے روز اگر کوئی برادری کو اکٹھا کر کے نخود نہ پڑھواوے تو اس کو مطعون کریں گے، یہ مخالف ہے اس کے جو ہم پنجاب کے شہروں میں دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان کسی کے اپنوں میں سے فوت ہونے کے بعد ایصال ثواب سے جلد از جلد اس کی مدد کرتے ہیں، اور کوئی تیسرے دن کی تخصیص نہیں ہوتی، قریب یا بعید جمعہ ہو تو اس میں فاتحہ خوانی اور نفع رسانی کرتے ہیں، اور شمار کے واسطے کھجور کی گٹھلئیں ہوتی ہیں۔

مؤلف براہین کی رسالہ ردِ نیچریہ کی عبارت میں ترمیم!

اور یہ جو فقیر پر الزام دیا ہے احادیث اور اقوال رسالہ جواہر مضیہ رد نیچریہ کے بیان سے حالانکہ بعضے مضامین مؤلف براہین نے اپنی طرف سے لکھ کر اس رسالہ کی طرف

جھوٹا حوالہ کیا ہے، کہ بہتان ان کی جبلی عادت ہے، جیسے کہ حدیث ان الیھود والنصاریٰ لا یصبغون فخالفوھم کے پیچھے دو حدیث ایک حدیث ابی داؤد کی اور دوسری امام مالک کی درج کردی ہے، اور اس دوسری حدیث میں اپنی قلم سے یوں لکھا ہے (ابراہیم خلیل الرحمٰنؑ) پس قطع نظر ایسے کذب اور افترا سے محض تعصب اور ضدیت کو قبلہ بنا لیا ہے، اور صریح حق کو پس پشت ڈال دیا ہے، اس لئے کہ جب خان بہادر نیچری نے حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم کا انکار کیا، اور کہا یہ مردود ہے، اور لفظاً معنیً ثابت نہیں اور کافروں کے شعار میں تشبہ کرنے کی ہرگز کچھ قباحت نہیں ہے، چنانچہ اس کی اخبار تہذیب الاخلاق میں اس پر تصریح ہے، پھر اپنی تفسیر القرآن میں حج اور روزہ رمضان اور نماز میں استقبال قبلہ کی عدم فرضیت کا اعلان کیا ہے اور سُود کی حرمت کا انکار کرکے فرشتوں اور جنوں اور دوزخ و بہشت اور انبیاء کے معجزات سب کا انکار صاف کر دیا ہے، اور اس میں سخت زبان درازی کی ہے، اس پر فقیر نے اس رسالہ میں یہ اس کی باتیں نقل کرکے قرآن اور حدیث اور عقلی دلیلوں سے اُس کی تردید کی ہے، اور یہ ظاہر کیا ہے کہ کافروں اور گناہ گاروں کے شعار میں قصد تشبہ کا یقیناً منع ہے، اور جو اس کا منکر ہو اور تشبہ کے قصد کو روا جانتے اور پسند کرے، اور عوام اہل اسلام کو مطلق العنان کردے اور اسلام کی تقییدات کو باطل ٹھہرادے، اور قطعی فرضوں کا منکر ہو جائے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، تو اس کی تصدیق میں اکثر علمائے ربانیین فقیر سے متفق ہوئے جیسا کہ اخیر اس رسالہ کے چالیس سے زائد علماء کی تصحیح موجود ہے، اور صاحب براہین نے بھی اس کی تقریظ

لہ یعنی علیٰ نبینا و علیہ السلام کو اختصار کیا ہے جس کی قباحت بارہا مذکور ہو چکی ہے ۱۲

میں لکھا ہے، کہ خدا جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہے ہدایت فرماتا ہے۔ صفحہ ۲۸ کی سطر ۱ میں دیکھو، اور اس سے پہلے بہت سے علمائے ہندوستان نے بھی رسالہ امداد الآفاق میں رئیس نیچر کی تکفیر کی ہے، جب معاملہ یوں ہے، تو اب کیونکر لازم آتا ہے کہ حدیث تشبہ کے صحیح ماننے سے ہم تسلیم کر لیں کہ مجلس مولود اور طعام پر فاتحہ کہنا ایصال ثواب کے لئے شعار کفار سے مشابہ ہے، نہیں ہرگز نہیں، اس لئے کہ قصد تشبہ جس پر نہی کا مدار ہے جیسا کہ معتبر کتب فقہ سے اوپر متحقق ہو چکا ہے اور قریب پھر آوے گا۔ اس جگہ موجود نہیں، پس یہ تشبہ ظاہری کچھ مضر نہیں باوصفیکہ مومنوں اور کافروں کے دلوں میں تغائر ہوتا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ کسی قدر تغائر اور فرق سے تشبہ رفع ہو جاتی ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر ہم آئندہ سال تک زندہ رہے تو ایک روزہ نویں تاریخ کا بھی رکھ لیں گے، یعنی اتنے ہی فرق سے تشبہ رفع ہو گئی، جس کا ذکر بسط مناسب سے اوپر ہو چکا ہے، تو اب جواب تفصیلی والوں کی تطویل لاطائل اور فقیر پر سخت زبان درازی مکذبین کو کچھ بھی فائدہ مند نہیں ہے۔

تشبیہہ مذموم کیا ہے؟

جواب تفصیلی میں ہے "اب دل چاہتا ہے کہ بحث تشبیہہ کو کسی قدر اور بھی وسعت دوں، تاکہ طالب حق کی طمانیت کا باعث ہو۔ مشکوٰۃ میں صحیحین سے روایت ہے، جس کا ایک ٹکڑہ یہ ہے ولاتحینوا بصلوٰتکم

ؔ برخلاف معاملہ نیچری کے کہ اس کو قصد تشبہ پر اصرار ہے ۱۲

طلوع الشمس ولا غروبها فانها تطلع بین قرنی الشیطان اس پر علی قاری[1] لکھتے ہیں، کہ دو قرن شیطان سے دو جانب اس کے سر کی مراد ہے کیونکہ وہ سورج کے طلوع کے وقت اس کے روبرو کھڑا ہوتا ہے پس سورج کا نکلنا اس کے دو قرنوں میں ہوتا ہے پس وہ آفتاب پرستوں کا قبلہ بن جاتا ہے پس اس وقت میں نماز پڑھنے سے منع کی گئی، تاکہ سورج پرستوں کی مشابہت نہ ہو جائے، عبادت میں دوسری روایت[2] مشکوٰۃ میں ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکوں کی مخالفت کرو، تم اپنی ریش بڑھاؤ، موچھوں کو کتراؤ، یہ صحیحین میں ہے، تیسری روایت[3] مشکوٰۃ میں ہے، حجاج بن حسان کہتا ہے کہ ہم انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) پر داخل ہوئے، پس میری ہمشیرہ مغیرہ نے مجھ سے کہا کہ تو اس وقت لڑکا تھا اور تیرے سر پر دو شاخیں یا دو چوٹیاں تھیں تو حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے تیرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت کی اور کہا کہ ان دونوں کو یا اس کی دو چوٹیوں کو منڈوا دو، کہ اس میں یہود سے مشابہت ہے یہ ابوداؤد میں ہے اور چوتھی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ

---

[1] عبارت قرنی الشیطان ای جانبی راسہ لانہ ینتصب قائماً فی وجہہ عند طلوعہا لیکون شروقہا بین قرنیہ فیکون قبلۃ لمن یسجد للشمس فنہی عن الصلوٰۃ فی ذلک الوقت لئلا یتشبہ بہم فی العبادۃ ۱۲ [2] حدیث عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین اوفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب ۱۲ [3] عبارت عن الحجاج بن حسان قال دخلنا علی انس بن مالک فحدثتنی اختی المغیرۃ قالت وانت یومئذ غلام ولک قرنان او قصتان فمسح راسک وبرک علیک واحلقوا ھذین او قصوھما فان ھذا زی الیہود ۱۲

کافر[۱] ایک بیری کے درخت پر ہتھیار لٹکاتے تھے اور اُس کے گرد بیٹھتے تھے، اور اس کو ذات انواط کہتے تھے، تو مسلمانوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے لئے بھی اسی طرح کا درخت مقرر کر دیجئے، تا کہ اس پر ہم ہتھیار لٹکائیں اور اس کے گرد بیٹھیں، تو آپ نے فرمایا، یہ تو ایسی بات ہے جیسے حضرت موسیٰ[۲] کی قوم نے عرض کیا تھا، اجعل لنا الٰھًا کما لھم اٰلھۃ۔ پانچویں، مسلم[۳] میں مذکور ہے، تم اس وقت فارسیوں کا کام کرتے ہو وہ اپنے بادشاہوں پر کھڑے رہتے ہیں اور بادشاہ بیٹھے رہتے ہیں، یہاں نماز کو جو عمدہ عبادتوں میں سے ہے کفار فارس و روم کے فعل کے ساتھ مشابہہ کر دیا۔ ہدایہ[۴] میں ہے جب امام قرآن سے یعنی دیکھ کر پڑھے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی نماز ٹوٹ گئی، اور صاحبین کہتے ہیں کہ نماز تو پوری ہو گئی مگر یہ فعل مکروہ ہے کہ مشابہ اہل کتاب کے ہے، نہایہ[۵] میں ہے کہ وہ ایسا ہی نماز پڑھتے ہیں پس مکروہ ہے تشبہ کے لئے، کیونکہ ہم ان کی مشابہت سے حتی الامکان منع کئے گئے ہیں، اور نیز دوسری جگہ ہدایہ[۶] میں ہے، اور مکروہ ہے کہ امام محراب میں کھڑا ہو کہ یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے، اسی طرح صدہا جزئیات، مسائل فقہیہ اس

عبارت[۱]. ان الکفار کانوا یعلقون الاسلحۃ علی شجرۃ السادۃ و یقعدون حولہا ویسمونہا ذات انواط فقال المسلمون لرسول اللہ ان یعین لہم شجرۃ یعلقون علیہا الاسلحۃ و یقعدون حولہا فقال ھذا کما سئل موسیٰ قومہ اجعل لنا الٰھًا کما لھم اٰلھۃ ۱۲ عبارت[۲] ان کدتم انفا تفعلون فعل فارس یقومون علی ملوکہم وھم قعود ۱۲ عبارت[۳] اذا قرء الامام من مصحف فسدت صلوتہ عند ابی حنیفۃ وقالا ھی تامۃ الا انہ یکرہ لانہ یشبہ اھل الکتب ۱۲ عبارت[۴] فانہم یصلون ھکذا فیکرہ للتشبہ لانا نھینا عن التشبہ بہم فیما لنا بہ منہ ۱۲ عبارت[۵] ویکرہ ان یقوم الامام فی الطاق لانہ صنع اھل الکتاب ۱۲

سلہ مولوی خلیل احمد نے یہ اپنی قلم سے اختصار کیا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے درود بالکل ترک کر دیا ہے ۱۲

قاعدہ مسلمہ پر مترتب ہیں، خود مولانا قصوری صاحب نے اپنے رسالہ جواہر مضیہ کے صفحہ ۲۶ و ۲۷ پر مجوس کی ٹوپی پہننے اور زنار باندھنے اور زرد کپڑا کندھے پر دوخت کرانے اور طوق کاندھے پر رکھنے کو بروایات فقہیہ کفر ثابت کیا ہے الخ اب بعد تأمل اختلاف روایات سے بخوبی سمجھ میں آیا ہے کہ کفار کی مشابہت بعض جگہ کفر گنتے ہیں اور بعض جگہ مکروہ۔ الغرض ادنیٰ مرتبہ مشابہت ممنوعہ میں کراہت ہے، جس سے علمائے امت کسی کو انکار نہیں اور خود مولانا قصوری صاحب بھی اِس کے قائل ہیں، پھر معلوم نہیں کہ فاتحہ مروجہ وغیرہ میں کیا امر پیش آیا۔ کہ باوجودیکہ اُن کا مذہبی[1] بھائی مولوی عبدالسمیع تشبہ کو تسلیم کرتا ہے، اور غالباً آپ بھی تسلیم کرتے ہوں گے، ورنہ عدم تسلیم بوجہ ناواقفیت رسم ہنود کے ہوگی۔ پس واضح ہوگیا کہ ہم نے فاتحہ مروجہ کی ممانعت ایسی دلیل شرعی سے کی تھی جس پر امت متفق ہے، لیکن آپ کی عادت ہے کہ اپنے ہوائے نفسانی کے برخلاف کو خواہ وہ مدلل بدلیل شرعی ہو آپ اُس کو ضعیف اور بناوٹی بنایا ہی کرتے ہیں۔"

فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے کہ دانش مندوں پر مخفی نہیں ہے کہ یہ تمام روایات مکذبین کے مدعا کے مفید نہیں ہیں۔ کہ یہ کوئی بھی مجلس مولود اور فاتحہ مروجہ کے منع پر نص نہیں ہیں اور نہ اِن میں اس پر دلالت ہے کہ مشابہت ظاہری بھی کفار سے منع ہے، اور اُوپر بارہا گذر چکا ہے کہ اس جگہ مشابہت ہرگز مقصود نہیں ہے اور اوپر اِن مکذبین کے پیران پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے رسالہ سے جواز مجلس

---

[1] مسلمانوں کو مذہبی بھائی کہنا مکذبین کے سوا کسی اور مسلمان کا کام نہیں ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

مولود کی تقریر حاشیہ صفحہ ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ پر درج ہو چکی ہے اب اس جگہ فاتحہ مروّجہ کے جواز کی تحریر بھی انہیں حضرت کے رسالہ سے حاشیہ پر درج ہوتی ہے خدا کرے کہ اِن مکذبین کو کچھ شرم دامن گیر ہو کہ اپنے پیروں کے بدعتی وغیرہ بنانے سے تو باز آئیں۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مروّجہ فاتحہ کے جواز میں!

دوسرا مسئلہ :- فاتحہ مروّجہ کا اس میں بھی وہی گفتگو ہے جو مسئلہ مولد میں مذکور ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس ایصال ثواب بارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں اس میں بھی تخصیص وتعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقیید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا بمصلحت نماز میں سورہ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے اور تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا یا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کر لی، متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب و لسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے، اِسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جاوے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہونچ جائے، تو بہتر ہے، پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو۔ کھانا روبرو لانے لگے کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے، اور اس کلام کا ثواب بھی پہونچ جاوے گا۔ کہ جمع بین العبادتین ہے ؎ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں اور کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جاوے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے، پانی پلانا بھی بڑا ثواب ہے اُس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا، پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہو گئی۔ رہا تعیین تاریخ یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو اُس وقت وہ یاد آجاتا ہے اور وہ ضرور ہو رہتا ہے، اور نہیں تو سالہا سال گذر جاتے ہیں کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ اسی قسم کی مصلحتیں ہر امر میں جس کی تفصیل طویل ہے محض بطور نمونہ تھوڑا اساد (باقی آگے)

پھر پہلی روایت ان کی جب نص تھی ممانعت نماز پر طلوع اور غروب سورج میں تو فقہائے نے ایسے وقت میں نماز کے پڑھنے کو مکروہ لکھ دیا۔ جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے، تو اس روایت پر قیاس کر کے مجلس مولود یا فاتحہ مروّجہ کو مکروہ بنا دینا مقلّدوں کے اختیار سے باہر ہے، سید ابن عابدین ردالمحتار حاشیہ درمختار میں سید احمد حموی کے رسالہ قول بلیغ فی حکم التبلیغ سے نقل کر کے لکھتے ہیں، کہ چوتھی صدی کے پیچھے قیاس منقطع ہو چکا ہے، اب اس کے بعد کسی کو اختیار نہیں کہ ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ پر قیاس کرے، جیسا کہ ابن نجیم نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے، اھ

م بعد الاربع مأۃ منقطع فلیس لاحد بعدھم ان یقیس مسئلۃ علی مسئلۃ کما ذکرہ ابن نجیم فی رسائلہ اھ انتہی ۱۲

(سابقہ سے ملحق) بیان کیا گیا۔ ذہین آدمی غور کر کے سمجھ سکتا ہے اور قطع نظر مصالح مذکورہ کے ان میں سے بعض اسرار بھی ہیں، پس اگر یہی مصالح بنائے تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں رہا عوام کا غلو اُس کی اصلاح کرنی چاہئے اس عمل سے کیوں منع کیا جائے، ثانیاً ان کا غلو اہل فہم کے فعل میں مؤثر نہیں ہو سکتا۔ لنا اعمالنا ولکم اعمالکم۔ رہا شبہ تشبہ کا اس میں بحث طویل ہے مختصر اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ تشبہ اُس وقت تک رہتا ہے، جب تک وہ عادت اس قوم کے ساتھ ایسی مخصوص ہو کہ جو شخص وہ فعل کرے اُسی قوم سے سمجھا جاوے، یا اس پر حیرت ہو اور جب دوسری قوموں میں پھیل کر عام ہو جائے تو وہ تشبہ جاتا رہتا ہے، ورنہ اکثر امور متعلقہ عادات و ریاضات جو غیر قوموں سے ماخوذ ہیں مسلمانوں میں اس کثرت سے پھیل گئے کہ کسی عالم درویش کا گھر بھی اُس سے خالی نہیں، یہ امور مذموم نہیں ہو سکتے قصہ تطہیر اہل قبا کا اس میں کافی حجت ہے، البتہ جو ہیئت عام نہیں وہ موجب تشبہ ہے اور ممنوع پس ہیئت مروجہ ایصال ثواب کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اھ گیارھویں حضرت غوث پاک قدس سرہٗ کی اور دسواں بیسواں چہلم ششماہی سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حلوائے شب برات اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدہ پر مبنی ہیں، اور مشرب فقیر کا اس مسئلہ میں یہ ہے، کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے، مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا اور جو عمل درآمد اس مسئلے میں رکھنا چاہیئے یعنی دو فریقوں کا باہم مل جل کر رہنا اور مباحثہ اور قیل و قال نہ کرنا اور ایک دوسرے کو بدعتی نہ کہنا اور عوام کو غلو اور جھگڑوں سے منع کرنا یہ سب بحث مولد میں گزر چکا ۱۲ (از رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ مؤلفہ حاجی امداد اللہ صاحب صفحہ ۹ و ۱۰) (عبارت علی ان القیاس ۶

اور یہی حال ہے دوسری تیسری روایت کا کہ ان میں ریش کا بڑھانا اور مونچھوں کا کترانا مشرکین کی مخالفت کے واسطے اور چوٹی کا منڈانا یہودیوں کی مخالفت کے لئے نص ہے، پس فاتحہ مروجہ اور مجلس مولود کی کراہت پر حکم لگانا ان پر قیاس کرکے ہیچ و پوچ ہے، اور چوتھی حدیث جس کا جواب تفصیلی میں صرف ترجمہ ہی لکھا ہے، کسی حدیث کی کتاب کی طرف اس کو منسوب بھی نہیں کیا ہے، اس کے لفظوں اور معنوں میں بہت خیانت کی ہے اس لئے کہ وہ سوال نو مسلموں کی طرف سے تھا، اور وہ درخت بیری کا مشرکین کا معبد تھا۔ جیسا کہ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں، کہ ابن اسحٰق اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی مع تصحیح ترمذی کے کہ حارث بن مالک سے روایت ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف نکلے، اور ہم قریب ہی مسلمان ہوئے، پس ہم آپ کے ساتھ سیر کرتے گئے اور کفار قریش وغیرہ کے لئے ایک بڑا درخت تھا جس کو ذات انواط کہتے تھے، کافر ہر سال اس کے پاس آتے اور اپنے ہتھیار اس سے لٹکاتے، اور اس کے پاس قربانی کرتے اور ایک دن وہاں معتکف رہتے تھے، پس ہم نے بھی چلتے چلتے ایک اونچا سبز بیری کا درخت دیکھا، اور راستہ کے کناروں سے آپ کو پکارا کہ اس کو ہمارے لئے ذات انواط بنا دیجئے جیسے کہ ان کے لئے ذات انواط ہے،

عبارت۔ روی ابن اسحٰق والترمذی وصححہ والنسائی عن الحارث بن مالک خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی حنین ونحن حدیثوا عہد بالجاہلیۃ فسرنا معہ و کانت لکفار قریش ومن سواہم من العرب شجرۃ عظیمۃ یقال لہ ذات انواط یاتونہا کل سنۃ فیعلقون اسلحتہم علیہا ویذبحون عندہا فیعکفون علیہا یومًا فرأینا ونحن نسیر سدرۃ خضراء عظیمۃ فتنادینا من جنبات الطریق یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجعل لنا ذات انواط کما لہم ذات انواط فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر (باقی آگے)

تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر فرمایا، بخدا تم نے ایسی بات کی جیسے حضرت موسیٰ کی قوم نے کہا تھا۔ کہ ہمارے واسطے معبود بنا دے جیسا کہ اُن کے لئے معبود ہیں، تو جواب دیا کہ تم جاہل لوگ ہو چڑھتے ہو راستہ ان لوگوں کا جو تم سے پہلے تھے، یہ ترجمہ ہے شرح مواہب کے تیسرے جلد کے صفحہ (۸) سے،

اور مجمع بحار الانوار میں ہے ذات انواط نام ہے درخت کا جس سے مشرک اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اس کے گرد اعتکاف کرتے تھے، پس آپ سے سوال کیا گیا کہ مسلمانوں کے لئے بھی مثل اس کے مقرر کر دیں، تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔ اور وہ جمع ہے نوط کی نام رکھا گیا ہے اس سے منوط کا، انتہیٰ مترجماً۔

پس مکذبین کا اس کفار کے معبد کی مثل پر قیاس کر کے مجلس مولود و فاتحہ مروجہ کی کراہت ثابت کرنی جو کامل مسلمانوں اولیائے ربانی اور علماء سب میں رائج ہے سوائے وہابیوں کے کسی ایمان دار کا کام نہیں ہے، اور خدائے پاک ہی اچھا منتقم ہے،

اور پانچویں حدیث جس سے ایک فقرہ نقل کر کے حکم لگا دیا کہ نماز کو جو عمدہ عبادتوں میں سے ہے، کفار فارس و روم کے فعل کے ساتھ مشابہ کر دیا اھ بلفظہ۔ تو یہ حکم بھی کئی وجہ سے مخدوش ہے، اوّل یہ کہ صحیح مسلم[۲] میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ کہا اُس نے بیمار ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پس ہم نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، اور آپ بیٹھے تھے، اور ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) آپ کی تکبیر

(تفسیر بالقرآن محمودی ثلاثاً قلتم والذی نفسی بیدہ کما قال قوم موسیٰ لموسیٰ اجعل لنا الٰہا کما لہم اٰلہۃ قال انکم قوم تجہلون لترکبن سنن من کان قبلکم (انتہیٰ) ۱۲

عبارت[۱] - فیہ اجعل لنا ذات انواط ہی اسم شجرۃ کانت للمشرکین ینوطون بہا سلاحہم ای یعلقونہ بہا ویعکفون حولہا فسئلوہ ان یجعل لہم مثلہا فنہاہم عنہ وہو جمع نوط سمی بہ المنوط ۱۲، عبارت[۲] عن جابر رضی اللہ عنہ قال اشتکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلینا وراءہ وہو قاعد وابوبکر یسمع الناس تکبیرہ قال فالتفت

لوگوں کو سُناتے تھے، کہا پس آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا، تو ہم بیٹھ گئے، پس ہم نے آپ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی، جب آپ نے سلام پھیرا فرمایا تم اب نزدیک ہو گئے تھے کہ فارسیوں اور رومیوں کا کام کرتے، وہ اپنے بادشاہوں پر کھڑے رہتے ہیں اور وہ بیٹھے رہتے ہیں، تم ایسا مت کرو۔ اپنے اماموں کی پیروی کیا کرو۔ اگر وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے، تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ انتہیٰ ترجمًا۔

امام نوویؒ اس کی شرح میں کہتے ہیں، اس حدیث میں نہی ہے اپنے بادشاہ بیٹھے ہوئے کے سر پر غلاموں اور نوکروں کے بغیر حاجت کھڑے رہنے سے، لیکن کھڑا ہونا کسی اہل فضل اور خیر کے تشریف لانے پر وہ اس نہی میں داخل نہیں، بلکہ روا ہے بہت حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور سلف اور خلف کا اس پر اتفاق ہے۔ الخ انتہیٰ ترجمًا

پس معلوم ہوا کہ نماز جو عمدہ عبادات سے ہے، وہ ہرگز کفار کے فعل سے مشابہ نہیں کی گئی، اس لئے کہ کوئی عاقل کھڑے ہونے کو نماز نہیں کہتا ہے، صرف بیٹھنے والے کے سر پر تعظیمًا کھڑے ہونے کو فعل کفار سے تشبیہ دی ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے، ترجمہ باب صحیح مسلم میں ہے، یہ باب ہے امام معذور کے خلیفہ کرنے کا الیٰ قولہ۔

الینا فرآنا قیامًا فاشار الینا فقعدنا فصلینا بصلوته قعودًا فلما سلم قال ان کدتم انفا تفعلون فعل فارس والروم یقومون علی ملوکھم وھم قعود فلا تفعلوا ائتموا بائمتکم ان صلی قائمًا فصلوا قیامًا وان صلی قاعدًا فصلوا قعودًا ۱۲ عبارتہ فیہ النہی عن قیام الغلمان والاتباع علی رأس متبوعھم الجالس بغیر حاجۃ واما القیام للداخل اذا کان من اھل الفضل والخیر فلیس من ھذا بل ھو جائز قد جاءت بہ احادیث واطبق علیہ السلف والخلف ۱۲

اور مقتدی[1] کا بیٹھنا امام بیٹھنے والے کے پیچھے منسوخ ہے، جب وہ کھڑے ہونے پر قادر ہو۔ انتہیٰ مترجماً۔ امام نووی لکھتے ہیں باب ہے امام کے خلیفہ بنانے کا جب وہ مرض اور سفر وغیرہ سے معذور ہو اور امامت کراوے، اور جو امام[2] بیٹھنے والے کے پیچھے جو کھڑے ہونے سے عاجز ہے، نماز پڑھے تو اس کو کھڑا ہونا لازم ہے، جب قیام پر قدرت رکھے اور بیٹھنے والے امام کے پیچھے مقتدی کا بیٹھنا جب وہ طاقت قیام رکھتا ہے منسوخ ہو گیا۔ انتہیٰ مترجماً۔ اب یقیناً معلوم ہوا کہ وہ تشبیہ جو امام بیٹھنے والے کے پیچھے کھڑے ہونے کو فعل کفار سے دی گئی تھی، وہ بھی منسوخ ہو گئی۔ پس امر منسوخ کے ساتھ استدلال کرنی مسلمانوں کے نیک کاموں کی حرمت و کراہت پر سوائے وہابیوں کے کسی دوسرے کا کام نہیں ہے، تیسری وجہ یہ مکذبین کب قیاس کی لیاقت رکھتے ہیں جن کو کلام کے سمجھنے کا بھی مادہ نہیں ہے اور بیٹھنے اور کھڑے ہونے میں بھی امتیاز نہیں کر سکتے ہیں۔

رہا یہ جو ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ جب امام قرآن مجید سے پڑھے، تو اس کی نماز فاسد ہوتی ہے، امام صاحب کے نزدیک تو رد المحتار[3] میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے سبب فساد نماز کی دو وجہ مذکور ہیں، ایک یہ کہ قرآن مجید کا نماز میں اٹھانا اور دیکھنا اور ورقوں کا الٹنا پلٹنا عمل کثیر یعنی مفسد نماز ہے، دوسری

عبارت[1]۔ ونسخ القعود خلف القاعد فی حق من قدر علی القیام ۱۲ عبارت[2]۔ باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر من مرض وسفر وغیرہما من یصلی بالناس وان من صلی خلف امام جالس لعجزہ عن القیام لزمہ القیام اذا قدر ونسخ القعود خلف القاعد فی حق من قدر علی القیام ۱۲ عبارت[3]۔ ذکروا لابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ فی علۃ الفساد وجہین احدہما ان حمل المصحف والنظر فیہ وتقلیب الاوراق عمل کثیر والثانی انہ تلقن من المصحف فصار کما اذا

یہ کہ قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی دوسرے شخص سے پڑھنا انتہی ترجمہ۔ پس اس مسئلہ کو تو مشابہت سے کچھ تعلق ہی نہیں ہے، اور وہ جو صاحبین سے کراہت اور اس کی وجہ اہل کتاب سے مشابہت نقل کی ہے، تو اس کا جواب وہ ہے جو اوپر درمختار و ردالمحتار و طحطاوی[1] سے بنقل معتبرات فقہ لکھا گیا ہے، کہ تشبہ مکروہ وہ ہے جو بُرے کام میں ہو، اور تشبہ مقصود ہو نہ مطلقاً۔ اور نیز[2] یہ بھی اس میں ہے کہ صاحبین کے نزدیک نماز پوری ہو گئی۔ مگر یہ نماز میں مکروہ ہے، کہ اس میں اہل کتاب کے ساتھ تشبہ ہے ایسا ہی کہا ہے اور اس میں اعتراض یہ ہے کہ ہر کام میں اہل کتاب سے تشبہ مکروہ نہیں ہے، کیوں کہ ہم کھاتے ہیں جیسے وہ کھاتے ہیں اور ہم پیتے ہیں جیسے وہ پیتے ہیں، حرام تشبہ وہ ہے جب کسی بُرے کام میں ہو اور تشبہ مقصود ہو۔ قاضیخان نے شرح جامع صغیر میں یوں کہا ہے، پس اس تقریر پر صاحبین کے نزدیک مکروہ نہ ہوئی، جیسا کہ بحرالرائق میں ہے، اور نیز اوپر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے معتبر نقل سے منقول ہوا ہے، کہ انہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نعلین پہنی جس پر بال تھے، اور وہ لباس پادریوں کا تھا الخ اور نیز امام[3] طحاوی وغیرہ سے منقول ہو چکا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے جب تک

---

[1] عبارت۔ بان التشبہ انما یکرہ فی المذموم وفیما قصد بہ التشبہ لا مطلقاً۔ ونقل من ابی یوسف قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس النعال التی لہا شعر وانہا من لباس الرھبان الخ ۱۲ تلقن من غیرہ ۱۲

[2] عبارت۔ وعندھما صلوتہ تامۃ الا انہ یکرہ فی الصلوۃ لما فیہ من التشبہ باھل الکتب لا یکرہ فی کل شیئ فانا ناکل کما یاکلون ونشرب کما یشربون وانما الحرام التشبہ بہم فیما کان مذموماً وما یقصد بہ التشبہ قالہ قاضیخان فی شرح الجامع الصغیر فعلی ھذا لو لم یقصد التشبہ لم یکرہ عندھما کما فی البحر ۱۲

[3] عبارت۔ ان رسول اللہ

اُن کے خلاف پر مامور نہ ہوتے۔ چنانچہ اُوپر لکھا گیا ہے، اور پھر جو ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ یہ اہل کتاب کا کام ہے، تو اس کا جواب بھی ردالمحتار میں لکھا ہے، کہ لیکن اُوپر گذرا ہے کہ تشبہ بُرے کام میں ہی مکروہ ہے اور جہاں تشبہ مقصود ہو نہ مطلقاً۔ اور شاید یہ بُرا کام ہو گا اس میں غور کر۔ رملی کے حاشیہ بحر رائق میں ہے کہ وہ بات جو کلام فقہا سے ظاہر ہے یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے غور کر اھ۔ یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمحتار کا۔ پس باوصف اس کے مجلس مولود اور فاتحہ کے مسئلہ کو قرآن کو دیکھ کر امام کے پڑھنے اور محراب میں کھڑے ہونے کے مسئلہ پر قیاس کرنا ان مکذبین کا منصب نہیں ہے، پس یہ روایات جن کو مانعین مولود و فاتحہ دلائل قطعیہ کہہ رہے تھے، منصفوں کے نزدیک ہرگز ہرگز اُن کے منع پر دلالت نہیں کرتے ہیں، پس ہر ادنیٰ و اعلیٰ پر واضح ہو گیا کہ نہ کوئی دلیل شرعی متفقہ امت مکذبین نے پیش کی، اور نہ فقیر نے ہوائے نفسانی سے اس کو ضعیف وغیرہ کہا ہے، اور خدا ہی ہادی اور معین ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے: "رہا یہ جو تحریر کیا ہے کہ جیسا عرب و عجم کے خواص اور عوام سب میں رائج ہے، کیا آپ کو علم غیب کا دعویٰ ہے یا الہام ہوا ہے جس سے سب جگہ رائج ہونا دریافت ہوا۔ قصوری صاحب تو تمام ہندوستان بلکہ پنجاب بلکہ لاہور بلکہ قصور کی بھی خبر نہیں رکھتے، تو تمام عرب و عجم کی کیا خبر ہو سکتی ہے؟ میں کہتا ہوں کہ یہ رسم اگر تمام عرب و عجم میں شائع ہو

صلی اللہ علیہ وسلم کان یحب موافقۃ اھل الکتاب حتی یؤمر بخلاف ذلک ۱۲ عبارت لکن تقدم ان التشبہ انما یکرہ فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ لا مطلقاً ولعل ھذا من المذموم تامل ھذا فی حاشیۃ البحر للرملی الذی یظہر من کلامھم انما کراھۃ تنزیہیۃ تامل ۱۲

گئی ہے، تو اس سے وہ کراہت جو قواعد شرعیہ کے موافق اس میں پائی جاتی ہے کیوں کو مرتفع ہو جائے گی۔ اور عجب نہیں اگر وہاں بھی اہل ہند کی وجہ سے رائج ہوئی ہو، پھر اگر لفظ خواص سے موٹے موٹے دولت مند مراد ہیں، تو قابل اعتبار نہیں، اور اگر علمائے ربانیین مراد ہیں تو خود غلط اور کذب محض ہے، علاوہ شرعاً کوئی رسم و رواج سے جائز نہیں ہو سکتی، جب کہ اس میں دلیل ممانعت شرعی موجود ہو۔ نکاح ثانی کی بُرائی تمام ہندوستان کے اکثر خواص و عوام میں شائع ہے، یہاں تک کہ بعض علماء بھی اس بلا میں مبتلا ہیں، تو اس رواج کی وجہ سے یہ فعل جو شرعاً جائز و مستحسن ہے ممنوع نہیں ہو سکتا۔ پس قصوری صاحب کا اس رواج کو جواز کی دلیل قرار دینا دلیل ہے کہ آپ کو دلائل شرعیہ کی مطلق خبر نہیں ہے، اور نیز اس کی دلیل ہے کہ آپ دلیل سے عاجز ہو گئے، اور خدا جسے چاہے اپنے راہِ راست کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

الحاصل رسالہ براہین قاطعہ حسب تصریح و تصدیق علمائے ربانیین اُن مسائل حقہ سے جو موافق دلیل شرعیہ کے ہیں مالا مال ہے، اور ان کا منکر متوجب خسران و نکال ہے، جس قدر اس پر اعتراضات ہوتے ہیں بِنا ان کا محض جہل یا تعصب یا ضد ہے، بالفعل بسبب عجلت وقت اسی قدر قلیل پر اکتفا کیا گیا، بعد اس کے ان شاء اللہ تعالیٰ عن قریب قصوری صاحب کی اور اُن کے اعتراضات بلکہ تمام تالیفات کی قلعی کھول دی جائے گی۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(حررہٗ خلیل احمد ۱۴ شوال ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۸۹ء یوم جمعہ مقام بہاول پور انتہی ملفظہ)

علمائے عرب و عجم فاتحہ اور مولود کے قائل ہیں!

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ صاحب انوار ساطعہ نے بنقل رسالہ ابن الجوزی وعلامہ حلبی وعلامہ قسطلانی وعلامہ قاری وغیرہم علیہم رحمۃ الباری مفصل لکھا ہے کہ انعقاد مجلس مولود شریف کا تمام ملکوں میں شائع ہے، جیسے حرمین محترمین و مصر و اندلس و ممالک مغربیہ و روم و عجم و ہندوستان وغیرہا جس میں اکابر علما و حضرات صوفیہ شامل ہوتے ہیں، اور یہ مستحسن ہے بحکم حدیث اتبعوا السواد الاعظم آخر حدیث تک، اور بمقتضائے اس کے کہ جس کو مسلمان مستحسن جانتے ہیں، وہ خدا کے نزدیک بھی مستحسن ہے، اور بے شک ان مجالس مولود میں شیرینی حاضر کر کے اس پر فاتحہ پڑھتے اور بعد فراغ اس کو تقسیم کرتے ہیں۔ اب اس کے اظہار کو ادعائے علم غیب اور الہام نام رکھنا تعصب محض اور سخت ضد نہیں تو اور کیا ہے؟ اور منقولات سابقہ سے بخوبی متحقق ہو چکا ہے کہ مجلس مولود شریف و فاتحہ مروجہ کے منع پر کوئی بھی دلیل شرعی قائم نہیں، اور وہ جو براہین و جواب تفصیلی میں تشبہ کی دلیل میں تطویل کی گئی ہے، تو وہ صرف اُن کا استنباط زعمی اور قیاس وہمی ہے عقل سلیم اور قائم صراط مستقیم کے نزدیک اور نیز اُن کے جواز کے دلائل علمائے ربانیین کے رسائل میں بسط مناسب کے ساتھ مذکور ہیں، جیسا کہ انوار ساطعہ میں مسطور ہیں۔ اور فقیر بھی اس جگہ ان مکذبین کے استاذوں کے استاذ اور شیخ المشائخ عالم ربانی محقق حقانی حضرت شاہ عبد الغنی دہلوی ثم المدنی کے انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ سے جو

حدیث۔ ما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن الخ ۱۲

حدیث نحن احق بموسیٰ منکم (یعنی ہم لائق تر ہیں ساتھ موسیٰ کے تم سے) کے نیچے افادہ فرماتے ہیں، نقل کرتا ہوں۔ اور وہ[1] یہ ہے اور اس حدیث سے مستنبط ہے کہ مطلق تشبہ کفار کے ساتھ منع نہیں ہے، بلکہ منع وہ ہے جو اِن کے خاص کاموں میں سے ہو اگر وہ کسی شریعت کے تابع نہیں ہیں جیسا کہ مجوسی اور اہل ہنود ولیکن وہ جو اپنے نبی کی شرع کے تابع ہو، اور کوئی نیک کام کرے، اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام سے ہم کو منع نہ فرمایا ہو تو اس میں ان کی اتباع منع نہیں ہے کہ خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے، جب تک اس میں مامور نہ ہوں، اور نیز اس حدیث سے دنوں کے مقرر کرنے کے جواز پر کسی خاص عبادت کے لئے خاص سبب سے دلیل لی گئی ہے، جیسے ارواح اموات پر ان کی وفات کے دن تصدق کرنا اس لئے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورے کے دن کو روزہ کے لئے خاص فرمایا تھا۔ اور ایسا ہی دوشنبہ کے دن کو اس واسطے کہ آپ اُس دن پیدا ہوئے تھے، اور اسی دن میں آپ پر وحی اُتری تھی یہ ترجمہ ہے سنن ابن ماجہ مطبوعہ مطبع عمدۃ المطابع ۱۲۷۳ھ کے صفحہ ۱۲ کے حاشیہ سے۔

---

[1] عبارت۔ ویستنبط من هذا الحدیث ان مطلق التشبہ بالکفار لیس بممنوع بل الممنوع ما کان من خصوصیاتهم ان کانوا غیر متبعین بالشریعة کالمجوس والهنود واما من کان اتبع شریعة نبیه ففعل فعلاً حسناً ولم ینه عنه نبینا صلی الله علیه وسلم فاتباعهم لیس بممنوع فی ذلك فکان النبی صلی الله علیه وسلم یحب موافقة اهل الکتب مما لم یؤمر به واستدل بهذا الحدیث من جواز تعیین الایام بعبادة خاصة بسبب خاص کالتصدق علی ارواح الاموات یوم وفاتهم لان النبی صلی الله علیه وسلم خص یوم عاشوراء بالصوم وخص یوم الاثنین کذلك لانه ولد فیه وفیه انزل علیه الوحی انتهی من حاشیة صفحہ ۱۲ سطر ۳۶ (نوٹ) اصل کتاب کی عربی عبارت میں صفحہ ۳۶ ہے اور ترجمہ میں صفحہ ۱۲ ہے ۱۲

اور فقیر کان اللہ لہٗ ظاہر کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوشنبہ کے دن کو روزہ کے واسطے خاص فرمانا صحیح مسلم[1] وغیرہ میں بروایت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ وارد ہے اُس نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے سے سوال کیے گئے، تو آپنے فرمایا میں اس میں پیدا ہوا ہوں، اور اس میں مجھ پر وحی اُتری ہے، جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے، اور صحیح مسلم[2] کے لفظ کا ترجمہ یہ ہے، کہ آپ دوشنبہ کے روزے سے پُوچھے گئے، فرمایا وہ دن ہے جس میں مَیں پیدا ہوا، اور جس میں مَیں پیغمبر ہوا یا مجھ پر وحی اُتری۔ اور اس حدیث میں روایت[3] شعبہ میں ہے کہ اس نے کہا، آپ دوشنبہ اور پنج شنبہ کے دن میں روزہ رکھنے سے پُوچھے گئے تھے، پس ہم ذکر پنج شنبہ سے خاموش ہوئے کہ اُس کو ہم وہم جانتے ہیں اھ مترجمًا۔ امام[4] نووی قاضی عیاض سے لکھتے ہیں، کہ پنجشنبہ کو اس لئے چھوڑا اور اُس سے خاموش ہوئے کہ آپنے فرمایا کہ مَیں اس میں پیدا ہوا اور پیغمبر ہوا یا مجھ پر وحی اُتری، اور یہ صرف روز دو شنبہ میں ہوا ہے، چنانچہ باقی تمام روایات میں دوشنبہ کا ہی دن ہے سوائے پنج شنبہ کے چھوڑا اس کو مسلم نے کہ اس کو وہم جانا ہے، قاضی نے کہا کہ شعبہ کی روایت کی صحت بھی ہو سکتی ہے کہ پیدا ہونے اور پیغمبر ہونے کے وصف تو دوشنبہ

---

[1] عبارت عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم یوم الاثنین فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علی ۱۲ [2] عبارت وسئل علیہ السلام عن صوم یوم الاثنین قال ذاک یوم ولدت فیہ ویوم بعثت وانزل علی فیہ ۱۲ [3] عبارت قال وسئل عن صوم یوم الاثنین والخمیس فسکتنا عن ذکر الخمیس لما نراہ وھمًا ۱۲ [4] عبارت قال القاضی عیاض رحمہ اللہ انما ترکہ وسکت عنہ لقولہ فیہ ولدت وفیہ بعثت او انزل علی وھذا انما فی یوم الاثنین دون ذکر الخمیس ترکہ مسلم لانہ راٰہ وھمًا قال القاضی ویحتمل صحۃ روایۃ شعبۃ ویرجع الوصف بالولادۃ والانزال الی الاثنین دون الخمیس ۱۲

سے متعلق ہو سوائے پنج شنبہ کے اھ مترجماً۔ اور مرقات[1] میں اِس حدیث کے نیچے لکھا ہے
پھر سوال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوشنبہ کے دن بہت روزہ رکھنے سے یا
مطلق روزہ اور اس کی فضیلت کا دوسرے دنوں میں سے خاص کرنا تو آپ کا جواب
یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر مجھ پر واجب ہے۔ اور دوشنبہ میں روزہ رکھنا میرے نزدیک
یعنی پسندیدہ ہے۔ طیبی[2] نے کہا اس میں تمہارے نبی کا وجود ہے، اور تمہاری کتاب کا
اُترنا اور حدیث میں دلالت ہے اِس پر کہ زمانہ شرف حاصل کرتا ہے اس چیز سے
جو اس میں واقع ہو، اور ایسا ہی مکان، اور اس لئے کہا گیا ہے کہ شرف مکان کا
مکان والے سے ہوتا ہے، اور مجمع بحار الانوار[3] میں ہے اے دوشنبہ میں تمہارے نبی
کا وجود ہوا ہے، اور تمہاری کتاب یعنی قرآن مجید اُترا ہے، پس کون سا دن روزہ
رکھنے میں اس سے بہتر ہو گا۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اِس حدیث کے نیچے لکھتے
ہیں، کہ ممکن ہے سوال دوشنبہ کے دن آپ کے روزہ رکھنے کے سبب سے تھا، یا دوشنبہ
میں روزہ کے استحباب سے سوال تھا، اور ہر صورت میں سبب اس کا آپ کے وجود مسعود
کی نعمت کے شکریہ کا ادا کرنا تھا۔ اور دین اور شرع کے وجود کا بھی شکریہ تھا اھ مترجماً
پس اس حدیث صحیح میں بموجب تصریح شراح کے براہین والے کے قول کی تردید
بخوبی ہو گئی، کہ ادائے شکر ولادت کے دن میں تھا۔ نہ ہر دن میں اور نیز اس کے

عبارت[1]، ثم السوال من كثرة صيامه صلى الله عليه وسلم فيه او من مطلق الصيام وخصوص فضله من بين الايام فيجب شكره تعالىٰ علىّ والقيام بالصيام لدىّ ۱۲ عبارت[2]، فيه وجود نبيكم ونزول كتابكم وفي الحديث دلالة على ان الزمان قد يتشرف بما يقع فيه وكذا المكان ولذا قيل شرف المكان بالمكين ۱۲ عبارت[3] اى فيه وجود نبيكم ونزول كتابكم فاىّ يوم اولىٰ بالصوم منه ۱۲

اس زعم کی کہ (تخصیص ہیئت و تقیید مطلق منع ہے) اور کسی مصلحت کے واسطے دن مقرر کرنے کا اصل ثابت ہو گیا۔ پس یہ دونوں حدیثیں منجملہ دلائل شرعیہ کی ہیں، مجلس مولود اور فاتحہ کے اثبات کے لئے جیسا کہ علمائے ربانیین نے اپنے رسائل میں بسط مناسب کے ساتھ اس پر تصریح کی ہے اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرماوے، اور جب شرعاً ثابت ہے کہ ایصال ثواب طعام یا کلام ارواح اموات کو روا ہے، پس اگر کوئی دونوں کو جمع کر دے تو کیا مضائقہ ہے، البتہ جو یہ اعتقاد کرے کہ طعام کا ثواب بدوں کلام کے نہیں پہنچتا ہے تو یہ اعتقاد فاسد ہے، اور جو رسالہ حاجی امداد اللہ صاحب مکذبین کے پیران پیر سے اس کے جواز میں تحریر منقول[۱] ہوئی ہے اس کو فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ تتمہ براہین قاطعہ سے اوپر منقول ہو چکا ہے، کہ "برہمن سے کھانے پر اشلوک گواتے ہیں" اور نیز صفحہ ۱۶۹ براہین میں تحفۃ الہند سے لکھا ہے، کہ "شعار ہنود ہے کہ طعام پر بید پڑھواتے ہیں، پنڈت اس پر بید پڑھتا ہے"

کیا فاتحہ طریقۂ ہنود ہے؟

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ یہ بالکل جھوٹ ہے یعنی ہندوؤں کے سنکلپ کے وقت کچھ بید سے پڑھتے ہیں، جیسا کہ اُن کی کتابوں میں مرقوم ہے، اور اُن کے پنڈتوں سے پوچھنے سے معلوم ہو سکتا ہے اور باوصف اس کے سنکلپ کا مال سوائے برہمنوں کے کوئی نہیں کھا سکتا۔ اور نہ اس وقت پنڈت ہاتھ اُٹھاتا ہے بخلاف معمول مسلمین کے کہ بوقت فاتحہ کچھ آیات قرآن مجید پڑھے جاتے ہیں۔

---

[۱] دیکھو صفحہ ۱۶۹ و ۱۷۰ و صفحہ ۱۷۶) ۱۲

اور ایصال ثواب کے وقت دونوں ہاتھ بھی اُٹھاتے ہیں، اور فاتحہ کا طعام وغیرہ ہر شخص مسلمانوں سے لے لیتا ہے، پس کئی وجہ سے مشابہت رفع ہو گئی، اور خود براہین کے صفحہ ۱۴۲ سطر ۱۳ میں درج ہے (جس شعار میں تشبہ ہے اس میں من کل الوجوہ تشبہ ہو تو منع ہے) جیسا مثلاً (تمام وردی نصاریٰ میں سے ایک کلاہ پہنے، تو کلاہ من کل الوجوہ، مشابہ نصاریٰ کے ہو۔ اگر اس کلاہ میں بعض وجہ تشابہ کی ہووے گی، تو حرام نہ ہووے گی اھ بلفظہ۔ پس مکذبین کے اقرار سے ہی کراہت تشبہ نسیت ونابود ہو گئی۔ اور خدائے معبود کے لئے ہی حمد ہے۔

پھر براہین والے کا یہ دعویٰ کہ یہ رسالہ براہین قاطعہ حسب تصریح وتصدیق علمائے ربانیین مسائل حقہ سے مالامال ہے الخ صرف اپنی زعمی خوشی ہے، ورنہ باری تعالیٰ کے امکان کذب کا مسئلہ اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امکان نظیر کا قول اور آپ کے علم شریف کو شیطان لعین کے علم سے کم کہنا اور مجلس مولود مبارک کو جنم گھنیا سے اور ارواح طیبہ کے فاتحہ کو ہندوؤں کے سنکلپ سے مشابہ بنانا، ہرگز ہرگز مسائل حقہ سے نہیں ہے، بلکہ واہیات اور خرافات سے ہے، جس سے اس نازک زمانہ میں علمائے ربانیین کے نزدیک دین اسلام کو سخت بٹہ لگتا ہے، اور سوائے ان قبیح باتوں کے اور بھی اس براہین میں تعصبات اور تحریفات ہی ہیں، جیسا کہ براہین والے نے ادعا کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشوراء کے دن روزہ رکھنا شکر نجات (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے نہ تھا بلکہ لعادتہ وافتراض اللہ تعالیٰ تھا، اور اس کی دلیل عائشہ صدیقہ[۱] رضی اللہ عنہا کی حدیث لکھی ہے، کہ قریش زمانہ

---

[۱] عبارت حدیث۔ قالت کان یوم عاشوراء تصومہ قریش فی الجاھلیۃ وکان رسول اللہ

جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ روزہ رکھتے تھے، پھر جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہ روزہ رکھا (اپنی عادت پر قسطلانی) اور لوگوں کو بھی روزہ کا حکم دیا۔ پھر جب رمضان فرض ہوا (دوسرے برس میں)، تو آپ نے عاشورا کا روزہ ترک کیا۔ پس جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے، انتہی مترجماً۔

پس یہ قول باوصفیکہ اس صحیح حدیث کے مخالف ہے جس میں نحن احق بموسیٰ منکم واقع ہے، اس میں لفظی اور معنوی تحریف بھی کی گئی ہے، لفظی تحریف تو یہ ہے کہ آپ کے روزہ رکھنے کے پیچھے سے لفظ (فی الجاھلیۃ) کا اڑا دیا ہے، حالانکہ یہ لفظ بخاری میں ابی الوقت اور ابوذر اور ابن عساکر تینوں کی علامت سے موجود ہے (مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۲۶۸) میں دیکھو، اور نیز یہی لفظ مؤطا امام مالک میں جو صحیحین کا اصل ہے، اور نیز سنن ابی داؤد وغیرہما میں موجود ہے، اور تحریف معنوی یہ ہے کہ اس حدیث کے لفظ سے لوگوں کے امر کرنے سے عاشورا کے روزہ کی فرضیت ثابت کی ہے، حالانکہ حکم مستحب کے لئے بھی ہوتا ہے، کہ حکم حق تعالیٰ کے فرض کرنے سے ہوتا ہے، جیسا کہ اصول فقہ میں مقرر ہو چکا ہے البتہ حنفی مذہب میں ثابت ہے کہ عاشورا کا روزہ ابتدا ہجرت دار اسلام میں فرض تھا، پھر رمضان مبارک کی فرضیت سے منسوخ ہو گیا تھا، دلیل

صلی اللہ علیہ وسلم یصومہ فلما قدم المدینۃ صامہ (علی عادتہ قسطلانی) وامر الناس بصیامہ فلما فرض رمضان (فی السنۃ الثانیۃ) ترک یوم عاشوراء فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ ۱۲ ہ۔ اور نیز صحیح بخاری کے باب ایام الجاہلیۃ میں اس حدیث کا درج ہونا صاف دلیل ہے اس پر کہ یہ معاملہ نبوت کے پہلے کا ہے، پس اس حدیث سے لفظ فی الجاہلیۃ کا اڑا دینا مکذبین کی صریح تحریف ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

اس کی صحیحین کی حدیث[1] ہے کہ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسلم سے ایک شخص کو فرمایا کہ لوگوں میں پکار دے کہ جس نے کچھ کھا لیا ہو تو تمام باقی دن کا روزہ رکھے، اور جس نے کچھ نہیں کھایا وہ روزہ رکھ لے، کیوں کہ آج عاشورا کا دن ہے۔ اور امام نووی[2] نے کہا کہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ جس نے کچھ کھا لیا ہو تو باقی کا دن کچھ نہ کھائے اور روزہ قضا دے۔

فقیر کان اللہ لہ[3] کہتا ہے کہ سنن ابی داؤد کی یہ روایت یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ اسلم میں تشریف لائے اور فرمایا کہ آج تم نے روزہ رکھا ہے؟ وہ بولے نہیں! تو آپ نے فرمایا پس باقی دن پورا کرو اور قضا دے دینا اھ مترجماً پس اِن احکام تاکیدی سے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابتداء میں عاشورا کا روزہ فرض تھا پھر رمضان کی فرضیت کے بعد منسوخ ہو گیا۔ تتمہ صحیح بخاری کے اس فقرہ پر (کہ زمانہ[4] جاہلیت میں قریش عاشورا کا روزہ رکھتے تھے اور آپ بھی روزہ رکھتے تھے) حاشیہ سندی میں لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں یہود کو روزہ عاشورا کا رکھتے ہوئے پا کر خود بھی روزہ رکھا۔ اِس ایام جاہلیت کے معاملہ کے برخلاف

عبارت[1]: عن سلمۃ بن الاکوع وغیرہ قال امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً من اسلم ان اذن فی الناس ان من کان اکل فلیصم بقیۃ یومہ ومن لم یکن اکل فلیصم فان الیوم یوم عاشوراء ۱۲ عبارت[2]: من اکل فلیصم بقیۃ الیوم ولیقض ۱۲ عبارت[3]: ان اسلم اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال صمتم یومکم ھذا قالوا لا قال فاتموا یومکم واقضوا ۱۲ عبارت[4]: قولہ کان یوم عاشوراء تصومہ قریش فی الجاھلیۃ الخ لاینافیہ ما سیجئی من قول ابن عباس رضی اللہ عنہما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فوجد الیھود الخ لجواز ان عمل بمجموع الامرین، ثم حصل الاقتصار علی احدھما من بعض

نہیں، اس لئے کہ آپ نے دونوں طور پر روزہ رکھا ہے، پھر بعضے راویوں نے ایک ہی معاملہ کے بیان پر کفایت کی، یا اس لئے کہ اس کو دوسرے امر کا علم نہ تھا یا سہو ہو گیا، اور خدا تعالیٰ کو بہت علم ہے اھ مترجماً۔ اور صحیحین کی شرحیں اور مجمع البحار وغیرہ میں درج ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں قریش کے روزہ عاشوراء کو دیکھ کر روزہ رکھتے تھے، اور جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی نجات کے شکریہ کے واسطے عاشوراء کا روزہ رکھا، یہ اُن کے خلاصہ کا ترجمہ ہے، پس صاحب براہین نے جو آپ کے روزہ شکریہ نجات حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا انکار کیا ہے، اور صحیح حدیث میں چون و چرا کی ہے (دیکھو صفحہ ۱۶۴ میں) تو یہ نیچری کے شعار کا اختیار ہے جو پرلے درجے کی وہابیت ہے حق تعالیٰ اس سے پناہ دے۔

دوم صاحب انوار ساطعہ نے جب کہا کہ مجلس مولود کے جائز رکھنے والے اکثر علمائے عرب و عجم ہیں، اور اس مجلس کے منع کرنے والے بہت تھوڑے لوگ ہیں اور حدیث میں آیا ہے (اتبعوا السواد الاعظم) کہ بہت گروہ مسلمانوں کی اتباع کرو۔ تو اس کا جواب براہین والے نے یہ دیا ہے کہ ایک شخص مانع اس کا وہی سواد اعظم یعنی جماعت کثیر اور حق پر ہے، اور اس کا مخالف گو سارا جہان ہو وہ باطل پر ہے، دیکھو صفحہ ۱۶۹ میں، اب غور کرو کہ یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے

سوم براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۳۱ اور صفحہ ۱۳۲ میں ہے کہ اجرت علی التعلیم مسئلہ مجتہد فیہ ہے، کہ شافعی اس کو جائز فرماتے ہیں، تو اس کی کراہت ہی مختلف فیہ ہوئی

الرواۃ اما لعدم علمہ بالآخر او سہواً واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

اور مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلا ضرورت[1] جائز ہو جاتا ہے اھ بلفظہ۔

دیکھو یہ کیسا غیر مقلدیت کا افشا اور وہابیت کا اظہار ہے پھر صفحہ ۲۷۰ میں براہین کے لکھا ہے، علی قاری شرح مناسک[2] میں لکھتے ہیں، پھر جان لے کہ تحقیق کہا گیا ہے کہ یہ بھی شرط ہے کہ حج کرنے والا فرائض کو وجہ مفروض پر اپنے اوقات میں ادا کرنے پر قادر ہو، کرمانی نے کہا، اس لئے کہ حکمت کو لائق نہیں کہ ایک فرض کو ایسے طور پر واجب کرے کہ دوسرا فرض فوت ہو جائے (یہ لکھتے لکھتے آخر میں لکھتے ہیں) اور پہلی بات کو تائید کرتا ہے قول ابن حاج مالکی کا کہ اگر ایک نماز کو ضائع کر دے اور اپنے وقت سے نکال دے حج کے فرض کے ادا کرنے کے لئے تو یہ بالاتفاق ناروا ہے، اور تحقیق ہمارے علمائے نے مکلف کے حق میں کہا ہے، کہ جب اُسے یقین ہو کہ بفرحج میں میری ایک نماز بھی فوت ہو جائے گی، تو اس سے حج ساقط ہو گیا۔ انتہی مترجماً۔ اب مؤلف ذرا آنکھ کھول کر دیکھے، کہ خدشہ فوت ایک صلوٰۃ میں حج بھی ساقط ہو جاتا ہے، انتہی بلفظہ۔

اب یہ مسئلہ کہ خدشہ فوت ایک صلوٰۃ میں حج بھی ساقط ہو جاتا ہے کیسا دین اسلام میں بہتان عظیم ہے، اس لئے کہ اصل عبارت شرح مناسک کی یہ ہے

---

[1] تمام دینی کتابوں میں درج ہے کہ دوسرے مذہب کے مسئلہ پر ضرورت کے وقت عمل جائز ہے، بلا ضرورت سخت ناروا ہے، جس کی تفصیل فقیر نے رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں درج کی ہے اور اثبات تقلید شخصی میں بے نظیر ہے ۱۲

[2] خلاصہ عبارت شرح المسلك المتقسط علی المنسك المتوسط۔ ثم اعلم انہ قیل یشترط ایضاً ان یکون الحاج متمکناً من اداء المکتوبات علی وجہ المفروض فی الاوقات قال الکرمانی لانہ لا یلیق بالحکمۃ ایجاب فرض علی وجہ یفوتہ فرض اخر (یہ لکھتے لکھتے آخر میں لکھتے ہیں) ویؤیدہ الاول ایضاً ما قال ابن الحاج المالکی لوضیع صلوٰۃ واخرجہا عن وقتہا لاجل فریضۃ الحج لا یجوز اجماعاً وقد قال علمائونا فی المکلف اذا علم انہ یفوتہ صلوٰۃ واحدۃ اذا خرج الی الحج فقد سقط الحج عنہ ۱۲

تالی وقد قال علمائنا الخ جس کا حاصل یہ تھا، کہ مکلف کو جب یقین ہو کہ سفر حج میں نماز فرض فوت ہو جاوے گی، تو مالکیوں کے نزدیک حج ساقط ہو جاتا ہے تو اس میں صاحب براہین نے لفظ قال کا عبارت میں سے اڑا کر یوں بنا دیا کہ علامہ قاری علمائے حنفیہ سے نقل کرتے ہیں کہ خوف فوت ایک نماز میں حج ساقط ہو جاتا ہے، اور نیز یقینی فوت نماز کو خوف فوت نماز سے تعبیر کر کے مکلفین سے حنفیوں کے نزدیک حج کے ساقط ہونے کا فتویٰ دے دیا ہے، خصوص اس زمانہ میں کہ اکثر عوام حج کے راستہ میں نماز ہی نہیں پڑھتے، تو اب سب کے حج ہی ساقط ہو گیا۔ اس میں بھی نیچریوں کی اتباع ہے کہ وہ منکر فرضیت حج کے ہیں، اور اس مفتی نے بھی حج کے ساقط ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ یہ دونوں احکام شرعیہ میں تحریف کرنے والے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون اور علیٰ ہذا براہین قاطعہ میں بحث خلل موجود ہیں، علمائے ربانیین کو غور سے معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور لعن وطعن کی گرم بازاری تو مکذبین کی جبلی عادت ہے۔

پھر چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم واطاعت حق تعالیٰ کی تعظیم واطاعت ہے، اور ایسا ہی آپ کی توہین باری تعالیٰ کی توہین ہے تو مناسب ہوا کہ اس جواب الجواب کا نام "تقدیس الوکیل عن اہانۃ الرشید والخلیل" رکھا جائے غالب امید ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اس فقیر حقیر کے واسطے اس کو زاد آخرت بنا دے گا۔ اور اس کے حبیب قریب (علیہ السلام) کا روح پُر فتوح اس عاجز سے خوش ہو گا۔ اور زیارت حرمین محترمین مقبول ہو گی۔

اور آخری بات یہ ہے، کہ سب تعریف خدا کے پروردگار عالمیان کیلئے خاص ہے، اور خدا کا درود و سلام اس کے بہترین خلائق اور اس کے لطف و احسان کے مظہر اتم سب رسولوں کے سردار احمد اور اُس کی آل اور اصحاب اور جمیع خویشاوندوں پر ہو آمین یا رب العالمین۔

یہ عربی رسالہ اخیر ماہ شوال ۱۳۰۷ھ میں وقت امامت مکہ معظمہ کے تمام ہوا۔ بار خدایا حرمین محترمین کی شرافت اور تعظیم بڑھا، اور اُن کے مجاورین پر فضل و کرم فرما طفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آمین

جب مولوی خلیل احمد کے یہ خلل ظاہر ہوئے پھر اس پر مکابرہ اور مجادلہ پر کمر باندھی، اور توبہ کی طرف رجوع نہ کیا، تو حضرت صاحب سجادہ نشین چاچڑاں نے جو اس مناظرہ میں حکم تھے، بالاتفاق دوسرے علماء اہل سنت کے فتویٰ دیا کہ "یہ شخص[2] دائرہ اہل سنت سے خارج ہے، اور ریاست اسلامیہ بہاول پور سے" بہت ذلت سے نکالا گیا۔ پس اب فقیر حقیر کان اللہ لہ حضرات مفتیان حرمین الشریفین سے امیدوار ہے کہ اس رسالہ تایید دین متین کی رو سے ملاحظہ فرمادیں۔ اگر یہ حق اور قرآن و حدیث و اجماع اُمت کے مطابق ہو تو اپنی تصحیح سے مزین فرمادیں، اور جو اس میں خطا اور لغزش ہو اس کی اصلاح کریں۔ اور یہ ظاہر کردیں کہ یہ اعتراضات براہین قاطعہ اور اس کے مقرظ اور مؤیدین پر وارد و صحیح ہیں، اور ان کا حکم کیا ہے

---

[1] وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ و مظہر لطفہ و احسانہ سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ وعترتہ اجمعین۔ اللھم ارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ [2] یعنی خلیل احمد ۱۲

اللہ تعالیٰ اس کا اجر بخشے، اور دین متین اور تحقیق حق کے واسطے حق تعالیٰ آپ کو دائم وقائم رکھے، آمین یا رب العالمین ۔

(کتبہ العبد الحقیر محمد ابو عبد الرحمٰن فقیر غلام دستگیر ہاشمی صدیقی حنفی قصوری کان اللہ لہٗ)

عُلمائے مکہ معظمہ و مدینہ منوّرہ کی رائیں!

تقریظ حضرت مفتی حنفیہ مکہ معظمہ!

سب[1] تعریف خدا کے لئے ہے، جو پروردگار عالمیان پاک ہے اس سے جو اس کے جلال کے لائق نہیں، اور درود وسلام ہمارے سردار محمد پر جو پاک ہے اس سے جو اس کے کمال کو ناشائستہ ہے، اور اس کی آل واصحاب اور مددگاروں اور جماعتوں پر، بعد اس کے بیشک یہ اعتراضات مؤلف براہین قاطعہ اور اس کی تقریظ لکھنے والے اور مؤیدین پر وارد صحیح ہیں، جیسا کہ یہ امر صاف ظاہر ہے اس پر جو ان کو مطالعہ کرے، قبیح وسواسوں سے خالی ہو کر اور یقیناً حکم صاحب براہین کا مع مددگاروں اور تقریظ لکھنے والوں کے حکم زندیقوں کا ہے، چنانچہ فقہاء اور محدثین کی کتابوں میں

---

[1] الحمد للہ رب العالمین المنزہ عما لا یلیق بجلالہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد المبرء عما لا ینبغی لکمالہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وانصارہ واحزابہ۔ اما بعد، فان ھذہ التعقبات علی صاحب البراھین ومقرظہ مع المؤیدین واردۃ صحیحۃ کما یظھر ذلک بالبداھۃ لمن طالعھا خالیا من النزغات القبیحۃ وحکم صاحب البراھین مع المؤیدین والمقرظین حکم الزنادقۃ بیقین کما صرح بہ کتب الفقہاء

اس پر تصریح ہے، ہم حق تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں اس سے جو سبب ہے ندامت اور رسوائی کا، اور موجب ہو افسوس اور روسیاہی کا قیامت کے دن میں۔ میں اپنے رب کو پاک جانتا ہوں دروغ گو ناشکرے کی گفتگو سے جس نے اپنی کتاب کا نام براہین قاطعہ رکھا ہے، اور اس کا حکم سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ جلاد اس کے بدن سے گردن کاٹ دے، تاکہ کج رو جاہلوں کے لئے عبرت ہو۔ اور حق تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے اس کو جس نے اس کے رد میں پیش قدمی کی۔ اور خدا اُسے حاسدوں اور دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمائے آمین۔ اس کے لکھنے کا حکم کیا شریعت کے خادم حق تعالیٰ کے پوشیدہ لطف کا امیدوار محمد صالح کمال ابن مرحوم صدیق کمال حنفی نے جو فی الحال مکہ مکرمہ کا مفتی ہے، خدا تعالیٰ ان دونوں کا مددگار ہو، درود اور حمد کرتے ہوئے۔ [محمد صالح کمال] ۳ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ

[illegible]

تقریظ حضرت مفتی شافعیہ و شیخ العلماء مکہ معظمہ

سب حمد خدائے یگانہ کے لئے ہے، اور حق تعالیٰ درود و سلام بھیجے ہمارے سردار

والمحدثین نعوذ باللہ مما یوجب الخزی والندامۃ ویورث الحسرۃ وسواد الوجہ فی عرصات القیامۃ۔ انزہ ربی عن مقالۃ کاذبۃ ❊ کفود بما سمی براہین قاطعۃ ❊ وما حکمہ فی ذا سوی ضربۃ امرئ ❊ بسیفہ لہ فی الحق انوار ساطعۃ ❊ یباعد منہا رأسہ عن مکانہ ❊ وتبقی لاہل الزیغ والجہل قامعۃ ❊ وجزی اللہ من تصدی للرد علیہم خیر جزائہ ووقاہ شر حساد کہ واعدائہ آمین۔ امر برقمہ خادم الشریعۃ راجی اللطف الخفی محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ حالا کان اللہ لہما حامدا مصلیا مسلما [محمد صالح کمال] ۳ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ

الحمد للہ وحدہ وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ السالکین

محمد پر اور اس کی آل و اصحاب پر اور اُن پر جو اس کے پیچھے اُن کی اتباع کرنے والے ہیں، بار خدایا راہ صواب کی ہدایت فرمانا۔ بے شک میں نے کسی قدر کلام صاحب براہین اور اس کے مؤیدین کی دیکھی، اور جس نے صاحب براہین پر اعتراضات کئے ہیں اس کی کلام میں بھی نظر کی، پس چونکہ وہ اعتراضات کتب اہل سنت و جماعت سے منقول اور محفوظ ہیں تو بے شک وشبہ حق اور صواب معترض کے ساتھ ہے۔ لیکن صاحب براہین اور اس کے مؤیدین ہر چند وہ یقینی کافر نہیں مگر شیطانوں اور اہل زیغ و زندیقوں سے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور دین اسلام کی جانب سے اس شیخ معترض کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور اس بزرگ اور اس کے اعتراضات کو مسلمانوں کے دلوں میں بخوبی قبولیت بخشے، اور حق تعالیٰ اس کی کوشش مشکور کرے، اور دونوں جہان میں اس کو فائز المرام فرمادے اور خدائے پاک کو بہت علم ہے، اپنے پروردگار سے کمال کامیابی کے امیدوار محمد سعید بن محمد بابصیل شافعیوں کے مفتی اور حرم محترم مکہ مکرمہ کے شیخ العلمائے نے یہ تحریر کر دیا خدا اُس کو اور اُس کے ماں باپ و مشائخ اور بھائیوں اور دوستوں اور تمام مسلمانوں کو بخشے۔ آمین ؁ محمد سعید بابصیل سنہ ۱۲۹۰ھ

محمده بعد اللهم هداية للصواب، قد نظرت في جملة من كلام صاحب البراهين و كلام المؤيدين له ونظرت ايضاً في كلام المعترض بالتعقيبات على صاحب البراهين فرأيت الحق والصواب الذي لا شك فيه والارتياب مع المعترض بالتعقيبات المنقولة والمحفوظة من كتب اهل السنة والجماعة واما صاحب البراهين والمؤيدين له فهم اشبه بالشياطين واهل الزيغ والزنادقة ان لم يكونوا كفاراً بيقين وجزى الله عنا وعن ديننا الشيخ المعترض بالتعقيبات الجزاء الجميل واحله وتعقيباته المذكورة من القلوب المحل الجليل وشكر الله مسعاه وانا له في الدارين من خير اتمها ما يتمناه (باقی آگے)

تقریظ حضرت مفتی مالکیہ مکہ محمیہ کی

حمد[۱] ہے اس ذات پاک کے لئے جو اپنے فضل سے ایسا شخص پیدا کرتا ہے، جو اُس کے سچے دین کی تائید اور گمراہوں کے شبہوں کو نیست و نابود اور اُن کی بے ہودہ دلیلوں کی تردید فرماتا ہے، اور درود و سلام ہمارے سردار محمد پر ہو جو ہادی ہے ضلال سے، اور اُس کی آل پر اور جو اُن کے تابع ہیں اہل فضل و کمال سے خصوصًا علمائے اہل سنت و جماعت حق تعالیٰ ان کو تیر قاتل بنا دے بدعتیوں اور گمراہوں کے واسطے آمین۔ اس سے پیچھے مَیں نے بتحقیق اس رد کو دیکھا بھالا پس مَیں نے پایا اس کے مؤلف کو جو اُس نے بہت عمدہ بیان کیا، اور حَدِ شرعی کو لازم پکڑا، اُس کی بھلائی اور نیکو کاری کو خدا ہی جانتا ہے، جو ایسے فتنہ انگیز کے رَد کے لئے پیش قدمی فرمائی، حق تعالیٰ اس کو بہت نیک بدلہ دے، اور خدا اس کی مانند بہت لوگ پیدا کرے جب تک آسمان سے بارش ہوتی ہے۔ خدا بخشش فرمانے والے کی بخشش کے امیدوار محمد عابد ابن مرحوم شیخ حسین مفتی مالکیہ محمیہ نے درود اور سلام کے ساتھ اس کو لکھا۔

محمد عابد بن حسین مفتی المالکیہ

(سابق سے ملحق) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ رقمہ المرتجی من ربہ کمال النیل محمد سعید بن محمد بابصیل مفتی الشافعیہ ورئیس العلماء فی الحرم المکی غفر اللہ لہ ولوالدیہ ومشائخہ واخوانہ ومحبیہ وجمیع المسلمین آمین۔ | محمد سعید بابصیل |

[۱] حمدًا لمن فیض من فضلہ من یؤید دینہ القویم وینفی عنہ شبہ اھل الضلال ویرد برھانہم العقیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد الھادی من الضلال وعلیٰ آلہ ومن تبعہم من اھل الفضل والکمال سیما علماء السنۃ والجماعۃ جعلہم اللہ سہمًا قاتلًا لاھل البدعۃ والضلالۃ آمین۔ اما بعد فانی قد تصفحت غالبًا فی ھذا الرد فوجدت قائلہ قد اجاد ولزم الحد فللہ درہ من محسن حیث تصدی للرد علیٰ ھذا المفتن فجزاہ اللہ (باقی آگے)

تقریظ مفتی حنبلی مکہ معظمہ کی!

خدائے یگانہ کے لئے حمد ہے، اے رب مجھے علم زیادہ دے، میں خدا سے توفیق کی مدد چاہتا ہوں، اور سیدھے راستہ کی طرف ہدایت۔ اے سائل جان لے کہ حنبلیوں کا مذہب ایسے مسائل میں سلف کا مذہب ہے۔ جو کجی اور کھوٹ اور تاویل سے جو موجب عذاب کا ہے مامون ہے، اور تحقیق جو ذات پاک باری تعالیٰ کو کذب سے متصف کرے بیشک وہ راہ بھولا ہوا اور مخالف ہوا اجماع کا اور موصوف ہوا کفر سے، اگر توبہ اور اس سے رجوع نہ کرے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے اور کون ہے خدائے تعالیٰ سے بڑھ کر راست گو اور راست سخن اور خدا پر جھوٹ کا افترا کرنے والے وہی ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے، اور شیخ سفارینی حنبلی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ ہر نقص سے حق تعالیٰ بلند ہے، پس مبارک ہو اُس کو جو اس سے دوستی کرتے ہیں، اور جواب الجواب براہین والے اور اس کے مؤیدین کا ایسا حق ہے جس سے پھرا نہیں جا سکتا۔ پس حضرت معترض کو حق تعالےٰ مسلمانوں کی طرف سے نیک بدلہ دے اور بخشش اور رحمت اور ثواب عطا فرما دے

(سابقہ سے ملحقہ) احسن الجزاء واکثر من امثالہ مدۃ نزول الغیث من السماء کتبہ راجی العفو من واہب العطیۃ محمد عابد ابن المرحوم الشیخ حُسین مفتی المالکیۃ ببلد اللہ المحمیۃ مصلیاً مسلماً۔ [محمد عابد بن حسین مفتی المالکیۃ]

لہ الحمد للہ وحدہٗ رب زدنی علماً استمد من اللہ التوفیق والرشاد لاقوم طریق۔ اعلم ایہا السائل ان مذہب الحنابلۃ فی مثل ہذہ المسائل مذہب السلف المامون من الزیغ والتزییف والتاویل مما یوجب العقاب فی التلف وان من نسب للذات العلیۃ المقدسۃ الاتصاف بالکذب فقد اخطی وخالف الاجماع واتصف بالکفران لم یتب و یرجع عن مقالتہ وفی الکتاب

اور خدائے پاک کو بہت علم ہے اس کے لکھنے کا حکم کیا حقیر خلف بن ابراہیم مکہ شریف میں حنبلیوں کے مفتی نے جو فی الحال ہے، حمد اور درود کے ساتھ۔

خلف بن ابراہیم

تقریظ حضرت مفتی حنفیہ مدینہ منوّرہ

خدا تعالیٰ کے واسطے سب حمد ہے، میں خدائے مولیٰ بزرگ صاحب قدرت سے توفیق اور امداد اپنے کام اور ہر بات میں سوال کرتا ہوں۔ بار خدایا ہم تیری حمد کرتے ہیں، اے وہ ذات پاک! تو نے اس اُمت کے پرہیز گار علماء کو ایسے چراغ بنایا ہے جن کی راہ نمائی سے سخت اندھیری میں روشنی حاصل کی جاتی ہے، اور ان کے دلائل کی قاطع شمشیروں سے تو نے ہر گم راہی کے فتنہ باز کج رفتاروں کی پُشت کاٹ دی ہے اور درود اور سلام اُس پاک ذات پر جو آیات بیّنات سے بھیجا گیا ہے، جس نے اُمت کو ڈرایا ہے کہ اس کے پیچھے بہت فتنے

العزیز قولہ سبحانہ وتعالیٰ۔ ومن اصدق من اللّٰہ قیلاً ومن اصدق من اللّٰہ حدیثاً وانما یفتری الکذب علی اللّٰہ الذی لا یؤمنون باللّٰہ الآیۃ۔ وقال الشیخ السفارینی الحنبلی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ وکل نقص قد تعالی اللّٰہ فیا بُشری لمن والاہ وما اجاب بہ صاحب لتعقیبات علی صاحب البراھین والمؤیدین لہ فھو الحق الذی لا محیص عنہ فجزاہ اللّٰہ عن المسلمین خیراً فجزاہ مغفرۃ ورحمۃ واجراً واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ امر برقمہ الحقیر خلف بن ابراھیم خادم افتاء الحنابلۃ بمکۃ المشرفۃ حامداً للّٰہ مصلیاً مسلماً خلف بن ابراھیم سہ الحمد للّٰہ تعالیٰ۔ اسال اللّٰہ المولی الکریم ذا الطول التوفیق والاعانۃ فی الفعل والقول، نحمدک اللّٰھم یا من جعلت العلماء المتقین من ھذہ الامۃ مصابیح یستضاء بھدیھم فی ظلمۃ لیل الشک الداج وقصمت بماضی صوارم حججھم ظھر کل من تظاھر بضلالات الفتن من اھل الزیغ والاعوجاج

اور فساد ہونگے، صاحب ایسے عمدہ دین روشن کا جس کی رات دن کی طرح ہے۔
جس نے یہ فرمایا کہ بڑی جماعت مسلمانوں کی اتباع کرو۔ بے شک جو اُن سے علیحدہ
ہوا دوزخ میں پڑا، اور اُس کی آل اور اصحاب پر جنہوں نے سنان ہائے زبان
اور زبان ہائے سنان سے ہر فسادی اور جھوٹے کو خوار کر دیا۔ اور اپنے روشن
فکروں کے چمکاروں سے ہر بھولے ہوئے راہ قرآن و حدیث کو رُسوا کیا۔

اس سے پیچھے بے شک میں نے مطالعہ کیا اِس مضبوط رَد اور اعتراضات کا
جو لاغر اور فربہ میں فرق کرنے والے ہیں، وارد ہیں مؤلف براہین پر جو جنگل کی
ریت عہ پر راہ دکھاتی ہے، اور اس کی سخت بُری باتیں کاذب کی کم عقلی پر
دلیل ہیں، پس مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ صاحب براہین گمراہی کے دریاؤں
میں گہرے غوطے لگا کر حق تعالیٰ سے مستحق رسوائی کا ہے، اور اس تردید کے
مؤلف کی نیکی کو خدا ہی جانتا ہے بے شک اُس نے عمدہ فائدہ دیا اور اچھا بیان
کیا ہے، خدا تعالیٰ اُس کو نہایت مراد تک پہونچاوے اور بہت پورا اچھا بدلہ دے

عہ جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے ۱۲

والصلوٰة والسلام على المبعوث بالآيات البينات المنذر بانه ستكون بعده
هنات وهنات صاحب الملة البيضاء النقية التى الليل منها كالنهار القائل
اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فى النار وعلىٰ آله واصحابه القامعين
باسنة الالسنة والسن الاسنة كل مبير وكذاب والفاضحين بشهب ثواقب
افكارهم كل متهوك ضل عن سنن السنة ومنهج الكتاب وبعد فقد اطلعت
على هٰذا الرد المتين والاعتراض الفارق بين الغث والسمين على صاحب
البراهين التى دلت على سراب بقيعة وبرهنت على سخافة عقل ملفق كلماتها
القطيعة فلعمرى انه لعميق الغوص فى لجج الضلال مستحق الخزى من ذى الملكوت
والجلال ولله در صاحب هٰذا الرد فانه قد افاد واجاد بلغه الله غاية المراد وجزاه خير

اور بہت بزرگ مرتبہ اور قرب پر کامیاب کرے، اور خدا درود بھیجے ہمارے سردر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اول آخر ہے، اور اُس کی آل و اصحاب پر جنہوں نے ہدایت کے محکم ستون مضبوط کیے، اور خدائے پاک مالک ہدایت ہے اور اسی سے پاک دامنی اور حمایت ہے، خدا کی بخشش کے محتاج عثمان بن عبد السلام داغستانی مدینہ منورہ کے مفتی نے خدا اس کو بخشے یہ تحریر کی۔ ۵ محرم ۱۳۰۸ھ۔

عثمان بن عبد السلام داغستانی سنہ ۱۲۹۶

تقریظ بڑے مدرس مدینہ منورہ کی!

سب[1] تعریف اُس خدا کے لئے ہے جس نے اپنے بعض بندوں کا سینہ کھول دیا اور اُن کو روشن حق کی طرف راہ نمائی کی، اور بعضوں کا مبالغہ سے سینہ تنگ کیا تاکہ وہ پکے یقینی کاموں کے منکر ہو گئے۔ اور درود و سلام اُس پاک ذات پر جس نے دین کے ستون محکم کر دیئے، اور اُس کی آل اور اصحاب اور تابعین پر۔ اس سے بعد مَیں نے مطالعہ کیا اس روشن رَد کا جو صاحب براہین کو رسوا کر رہا ہے پس اس کے بنانے والے کی نیکی کو خدا ہی جانتا ہے، ساری اُمت مرحومہ کی طرف

الجزاء الاوفی وانالہ اجل مکانۃ وزلفی وصلی اللہ علی سیدنا محمد الفاتح الخاتم وعلی آلہ واصحابہ الذین اشادوا للھدی محکم الدعائم واللہ سبحانہ ولی الھدایۃ وبیدہ العصمۃ والحمایۃ۔ نمقہ الفقیر الی عفو ربہ عثمان بن عبد السلام داغستانی مفتی المدینۃ المنورۃ الحنفی عفی عنہ۔ (عثمان بن عبد السلام داغستانی سنہ ۱۲۹۶)

[1] الحمد للہ الذی شرح صدر بعض عبادہ وھداہ الی الحق المبین وضیق صدر بعضھم وجعلہ حرجا حتی انکر الامور الثابتۃ بالیقین والصلوۃ والسلام علی من شید ارکان الدین وعلی آلہ واصحابہ والتابعین بعدہ

سے خدا اُس کو نیک بدلہ دے، اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میں اُس کو داخل کرے، اور جو اِس بزرگ مؤلف رسالہ تردید نے صاحب براہین اور اس کے بدکار مؤیدین سے مقولے نقل کئے ہیں، وہ صریح کفر اور زندقہ ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو راہ حق وہدایت پر قائم رکھے، اور جھوٹ وگم راہی کے راستہ سے برکنار کرے۔ بہت عاجز بندے محمد علی بن سید ظاہر وتری حنفی مدنی مدرس مسجد شریف نبوی نے حمد درود وسلام سے اِس تحریر کو لکھا۔

محمد علی بن ظاہر
السید سنہ ۱۳۰۹

فقد اطلعت علی ھذہ الرد الواضح الذی ھو لصاحب البراھین فاضح فللہ در مؤلفہ وجزاہ خیرًا عن الامۃ وادخلہ فی شفاعۃ نبیھا نبی الرحمۃ اما ما نقلہ الشیخ الراد عن صاحب البراھین وعن المؤیدین لہ الفسقۃ فانہ کفر صراح وزندقۃ۔ سلک اللہ بنا سبیل الحق والھدایۃ وجنبنا طریق الباطل والغوایۃ۔ کتبہ العبد الاحقر محمد علی ابن السید الظاھر الوتری الحنفی المدنی خادم العلم والحدیث بالمسجد الشریف النبوی حامدًا مصلیًا مسلمًا۔

محمد علی ابن الظاھر
السید سنہ ۱۳۰۹

ضمیمہ رسالہ تقدیس الوکیل

عن

اہانۃ الرشید والخلیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیر محمد ابو عبد الرحمٰن غلام دست گیر قصوری کان اللہ لہ نے مناظرہ ریاست بہاولپور میں براہین قاطعہ کے مضامین پر سات اعتراض کیے تھے، جس کا جواب تفصیلی مؤلف براہین نے بامداد چار دوسرے اپنے ہم مشرب علمائے ہندوستان کے دیا تھا جس کے چھ جوابوں کا جواب الجواب فقیر نے عربی عبارت میں مرتب کر کے واسطے تصحیح حضرات مفتیان حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً کے طیار کیا ہے، اور ساتواں سوال وجواب اس کے ساتھ ضم نہیں کیا گیا۔ کیوں کہ اس میں علماء واہل فتویٰ حرمین محترمین زادہما اللہ سبحانہٗ حرمۃً کا شکوہ شکایت ہے، تو اس کا پیش کرنا بخدمت مفتیان موصوف ظاہر بینوں کی نظر میں یہ نتیجہ پیدا کرے گا کہ اپنی شکایت وغیرہ کو دیکھ کر علمائے حرمین مکرمین زادہما اللہ الکریم کرامۃً نے اس رسالہ پر تصدیق کر دی، حالاں کہ فی الواقع تصدیق وعدم تصدیق بموجب صحت وسقم مسائل ہوا کرتی ہے، مگر تاہم کوتہ اندیشوں کی زبان بندی کے واسطے اس سوال وجواب وجواب الجواب کو عربی میں ترجمہ کر کے رسالہ عربیہ کے شامل نہیں کیا، بلکہ اُن چھ جواب الجواب پر حضرات مفتیان ممدوح سے تصحیح واصلاح کی درخواست

کی گئی ہے، اور اس ایک جواب الجواب کو ویسا ہی اُردو میں تحریر کرکے بجنسہٖ عبارات کو اُن حضرات علمائے کبار کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، جو سالہا سال سے مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہیں، اور یہاں کے حالات سے بخوبی آگاہ و ماہر ہیں۔ تاکہ اس جواب الجواب اور رسالہ عربیہ دونوں کو ملاحظہ بغور فرما کر واقعی امر کی تصدیق فرما دیں، اور غلط بات کی اصلاح، تاکہ عند اللہ تعالیٰ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔ اب مَیں بعون المعین مطلب شروع کرتا ہوں، وباللہ التوفیق۔

اعتراض ہفتم!

رسالہ انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ میں مولود شریف کی مجالس کے جواز کے دلائل میں حرمین شریفین کے علما کا فتویٰ بھی ذکر کیا، اور ایک لطیفہ لکھا۔ کہ دو شخص مجلس مولود میں مختلف ہوئے، مثبت نے کہا کہ علمائے حرمین شریفین سے فتویٰ طلب کرو۔ منکر نے کہا علمائے دیوبند سے پوچھو، مثبت نے کہا کہ حرمین محترمین کی تعریفیں قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، دیوبند کی تعریف میں کونسی آیت وحدیث ہے۔ اس پر براہین والے نے علمائے مدرسہ دیوبند کی تعریفیں اور علمائے حرمین شریفین کی قباحتیں یوں ذکر کی ہیں۔ کہ (ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے، تو آپ کو اُردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی، آپ تو عربی ہیں، فرمایا کہ جب سے علمائے دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی) سبحان اللہ اس سے رُتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا (صفحہ ۲۶) اور نیز (صفحہ ۱۷ و ۱۸) براہین میں لکھا ہے اقوال علمائے دیوبند کا حال جو کچھ ہے، وہ سب روشن ہے، کہ ظاہر لباس وہیئت موافق شرع ہے، نماز بجماعت پڑھتے ہیں، امر معروف میں بشرط قدرت کوتاہی نہیں کرتے، تحریر فتوے میں رعایت غنی فقیر کی نہیں کرتے، حق جواب دیتے ہیں اور اپنی خطا کو بشرط صحت قبول کر لیتے ہیں، جو چاہے امتحان کر لے، یہی قبولیت عنداللہ کا نشان ہے، اور علمائے مکہ معظمہ کا حال جس نے عقل وعلم کے ساتھ

دیکھا ہے وہ خوب جانتا ہے، جو نہیں گیا وہ ثقات کے بیان سے مثل مشاہدہ کے جانتا ہے کہ اکثر وہاں کے علماء نہ کہ سب کیوں کہ اکثر وہاں متقی بھی ہیں، اس حالت میں ہیں کہ لباس اُن کا خلاف شرع اسبال آستین اور دامن کا جبہ و قمیص میں کرتے ہیں، ریش اکثروں کی قبضہ سے کم، نماز میں بے احتیاطی، امر بالمعروف کا باوصف قدرت کے نام و نشان نہیں۔ اکثر انگوٹھی چھلے غیر مشروع ہاتھوں میں پہنے ہوتے ہیں، قطع مفقود شائع ہے، فتویٰ نویسی میں کچھ دے کر جو چاہو لکھوا لو۔ اُن کو عصیاں سے کوئی مطلع کرے تو مارنے کو موجود ہو جاتے ہیں، اور خود شیخ العلمائے نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ کے ساتھ کیا وہ کسی پر مخفی نہیں، اور بغدادی رافضی سے کچھ لے کر ابو طالب کو مومن لکھ دیا خلاف روایات صحاح احادیث کے اور علیٰ ہذا کہاں تک لکھوں کہ طول ہے اور شرم بھی آتی ہے کہ ہجو علمائے حرمین لکھوں، مگر بناچاری لکھنا پڑا۔ اگر ایسی حالت میں علمائے دیوبند کو علمائے حرمین پر ترجیح بوجہ اعتماد کے دے دی تو کونسا غضب کیا۔ اہل فہم انصاف کریں کہ ایسی حالت میں علمائے دیوبند کا فتویٰ قابل اعتماد ہوگا یا علمائے حرمین کا۔ مثلاً ایک عالم فاجر مسجد میں رہتا ہے دوسرا متقی بازار میں، اگر کوئی کہے مسجد خیر البقاء والے سے مسئلہ پوچھو بازار شر البقاء والے سے مت پوچھو، تو اس مسجدی بھاٹ کو لوگ احمق کہیں گے یا نہیں۔ انتہیٰ بلفظہ بلخصًا۔

فقیر کو اس پر یہ اعتراض ہے کہ علمائے دیوبند کی فضیلت پر جس کی بنیاد مجہول الاسم کی خواب پر ہے تو اس قدر ناز ہے کہ تقریر اور تحریر سے درگذر

چھپوا کر شائع کر رہے ہیں اور علمائے حرمین محترمین کے یقینی فضائل جیسا کہ مسجد حرام و مسجد نبوی میں ہمیشہ نمازیں ادا کرنی اور بیت اللہ شریف کا حج وعمرہ کرنا اور حدیث مَنْ زارنی متعمدًا کان فی جواری یوم القیٰمۃ ومَن سکن المدینۃ وصبر علیٰ بلائہا کنت لہ شہیدًا وشفیعًا یوم القیٰمۃ ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ من الآمنین یوم القیٰمۃ کذا فی المشکوٰۃ اِن سب کو فراموش کر کے اپنی زُعمی باتوں اور واہی حکایتوں پر اعتماد کر کے اس قدر توہین و تخفیف علماء و مفتیانِ حرمین شریفین کی کتابوں میں چھپوا دینی خدا جانے یہ کون سا دین وایمان ہے، بدوی لوگ بھی نماز پر سخت پابند ہیں، جیسا کہ مشاہد ہے، تو علمائے حرمین شریفین کے حق میں نماز کی بے احتیاطی کا گمان سراسر خطا ہے۔ بمبئی جو عرب کا دروازہ ہے وہاں کی صوم وصلوٰۃ کی احتیاط مشہور ہے، تو حرمین شریفین کے سُکنا خصوص علماء و اہل افتا کی پابندی نماز کا کیا ذکر کیا جاوے۔ اور ریش کا قبضہ سے کم ہونا دیار عرب و ترکستان میں غالباً خِلقی امر ہے، اور بعض علماء سے فقیر نے سُنا کہ اگر ٹھوڑی کے اُوپر ہاتھ رکھ کر قبضہ پورا کریں تو محل طعن نہیں ہو سکتا ہے پھر فتویٰ نویسی میں کچھ دے کر جو چاہو لکھوا لو، یہ تو ایسا بہتان عظیم ہے کہ عقل سلیم اس کو باور ہی نہیں کر سکتی کیا معنی کہ رشوت دے کر کفر کو اسلام اور اسلام کو

لہ جو ارادہ سے میری زیارت کرے قیامت کے دن میری ہمسائیگی میں ہوگا۔ اور جو مدینہ میں رہے اور اس کی تکلیف پر صبر کرے قیامت کو میں اس کی شہادت دوں گا۔ اور شفاعت کروں گا۔ اور جو مکہ یا مدینہ میں فوت ہوگا حق تعالیٰ اس کو قیامت میں امن والوں سے اُٹھاوے گا۔ حدیث مشکوٰۃ میں ہے ۱۲

کفر اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام لکھوا لینا مفتیان حرمین شریفین سے کب باور ہو سکتا ہے؟ مفتیانِ دیوبند کی فتوی نویسی میں عدم رعایت، تو اوپر سے ظاہر ہے کہ اپنے پیشواؤں کی سخت غیر مشروع اقوال کے پاس میں امکان کذب باری تعالیٰ و تقدس اور امکان مثل خاتم المرسلین اور آپ کی برادری و بشریت میں برابری اور آپ کے علم شیطان کے علم سے کم ہونے کے فتوے مشتہر کرنے لگ گئے، اور بلا دلیل شرعی مجلس مولود شریف میں قصد مشابہت بکفار پیدا کر کے اُس کی حرمت اور بدعیت کے قائل ہو کر اہل اسلام عرب و عجم کی تکفیر پر کمر باندھ لی، اور علمائے حرمین شریفین کی یہاں تک توہین شائع کر دی کہ جس کو دیکھ کر اہل اسلام کیا دوسرے دین والے بھی ناپسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کٹے کافر کے مقابلے میں دو اپنے معظم و مکرم رسولوں کو فرمایا کہ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا الآیۃ[1] اور یہاں مفتیان حرمین شریفین کے بارہ میں ایسی سخت کلامی یہ قبول عند اللہ کی نشان ہے، شرعاً ثابت ہے کہ مسلمان کا خون، مال، عزت تینوں حرام ہیں، اور مجمع البحار میں ہے وخ عمر رضی اللہ عنہ ما لکم اذا رأیتم الرجل یخرق اعراض الناس ان لا تعربوا علیہ ای ما یمنعکم ان تصرحوا علیہ بالانکار ولا تستاتوہ[2] تو خواص اہل اسلام کی طرف سے فقیر کا لکھنا مثل تحریرات بالا کے محض للہ فی اللہ ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرماوے، آمین یا رب العلمین۔ اور علماء خصوص عرب کے مفتیان

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علی نبینا و علیہم السلام کو فرمایا کہ تم دونوں جاؤ فرعون کی طرف اُس نے سر اُٹھایا۔ سو کہو اُس سے نرم بات شاید وہ سوچ کرے یا ڈرے ۱۲ منہ
[2] کیا ہے تم کو جب تم کسی کو دیکھتے ہو کہ لوگوں کی عزت خراب کرتا ہے، تو تم اُس پر کیوں انکار نہیں کرتے ہو اس کی پردہ پوشی نہ کرو ۱۲

وفضلاء کی عداوت وتوہین کے قبائح جو کچھ کہ ہیں سب ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انیک توفیق رفیق فرماوے۔ فقط

اس کا جواب مؤلف براہین مع حواریین نے یہ لکھا ہے:۔

براہین قاطعہ میں جو ایک مرد صالح کا خواب علمائے دیوبند کی شان میں نقل کیا تھا، اس پر معترض صاحب نے اس صالح کے مجہول الاسم ہونے کا اعتراض کیا ہے، یہ نہ سمجھے کہ وہ مرد صالح جنہوں نے یہ خواب دیکھا ہے بوجہ بعض مصلحتوں کے اُن کے نام نہ لکھنے سے مجہول ہونا اُن کا لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا[1] وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗ سو رجل مومن اُس شخص کا نام نہیں بلکہ عموم طور پر اُس کی صفت ہے تو اس سے بموجب قول مولانا قصوری کے جہالت ذات خداوندی کی لازم آتی کہ متکلم کلام ہے تَعَالَی اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِیْرًا اور مخاطب ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسی کلام خداوندی کے ساتھ کہ جس کی تعیین اور تشخیص نہ ہو نعوذ باللہ من ذلک۔ تو گویا یہ کلام بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمل اور غیر موضوع ہوئی، استغفر اللہ اگر مولانا قصوری اِس امر کی تحقیق چاہیں تو ہمارے پاس آئیں ہم اُن کو اس بزرگ کا نام بتا دیں گے، پھر غالباً اُن کی جہالت دُور ہو جاوے گی، انتہیٰ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جس کا نام نہ لکھا جاوے

---

[1] اور کہا ایک مرد مومن نے آل فرعون سے جو اپنا ایمان چھپاتا تھا۔

اور اس سے کچھ روایت ہو تو کہا جاوے گا کہ یہ روایت مجہول الاسم کی ہے جیسا کہ اصول حدیث کے ماہروں پر مخفی نہیں، اور کلام الٰہی میں تو کسی کے نام لکھنے کی حاجت ہی نہیں، وہ تو اصدق الصادقین کی بات ہے، بہر وجہ مفید ایمان و ایقان ہے، البتہ جو امکان کذب کے قائل ہیں اُن کے نزدیک رجل مؤمن کی روایت سے جہالت وغیرہ کا ثبوت واقعی ہے، مقام غور ہے کہ منصفانہ طور سے جو ایک اعتراض کیا گیا تھا، اِس سے اُن کو اس قدر غصہ آیا اور اپنے مقتدا کے پاس دامن گیر ہوئے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی جہالت ثابت کرنے اور قرآن کی آیت کے مہمل بنا دینے تک نوبت پہونچا دی، حالانکہ ہر ادنیٰ ذی علم جانتا ہے کہ راوی کے مجہول الاسم ہونے سے قائل کی جہالت نہیں ثابت ہوتی ہے، اور بندوں کی کلام کے متعلق قاعدہ کلیہ بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی کلام میں اس کے جاری کرنے کو لازم نہیں پکڑتا ہے، ایسے دہن دریدہ اور شوخ دیدہ لوگوں سے مخاطب ہونا بھی شرعاً ناپسند ہے، مگر عوام اہل اسلام اور دین متین کی خیر خواہی کی نیت سے کچھ لکھنا بولنا پڑ جاتا ہے، تاکہ قیامت کے مؤاخذہ سے سبکدوشی حاصل ہو جاوے۔ اب آئندہ ان کی کلام کا خلاصہ بلفظہ قال لکھ کر اس کا مختصر جواب اقول سے لکھ دوں گا

قال اور وہ علمائے حرمین کہ پرہیز گار ہیں، لباس اُن کا موافق شرع کے اور خلاف شرع و بدعات سے مجتنب ہیں، عقائد میں بھی موافق قرآن و حدیث و کتب کلامیہ کے ہیں فضیلت اُن کی علمائے دیوبند پر ثابت ہے اور دعویٰ ہمارا فضیلت علمائے دیوبند کا علمائے حرمین پر بعض کی نسبت ہے،

نہ کُل کی سوا الاماشاء اللہ اگر ایسے اشخاص نکلیں گے تو چند ہی نکلیں گے۔

اقول: براہین قاطعہ میں اکثر علمائے حرمین شریفین پر اعتراض کیا ہے اور صفحہ (۲۰) میں لکھا ہے کہ اِس بندہ عاجز نے ایک عالم نابینا سے جو مسجد مکہ میں بعد نماز عصر کے وعظ کہتے ہیں، حال مجلس مولود کا پوچھا، تو انہوں نے فرمایا بدعت حرام۔ پس وہاں کے علماء حقانی اس عمل کو مذموم جانتے ہیں۔ انتہیٰ۔ اور اُوپر اسی براہین کے صفحہ (۱۶۹ و ۱۷۰) سے نقل کیا گیا ہے کہ اکثر المسلمین اور جماعت کثیرہ اور سوادِ اعظم اہل سنت ہیں، پس جو اس کے موافق ہے اگرچہ ایک ہی عالم ہو، وہ سوادِ اعظم اور حق ہے، اور جو اس کے خلاف ہے، اگرچہ تمام عالم ہو، باطل ہے انتہیٰ۔ پس ثابت ہوا کہ اُن کے نزدیک وہ ایک نابینا عالم مکہ معظمہ کا جس نے مجلس مولود کو بدعت حرام کہا ہے وہی سوادِ اعظم اور اہل سنت اور حق پر ہے، باقی سب کے سب جو مجلس مولود کو جائز جانتے اور اِس میں شامل ہوتے ہیں۔ باطل اور ناحق پر ہوتے۔ اور جواب تفصیلی میں جو کچھ گول گول لکھا ہے تو یہ اراکین ریاست بہاول پور سے تقیہ ہے۔

قال معترض کو مکان اور مکین میں بھی فرق نہیں معلوم ہوتا، ہر شخص جانتا ہے کہ دیوبند کیا حرمین شریفین تمام روئے زمین کے مکانوں سے افضل ہیں، پھر معترض صاحب علمائے دیوبند کو مقابلہ حرمین شریفین کے کیوں ذکر کرتا ہے؟

اقول شاید اِن لوگوں نے اندھیری کوٹھڑی میں بیٹھ کر استاذ سے تعلیم پائی تھی کہ وہ تاریکی اُن کے ظاہر و باطن پر چھا گئی کہ ہر جگہ تحریف و بہتان سے کام چلاتے ہیں، فقیر کا اعتراض اوّل سے آخر تک پڑھ کر دیکھ لیجئے کہ علمائے دیوبند

یا دیوبند کا مقابلہ حرمین شریفین سے نہیں کیا، بلکہ علمائے دیوبند کے علمائے حرمین شریفین سے مقابلے کو ناپسند کیا ہے، مگر مکذبین کذب کے عاشق ہیں۔

قال۔ حدیث من زارنی متعمداً کان فی جواری یوم القیمۃ جو مشکوٰۃ سے منقول ہوئی ہے، اس میں بجائے متعمداً کے معتمداً کا لفظ ہے، جو تحریف حدیث و اصلاح حدیث ہے، اور اس حدیث کے تین فقرے ہیں، پہلے فقرے من زارنی متعمداً پر مرقات میں لکھا ہے ای لا یقصد غیر زیارتی من الامور التی تقصد فی اتیان المدینۃ من التجارۃ وغیرھا او المعنی لایکون مشوبا بالسمعۃ و ریاء واغراض فاسدۃ بل یکون عن احتساب واخلاص، تو اب یہ قرینہ ظاہر ہے کہ ماورار مدینہ کے لوگوں کے لئے ہے نہ خاص مدینہ والوں کے لئے جیسا کہ معترض سمجھا۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی لمعات میں متعمداً کے لفظ پر یہ لکھا ہے ای لایکون تبعاً للحج فان قصد الزیارۃ فقط فذلک ظاہر وان قصد الحج والزیارۃ جمیعاً فھذا ایضاً لاینافی تعمد الزیارۃ اس عبارت شیخ سے بھی مستحق وعدہ نبوی کے باہر کے لوگ معلوم ہوتے ہیں جو اور ملکوں کے ہیں۔ پھر اس جملہ حدیث کو ان میں حصر کرنا خلاف مجمل حدیث اور خلاف سیاق وسباق کے ہے۔ البتہ عموماً یہ حدیث باہر والوں کو شامل ہے، اگر خاص کر مدینہ والوں کو ہی مشتمل ہو جائے تو ہمارے مدعا کے خلاف نہیں، اس لئے کہ جو شخص قصد زیارت کا کر کے جاوے گا وہی وعدہ

لہ میری زیارت کے سوا کسی اور کام کو مقصد نہ جانتے مدینہ کے جانے میں تجارت وغیرہ سے، یا معنی یہ ہوں کہ میری زیارت کو ریا وغیرہ فاسد غرضوں سے ملوث نہ کریں، بلکہ نیک نیتی و اخلاص سے ہو ۱۲ ؎۲ میری زیارت تابع حج کے نہ ہو، پس اگر صرف زیارت کا قصد کیا تو یہ ظاہر ہے اور اگر حج و زیارت دونوں کا قصد کیا تاہم یہ منافی قصد زیارت کے نہیں ہے ۱۲

میں شامل ہوگا اگرچہ کہیں کا ہو نہ یہ کہ وہاں کے لوگ ہی ہوں۔

اقول جو لوگ ایسے صریح بہتانوں پر کہ بندوں کی کلام میں راوی کے مجہول الاسم ہونے سے کلام الٰہی میں یہ قاعدہ جاری ہو کر معاذ اللہ اس عالم الغیب والشہادۃ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے، اور آیت قرآنی کا مہمل ہونا اور صریح علمائے دیوبند و علمائے حرمین شریفین کے تقابل میں گفتگو کو مقابلہ دیوبند و حرمین محترمین پر حمل کر کے مکان اور مکین میں فرق نہ کرنے کا طعن کرنا کمر باندھ لیں، تو ان سے کب بعید ہے کہ لفظ متعمداً کو معتمداً قرار دے کر کاتب کی تحریف تک نوبت پہونچاویں، اور فقیر نے کب دعویٰ کیا تھا کہ حدیث من زارنی متعمداً حرمین شریفین کے باشندوں سے خاص اور اُن کے حق میں حصر ہے، تاکہ اعتراض اس کے عموم کا فقیر پر عائد ہوتا اور اس میں تو شک نہیں کہ من زارنی متعمداً کی بشارت میں اہل حرمین محترمین اوّلاً و اصالۃً داخل ہیں، کیوں کہ ہر شخص جانتا ہے کہ ان لوگوں کو یہ سعادت سب سے بڑھ کر نصیب ہے۔ پھر بعد ازاں فقرہ وَمَن سَكَنَ المدينة وصَبَرَ على بلائها الخ اور فقرہ ومن مات في احد الحرمين الخ کو بھی عام ٹھہرا کر اخیر میں لکھا ہے، ان تینوں جملہ مذکورہ بالا حدیث سے عمومیت معلوم ہوتی ہے نہ خصوصیت انتہیٰ، تو اس کا جواب بھی وہی ہے جو اوپر گذرا ہے، کہ دعویٰ خصوص اور حصر کا کسی نے نہیں کیا، البتہ اوّلاً و اصالۃً یہ بشارت اہل حرمین محترمین کے حق میں ہے، اب غور کیجئے کہ اوپر یہ عذر تھا کہ ہم سب کے علمائے حرمین شریفین اور ان کی فضیلت میں انکار نہیں، اب ان کی فضیلت ظاہر باہر کے عموم وغیرہ میں طول طویل کلام ہو کر ورق سیاہ ہو رہے ہیں، جن کو فقیر نے بطور خلاصہ و اختصار کمال بیان کیا ہے پھر

اِس حدیث پر جو یہ طعن کیا ہے کہ عن رجل من آل الخطاب سے شروع ہے، حالانکہ رجل کو آپ نہیں جانتے، اور مرد صالح کو ہم جانتے ہیں۔ انتہیٰ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ رجل من آل الخطاب کلام دینی کتابوں میں تحریر ہے، مرقات میں عن رجل من آل الخطاب کے نیچے لکھا ہے وکتب سیرک علی الهامش ابی حاطب بالحاء المهملة وکسر الطاء ووضع علیہ الطاء کتب تحتہ کذا فی الترغیب للمنذری انتہیٰ من عینہ اور علاوہ اس سے صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں میں یہی مضمون موجود ہے، جس کے راوی اکابر صحابہؓ سے ہیں، مشکوٰۃ کے اسی باب کے پہلے اور دوسرے فصل میں دیکھ لو۔ پس اس حدیث شریف کے ارشاد نبوی ہونے میں کوئی بھی خلل نہیں ہے، اور سکنائے حرمین شریفین کی فضیلت پر خصوصًا اور دوسرے زائرین ومقیمین کی بشارت پر نص صریح ہے، اور علمائے دیوبند کی یہ فضیلت کہ گویا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُردو بولی میں استاذ ہیں قطع نظر اس سے کہ مجہول الاسم کی روایت ہے، نقلاً وعقلاً محال بھی ہے، عربی زبان سے کون سی زبان اشرف ہے جس کے سیکھنے اور بولنے میں عربی پر ترجیح ہو، تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے للعربیۃ فضل علی سائر الالسن[1] وہو لسان اھل الجنۃ من تعلمہا او علمہا غیرہ فہو ماجور وفی الحدیث احبوا العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اھل الجنۃ فی الجنۃ عربی[2] انتہیٰ

---

[1] عربی زبان کو تمام زبانوں پر فضیلت ہے، اور وہ بہشتیوں کی زبان ہے، جو اس کو سیکھے یا سکھلائے تو وہ ثواب دیا جائے گا ۱۲

[2] عرب کو تین وجہ سے دوست رکھو، کہ مَیں عربی ہوں، اور قرآن عربی ہے، اور بہشتیوں کی زبان عربی ہوگی بہشت میں ۱۲

ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے، وقد[1] ورد فی حب العرب احادیث کثیرۃ بصیر الحدیث بمجموعہا حسنًا وقد افردہا بالتالیف جماعۃ الخ انتہی ملخصًا

اور جو لوگ امکان کذب باری تعالیٰ کے، اور قلت علم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شیطان لعین کے علم سے وغیر ذلک ایسی ہزلیات کے معتقد ہوں، اور ان باتوں کو اس آخر زمانہ ہجوم اعدائے دین میں بذریعہ اخبارات شائع کریں، اور کتابوں میں چھپوا دیں، بھلا کوئی دین دار اُن کی خوابوں پر اعتبار کر سکتا ہے؟ حاشا وکلا۔

قال بدوی لوگوں کا نماز پر سخت پابند ہونا بالکل خلاف واقع ہے آپ تو وہاں گئے نہیں مگر حاجیوں سے ذرا تحقیق کر لیتے تو حال معلوم ہو جاتا۔

اقول نہایت معتبر حاجیوں نے ایسا ہی بیان کیا۔ فقیر کے احباب تمام مسلمانوں پر نیک گمان کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو خویشتن بینی اور دوسروں پر بدبینی سے پناہ میں رکھے، عارف شیرازی فرماتے ہیں ؎

مرا پیر دانائے مرشد شہاب دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش دوم آنکہ بر غیر بدبیں مباش

جو لوگ علمائے شریعت اور مشائخ طریقت کہلا کر علمائے حرمین محترمین پر بدبینی کریں، اور اپنی خود بینی یہاں تک کہ در پردہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] بیشک محبت عرب میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں، جو حسن ہیں، اور بہت سے علمائے نے اُن کو جمع کیا ہے ۱۲منہ درایت فی رسالۃ کتاب القرب فی محبۃ العرب الباب التاسع عشر فی ان کلام من یحسن العربیۃ بالفارسیۃ نفاق والباب العشرون فی ان الکلام بالفارسیۃ نقص فی المروۃ واثبت ہذا الامر بالحدیث الصحیح من المستدرک وقال رجالہ ثقات انتہی فلما کان الحال ہکذا فی الفارسیۃ فما ظنک بتکلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالہندیۃ ۱۲

کی اُستاذی تک نوبت پہونچادیں، اللہ تعالیٰ اِن کو توبہ و انابت کی ہدایت فرماوے اور دین متین پر اعدائے شرع مبین کو نہ ہنساوے آمین یارب العالمین۔

قال بمبئی میں اکثر میمن لوگ ہیں، جو کئی پشت یا دو پشت سے مسلمان ہیں سود خواری اور بدعات میں منہمک ہیں، اپنے بڑوں کی طرح علماء اُن کو سمجھاتے ہیں، مگر وہ باز نہیں آتے، سو بدعتی کی نسبت مشکوٰۃ میں حدیث ہے من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام یعنی جن کی عزت کرنے سے اعانت ہدم اسلام ہوتی ہے تو اُن کا قول و فعل کیونکر معتبر ہوگا، اور ان کا صوم وصلوٰۃ کیونکر مقبول ہوگا۔ البتہ وہ بہت مال دار ہیں، جو علماء اُن کی خواہش کے مطابق فتوے دیتے اور بدعات میں اُن کے شامل ہوتے ہیں، تو وہ اُن کو روپیہ دیتے ہیں اس وجہ سے شاید بمبئی والے قابل تعریف ہونگے، مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ حج کے سفر کا مسافر خواہ کیسی ہی لجاجت سے دعا مانگے جب اس کا کھانا پینا، لباس حرام ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی، جب اجابت دعا نہ ہوئی تو سب عبادات اُن کی ضائع اور رائیگاں ہوئی۔ میمنان بمبئی کا ایسا ہی حال ہے الا ماشاء اللہ، ایسے لوگوں کی عبادت کی سند پکڑنی اور اُن کو باعتبار عبادت کے محتاط کہنا آپ ہی کا کام ہے۔

اقول ماشاء اللہ علم نافع اور رشد اسی کا نام ہے، بمبئی کی مساجد میں ہجوم نمازیوں کا بہ نسبت ہندوستان و پنجاب کے بہت ہے، علی العموم اس کا ذکر تھا، علمائے دیوبند کی سلامت روی اور پابندی شرع نے میمنوں کی شکوہ شکایت اور خوشامدی علماء کی مداہنت اور اُن کے عدم قبول عبادت میں اس قدر

زبان درازی فرمائی کہ کوئی دقیقہ دقائق بدگوئی سے نہ چھوڑا ہم تو اپنے لئے اور جمیع اہل اسلام کے لئے یہی دعا مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فسق اعتقادی اور فسق عملی سب سے سچی توبہ نصیب کرے، بے شک اس کی یہ بھی صفت ہے ۔

گناہ آمرز رنداں قدح خوار بطاعت گیر پیرانِ ریا کار

فقیر آگبوٹ کی انتظاری میں چندے بمبئی میں قیام پذیر رہا۔ مسجدوں میں جو میمن لوگ وغیرہ دولت مند دیکھے تو متواضع اور بُردبار ہی پائے، عجب نہیں کہ خود بین علمائے سے اِن کا خاتمہ اچھا ہو جاوے، اگر فی الواقع سُود خواری اور بدعات انکار دیتہ ہے، تو اللہ تعالیٰ اُن کو توبہ نصیب کرے، اور حلال کی لذت چکھاوے اور حرام کی اُلفت اُن کے دلوں سے ہٹاوے۔ صاحب براہین کی اکثر عمر نوکری چاکری اور دولت مندوں کی تعظیم و تکریم میں گذری، اور مدرسہ دیوبند کا چندہ بھی جن لوگوں سے ملتا ہے جب تفتیش کی جاوے، تو اِن کا حال بھی بمبئی کے میمنوں سے بہتر نہ ہوگا۔ تو اب خدا جانے کہ اُن کی دُعا و عبادت حسب اُن کے فتوے کے کیونکر قبول ہو گی، اللہ تعالیٰ نیک سمجھ دیوے

قال ریش کا قبضہ سے کم ہونا دیار عرب و ترکستان میں غالباً یہ امر خلقی ہے، کیا خوب یہ صریح امر کا انکار ہے، کہ عربوں اور ترکوں کی ڈاڑھیں اصلی اور خلقی ہی ایسی ہیں یہ ؏

دروغ گویم بر روئے تو

ہے، اور ترکوں کا حال حاجیوں سے دریافت کرنا چاہئیے کہ ڈاڑھی بموجب قاعدہ فوجی مونڈی ہوئی ہوتی ہے یا اصلی ہی ایسی ہوتی ہے۔

اقول گفت گو تو اس میں ہے کہ اکثر ترکوں اور عربوں کی ڈاڑھی چھوٹی ہے خلقی طور پر جیسا کہ بہت سے یارقندی بخاری عربی جو پنجاب میں وارد ہوتے ہیں، اِن کے دیکھنے سے معلوم ہُوا۔ اور یہ تو دعوٰی نہیں کہ ترکوں کی ڈاڑھی بالکل ہوتی ہی نہیں جیسا کہ عیب چین نے اس پر بخلاف منطوق کلام کے حمل کر لیا اور اب مکہ معظمہ میں بہت سے ترکوں کی ڈاڑھیاں دیکھی گئی ہیں، لشکری لوگ البتہ منڈواتے ہیں سو عرب کے علماء اس امر کو ناجائز کہتے ہیں۔ ایک دن بعد صبح کے ایک عالم مکہ معظمہ نے ڈاڑھی کے منڈوانے کی ممانعت کے ہی مسائل بیان کئے تھے، سو کلام علمائے حرمین شریفین میں تھی۔ عام لشکری لوگوں میں مباحثہ ڈال دیا۔ فقیر کے بزرگوار عربی تھے، اور عرب سے محبت بھی ہے، جو کوئی اُن کا شکوہ کرتا ہے تو بُرا معلوم ہوتا ہے، چہ جائے کہ کتابوں میں بخت تعیین ان کی چھپ جاتے، شرع اسلام میں ادعُ الیٰ سَبِیلِ ربّکَ بِالْحِکمۃِ والموعظۃِ الحسنۃِ وجادِلھُم بالّتی ھِیَ اَحْسَن کا حکم ہے، نہ کہ خواہ نخواہ جھوٹ سچ ملا کر طومار باندھ کر ایسے متبرک مقام کے عمائد کے ہجو بڑے درجے کی چھپوا دینی کوئی بھی دین دار عالم اس کو پسند نہ کرے گا۔

قال اور ٹھوڑی کے اوپر ہاتھ رکھ کر پورا کرنے کی روایت جو بعض علماء سے لکھی ہے، وہ کون علماء ہیں، اور کس کتاب میں ہے، مسائل فقہیہ میں بھی لچتہا شروع کر دیا۔ آپ تو مقلد ہیں، ناک اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر قبضہ پورا کیا جاوے تو ٹھوڑی اور مونہہ کو بھی تراش ڈالنا پڑے گا۔ عالمگیری میں موجود ہے کہ

ملہ بُلا خدا کے راستہ کی طرف حکمت اور نیک نصیحت سے اور جھگڑا کر اُن سے اچھے طریق سے ۱۲

المقص[1] سنۃ فیہما وھوان یقبض الرجل لحیتہٗ فان زاد منہا علیٰ قبضۃ قطعہٗ کذا ذکرہ محمد ؒ فی کتاب الآثار۔ اس روایت سے ڈاڑھی کا قبضہ پورا کرنا لکھا ہے نہ تھوڑی سے۔ اہل عرب کی ڈاڑھی تر شوانی پر ایسی کمر باندھی کہ روایات فقہیہ میں بھی تغیر و تبدل اور ایجاد بندہ پیدا کر دیا۔ شیخ عبدالحق لمعات میں تورپشتی سے نقل کرتے ہیں۔ قال التورپشتی قص اللحیۃ کان من وضع الاعاجم وھوالیوم شعار کثیر من المشرکین کالافرنج والہنود ومن لاخلاق لہ فی الدین من الفرقۃ الموسومۃ بالقلندریۃ طہراللہ عنہم ارض الدین اس عبارت سے بخوبی عیان ہو گیا کہ جو مقدار ڈاڑھی کے رکھنے کی ہے وہ عند الشرع قبضہ ہے، اس سے کم کرنا یا منڈوانا عرب کا طریقہ نہیں بلکہ عجم کا فعل ہے، اور اب فرنگی و حبشی اور قلندریہ نے یہ طرز اختیار کر رکھا ہے، وہ لوگ بد دین ہیں، اب آپ فرمائیں کہ یہ تاویلات جو آپ نے کی ہیں بے ہودہ ہیں یا نہیں اور آپ غلطی محض پر ہیں یا نہیں؟"

اقول فقیر کو تحقیق یہی ہے کہ ڈاڑھی قبضہ کے برابر رکھنی مسنون ہے، اور اس سے کم کو کتروانا مکروہ ہے، اور منڈوانا حرام ہے، اور بعض علماء کا قول جو فقیر نے نقل کیا واسطے تردید سخت لہجہ کے تو اس سے فقیر پر الزام اجتہاد وغیرہ کا لگانا عیب چیں صاحب کی دریدہ دہانی ہے، مگر اب تک اُن کی طرف سے کوئی ایسی دلیل نہیں گذری جس سے ثابت ہوتا کہ جو بال مسترسل عن الذقن ہوں اُن کا نام ہی ڈاڑھی ہے، تاکہ اِن کا مدعا مدلل ہوتا۔ حالانکہ اگر کوئی بعض علماء کی طرف سے

---

[1] قص سنت یہ ہے کہ آدمی اپنی ڈاڑھی قبضہ کرے، اگر اس سے کچھ زائد ہے تو اس کو کترا دے امام محمد نے کتاب آثار میں ایسا ہی ذکر کیا ہے ۱۲

یہ اعتراض ان پر کرے کہ لحیہ نام اُن بالوں کا ہے جو رخساروں اور ٹھوڑی پر نکلتے ہیں، جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اللحیۃ[1] اسم لجمع من الشعر ما نبت علی الخدین والذقن انتہیٰ۔ تو اب ذقن کے اوپر کے بالوں کا نام بھی لحیہ ہوا اور بعض علمائے کے قول کی دلیل ثابت ہوگئی، تو اس کا جواب بذمہ عیب چین باقی رہا۔ اور فقیر تو خود بھی مستر سل بالوں سے قبضہ پورا کر کے اپنی ڈاڑھی برابر کرتا ہے، اور ایسے ہی لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں، اور جو اس کا خلاف کرتے ہیں اُن کو دیکھ کر بشرط مقدور منع کرتا ہوں، ورنہ دل سے بُرا جانتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ جمیع اہل اسلام کو بدعتیوں اور خود پسندوں سے پناہ میں رکھے، ولنعم ما قیل ؎

عیب خود ابلہ نہ بیند در جہاں　　　باشد اندر جستن عیب کساں

واللہ ہو الہادی۔ قال "اور مفتیان حرمین کی نسبت" الخ جناب مولوی صاحب یہ احتمال عقلی نہیں جس کو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ عقل سلیم کب اس کو تسلیم کر سکتی ہے، بلکہ خبر ہے مطابق محکی عنہ کے کرنا اس کا ضروری امر ہے، اگر مطابق ہو تو سچی ہے ورنہ کاذب، سو آپ عرب نہیں گئے اور نہ حاجیوں سے دریافت کیا، اگر اُن سے دریافت کرتے تو آپ کو وہاں کا حال معلوم ہوتا۔ چنانچہ بعضے مفتیوں نے حال ہی میں کچھ روپیہ بغدادی رافضی سے لے کر ابو طالب کو مسلمان لکھ دیا حالانکہ ابو طالب کا کفر حدیث صریحی سے ثابت ہے، پھر یہ کون سی دیانت د

[1] ماقبل اس کے یہ عبارت ہے۔ ن واعفوا اللحیٰ بکسر لام افصح من ضمہ جمع لحیۃ لا یتا فیہ ح کان یاخذ من لحیتہ من طولہا وعرضہا لان المنہی قصہا کالاعاجم او جعلہا کذنب الحمام والاخذ من جمیع الاطراف لا یکون من القص فی شئ۔ پھر تو کی علامت کے بعد وہ عبارت لکھ دی جو متن میں منقول ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

پرہیزگاری ہے، اور مولوی صدیق حسن سرگروہ غیر مقلدین کی کتاب عون الباری اور نیل الاوطار شوکانی جو مصر میں طبع کرائی ہے، اس پر علمائے مکہ کی تقریظیں لکھوائی ہیں، باوجودے کہ حنفیہ کے مخالف ہے اس پر تقریظیں لکھ دیں۔

اقول رشوت دے کر جو کچھ کوئی چاہے علمائے حرمین محترمین سے لکھوائے یہ بڑا بھاری اعتراض ہے، اور میاں رشید احمد بھی قسمیں کھا کر ایسا کہا کرتا ہے جیسا کہ بعضے ثقات نے فقیر سے ذکر کیا۔ اور خود اُن کی تقریظ براہین کے اخیر ہے جس میں یہ اعتراض درج ہے، تو یہ بالکل ہرزہ درائی معلوم ہوتی ہے کیونکہ بغدادی رافضی کا رشوت دینا کیا اُن کے روبرو ہوا تھا، یا کون سے شاہد عدول نے اُن کے پاس شہادت دی تھی، اور فتویٰ ایمان ابو طالب صاحب کا کون ہے اس کی نقل کرنی اور بجنسہ دکھانا موجب اطمینان ہے، بس جب اِن امور ثبتہ یقین سے کوئی بھی بیان نہ کیا اور یوں ہی رجماً بالغیب طومار باندھ رہے ہیں، تو اس میں عند الشرع یہ خود مفتری قرار دیئے جاویں گے۔ اور دراصل بات یہ ہے کہ جو شخص اُن کے برخلاف ہو خواہ وہ کیسا ہی حق صریح پر ہو، یہ اس کے معاند سخت بن جاتے ہیں۔ فقیر کو کئی اراکین ریاست بہاول پور کے روبرو میری غیبوبیت میں صاحب براہین کمال تعریف سے سراہا کرتا تھا، اور کہتا تھا کہ اس شخص نے اپنے آپ کو دینی کاموں کے سرانجام کے لئے وقف کر رکھا ہے، اب جب اِن کی غلطیوں کو ظاہر کیا تو کہیں فقیر کو بدعتی، کہیں خوشامدی کہیں مشرک، کہیں کافر بنا رہے ہیں، جیسا کہ اُوپر کی تحریر سے ناظرین پر ہویدا ہے، اور حضرات علماء و مفتیان حرمین محترمین بہت سے مسائل میں اُن کے زعمی اجتہاد کے مخالف

ہیں، جیسا کہ اُن کے نزدیک تکرار جماعت ایک مسجد میں بالکل نا روا ہے۔ اور حرمین شریفین میں یہ امر بموجب حکم شرعی کے رائج ہے، اور مجلس مولود مروج اور قیام اس میں اُن کے نزدیک مکروہ، حرام، بدعت، کفر، شرک تک پہونچ گیا ہے اور حرمین مکرمین میں عمدہ طور سے رائج ہے۔ مرزا قادیانی براہین احمدیہ میں انبیاء سے برابری کرتے سے بڑھ کر نبیوں سے اپنے آپ کو اونچا کر رہا ہے۔ میاں رشید احمد اس کو مرد صالح سے تعبیر کرتے ہیں، اور فقیر نے جب اس کا رد لکھ کر مع اس کی اصل کتاب اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے رسالہ اشاعۃ السنۃ کے جس میں اُس نے مرزا کے اقوال کی تائید کی ہے، حرمین معظمین بھیج کر فتویٰ طلب کیا تو اوّل مولانا و بالفضل والکمال اولٰنا حامی السنۃ قامع البدعۃ حضرت مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ سلمہ اللہ اور پھر مفتیان اربعہ مذاہب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ وغیرہم مدرسین نے اس کی تکفیر و تفسیق فرمائی تو اس قسم کے اختلافات سے حضرات علمائے کبار دیار عرب ہدف سہام ملام اُن کے نہ ہوں تو اور کیا ہو، اور بنا بر اپنی سخن پروری کے رشوت خوری اور خلاف شرعی کے دھبے اُن کے دامن عصمت کو لگانے شروع کر دیئے، اور یہ شرم نہ آئی کہ مخالف و موافق اس میں کیا کہیں گے، یہ ہم کیسی بے حیائی کر رہے ہیں، ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

پھر بعد ازاں مفتیان دیوبند کی تعریفات میں مبالغے کئے ہیں، وہ سب کے سب اُن کے عقائد مرقومہ بالا اور عیب چینی اکابر علمائے عرب سے تصدیق ہو رہے ہیں جس کو دانشمند لوگ بخوبی جان گئے اور جان جائیں گے۔

قال ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ حرام ما بین عیر وثور فمن احدث فیہا حدثا او اوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل اس حدیث سے صاف ظاہر ہے، کہ جو شخص حرم مدینہ طیبہ میں رہ کر کسی قسم کی بدعت کرے، یا جگہ دے کسی بدعتی اور ظالم کو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی ہوگی، اور اس کے فرض ونفل بھی قبول نہ ہوں گے، یہ کتنی بڑی وعید ہے اُن لوگوں کے لئے جو وہاں رہ کر بدعات کے کام کرتے اور بدعتیوں کو ٹھکانہ دیتے ہیں ۔ ایسے لوگوں سے تو عام عجم ہی کے لوگ اچھے ہیں، چہ جائے کہ خصوص علما اس طرف کے جیسے حرمین کے سکنا کو نیکی کا ثواب زیادہ ہے، ویسے ہی بُرے کام کا گناہ بھی تو المضاعف ہے پھر عام طور پر معترض صاحب کا وہاں کے لوگوں کے لئے فضائل ثابت کرنے خواہ وہ بدعتی یا عاصی یا ظالم کو ٹھکانا دینے والے ہوں ۔ یا خلاف سنت کرنے والے ہوں، باطل اور لغو ہے ۔ البتہ جو لوگ سکنائے مدینہ طیبہ صلحاء ومحتاط ومتقی ہیں بدعات وخلاف شرع سے بچتے ہیں، تو وہ لائق فضائل اور نور علیٰ نور ہیں، ذرہ سی نیکی اُن کی اَوروں کی نیکی پر بدرجہا فضیلت رکھتی ہے ۔

اقول ۔ مکہ معظمہ میں جو اب آکر دیکھا اور چھ مہینے تک رہنے کا اتفاق ہوا تو عرب خاص اس قدر کم نظر آئے کہ آٹے میں نمک بھی نہیں ۔ اکثر سندھی بنگالی، ترکی وغیرہا ملکوں کے لوگوں سے مکہ معظمہ پُر ہے، جو خاص للہ فی اللہ کی غرض سے ہجرت کر کے آئے، اور تائید دین متین کرنے والے ہیں وہ بہت

قلیل ہیں، اکثر دکان دار اور دنیاوی اغراض کے حاصل کرنے والے اور معاش پیدا کرنے کو بیٹھے ہیں۔ فقیر جس آگبوٹ میں بمبئی سے روانہ مکہ معظمہ ہوا تھا، میرے قریب کی چوکی پر ایک نوجوان ہندوستانی بیٹھے تھے، اور وہ مکی معلم حجاج کہلاتے اور حاجیوں کو اپنی طرف بلاتے تھے، جب بوقت نماز ہم لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو وہ شخص یا تو قبلہ کی طرف پاؤں پسارے ہوئے لیٹا ہوتا تھا یا کبھی کبھی اِدھر اُدھر پھرتا تھا۔ اور اکثر اوقات اس کے اشعار اُردو عشقیہ پڑھنے اور خط و خال کی تعریف میں بسر ہوتے تھے، جب حاجیوں کو اپنی طرف رغبت دلاتا تھا تو اس قدر خلاف واقعہ باتیں کرتا تھا کہ العیاذ باللہ گویا جھوٹ کا پُتلہ تھا۔ پھر قمران میں جب اُترے تو ایک مال مردم خوری کے واقعہ میں وہ اور کئی اس کے ہم پیشہ گرفتار ہو کر آٹھ نو دن محبوس رہے، پھر مکہ معظمہ میں ماہ مبارک رمضان میں تو وہ کبھی نظر نہ آیا۔ نصف شوال کے بعد مطاف میں کبھی دو تین عورتوں کو کبھی دو ایک مردوں کو طواف کراتا نظر آیا جس سے بلاحظہ دوسرے واقعات یہی یقین ہوا کہ ایسے لوگ بیرون جات نے اہل عرب کو بدنام کر رکھا ہے۔

عیب جیں اہل مدینۃ منورہ کی وعیدات کی روایات نقل کرتا ہے، اور اُن کے فضائل و ثواب کی احادیث صحیحہ جن کا شمہ رسالہ جذب القلوب میں مذکور ہے نہیں دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو وہ زبان نہ دے کہ علماء حرمین شریفین کی نکوہش کریں، یہاں کے باشندے خصوص علمائے جو مبحوث عنہم ہیں اُن کے ثوابات اور فضائل کا اگر شمار کریں تو دفتر ہی بن جائیں، اور بہر حال جس قدر

بدعات وفسق اعتقادی وعملی ہندوستان وپنجاب وغیرہما میں ہیں، یہاں پر اس کا عشر عشیر بھی نہ ہوگا۔ اور وہاں سے یہ آتش فتنہ یہاں بھی آپہونچی ہے، کئی نیچری بہت سے وہابی غیر مقلد وغیرہما اس جگہ بھی شرارت انگیزی کر رہے ہیں، اللہ تعالےٰ اُن سے پناہ میں رکھے۔ اور عیب چین جن علمائے عرب کی تعریف کرتا ہے وہ ہی ایک نابینا عالم تھے، جن سے اس کو حرمت اور بدعت مجلس مولود کا فتویٰ ملا تھا، جیسا کہ براہین سے اُوپر منقول ہو چکا ہے، حرمین شریفین کے فاسقوں سے عجم کے عوام لوگوں کو اچھا کہنا محض عناد کی وجہ سے ہے، ورنہ ہر کوئی جانتا ہے جن گناہ گاروں کو ہر سال حج ورمضان شریف کے عمرے کرنے کا اتفاق ہو تو اللہ تعالیٰ اُن کے گناہ کیوں نہ معاف فرمادے گا۔ فقیر نے مکہ معظمہ میں جمع کنز العمال حضرت علی متقی علیہ الرحمۃ کی دیکھی، تو اس میں ایک حدیث دیکھی جس کا مضمون یہ ہے کہ جو پچاس طواف کرے، اس کی ساری عمر کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ لیجئے اب حج کے آگے پیچھے بھی اُن کے لئے وسائل مغفرت موجود ہیں، اللہ تعالےٰ پناہ دیوے ایسے لوگوں سے جو حرمین شریفین کے سکنا کے پیچھے پڑجاویں اور اہل حرمین محترمین کو بھی حق تعالیٰ اپنی مرضیات میں مصروف رکھے، آمین۔

قال۔ فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا میں باری تعالیٰ نے تبلیغ احکام میں نرمی کا حکم فرمایا ہے، اس لئے کہ نصیحت اور سمجھانا نرمی سے چاہئے، اور جب دوسرے کا حال بیان ہوتا ہے، تو اصلی ہی بیان ہوتا ہے، جیسا کہ اسماء الرجال میں دستور ہے ایسے ہی ہم حال بیان کر رہے ہیں، تاکہ اُن کے قول وفعل کی لوگ سند نہ پکڑیں۔ دوسری وجہ قول لین کی امام رازی نے یہ لکھی ہے کہ

جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرعون کے یہاں پرورش پائی تھی تو وہ بمنزلہ باپ کے ہوا۔ تو ایسے مربی کے روبرو نرمی سے ہی گفتگو چاہیئے نہ کہ ہر شخص کے لئے، اور حدیث مجمع البحار کی جو غرض مسلم میں لکھی ہے تو اس کی تخریج نہیں کی، قابل استدلال کیوں کر ہو اوروں پر بوجہ ضعف رواۃ کے اعتراض کرنا اور خود ایسی حدیث پیش کرنا۔

اقول۔ اسماء الرجال والے بزرگوار تو علی العموم واسطے تائید دین متین اور تحقیق روایت مسائل شرعیہ کی وجہ سے سب راویوں کا حال بیان کر دیتے ہیں، ان کو نہ کسی سے بغض ہوتا ہے نہ عناد، اور یہ عیب چین لوگ جب علمائے عرب کے کئی مسائل شرعیہ میں مختلف ہوئے اور اپنے فتویٰ کو اُن کے فتوے پر ترجیح دینے کے واسطے اُن کی عیب چینی اور غیبت اور بہتان کے درپے ہوئے اور پھر اس کو اصلی بیان اسماء الرجال والوں کا سا حال نام رکھنا محض خام خیالی ہے، اور امام رازی سے جو نقل لی ہے اس میں خیانت کی ہے جیسے کہ اُن کی عادت ہے، امام رازی نے کافر جاحد کے ساتھ نرمی کے امر کی دو وجہ لکھی ہیں۔ الاول انہ علیہ السلام کان قد رباہ فرعون فامرہ ان یخاطبہ بالرفق رعایۃ لتلک الحقوق وھذا تنبیہ علی نہایۃ تعظیم حق الوالدین انتہی بلفظہ۔ اب اس وجہ میں فرعون کو بمنزلہ باپ کے نہیں لکھا ہے، بلکہ مربی لکھا ہے، اور مربی کی رعایت سے نہایت تعظیم حق الوالدین لکھی ہے، پھر ہر شخص سے نرمی کے انکار کو دوسری وجہ امام رازی کی باطل کر رہی ہے، الثانی ان من عادۃ الجبابرۃ اذا غلظ لہم فی الوعظ ان یزدادوا عتوا وتکبیرا والمقصود

من البعثۃ حصول النفع لا حصول الضرر فلهٰذا امر اللہ تعالیٰ بالرفق انتہیٰ
اور اخیر سب کے جو امام رازی لکھتے ہیں۔ واعلم ان ھذا التکلیف لا یعلم سرّہٗ
الا اللہ تعالیٰ لانہ تعالیٰ لما علم انہٗ لا یؤمن قط کان ایمانہ ضدًا لذلک
العلم الذی یمتنع زوالہ فیکون سبحانہ عالمًا بامتناع ذلک الایمان
واذا کان عالمًا بذلک فکیف امر موسیٰ علیہ السلام بذلک الرفق و
کیف بالغ فی ذلک الامر تا قول وی یا اخی العقول قاصرۃ عن معرفۃ
ھٰذہ الاسرار ولا سبیل فیہا الا التسلیم وترک الاعتراض والسکوت
بالقلب واللسان ویروی عن کعب انہ قال والذی یحلف بہ کعب
انہ لمکتوب فی التوراۃ فقولا لہٗ قولًا لینًا وساقسی قلبہ فلا یؤمن انتہیٰ
تو اس پر فقیر کان اللہ لہٗ عرض کرتا ہے کہ آیت فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ
وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ اور حدیث مشکوٰۃ
عَنْ عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعطی
حظہ من الرفق اعطی حظہ من خیر الدنیا والاٰخرۃ ومن حرم حظہ
من الرفق حرم حظہ من خیر الدنیا والاٰخرۃ۔ رواہ فی شرح السنۃ
وعن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تو اُن کے لئے نرم ہو۔ اور اگر تو درشت گو سخت دل ہوتا تو تجھ سے
بھاگ جاتے۔ آپ نے فرمایا جو نرمی کا حصہ دیا گیا وہ دنیا اور آخرت کی نیکی دیا گیا اور
جو نرمی کے حصہ سے محروم رہا، وہ دنیا اور آخرت کی نیکی سے محروم رہا اور فرمایا میں تم کو خبر
دوں جو دوزخ پر حرام ہے اور جس پر دوزخ حرام ہے۔ ہر نرم مزاج شیریں گفتار رفتار پر
پہلی حدیث شرح السنہ کی دوسری احمد و ترمذی کی ہے ۱۲

الا اخبرکم بمن یحرم علی النار وبمن تحرم النار علیہ کل ھیّن لین قریب
رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب۔ بخوبی فرما رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے مقبولوں اور نائبوں کے اخلاق سنوارنے منظور ہیں اور شیریں زبانی و نرم کلامی بڑے عمدہ حسن اخلاق سے ہے، حضرت مرشد و استاذ قبلہ میاں صاحب قصوری اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ صاحب دہلوی سے نقل فرماتے تھے، کہ جب کسی پر آپ کو سخت غصہ آتا، تو اس کو حضرت سلامت سے خطاب کر کے جواب ارشاد فرماتے قدس سرہما العزیز اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کے تو یہ حال تھے، اب مفتیان دیوبند اور مرشدان گنگوہی وغیرہ علمائے عرب کے قبائح غیبت اور بہتان کے طور پر کتابوں میں چھپواتے ہیں، اور اس کا نام تحائد ہدایت رکھا ہے۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا!

اور حدیث مجمع البحار شرح صحاح ستہ کو جس میں ان معتبر حدیث کی کتابوں کی احادیث کی شرح ہے، ناقابل استدلال کہنا اپنی کم مائگی اور ضد کمال کا اظہار ہے، البتہ اگر اس حدیث کو تلاش کر کے اس کے راویوں کا ضعف وغیرہ بیان کریں تو قابل جواب ہے۔ جیسا کہ فقیر نے اکثر اُن کی احادیث جن پر کسی کتاب حدیث کا پتہ نہ تھا، اُن کا پتہ کتاب بتلا کر معتبر حوالوں سے ان کی تحریف یا تضعیف ثابت کر دکھائی ہے، جو ناظرین رسالہ عربیہ پر مخفی نہیں ہے۔

قال علاوہ یہ کہ ہمارا ایسا لکھنا علمائے حرمین کی نسبت اظہار حق ہے نہ توہین، حضرت ابو سعید خدری سے منقول ہے، سمعت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یقول من رأی منکم منکراً فاستطاع ان یغیرہ بیدہ
فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و
ذلک اضعف الایمان پھر بعض اہل عرب کہ جن کا شعار و لباس خلاف
شرع ہے، اور ہیئت اور وضع ان کی بھی خلاف وضع اتقیا کے ہے، اگر بموجب
حدیث مذکورہ بالا کے ہم نے اُن کی فہمائش کے لئے اور اِس ملک کے باشندوں
کو کہ عرب کے قول و فعل کو سند پکڑتے ہیں، گو وہ کیسی ہی بدعت اور خلاف شرع
ہوں اُن کے متنبہ کرنے کے لئے کچھ لکھ دیا تو کیا وہ اظہار حق نہ ہوگا۔ شاہ
ولی اللہ رحمہ اللہ نے عقد الجید میں کتاب تلخیص عسقلانی سے اُس نے حاکم سے
اُس نے اوزاعی سے نقل کیا ہے، قال[1] الاوزاعی یترک من قول اہل الحجاز
خمس استماع الملاھی والمتعۃ واتیان النساء فی ادبارھن والصرف
والجمع بین الصلاتین بغیر عذر۔ پھر عقد الجید میں ابن حجر اور عبدالرزاق
اور اِن دونوں نے معمر سے نقل کیا ہے، لو[2] ان رجلا اخذ بقول اھل المدینۃ
فی استماع الغناء واتیان النساء فی ادبارھن وبقول اھل مکۃ فی
المتعۃ والصرف کان شر العباد اللہ۔ اب ظاہر ہے کہ زمانہ سلف اور قرب

---

[1] جو دیکھے تم سے بُرا کام اور طاقت اس کے بدلنے کی رکھے تو اس کو ہاتھ سے بدل دے اگر
نہ ہو سکے تو زبان سے، اگر نہ ہو سکے تو دل سے، اور یہ بہت ضعیف ایمان ہے ۱۲ [1] اوزاعی
نے کہا اہل حجاز کی پانچ باتیں ترک کی جائیں۔ مزامیر کا سُننا اور متعہ اور عورتوں سے اغلام
اور صرف اور بے عذر دو نمازوں کا جمع کرنا ۱۲ [2] اگر کوئی شخص غناء کے سننے میں اور عورتوں
کی دُبر میں جماع کرنے میں اہل مدینہ کا قول اور متعہ اور بیع صرف میں اہل مکہ کا قول لیوے گا
تو ہوگا وہ شخص بہت بُرا بندوں اللہ تعالیٰ کے سے ۱۲

خیر القرون میں اہل حرمین کے بعضے امور نامشروع واجب الترک تھے، تو اس زمانۂ فتن میں جس میں خیر و برکت کے لوگ کم ہیں، ہر فعل و قول عرب کا کیوں کر قابل سند کے ہو گا۔ بلکہ بعض اقوال و افعال اہل حرمین کے متروک العمل اور غیر معمول بہ ہیں، واللہ الہادی الی صراط مستقیم انتہی ملخصًا۔

اقول حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی نقل میں اول تو کسی کتاب حدیث کا نام نہیں لکھا، تا کہ اس کا اعتبار وغیرہ معلوم ہو تا جیسا کہ اکثر جگہ براہین وغیرہ میں یہی دستور ہے، کما لا یخفی علی الناظرین فی الرسالۃ الغبیۃ اور ظاہراً اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا بھائی جانتے ہیں، پھر بڑے بھائی کی کلام کی نقل میں کسی اور کتاب کے نام لینے کی کیا حاجت ہے؟ یہ حدیث مشکوٰۃ کے باب الامر بالمعروف کے پہلے فصل کی پہلی حدیث ہے جو صحیح مسلم سے منقول ہے، اور علامہ قاری مرقات میں لکھتے ہیں کہ مسند امام احمد و سنن ابو داؤد و جامع ترمذی و سنن نسائی و سنن ابن ماجہ میں بھی ہے، مشکوٰۃ اور مرقاۃ وغیرہما میں یوں تحریر ہے، عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رای منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان اور جن لفظوں سے غیب جینوں نے لکھی ہے، ایک فقرہ از خود بڑھا دیا ہے پھر مرقاۃ میں اس کے معنی یوں لکھے ہیں وخلاصۃ[1] الکلام من ابصر ما انکرہ الشرع فلیغیرہ بیدہ ای بان یمنعہ من الفعل بان یکسر الآلات ویریق المسکر

---

[1] خلاصہ کلام کا معنی حدیث میں یہ ہے کہ جو دیکھے مخالف شرع کام کو تو اپنے ہاتھ سے اس کو بدل دے

ويرد المغصوب الى مالكه فان لم يستطع اى التغير باليد لكون فاعله اقوى منه فبلسانه اى فليغيره بالقول وتلاوة ما انزل الله من الوعيد عليه وذكر الوعظ والتخويف والنصيحة فان لم يستطع اى التغيير باللسان ايضاً فبقلبه بان لا يرضى به وينكر فى باطنه على متعاطيه فيكون تغيرًا معنويًا اذ ليس فى وسعه الا هذا القدر من التغير تا قول وے وقد قال بعض علمائنا الامر الاول للامراء والثانى للعلماء والثالث لعامة المؤمنين تا قول وے ثم اعلم انه اذا كان المنكر حرامًا وجب الزجر عنه واذا كان مكروها يندب والامر بالمعروف ايضاً تبع لما يؤمر به فان وجب فواجب وان ندب فندب ولم يتعرض له فى الحديث لان النهى عن المنكر شامل له اذ النهى عن الشئ امر بضده وضد المنهى اما واجب او مندوب ومباح والكل معروف وشرطهما ان لا يؤدى الى الفتنة كما

بدیں طور کہ اس کام کرنے سے منع کردے اگر راگ سنتے ہیں تو مزامیر توڑ دے اگر نشہ پیتے ہوں تو نشہ کی چیز پھینک دے کسی کی چیز چھینی ہوئی ہے تو مالک کو دلوائے اگر اپنے ہاتھ نہیں بدلا سکتا کہ وہ خلاف شرع کام کرنے والا اس سے قوی ہے تو اپنی زبان سے وعید کا حکم اس کو سُنا دے، وعظ نصیحت کردے، اگر زبان سے بھی نہیں کر سکتا تو اپنے دل سے اُس کو بُرا جانے اور اُس پر خوش نہ ہو، بس گویا اس نے وہ بُرا کام بدل دیا، کیوں کہ اس کے امکان میں اتنا ہی ہے، بعضے علماء نے کہا ہے کہ پہلی بات امیروں کے لئے ہے دوسری علماء کے واسطے، تیسری عام مسلمانوں کے واسطے۔ پھر جان لو کہ اگر بُرا کام حرام ہے تو اس سے روکنا واجب ہے، اور اگر مکروہ ہے تو روکنا مستحب ہے، اور امر بالمعروف بھی تابع ماموربہ چیز کے ہے، اگر واجب ہے تو اس کا امر کرنا بھی واجب ہے اگر مستحب ہے تو اس کا کہنا بھی مستحب ہے۔ حدیث میں امر بالمعروف کا ذکر نہیں کیا، اس لئے کہ بُرے کام سے روکنا اس کو شامل ہے کیونکہ منع کرنا چیز کا اس کی ضد کا امر کرنا ہے اور منع کی ضد یا واجب ہے

علم من الحدیث تاقول وے وینبغی للآمر والناھی ان یرفق لیکون اقرب الے تحصیل المطلوب فقد قال الامام الشافعی من وعظ اخاہ سرًّا فقد نصحہٗ وزانہ ومن وعظ علانیۃ فقد فضحہٗ وشانہٗ انتہیٰ بقدر الحاجۃ۔

اور شیخ عبدالحق ترجمہ مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف کے ذیل میں لکھتے ہیں :۔

"امر معروف باید کہ بطریق رفق وملائمت بود وبرائے خدا بود نہ برائے نفس تا تاثیر کند وبراں ثواب مترتب گردد۔ وگفتہ اند کہ نصیحت در ملا فضیحت است وباللہ التوفیق انتہیٰ"

اب اس حدیث اور شارحین کے بیان سے معلوم ہوا کہ میاں رشید احمد اور خلیل احمد جب حرمین شریفین میں آئے تھے، تو جو کچھ مخالف شرع دیکھا اس کو خفیہ طور پر نصیحت اور خیر خواہی کی وجہ سے ادا کرتے تو وہ اِس حدیث پر عمل تھا۔ اور یہ علانیہ نصیحت کرنے سے بڑھ کر ہندوستان میں جاکر اُردو کی کتاب میں غیبت اور بہتان سے کمال ہی سخت وسست علمائے حرمین شریفین پر لکھ کر اس کو چھپوا دینا اور اس کا نام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر رکھنا محض قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اور صرف اپنا فرفرغ اور تعلّی وتکبر منظور ہے کما لا یخفی علی اولی النہیٰ پھر عقد الجید سے جو کچھ لکھا ہے اوّلاً تو اس میں دھوکہ دہی ہے کیا معنی کہ شاہ ولی اللہ

یا مستحب یا مباح، اور یہ سب نیک ہیں۔ اور شرط امر معروف اور نہی منکر کی یہ ہے کہ فتنہ تک نہ پہونچے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہو گیا ہے، اور امر معروف اور نہی منکر کرنے والے کو چاہیے کہ نرمی سے کرے تاکہ جلدی مطلب حاصل ہو جائے۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے بھائی کو چھپ کر نصیحت کی تو یہ اس کی خیر خواہی اور زینت ہے، اور جس نے علانیہ طور پر ایک خاص کو کہا، تو اس کی فضیحت ورسوائی کی ۱۲ یہ ترجمہ ہے عبارت مرقاۃ کا۔

رحمہ اللہ نے عقد الجید میں مفتیان متاخرین مذاہب اربعہ کے رسائل سے کچھ مسائل دربابِ جوازِ عمل دوسرے مذہب کے نقل کئے ہیں، اور صاحبان رسائل کا کوئی نام و نشان نہیں لکھا ہے، اسی کے ضمن میں اوزاعی اور ابن حجر سے دونوں عبارتیں نقل کی ہیں اور پھر سب کے اخیر لکھا ہے، ھذا خلاصۃ ما فی رسائلھم مع تنقیح و تحریر جس سے معلوم ہوا کہ یہ قول عیب جیلیوں کا کہ (شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے عقد الجید میں کتاب التلخیص فی تخریج احادیث الرافعی سے الخ نقل کرتے ہیں) کذب اور دھوکہ دہی ہے

ثانیاً پیشتر اس سے روافض کا دستور تھا کہ اہل سنت پر طعن کیا کرتے تھے کہ امام مالک علیہ الرحمۃ کے مذہب میں عورت سے لواطت اور متعہ جائز ہے، تو اس کا دندان شکن جواب اہل سنت دیا کرتے تھے کہ خود امام مالک صاحب کی کتابوں سے اس امر کا بہتان ہونا ثابت ہے، اور فقیر نے بھی رسالہ "نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار" میں بجواب رسالہ براہین الانصاف زین العابدین رافضی کے جہاں اس نے آئمہ اربعہ پر بہتانات کی رو سے حلال کرنا محرمات قطعیہ کا لکھا ہے، امام مالک علیہ الرحمۃ کے مؤطا سے حرمت لواطت منکوحہ نقل کر کے بدمذہبوں کے افترا اور بہتان ظاہر کئے ہیں، پھر بعد ازاں ایک آریہ کافر نے مرزا قادیانی کی کتاب کے رد میں امرت سر میں رسالہ تکذیب براہین احمدیہ چھپوایا، اور اس میں بسند آیت نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم کے جمیع اہل اسلام پر عموماً اور حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ پر خصوصاً طعن حلت لواطت منکوحہ درج کیا ہے، فقیر نے اس کے رد میں بضمن اظہار اس کے اور بہت سخت بہتانات کے افترا ہونا اس امر کا انہیں تفسیروں اور کتابوں سے جن کا اس نے حوالہ دیا تھا بخوبی ظاہر کر دیا۔ اور اہل ہنود کے اہل علم

سے اس پر تصدیق کرادی کہ اس کے حوالے غلط ہیں۔ اب وہی طعن رشید احمد کی ذریت یعنی خلیل احمد و مدرس دیوبند و مالیر کوٹلہ وغیرہ نے اگلے علمائے کبار حرمین محترمین پر بنقل رسالہ عقد الجید کے لگا دیئے، اور خوب بتایا اور اپنی شرذمہ قلیلہ کا دل خوش کیا اور یہ نہ سمجھے کہ جھوٹی خوشی ماتم سے بھی بدتر ہوتی ہے، ذرا غور کر کے سنئے کہ اس نقل کی ایک دو باتوں کا بہتان ہونا ثابت کر کے بطور مشتے نمونہ خروارے منصفوں کو وقس علیٰ ھذا کا فقرہ یاد دلاتا ہوں۔ مخفی نہ رہے کہ مسئلہ لواطت منکوحہ کی بابت عقد الجید مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۳ھ کے حاشیہ پر لکھا ہے، وممن نقلھا البخاری عن ابن عمرؓ وممن نقلھا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہما انتہیٰ مصححہ من حاشیۃ صـ۱۴۳) سو واضح رہے کہ یہ بخاری پر بہتان ہے، صحیح بخاری کی کتاب التفسیر باب فاتوا حرثکم انی شئتم میں درج ہے وعن عبد الصمد حدثنی ابی قال حدثنی ایوب عن نافع عن ابن عمرؓ۔ فاتوا حرثکم انی شئتم قال یاتیھا فی انتہیٰ۔ سو جمیع نسخ بخاری میں فی کا مجرور ظاہر نہیں کیا، اور کہیں بھی فی الدبر نہیں لکھا جس سے بخاری کی طرف اُس کو منسوب کیا جاتا۔ اور محل اشتباہ یہ ہے کہ بعض نے خیال کیا کہ بخاری مستکرہ جان کر دبر کا لفظ ظاہر نہیں کیا۔ ہرچند اس میں یہ اعتراض ہے کہ جو کسی کا مذہب ہو، وہ اس کے بیان کو ہرگز مستکرہ نہیں جانتا۔ مع ہذا یہ خلاف تحقیق بھی ہے، اور محقق یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت مختلف ہے، کسی میں فی الدبر کسی میں فی الفرج کا لفظ ہے، گو صحیح تر روایت ان سے فی الفرج کی ہے، مگر امام بخاری پر ترجیح ظاہر نہ ہوئی۔ اس لئے فی کے بعد بیاض چھوڑ دی کہ جو امر مرجح ہوگا ابن عمر کی روایت میں درج کیا جائے گا۔

اور چونکہ بخاری کا مذہب حرمت لواطت منکوحہ ہے جیسا کہ اس کی حدیث جابر جو اخیر اسی باب کے دربارہ نازل ہونے آیت نساءکم حرث لکم یہود کے رَد میں ثابت ہو رہا ہے، تو حمیدی نے کتاب الجمع بین الصحیحین میں قال یاتیہا فی الفرج لکھ دیا شارح عسقلانی نے جو اس اَمر پر اعتراض کیا ہے، تو عینی نے اس کا جواب عمدہ لکھ دیا ہے، جس کو قسطلانی نے بھی مستحسن جانا ہے، اور صحیح بخاری کی شروح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منکوحہ کی لواطت کی حرمت میں بہت روایات لکھی ہیں، اور امام مالک علیہ الرحمۃ کا بھی اِس سے سخت انکار درج کیا ہے، اور امام اعظم اور دیگر ائمہ مجتہدین سے روایت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا فی الفرج من الدبر پر حمل کرنا لکھا ہے، چنانچہ اس خلاصۂ تحریر سند شروح بخاری سے منقول ہوتی ہے۔ مولوی احمد علی سہارن پوری عیب جینوں کے استاذ الاستاذ صحیح بخاری کے حاشیہ پر نقل کرتے ہیں وقد[1] اختلف النقل فیہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال ابو حنیفۃ وجمہور اہل السنۃ بحرمتہ وحملوا ما ورد عن ابن عمر انہ یاتیہا فی قبلہا من دبرہا کذا فی القسطلانی انتہیٰ۔ شارح عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ قولہ[2] یاتیہا فی، ھکذا فی جمیع النسخ لم یذکر ما بعد الظرف وھو المجرور ووقع فی الجمع بین الصحیحین للحمیدی یاتیہا فی الفرج وھو من عندہ بحسب

---

[1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس باب میں مختلف نقل ہے، امام اعظم رضی اللہ عنہ اور جمہور اہل سنت جماع دُبر کی حرمت کے قائل ہیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو اس پر حمل کیا ہے، کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ عورت کو اُلٹا لِٹا کر فرج میں جماع کرے۔ یہ قسطلانی میں ہے ۱۲

[2] بخاری کا یہ فقرۂ حدیث کہ عورت سے صحبت کرے بیچ، ایسا ہی تمام نسخوں میں ہے کہ فی کے مجرور کے ذکر نہیں کیا ہے، اور حمیدی کی کتاب میں جو صحیحین کی جامع ہے یوں لکھا ہے کہ فرج میں

ما فہمہ ثم وقفت علی سلفہ فیہ وھو البرقانی فرأیت فی نسخۃ الصغانی زاد البرقانی یعنی الفرج ولیس مطابقا لما فی نفس الروایۃ عن ابن عمر لما ساذکرہ پھر آگے جاکر حضرت ابن عمر سے لکھا ہے فقال اتدرون فیما انزلت ھذہ الآیۃ قلت لا قال نزلت فی اتیان النساء فی ادبارھن۔ پھر لکھا ہے فذکرہ بلفظ یاتیھا فی الدبر۔ پھر آگے جاکر لکھا ہے سنن ابوداؤد سے حتی بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ تعالیٰ نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انّٰی شئتم مقبلات مدبرات ومستلقیات فی الفرج واخرج احمد و الترمذی من وجہ اٰخر صحیح عن ابن عباس قال جاء عمر فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھلکت حولت رحلی البارحۃ فنزلت ھذہ الآیۃ نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم اقبل وادبر واتق الدبر والحیضۃ پھر لکھا ہے عن اسرائیل بن روح قال سألت مالکا عن ذلک فقال ما انتم قوم عرب ھل یکون الحرث الا موضع الزرع انتہی بقدر الحاجۃ۔ اور علامہ عینی

جماع کرے اور یہ حمیدی نے اپنی فہمید کے موافق لکھا ہے پھر میں نے اس سے پہلے کی روایت دیکھی وہ برقانی ہے۔ پس میں نے نسخہ صغانی میں دیکھا کہ برقانی نے فرج کا لفظ زائد کیا ہے اور یہ نفس روایت کے موافق نہیں جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے جیسا کہ عنقریب ذکر کریں گے۔ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لکھا ہے کہ تم جانتے ہو کہ یہ آیت کس کے حق میں اُتری ہے میں نے کہا میں نہیں جانتا، کہا عورتوں کی دُبر میں جماع کرنے میں، پس لفظ فی الدبر ذکر کیا پھر سنن ابوداؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا تو آیت نساءکم حرث لکم اُتری یعنی عورت کو سیدھا اُلٹا پہلو پر لٹا کر فرج میں ہی جماع کرا امام احمد و ترمذی نے دوسری وجہ صحیح سے کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ میں ہلاک ہوا اپنی عورت کو اُلٹا لِٹا کر جماع کیا تو یہ آیت اُتری کہ تمہاری عورتیں کھیتیاں جیسے چاہو جاؤ۔ دُبر اور حیض سے بچو۔ اور مالک سے معنے آیت کے پوچھے تو اس نے جواب دیا تم عربی نہیں یعنی مقام زراعت کو

شرح بخاری میں لکھتے ہیں قال یاتیہا فی، وھذہ[۱] الروایۃ یرویہا ابن جریر فی التفسیر عن ابی قلابۃ الرقاشی عن عبد الصمد بن عبد الوارث حدثنی ابی فذکرہ بلفظ یاتیہا فی الدبر ووقع ھھنا فی روایۃ البخاری یاتیہا فی، وسکت عن مجرورھا ولم یذکر فی ای شئ وھکذا فی جمیع النسخ ولکن الحمیدی ذکر فی الجمع بین الصحیحین یاتیہا فی الفرج وھذا اقدامہ بیین مجرور کلمۃ فی ھو قولہ فی الفرج وقال بعضہم ھو من عندہ بحسب ما فہمہ ولیس مطابقاً لما فی نفس الامر وایّد کلامہ بقولہ وقد قال ابوبکر بن العربی اورد البخاری ھذا الحدیث فی التفسیر فقال یاتیہا فی وترك بیاضاً انتہیٰ قلت لا نسلم عدم المطابقۃ لما فی نفس الامر لان ما فی نفس الامر عند من لا یری اباحۃ اتیان النساء فی ادبارھن ان یقدر بعد کلمۃ فی اما لفظ الفرج او القبل او موضع الحرث والظاہر من حال البخاری انہ لا یری اباحۃ ذلك ولکن لما ورد فی حدیث ابی سعید الخدری ما یفہم من اباحۃ ذلك وردت احادیث

---

[۱] اور اس روایت میں ابن جریر نے تفسیر میں ابو قلابہ رقاشی سے عبد الصمد سے اُس نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ جماع دُبر میں کہا۔ اور بخاری کی روایت میں فی کے پیچھے کچھ نہیں لکھا۔ اور ایسا ہی تمام نسخے بخاری میں مگر حمیدی نے صحیحین کی جمع کی کتاب میں فی الفرج لکھا ہے تو بیان کر دیا کہ فی کے پیچھے فرج کا لفظ ہے، عسقلانی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ حمیدی نے اپنی سمجھ سے ایسا لکھا اور یہ مطابق واقع کے نہیں کیونکہ اس حدیث کو بخاری نے کتاب تفسیر میں بھی وارد کیا ہے اور فی کے پیچھے سفیدی چھوڑ دی ہے، مَیں کہتا ہوں یعنی علامہ عینی کہ فی الفرج کو غیر مطابق واقع کے کہنا غیر مسلم ہے، اس لئے کہ فی الواقع جو عورتوں کے اغلام کو ناروا جانتا ہے اس کے نزدیک فی کے پیچھے لفظ فرج یا قبل یا موضع حرث کا مقرر کرنا ضروری ہے اور ظاہر حال بخاری سے یہی ہے کہ وہ اس کو روا نہیں جانتا۔ لیکن جب ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کا مباح ہونا سمجھا گیا،

كثيرة فى منع ذلك تامل فى ذلك (اى البخارى) ولم يترجح عنده فى ذلك الوقت احد الامرين فترك بياضاً وبقى بعده مستمراً فجاء الحميدى وقدر ذلك حيث قال ياتيها فى الفرج نظراً الى حال البخارى انه لا يرى خلافه ولو كان الحميدى علم من حال البخارى انه يبيح الاتيان فى ادبار النساء لم يقدر بهذا التقدير بل كان يقدر ياتيها فى دبرها۔ پھر آگے جاکر لکھتے ہیں وقد[1] اختلف عن عبد الله ابن عمر بن الخطاب والاصح عنه المنع اور پھر اخیر حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے جس میں یہود کے رد کے لئے نازل ہونا اس آیت کا لکھا ہے ابوزکریا سے نقل کرتے ہیں کہ اتفاق ہے علماء کا تحریم وطی دبر میں قال[2] وقال اصحابنا لا يحل الوطى فى الدبر فى شئ من الادميين ولا غيرهم من الحيوانات على حال من الاحوال انتهى بقدر حاجت علامہ قسطلانی شرح بخاری میں قال یاتیھا زوجھا فی بحذف المجرور کے ذیل میں لکھتے ہیں روى[3] الخطيب عن مالك عن طريق اسرائيل بن روح قال سئلت مالكا عن ذلك فقال ما انتم قوم عرب هل يكون الحرث الا موضع الزرع لا تعدوا الفرج

اور بہت حدیثیں اس کی ممانعت میں وارد ہوئیں تو بخاری نے اس میں تامل کیا، اور اس وقت دونوں کاموں میں کوئی بات اس کے نزدیک غالب نہ ہوئی، تو بخاری نے سفیدی چھوڑ دی۔ یعنی فی کے پیچھے کچھ نہ لکھا اور ویسا ہی رہا۔ پھر حمیدی نے فی کے پیچھے فرج کا لفظ ذکر کر دیا بخاری کے حال کی دلالت سے کہ وہ اس کے خلاف کا معتقد نہیں، اگر حمیدی جانتا کہ بخاری عورت کے اغلام کو روا جانتا ہے تو فی الفرج نہ کہتا بلکہ فی الدبر لکھ دیتا ۱۲ [1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اختلاف ہے مروی ہے اور صحیح تر ان سے منع کی روایت ہے ۱۲ [2] ابوزکریا کہتا ہے کہ ہمارے علما کہتے ہیں کہ کسی حال میں بھی آدمی یا کسی حیوانات سے اغلام روا نہیں ہے ۱۲ [3] خطیب مالک سے طریق اسرائیل ابن روح سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میں نے امام مالک سے پوچھا عورت کے

قلت یا ابا عبد اللہ انہم یقولون انک تقول ذلک قال یکذبون علی یکذبون علی۔ پھر لکھا ہے ومذہب الشافعی وابی حنیفۃ وصاحبیہ واحمد والجمہور التحریم لورود النہی عن فعلہ وتعاطیہ ففی حدیث خزیمۃ بن ثابت عند احمد نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یاتی الرجل امرأتہ فی دبرھا و حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عند الترمذی مرفوعا لاینظر اللہ الی رجل اتی امرأتہ فی دبرھا وفی ھذا الباب احادیث کثیرۃ یطول ذکرھا وحملوا ما ورد عن ابن عمر علی انہ یاتیہا فی قبلہا من دبرھا وقد روی النسائی باسناد صحیح عن ابی النضر انہ قال لنافع انہ قد اکثر علیک القول انک تقول عن ابن عمر انہ افتی ان یؤتی النساء فی ادبارھن قال کذبوا علی ولکن ساحدثکم کیف کان الامر ان ابن عمر عرض المصحف یوما وانا عندہ حتی بلغ نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم فقال

اغلام سے تو انہوں نے جواب دیا کہ تم عربی نہیں، حرث یعنی کھیتی مقام زراعت کا نام ہے، فرج سے تجاوز نہ کرو۔ میں نے کہا اے امام مالک لوگ کہتے ہیں کہ آپ عورت سے اغلام کو روا جانتے ہیں تو امام مالک نے جواب دیا کہ یہ مجھ پر جھوٹ باندھا ہے ۱۲ اھ اور مذہب امام شافعی اور امام اعظم وصاحبین اور امام احمد حنبل وجمہور علما کا حرام ہونا اغلام کا ہے کیونکہ اس کی نہی وارد ہوئی ہے، مسند امام احمد میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی دُبر میں جماع کرنے سے منع فرمایا ہے، اور ترمذی نے حدیث مرفوع ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظر نہیں کرتا جو اپنی عورت کی دُبر میں جماع کرتا ہے اور اس مضمون کی بہت حدیثیں ہیں جن کے ذکر میں طول ہے، اور علمائے نے روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس پر حمل کیا ہے کہ اپنی عورت کو الٹا کر فرج میں جماع کرے، نسائی نے اسنادِ صحیح سے ابی نضر سے روایت کی ہے کہ اس نے نافع سے کہا کہ تجھ سے مشہور ہے کہ تو نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے عورت سے اغلام کا فتویٰ دیا ہے

یا نافع هل تعلم من امر هذه الآیة قلت لا قال انا کنا معشر قریش نجّي
النساء فلما دخلنا المدینة ونکحنا نساء الانصار اردنا منهن مثل ما کنا
نرید فاذا هن قد کرهن ذلك واعظمنه وکانت نساء الانصار قد اخذن
بحال الیهود انما یؤتین علی جنوبهن فانزل الله تعالیٰ نساءکم حرث لکم
وقال روی ابو جعفر الفریابی عن ابی عبد الرحمن الحبلی عن ابن عمر مرفوعاً
سبعة لا ینظرهم الله یوم القیمة ولا یزکیهم ویقول ادخلوا النار مع
الداخلین الفاعل والمفعول وناکح یده وناکح البهیمة وناکح المرأة فی دبرها
والجامع بین المرأة وربیبتها والزانی الحلیلة جاره والموذی جاره حتی یلعنه
انتهی بقدر الحاجة۔ جب ان منقولات معتبرہ سے بہتان عیب چینوں کا درباب حلت لواطت
منکوحہ ظاہر ہو گیا، اور نیز بخوبی ثابت ہوا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے
جو روایت ہے تو وہ محمول فی قبلہا عن دبرہا ہے کیونکہ فاتوا حرثکم (یعنی) موضع قرث کو
بخوبی نکال رہا ہے، جس کا بیان فقیر نے رسالہ نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار میں بقدر

نافع نے جواب دیا کہ مجھ پر یہ بہتان ہے، مگر میں تم سے اس کی کیفیت ذکر کرتا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ
عنہما ایک دن قرآن پڑھ رہے تھے، اور میں اُن کے پاس تھا تا کہ آیت نساءکم حرث لکم تک پہنچے
تو کہا اے نافع تجھے اس آیت کا حال معلوم ہے؟ میں نے کہا نہیں، کہا ہم قریش اپنی عورتوں کو اُلٹا
لٹا کر قبل میں جماع کر لیتے تھے، پھر جب ہم مدینہ آئے، اور انصار عورتوں سے نکاح کیا اور ویسا کرنا چاہا
تو انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ یہود کے دستور کے موافق پہلو پر لٹا کر جماع کی عادت رکھتی
تھیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی، کہ تمہاری عورتیں کھیتی ہیں تمہاری۔ اور ابو جعفر فریابی نے
ابو عبد الرحمن سے اُس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ سات آدمیوں
کی طرف قیامت کو حق تعالیٰ نظر نہ کرے گا اور نہ ان کو پاک کریگا۔ اور کہیگا کہ دوزخ میں داخل ہو جاؤ
دوزخیوں کے ساتھ۔ زانی زانیہ اور مشت زن اور چوپائے سے جماع کرنیوالا اور عورت کی دُبر میں
جماع کرنیوالا اور اپنی عورت کی بیٹی کو نکاح کرنیوالا اور ہمسایہ کی عورت سے زنا کرنے والا۔ اور ہمسایہ کو

یعنی عورت کو آگے کی طرف سے خواہ کسی طرح جماع کرنا ۱۲

ایذا دینے والا یہاں تک کہ وہ اس پر لعنت کرے ۱۲ منہ

ضرورت لکھا ہے تو اب بہتان ہونا جواز متعہ کا بھی باختصار اظہار ہوتا ہے حق تعالے کا سورۂ نساء میں فرمان ہے فما استمتعتم بہ منھن فاٰتوھن اجورھن تفسیر خازن میں لکھتے ہیں اختلفوا فی معناہ[1] فقال الحسن والمجاھد اراد ما انتفعتم وتلذذتم بالجماع من النساء بنکاح صحیح لان اصل الاستمتاع فی اللغۃ الانتفاع وکل ما انتفع بہ فھو متاع (فاٰتوھن اجورھن) یعنی مھورھن وانما سمی المھر اجراً لانہ بدل المنافع لیس بدل الاعیان کما سمی بدل منافع الدار والدابۃ اجراً وقال قوم المراد من حکم الاٰیۃ ھو نکاح المتعۃ وھو ان ینکح امرأۃ الی مدۃ معلومۃ بشیٔ معلوم فاذا انقضت تلک المدۃ بانت منہ بغیر طلاق وتستبرء ولیس بینھما میراث وکان ھذا فی ابتداء الاسلام ثم نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المتعۃ فحرمھا[م] عن سبرۃ بن معبد الجھنی انہ کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال[2] یا ایھا الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ قد

---

[1] اس آیت کے معنی میں اختلاف کیا ہے، حسن اور مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جو تم نے نکاح صحیح کے ساتھ عورتوں سے لذت حاصل کی اور نفع لیا کیونکہ اصل نفع لینا لغت میں نفع حاصل کرنا ہے، اور جو نفع حاصل ہو وہ تمتع ہے، پس عورتوں کو اُن کے مہر دیدو۔ مہر کو اجرت اس لئے کہا کہ وہ نفع کا بدلہ ہے عین کا بدلہ نہیں ہے، جیسے کہ گھر اور سواری کے نفع کے بدل کو اجرت کہتے ہیں، اور بعضوں نے کہا ہے کہ آیت کے حکم سے مراد متعہ کا نکاح ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی عورت سے کچھ دیکر کچھ مدت تک نکاح کرنا جب وہ مدت گذری عورت بغیر طلاق کے چھوٹ گئی، اور استبرا کرے اور اُن میں میراث جاری نہیں ہوتا اور یہ ابتداء اسلام میں تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع اور حرام کر دیا۔ صحیح مسلم میں سبرہ بن معبد سے روایت ہے کہ وہ آپ کے ساتھ تھا۔ تب آپ نے فرمایا کہ اے لوگو میں نے تم کو عورتوں کے متعہ کے واسطے اذن دیا تھا اور بیشک

حرم ذلك الى يوم القيمة فمن كان عنده منهن شئ فليخل سبيله ولا تاخذوا مما اتيتموهن شيئا والى هذا ذهب جمهور العلماء من الصحابة فمن بعدهم اى ان نكاح المتعة حرام والاية منسوخة واختلفوا فى ناسخها فقيل نسخت بالسنة وهى ما تقدم من حديث سبرة الجهنى (ق) عن على بن ابى طالب رضى الله عنه قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن متعة النساء يوم خيبر وعن اكل لحوم الحمار الانسية وهذا على مذهب من يقول ان السنة تنسخ القران ومذهب الشافعى ان السنة لا تنسخ القران ومذهب الشافعى ان السنة لا تنسخ القران فعلى هذا نقول ان ناسخ هذه الاية قوله تعالى فى سورة المؤمنون والذين هم لفروجهم حفظون الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم فانهم غير ملومين والمنكوحة فى المتعة ليست بزوجة ولا ملك يمين واختلف الروايات عن ابن عباس فى المتعة فروى عنه ان الاية محكمة

حق تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا ہے تا قیامت، پس جس کے پاس کوئی متعہ والی عورت ہو تو اس کو نکال دے اور جو اس کو دیا ہے واپس نہ کرے اور یہی مذہب ہے اکثر علماء کا صحابہ اور تابعین وغیرہم کا یعنی کہ نکاح متعہ حرام ہے اور آیت منسوخ ہے اور اس کے ناسخ میں اختلاف ہے، بعضے کہتے ہیں کہ اسی حدیث اوپر والی سے منسوخ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیحین میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعہ سے منع فرمایا جنگ خیبر میں اور گدھے کے گوشت سے اور یہ اس کے مذہب ہے جو قائل ہے کہ حدیث قرآن کو منسوخ کر دیتی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ جو حدیث کو ناسخ قرآن نہیں جانتے اُن کے نزدیک ناسخ اس کا آیت سورۂ مومنون ہے، کہ جو لوگ اپنے فرج کو نگاہ رکھتے ہیں مگر اپنی عورتوں اور کنیزوں پر کہ اس میں ملامت نہیں، اور عورت متعہ والی نہ زوجہ ہے نہ کنیز ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ کے باب میں روایات مختلف ہیں

وكان يرخص فى المتعة قال عمارة سئلت ابن عباس رضى الله عنهما عن المتعة أسفاح ام نكاح فقال لا سفاح ولا نكاح قلت فما هى قال متعة قال الله تعالى فما استمتعتم به منهن قلت هل لها عدة قال حيضة قلت هل يتوارثان قال لا وروى ان الناس لما ذكروا الاشعار فى فتيا ابن عباس بالمتعة قال قاتلهم الله انا ما افتيت باباحتها على الاطلاق لكن قلت انما تحل للمضطر كما تحل الميتة له وروى انه رجع عنه و قال بتحريمها وروى عطاء الخراسانى عن ابن عباس فى قوله فما استمتعتم به منهن انها صارت منسوخة بقوله يايها النبى اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن وروى سالم بن عبد الله بن عمر ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه صعد المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال ما بال اقوام ينكحون هذه المتعة وقد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عنها لا اجاء رجلاً

اُن سے روایت ہے کہ آیت محکم ہے، اور وہ متعہ میں رخصت دیتے تھے، عمارہ نے کہا۔ مَیں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ کا حال پوچھا کہ زنا ہے یا نکاح، تو جواب دیا کہ نہ زنا ہے نہ نکاح، مَیں نے کہا پس کیا ہے، کہا متعہ جو آیت فما استمتعتم میں مذکور ہے، مَیں نے کہا اس کے لئے عدت ہے، کہا ایک حیض، مَیں نے کہا ان میں وراثت ہے کہا نہیں، اور روایت ہے کہ لوگوں نے جب ذکر کیا کہ ابن عباس نے متعہ کا حکم دیا ہے، تو انہوں نے کہا خدا اُن کو ہلاک کرے، مَیں نے متعہ کی حلت کا علی الاطلاق فتویٰ نہیں دیا ہے بلکہ مضطر کے واسطے جیسا کہ اس کو مردار حلال ہے، اور یہ بھی مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے متعہ کی حلت سے رجوع فرمایا ہے، اور اُس کی تحریم کے قائل ہو گئے اور عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت فما استمتعتم بہ منہن (یعنی جو دلیل متعہ کی ہے) منسوخ ہے آیت سُورہ طلاق سے جس کے معنی یہ ہیں کہ اے نبی جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو پس طلاق دو ان کو وقت عدت انکی کے، اور گنو تم عدت کو اور روایت کی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے، حضرت خلیفہ ثانی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے ممبر پر چڑھ کر خدا تعالیٰ

نکحھا الا رجمتہ بالحجارۃ وقال ھمام المتعۃ النکاح والطلاق والعدۃ و
المیراث قال الشافعی لا اعلم فی الاسلام شیئا احل ثم حرم ثم احل ثم حرم
غیر المتعۃ وقال ابو عبید المسلمون الیوم مجمعون علی ان متعۃ النساء قد
نسخت بالتحریم نسخھا الکتب والسنۃ ھذا قول اھل العلم جمیعا من اھل
الحجاز والشام والعراق من اصحب الاثر والرائ وانہ لا رخصۃ فیھا
لمضطر ولا لغیرہ - پھر صاحب خازن نے تفسیر ابن جوزی سے قرآن کی آیت سے
اس کا ثبوت اور حدیث سے اس کا نسخ بتکلف نقل کر کے آیت کو نکاح صحیح پر محمول
لکھا ہے اور تفسیر طبری سے یوں نقل کیا ہے وقال ابن جریر الطبری اولی التاویلین
فی ذلک بالصواب تاویل من تاولہ فما نکحتموہ منھن فجامعتموھن
فاتوھن اجورھن لقیام الحجۃ بتحریم اللہ تعالیٰ متعۃ النساء علی لسان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہیٰ بلفظہ - اور تفسیر مدارک وغیرہ میں بھی متعہ
کی مراد کو آیت سے بلفظ قیل نقل کیا ہے اور حاشیہ جمل میں بھی متعہ کی مراد کو بلفظ قیل کے

کی حمد و ثناء کر کے فرمایا کیا حال ہے اُن لوگوں کا جو متعہ سے جماع کرتے ہیں، حالانکہ رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے، میں جس کو متعہ کرتے دیکھوں گا سنگسار کروں گا
اور کہا کہ نکاح، اور طلاق اور عدت اور میراث نے متعہ کو نابود کر دیا ہے، امام شافعی علیہ الرحمۃ نے
کہا ہے مجھے اسلام میں کوئی ایسی چیز معلوم نہیں ہے کہ حلال کی گئی پھر حرام ہوئی پھر حلال کی گئی
پھر حرام ہوئی سوائے متعہ کے ابو عبید نے کہا ہے آج سب مسلمانوں کا اجماع ہے اس پر کہ عورتوں
سے متعہ منسوخ حرام ہو چکا ہے، قرآن و حدیث نے اس کو منسوخ کر دیا۔ یہ سب اہل علم کا قول ہے
اہل حجاز و شام و عراق کے محدثین و فقہاء سے اور بیشک متعہ کی رخصت کسی کو بھی نہیں ہے مضطر وغیرہ
سے ۱۲ ط اور کہا ابن جریر طبری نے کہ دونوں تاویلوں سے اولیٰ بصواب تاویل اس کی ہے جس نے یوں مراد
بیان کی ہے (یعنی آیت فما استمتعتم بہ منھن کے معنی یہ ہیں کہ) پس جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا ان کے
مہر ان کو دے دو۔ اس لئے کہ عورتوں کے متعہ کے حرام ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دلیل قائم

روایت کرکے عبارت ضروری تفسیر خازن کی نقل کرکے پھر تفسیر قرطبی سے لکھا ہے وفی[1] القرطبی وقال ابن العربی واما متعة النساء فھی من غرائب الشریعة لانھا ابیحت فی صدر الاسلام ثم حرمت یوم خیبر ثم ابیحت فی غزوة اوطاس ثم حرمت بعد ذلك واستقر الامر علی التحریم ولیس لھا اخت فی الشریعة الامسئلة القبلة فان النسخ طرء علیھا مرتین ثم استقرت اھ انتہی۔ تنویر الابصار ودرمختار میں لکھتے ہیں۔ وبطل[2] نکاح متعة وموقت وان جھلت المدة اوطالت فی الاصح اس پر صاحب ردالمحتار علی الدر المختار لکھتے ہیں:۔ ثم[3] ذکر فی الفتح ادلة تحریم المتعة وانہ کان فی حجة الوداع وکان تحریم تابید لاخلاف فیہ بین الائمة وعلماء الامصار الا طائفة من الشیعة ونسبة الجواز الی مالك کما وقع فی الھدایة غلط انتہی بقدر الحاجة۔ اب بخوبی ظاہر ہوگیا کہ نسبت جواز متعہ کی اہل مکہ کی طرف عیب چینوں کا بہتان ہے صرف شیعہ کی ایک جماعت اس کے جواز کے قائل ہیں۔ اور مزامیر کی حلت بھی اہل مدینہ پر بہتان ہے، چاروں مذہبوں میں ان کی حرمت منصوص ہے، تمام دینی کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے، واللہ ہو الہادی۔

---

[1] اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ ابن عربی نے فرمایا ہے، ولیکن متعہ عورتوں کا شریعت کے اچنبھا مسائل سے ہے، کیونکہ ابتدائے اسلام میں مباح ہوا، پھر جنگ خیبر میں حرام کیا گیا۔ پھر جنگ اوطاس میں حلال کیا گیا پھر حرام کیا گیا۔ اور تحریم پر بات قرار پا چکی۔ اور اس کی نظیر شرع اسلام میں سوائے مسئلہ قبلہ کے کوئی نہیں ہے، کیونکہ اس پر دوبارہ نسخ عارض ہوئی، پھر اسی پر قرار پا گیا ۱۲ [2] نکاح متعہ وموقت باطل ہے، اگرچہ مدت معلوم نہ ہو یا دراز ہو صحیح تر روایت کی رو سے ۱۲ [3] پھر فتح القدیر میں متعہ کے حرام ہونے کے دلائل لکھے ہیں، اور یہ کہ تحقیق حرمت اس کی حجۃ الوداع میں ہوئی اور ہمیشہ کے واسطے حرام ہوا اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، اماموں اور تمام شہروں کے علماء میں سے (باقی بر صفحہ ۴۱۴)

اب اسی قدر اُن کے بہتانات اور ہذیانات کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں طوالت کا خوف نہ ہوتا تو اِس پچھلے ہذیان کی بخوبی تفصیل کر سناتا مگر عاقل دین دار کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس تحریر کو جو صرف اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ اور تائید شرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اِس فقیر سے قبول فرما کر ہر کام میں مع اقربا و احبا خاتمہ بالخیر فرمادے اور حرمین محترمین کی برکتیں شامل حال کر کے نہال اور مالا مال کردے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اللّٰھم ارحمنا معھم برحمتک یاارحم الراحمین آمین ؎

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۳) مگر ایک جماعت شیعہ کی (یعنی اس کو مباح جانتے ہیں) اور امام مالک کی طرف اس کے جواز کی نسبت کرنی جیسا کہ کتاب ہدایہ میں واقع ہوا ہے غلط ہے ۱۲ منہ

تقریظ!

حضرت مولٰنا بالفضل و الکمال اولٰنا حضرت مولوی رحمت اللہ صاحب علیہ الرحمۃ پایہ حرمین شریفین مہاجر مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً و تعظیماً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بعد حمد اور نعت کے کہتا ہے راجی رحمت ربہ المنان رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن غفر لہما الحنان، کہ مدت سے بعض باتیں جناب مولوی رشید احمد صاحب کی سنتا تھا۔ جو میرے نزدیک وہ اچھی نہ تھیں، اعتبار نہ کرتا تھا کہ انہوں نے ایسا کہا ہوگا۔ اور مولوی عبد السمیع صاحب کو جو اُن کو میرے سے رابطہ شاگردی کا ہے، جب تک مکہ معظمہ میں نہیں آئے تھے تحریراً منع کرتا تھا۔ اور مکہ معظمہ میں آنے کے بعد تقریراً بہت تاکید سے بالمشافہ منع کرتا تھا کہ آپس میں مختلف نہ ہوں، اور علمائے مدرسہ دیوبند کو اپنا بڑا سمجھو، پر وہ مسکین کہاں تک صبر کرتا۔ اور میرا اعتبار نہ کرنا کس طرح ممتد رہتا کہ حضرات علمائے مدرسہ دیوبند کی تحریر اور تقریر بطریق تواتر مجھ تک پہونچی کر تمام افسوس سے کچھ کہنا پڑا، اور چپ رہنا خلاف دیانت سمجھا گیا۔ سو کہتا ہوں کہ "میں جناب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا، مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے" جس طرف آئے اُس طرف ایسا تعصب برتا کہ اُس میں اُن کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔ حضرت نے اوّل قلم اس پر اُٹھایا کہ جس مسجد میں ایک دفعہ

سلہ حاجی امداد اللہ صاحب مکذبین کے پیران پیر کے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے صفحہ (۱۵ و ۱۶) میں تحریر ہے، پانچواں مسئلہ جماعت ثانیہ کا یہ مسئلہ سلف سے مختلف فیہ ہے، امام ابو حنیفہ (باقی آگے)

جماعت ہوئی ہو اُس میں دوسری جماعت گو بغیر اذان اور تکبیر کے ہو، اور دوسری جگہ ہو جائز نہیں، آپ کا اور آپ کے متبعین کا وہ حکم تو نہ تھا جو نجدیوں کا وقت حکومت مکہ معظمہ کے تھا۔ کہ جو جماعت اوّل میں حاضر نہ ہو اُس کو سزا دیتے تھے، سو آپ کا اور آپ کے متبعین کا ایسا حکم جاہلوں کے واسطے مَنّ وسلویٰ ہو گیا کہ سب موسموں میں خاص کر شدت گرمی کے موسم میں عذر ہاتھ لگ گیا، کہ عذر کے سبب اب تو جماعت فوت ہو گئی ہے، دوسری جماعت جائز نہیں، دوکان اور گھر چھوڑ کر مسجد میں کس واسطے جاویں۔ اور علماء نے جو مخالف اُن کے لکھا کب سُنتے تھے اپنی ہٹ پر روز بروز بڑھتے گئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۵) رحمہ اللہ سے کراہت و امام ابو یوسف سے بعض شرائط کے ساتھ جواز منقول ہے، اور ترجیح و تصحیح دونو جانب موجود ہے، اس میں گفتگو کو طول دینا نازیبا ہے، کیونکہ جانبین کو گنجائش عمل ہے، اور بہتر یہ ہے کہ دونوں قولوں میں تطبیق دی جاوے، کہ اگر جماعت اولیٰ کاہلی اور سستی فوت ہو گئی ہے اور جماعت ثانیہ میں شرکت سے منع کرنا اُس شخص کے لئے موجب زجر و تنبیہ ہوگا تو اس کیلئے جماعت ثانیہ کی کراہت کا حکم کیا جائے، اور قائلین بالکراہت کی تعلیل تقلیل جماعت اولیٰ سے یہی معلوم ہوتا ہے، اور اگر کسی معقول عذر سے جماعت رہ گئی تو دوسری جماعت کے ساتھ پڑھنا تنہا پڑھنے سے بہتر ہے، یا کوئی شخص ایسا لاابالی ہے کہ جماعت ثانیہ سے منع کرنا اس کے حق میں کچھ بھی موجب زجر نہ ہوگا۔ بلکہ تنہا پڑھنے کو غنیمت سمجھے گا کہ جلدی سے چار ٹکریں مار کر رخصت ہوگا ایسے شخص کو منع کرنے سے کیا فائدہ بلکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کسی قدر تعدیل و اطمینان سے ادا کرے گا عمل درآمد اس مسئلہ میں بھی ایسا ہی رکھنا چاہیئے کہ ہر فریق دوسرے فریق کو عمل بالدلیل کی وجہ سے محجوب رکھے، اور جہاں جماعت ثانیہ ہوتی ہو وہاں تنہا پڑھ لے خواہ جماعت نہ کرے انتہیٰ بلفظہ۔ فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ فقہی کتابوں میں اس مسئلہ کی بخوبی تحقیق موجود ہے جو ہیئت کے بدلنے سے جواز جماعت ثانیہ پر نص ہے، چنانچہ ردالمحتار علی الدرالمختار میں دو جگہ اس کی تحقیق موجود ہے اور علمائے حرمین محترمین کے تکرار جماعت ثانیہ کو تسلیم کیا گیا ہے، پھر تاہم مولوی رشید احمد کا انکار پر اصرار کئے جانا اور حرمین محترمین کے علماء کو مطعون بنانا سوائے خود پسندی اور سخت مخالفت فیصلہ اپنے مرشد کے کیا تصور کیا جائے ۱۲ منہ

پھر ایک فاسق مردود کو جو اپنے کو حضرت عیسٰی کے برابر سمجھتا تھا، اور سب انبیاء بنی اسرائیل سے اپنے کو افضل گنتا تھا، اور اپنے بیٹے کو درجہ خدائی پر پہونچاتا تھا، عیسٰی اور موسٰی اور پیغمبر علیہم السلام کا کیا ذکر ہے اور اس کے مُرید تو کھلم کھلا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت بہاؤالدین نقش بندی اور حضرت شہاب الدین سہروردی اور حضرت معین الدین چشتی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کو کہ جن کے سلسلوں میں لکھوکھہا صالحین اور ہزارہا اولیائے مقبول رب العلمین گذرے ہیں کافر اور گم راہ بتلاتا تھا، اور لقجوائے سے

این سلسلہ از طلائے ناب است   این خانہ تمام آفتاب است

بڑا بھائی اس مرُدود کا دنیا کی کمائی کے لئے اور ہی طریقہ برتتا ہے، اور دوسرا چھوٹا بھائی اس کا امام الدین نامی چوہڑوں اور بھنگیوں کی پیغمبری کا دعوٰی کرتا ہے اور اُن کے نزدیک بڑا مقبول پیغمبر ہے، حضرت مولوی رشید احمد اس مرُدود کو مرد صالح کہتے تھے، اور جو علماء اس مردود کے حق میں کچھ کہتے تھے مولوی رشید احمد اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے تھے، اور کہتے تھے مرد صالح ہے، الحمد للہ کہ خدائے تعالیٰ نے اس کو جھوٹا کیا، اور بیٹے کے حق میں جو دعوٰی کرتا تھا اس میں بالکل ہی جھوٹا گیا۔

پھر حضرت مولوی رشید احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کی طرف متوجہ ہوئے، اور اُن کی شہادت کے بیان کو بڑی شدت سے محرم کے دنوں میں گو کیسا ہی روایت صحیح سے ہو منع فرمایا۔ اور حالانکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے جناب مولانا اسحٰق مرحوم تک عادت تھی کہ عاشورے کے دن بادشاہ دہلی کے پاس جاکر روایات صحیح سے بیان حال شہادت کرتے تھے، سو یہ سب اُن مشائخ کرام و اساتذہ

عظام میں ہیں، سو آپ کے تشدد کے موافق اِن مشائخ کرام و اساتذہ عظام کا جو حال ہے وہ ظاہر ہے، اور میرے نزدیک اگر روایات صحیحہ سے حال شہادت کا بیان ہو، تو فائدہ سے خالی نہیں۔ مَیں نے خود تجربہ کیا ہے کہ جب مَیں ہندوستان میں تھا اور عاشورے کے دن حال شہادت کا بیان کرتا تھا۔ اُس مجلس میں کم سے کم ہوں تو ہزار آدمی سے زیادہ ہی ہوتے تھے، اور اس بیان شہادت میں تعزیوں کے بنانے کی بُرائی اور جو رُسوم اور بدعات تعزیوں کے سامنے کی جاتی ہے اُن کی برائی بیان کرتا تھا، اور اس میں تین فائدے تھے، اوّل یہ کہ مَیں چھ گھڑی دن چڑھے اس وعظ کو شروع کرتا تھا اور دوپہر تک اِس مجلس کو ممتد بناتا تھا۔ سو ہزار سے زیادہ آدمی تعزیوں کے دیکھنے اور اِن رسوم اور بدعات کے کرنے سے رُکے رہتے تھے۔ دوسری یہ کہ اُس بستی میں ساٹھ تعزیئے بنتے تھے، جن میں سے دو شیعوں کے اور اٹھاون اہل سنت وجماعت کے، سو اٹھاون میں سے دو ہی برس میں اکتیس کم ہوگئے تھے۔ دو برس بعد غدر پڑ گیا اور مَیں ہندوستان سے نکل کھڑا ہوا۔ امید کہ ایک برس اگر رہنا میرا اور ہوتا تو یہ ستائیس جو اٹھاون میں سے باقی تھے یہ بھی موقوف ہوجاتے۔ تیسرے یہ کہ ہزار آدمیوں سے اونچے کو بلا واسطہ اور ہزاروں مرد اور عورت اور بچوں کو بواسطہ ان ہزار کے بُرائیے تعزیہ کی اور اُن بدعات کی معلوم ہوجاتی تھی، پر شکر کرتا ہوں کہ حضرت رشید نے حرمت بیان شہادت پر قلم اُٹھایا، اور شہادت کے باطل کرنے پر لب نہ کھولی۔ پھر حضرت رشید نے جو نواسے کی طرف توجہ کی تھی اُس پر بھی اکتفا نہ کرکے خود ذات نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف توجہ کی۔ پہلے مولود کو کنھیا کا جنم اشٹمی ٹھہرایا اور اُس کے بیان کو حرام بتلایا اور کھڑے ہونے کو گو کوئی

کیسے ذوق وشوق میں ہو بہت بڑا منکر فرمایا، اس ٹھہرانے بتلانے فرمانے سے لکھو کھہا علماءِ صالحین اور مشائخ مقبول رب العٰلمین اُن کے نزدیک بُرے نفرتی ٹھہر گئے۔ پھر ذات نبوی میں اس پر بھی اکتفا نہ کر کے اور امکان ذاتی سے تجاوز کر کے چھٹے خاتم النبیین بالفعل ثابت کر بیٹھے، اور امکان ذاتی کے باعتبار تو کچھ حد ہی نہ رہی اور اُن کا مرتبہ کچھ بڑے بھائی سے بڑا نہ رہا۔ اور بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کہیں کمتر ہے، اور اسی عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا۔ پھر اس توجہ پر جو ذات اقدس نبوی کی طرف تھی اکتفا نہ کیا ذات اقدس الٰہی کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ اور جناب باری تعالیٰ کے حق میں دعویٰ کیا کہ اللہ کا جھوٹ بولنا ممتنع بالذات نہیں بلکہ امکان جھوٹ بولنے کو اللہ کی بڑی وصف کمال کی فرمائی۔ نعوذ باللہ من ہٰذہ الخرافات۔ میں تو ان امور مذکورہ کو ظاہر اور باطن میں بہت بُرا سمجھتا ہوں، اور اپنے محبین کو منع کرتا ہوں کہ حضرت مولوی رشید کے اور اُن کے چیلے چانٹوں کے ایسے ارشادات نہ سنیں، اور میں جانتا ہوں کہ مجھ پر بہت کھلم کھلا تبرا ہوگا، لیکن جب جمہور علماء صالحین اور اولیائے کاملین اور رسول رب العٰلمین اور جناب باری جہاں آفرین اُن کی زبان اور قلم سے نہ چھوٹے تو مجھے کیا شکایت ہوگی۔

قصبہ گنگوہ مدت ہائے دراز تک محل اولیائے کرام سلسلہ چشتیہ صابریہ کا رہا اُن میں سے ایک ناپاک اللہ بخش نامی بعد مرنے کے خلق کے نزدیک ایسی روح نجس موذی مشہور ہوا کہ صدہا کوس تک اُس کی ایذا سے خلق ڈرتی ہے، کیا اُس روح نجس کے سبب ان اولیاء کو جو بکثرت ہوئے بُرا کہہ سکتا، حاشا وکلا وہ تو اپنی زندگی جہل کے سبب کچھ اعتبار نہ رکھتا تھا۔ خوف یہ ہے کہ اگر کوئی بڑا اعتبار والا حضرت

گنگوہ میں نکل کھڑا ہو تو اُس سے کتنا خوف ہوگا، اور جیسا کہ مشکوٰۃ المصابیح میں کتاب الامارہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے (نعوذ باللہ من رأس السبعین و امارۃ الصبیان) میں بھی اس زمانے کے حالات اور حضرت رشید اور اُن کے چیلے چانٹوں کی تقریر اور تحریر سے پناہ مانگتا ہوں۔ جو اس مقدمہ میں وہ کچھ میرے اوپر تحریر کریں گے تین سبب سے اُس کے جواب کی طرف التفات نہ کروں گا۔ اولؔ یہ کہ شدت کا ضعف ہے اور مجھ میں طاقت اِن چیزوں کی طرف توجہ کی ہی نہیں، دوسریؔ یہ کہ اس امر میں توجہ مصلحت زمانہ کے بالکل مخالف ہے، تیسریؔ یہ کہ اور بہت اللہ کے بندے اُن کے مقابلہ پر کھڑے ہیں، باقی رہی اور دو بات ایک یہ کہ فرماتے ہیں بموجب خواب کسی شخص کے کہ علمائے دیوبند کے علمائے حرمین سے افضل ہیں، سبحان اللہ چھوٹا مُنہ بڑی بات، شیخ عبدالرحمٰن سراج نے بیس برس منصب افتا پر قیام کیا، اس بیس برس میں صغیر اور کبیر موافق مخالف اُن کے دیانت کے قائل ہیں، اُن سے پہلے سید عبداللہ مرغنی جو مفتی تھے، اُن کی دیانت امانت بھی ضرب المثل ہے، اور اکثر علمائے صالحین یہاں موجود ہیں، گو بعض غیر صالحین بھی یہاں موجود ہیں بعض کی خطا سے اکثر کے حق میں بدگمان ہونا شان مسلم کی نہیں۔ دوسرے یہ کہ فرماتے ہیں مسجد الحرام میں ایک عالم نابینا سے مولود کا حال پوچھا گیا۔ اُنہوں نے کہا (بدعت و حرام) شاید وہ نابینا مولوی محمد انصاری سہارنپوری ہوں گے جو تقیہ سے نام اُن کا نہیں لیا، کہ اُن کو مکہ کا ہر صغیر و کبیر اہل علم سے بُرا کہتا ہے، یا اور کوئی ایسا اندھا عقل اور بینائی کا ہوگا۔ سبحان اللہ خواب ایک شخص مجہول سے دیوبند کے علماء حرمین کے علماء سے افضل ٹھہریں

لہ ہم پناہ مانگتے ہیں ابتداء سر ستر سے اور حکومت لڑکوں سے ۱۲ منہ

اور ایک بینائی کے اندھے کے کہنے سے جو حقیقت میں وہ عقل کا بھی اندھا ہے" مولود بدعت اور حرام ٹھہر جائے، اس پر مجھے ایک نقل یاد آئی، کہ مداری فقیروں میں کہ اکثر اُن میں کے رند و بدمذہب ہوتے ہیں گو شاذ و نادر بعض اُن میں کے اچھے بھی ہوں ایک اپنے مرید کو کہتا تھا کہ بعد کچھ خدمت کے تجھے ایک نکتہ فقیری کا بتاؤں گا۔ بعد چند مدت کے اُس نے خدمت کر کے جو وہ نکتہ پُوچھا تو کہا کہ "مولیٰ، محمدؐ، مدار" تینوں کے اوّل میں میم ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ تینوں کا درجہ ایک ہی رہا۔ دوسرا نکتہ تجھے بعد اور کچھ خدمت کے بتاؤں گا۔ بعد گذرنے مدت اور کرنے خدمت کے جو وہ دوسرا نکتہ پُوچھا تو کہا کہ مکہ مدینہ، مکھن پور تینوں کے اوّل میں میم ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ تینوں آپس میں برابر ہیں۔ اُس رند نے مکہ مدینہ کو مکھن پور کے برابر بتلایا تھا، حضرت مرج نے بفحوائے "ہر کہ آمد براں مزید کرد"۔ دیوبند کو مکہ مدینہ دونوں سے افضل ٹھہرا دیا۔ کیوں نہ ہو شاباش۔ ع "ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

اور دوسری بات یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں انوار ساطعہ کے جواب میں کوئی فقرہ نہ ہوگا کہ اُس کے مصنف کو صراحۃً کلمات فحش سے یاد نہ کرتے ہوں۔ اس پر مجھے دوسری نقل یاد آئی کہ جامع مسجد کے شہدے کہ رندی اور گالی گلوچ بکنے میں مشہور ہیں، اُن میں سے ایک کی بیعت کا جو میں نے حال سُنا تو معلوم ہوا کہ اُس کے مرشد نے وقت بیعت لینے کے یہ کہا تھا کہ "سُن لے جوا کھیلیو، گالی گلوچ بکیو، پر کاف لام سے رُکیو۔" سُن کر کے یہ مضمون میری سمجھ میں نہ آیا۔ میں نے اُن کے ایک معتبر سے پُوچھا کہ اس قول کے کیا معنی ہیں؟ کہا کاف سے مراد کسی کو کافر کہنا اور لام سے لعنت کرنا۔ سُبحان اللہ جامع مسجد کے شہدے کافر کہنے اور لعنتی کہنے کو ایسا بُرا سمجھیں اور براہین قاطعہ کے مصنف

انوار ساطعہ کے مصنف کو مشرک اور کافر بتلادیں۔ بعض جگہ بعض چیزوں میں مشہور ہیں، جیسی میری بستی کرانہ اور نانوتہ جس کے رہنے والے مولوی قاسم اور مولوی یعقوب وغیرہما بھی نحوست میں مشہور ہے کہ عوام صبح کو اُن کا نام بھی نہیں لیتے۔ کرانہ کو بیرلیوں والا شہر اور نانوتہ کو چھوٹا شہر کہتے ہیں، اور کرسی اور کاندہلہ اور انبیٹھ حمق میں مشہور ہیں، اور ان بستیوں کے اہالی میں کچھ نہ کچھ تاثر ہوتے ہیں۔ میری بستی کی تاثیر میرے میں یہ ہوئی کہ ایسا زمانہ نحوست دیکھا۔ اللہ تعالیٰ مولوی خلیل احمد کو اُن کی بستی کے خواص سے بچاوے۔ اور حضرت مولوی غلام دستگیر صاحب کو اُن کے رد میں جزائے خیر عطا فرماوے آمین ثم آمین۔

(العبد محمد رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن غفر لہما المنان۔ ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ از مکہ معظمہ)

محمد رحمت اللہ
۱۲۹۳ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

عربی رسالہ جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کا جواب میں براہین قاطعہ کے من اولہا الی آخرہا جناب مولوی رحمت اللہ صاحب نے سُنا، اور میں نے سُنایا سننے کے بعد آپنے اس کے مضامین کی تائید میں تقریظ مرقومہ بالا اپنی زبان فیض بیان سے فرمائی، اور اس کے اخیر میں اپنی مہر کرائی۔

(العبد حضرت نور۔ مدرس اول مدرسہ ہندیہ مکیہ۔ تحریر ۱۷ ماہ ذی قعدہ)

حضرت نور ۱۲۹۸ھ

اُردو رسالہ جو عربی رسالہ کا ضمیمہ ہے "جواب میں براہین قاطعہ کے تصنیف جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری من اولہا الی آخرہا جناب مولوی رحمت اللہ

صاحب نے سنا، اور اس احقر نے سُنایا۔ اور بعد سننے کے اس کے مضامین کی تائید میں زبان فیض بیان سے یہ تقریظ مرقوم بالا فرمائی، اور اس کے اخیر میں اپنی مُہر ثبت کرائی۔ فقط؛ العبد عبد السُبحان عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ ہندیہ واقعہ مکہ معظمہ؛

بقلم خود [عبد السبحان]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا

اما بعد واضح ہو کہ عربی رسالہ مزینہ بمواہیر مفاتی الحرمین الشریفین وغیرہم اور ضمیمہ اُس کا جو کہ اُردو میں ہے در رد جواب سوال در باب ثبوت امکان کذب باری تعالیٰ۔ تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً مصنفہ مولانا علامہ عمدۃ المحققین و زبدۃ المدققین جناب حاجی مولانا مولوی غلام دستگیر سلمہ اللہ الرب القدیر حضرت مولانا و مقتدانا مولوی رحمت اللہ صاحب نے متع المسلمین بطول بقائہ کہ جن کو حضرت سلطان رُوم وفقنا و وفقہ اللہ لما یحب و یرضی نے بتجویز جناب شیخ الاسلام و مفتی الانام اعلم العلماء المتبحرین افضل الفضلاء المتورعین ینبوع الفضل والیقین عریانی زادہ احمد اسعد افندی ادام اللہ فضائلہ کے خطاب پایۂ حرمین شریفین عطا فرمایا ہے، اور اپنے فرمان شاہی میں مولانا موصوف کو مخاطب بالقاب اقضی قضاۃ المسلمین واولی ولاۃ الموحدین معدن الفضل والیقین رافع اعلام الشریعت والدین وارث علوم الانبیاء والمرسلین کیا ہے، اول سے آخر تک سب بالکل خوب سنا، اور یہ تقریظ اُس کے اخیر میں لکھوائی، اور اپنی خاص مُہر سے اُس کو مزین فرمایا۔ یہ امر ایسا یہاں مشہور ہے کہ خاص و عام اس سے واقف ہیں، اور چونکہ صاحب البراہین القاطعہ علی

عہ انبیائے کرام علیہم السلام

ظلام الانوار الساطعہ نے خود اس اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸ سطر ۲ میں درباب جناب مولٰنا مولوی رحمت اللہ صاحب کے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ لکھا ہے، اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۷۶ میں سطر اول کے آخر میں مع دوسری سطر کے یوں لکھا ہے، اور اس آخر وقت میں اب جناب مولوی رحمت اللہ صاحب تمام علمائے مکہ پر فائق اور باقرار علمائے مکہ اعلم ہیں، لہٰذا اب یہ تقریظ حضرت مولٰنا صاحب موصوف کی کافی ہے، کسی اور کی اب کچھ لکھنے کی حاجت نہیں، اور جو اسی کتاب البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ میں صفحہ ۱۷ سطر ۱۵ میں لکھا ہے، درباب مدح علمائے دیوبند کہ جو اُن کو کوئی متنبہ کسی خطا پر کر دیوے تو بشرط صحت کے قبول سے دریغ نہیں، بسر و چشم معترف ہوتے ہیں انتہیٰ بحروفہ۔ پھر اُس کے بعد اسی صفحہ میں سطر ۱۶ میں ہے کہ جس کا دل چاہے دیکھ لیوے امتحان کر لیوے، اور یہی قبولیت عند اللہ کا نشان ہے، انتہیٰ بحروفہ۔ سبحان اللہ یہ کیا ہی عمدہ پسندیدہ بات ہے، پس اب سب کو اس کے موافق عمل کرنا چاہیئے کیونکہ جب کہ صحت خطا بلکہ صحت خطیئات بافتاء علما و رفقائی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ و تحریر پائیہ حرمین شریفین زادہما اللہ تعظیماً و تشریفاً کہ جن کو صاحب براہین القاطعہ نے اپنی اس کتاب میں شیخ الہند و تمام علمائے مکہ پر فائق و باقرار علمائے مکہ اعلم لکھا ہے، ثابت کئے گئے ہیں، چنانچہ یہ امر یعنی صحت خطیئات خوب دیکھنے والوں عربی رسالہ اور اس کے ضمیمہ و رد جواب سوال درباب ثبوت امکان کذب جناب باری تعالیٰ نعوذ باللہ منہ پر واضح و روشن ہے، جو چاہے دیکھ لیوے، یہاں پر بطور انموذج کے بعض خطاؤں کا ذکر کر دیتا ہے کہ خوب اچھی طرح سے واضح ہو جائے کہ اسی طرح سے بہت سے فی الواقع خطا ہے۔ سو اب جاننا چاہیئے کہ جواب اعتراض چہارم میں صفحہ ۲۷۵ میں لکھا ہے۔

درشان علم حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین علیہم صلوات اللہ رب العلمین خیال کرنا چاہیئے کہ تھوڑے سے وقت میں دو چار گھنٹہ میں تمام معلومات کا بیان کردینا اور بعض صحابہ کا اُس کو یاد کرلینا ایسا امر ہے کہ جس کو بداہت عقل جائز نہیں سمجھتی۔ اور اُس کو کسی نے معجزہ پر بھی محمول نہیں کیا۔ انتہی بجروفہ۔ اور صفحہ ۲۷ میں یوں لکھا ہے کہ لازم آتا ہے بعض وہ صحابہ جنہوں نے اُن کو یاد رکھا تو وہ بھی عالم الغیب ہوں، سواب واضح ہو کہ یہ بات محض غلط ہے۔ حضرت ابوزید یعنی عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو کہ صحیح مُسلم میں ہے، اس طرح ہے صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظہر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلے ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا اس حدیث شریف کو مشکوۃ المصابیح میں باب فی المعجزات کے فصل ثالث میں بروایت مسلم ذکر کیا ہے، مشکوۃ المصابیح مطبوعہ احمدی میں صفحہ ۵۳۵ میں موجود ہے، جو چاہے دیکھ لیوے، اور وہ ایک اور بات ضرور یاد رکھیئے، وہ یہ ہے کہ اس میں ایک بڑی غلطی ہوگئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی نے اس روایت میں لکھ دیا ہے فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیمۃ اور حالانکہ یہ روایت صحیحہ موافق روایت مسلم کے یوں ہے فاخبرنا بما ھو کان وبما ھو کائن۔ ما کان کو نکال ڈالا الی یوم القیمۃ اپنی طرف سے اس روایت میں بڑھا دیا ہے خوب ملاحظہ فرمانا چاہیئے کہ اس حذف وزیادہ میں کیسا تصرف ہوا ہے تنقیص علم کے واسطے نعوذ باللہ منہ۔ اور واضح ہو کہ اس حدیث شریف کو علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائص الکبریٰ میں ذکر المعجزات

فیما اخبر بہ من الکوائن بعدہٗ فوقع کما اخبر میں ذکر فرمایا ہے، جو چاہے دیکھ لیوے، اور اُسی ذکر میں یہ حدیث شریف بھی ذکر فرمائی ہے، واخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا وانا انظر الیہ والی ما ھو کائن فیما الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہٖ الحدیث۔ سو الحقر صاحب براہین کا یہ لکھنا کہ اُس کو کسی نے معجزہ پر محمول نہیں کیا غلط ہوا۔ یہ بلا شک و شبہ آنحضرت سرورِ عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وآلہم اجمعین کے معجزات میں سے ہے اور بعض صحابہ کا اُس کو یاد کر لینا کرامات سے ہے، کرامات الاولیاء حق یہ تو عقائد کے مسئلہ مشہورہ میں سے ہے، اور جاننا چاہیئے کہ جواب سوال پنجم میں (صفحہ ۳۱۹) میں ہے در بیان راوی بشر بن رافع اور اُن کے شیخ عبداللہ بن سلیمان جن راویوں کی تضعیف جناب نے بیان کی ہے، وہ تضعیف متفق علیہ نہیں، ابن حبان نے توثیق کی ہے، انتہی بحروفہ۔

سو اب معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ بات صریح خطا ہے، کیونکہ میزان الاعتدال فی نقد الرجال مطبوعہ لکھنوی کے صفحہ ۱۲۷ میں لکھا ہے شان بشر بن رافع میں اس طرح پر قال ابن حبان یروی (ای بشر بن رافع) اشیاء موضوعہ کانہ المتعمد لہا انتہی بحروفہ۔ یعنی کہا ابن حبان نے کہ روایت کرتا ہے وہ بشر بن رافع اشیائے موضوعہ کو۔ گویا کہ بیشک وہ قصد کرنے والا ہے واسطے اُن اشیاء موضوعہ کے تو ابن حبان نے توثیق راوی بشر بن رافع کی کہاں کی ہے۔ حضرت جناب مولانا علامہ مولوی غلام دستگیر صاحب دام اللہ فیضہ و شکر سعیہ نے تقریب التہذیب سے بشان

صفحہ تضعیف بیان فرمائی تھی، مولوی خلیل احمد صاحب نے اس کے رد میں تحریر فرمایا کہ وہ تضعیف متفق علیہ نہیں ہے، ابن حبان نے توثیق کی ہے تو یہ بات توثیق کی بہ نسبت بشر بن رافع کے محض غلط ہے، صریح خطا ہے، اب اِس خطا کی صحت ثابت ہوئی سو اَب ضرور چاہیئے کہ موافق اپنے اس لکھنے کے اِن اپنی خطاؤں کو قبول سے دریغ نہ فرماویں بسر و چشم معترف ہوں، تا کہ یہ خلاف آپس کا کہ جسے مخالف دین متین خوشی و ہنسی کرتے ہیں اُٹھ جاوے، رفع دفع ہو جاوے۔ اور اگر مبادا خیر مبدل بشر ہو تو اُس کا حال اور اُس کی وجہ صحیح حدیث شریف میں موجود ہے، قصہ اس کا مشہور ہے، محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین خوب اس سے واقف ہیں۔ اور چونکہ وارد ہے الدین النصیحۃ اس لئے ایک بات بڑی خیر خواہی کی لکھتا ہے خوب معلوم رہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر مخالف اپنے اس لکھنے کے اپنی خطاؤں کے قبول سے دریغ کریں بسر و چشم معترف نہ ہوں بلکہ اس بات پر جو کہ آخر جواب اعتراض ہفتم کے صاحب البراہین قاطعہ نے درباب مدح رسالہ براہین لکھا ہے عمل کریں۔ اور وہ بات بعینہ یہ ہے، الحاصل رسالہ براہین قاطعہ بحمد اللہ تعالیٰ حسب تصریح و تصدیق علمائے ربانیین[۱] اُن مسائل حقہ سے جو موافق دلیل شرعیہ کے ثابت ہیں مالا مال ہے، اور اُن کا منکر مستوجب خسران و نکال ہے، جس قدر اس پر اعتراض ہوتے ہیں، مبنیٰ ان کا محض جہل یا تعصب اور ضدیت ہے، انتہیٰ بحرفہ۔ اور باوجود اظہار خطاؤں صریحہ کے اُسی پر آڑے رہیں تو ایسے لوگوں سے چاہیئے کہ کوئی علم دین حاصل

---

[۱] جیسا کہ علمائے ربانیین کی تعریفیں قرآن و حدیث میں مسطور ہیں، ویسا ہی علمائے سوء کے حق میں اِن شر الشر شرار العلماء، واقع ہے، یعنی سب بُروں کے بُرے بے عمل علماء ہیں اور ضلوا فاضلوا بھی اُن کے ہی حق میں واقع ہے، یعنی خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا ۱۲

نہ کرے، کیونکہ حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ھذا الحدیث دین فانظروا عمن تاخذون دینکم یہ بات بڑے فائدہ کی آخر شمائل ترمذی میں موجود ہے اور اکثر روایات ان ھذا العلم دین ہے، اور حدیث شریف مرفوع میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وارد ہے العلم دین والصلوٰۃ دین فانظروا عمن تاخذون ھذا العلم وکیف تصلون ھذہ الصلوٰۃ فانکم تسئلون یوم القیمۃ واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتٰب حررہ العبد الضعیف الملتجی بحرم ربہ الہادی القوی البادی عبداللہ السندی المتعلوی المشہودی بالمتاری عفی عنہ شاگرد ومرید حضرت شیخ المشائخ مولانا الحاج الحافظ محمد عبدالحق الہ آبادی مہاجر حرمین محترمین زادہما اللہ تعالیٰ حرمۃ وعزۃً

الحافظ عبداللہ المتاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد[1] للہ الذی ازال ظلمات الاوھام بسواطع الادلۃ - وابرز دقائق المشکلات علی السنۃ جہابذۃ الاجلۃ - واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ شہادۃ تکون بنصرۃ الحق وابطال الباطل جعلۃ واشہد ان سیدنا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم عبدہ ورسولہ المبعوث الی

---

[1] سب تعریف خدائے تعالیٰ کے لئے ہے جس نے وہموں کی تاریکیوں کو روشن دلیلوں سے زائل کر دیا ہے، اور مشکلات مسائل کی باریکیوں کو ثقات فضلا کی زبانوں سے ظاہر فرما دیا ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے یکتا بے شریک کے سوا کوئی لائق بندگی کے نہیں ہے۔ ایسی گواہی جو حق کی مدد اور جھوٹ کے باطل کرنے میں مشہور ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارا سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا خاص بندہ

كافة الناس بخير ملة صلى الله عليه وعلى آله واصحابه صلوٰة وسلاما دائمين متلازمين على تعاقب الاهلة - اما بعد فقد تاملت فى هذه الرسالة وضميمتها والجواب التفصيلى للاعتراضات السبعة الذى حرره المولوى خليل احمد بيده وكتب فى آخره حرره خليل احمد ۱۴ شوال سنة ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۲ جون سنه ۱۸۸۹ء يوم جمعة مقام بهاولپور فرايت ما افاده العلامة البحر الطمطام المقوال المفضال المنعام الذكى[زیرک ۱۲] البحر الهمام - الاديب اللبيب القمقام - ذوالشرف والمجد القدام الذكى الكرام - مولٰنا المولوى الحاج غلام دستگير سلمه الرب القدير فى هذه الرسالة وضميمتها وما كتبه مفاتى العظام والعلماء الاعلام فى تقريظها هو الصواب الموفق للحق بلاشك ولا ارتياب - فيجب ان يكون المرجع عنده الاشتباه اليه والمعول عليه وجاءت ترجمة عبارات البراهين والجواب التفصيلى بالعربية موافقة لما فيها فجزى الله مولانا الجزاء التام واسبغ عليه نعمه غاية الانعام واطال طيلته طول الدهر

اور اس کا رسول مقبول ہے، جو سب دینوں کی طرف اچھا دین لیکر بھیجا گیا ہے، حق تعالیٰ اُس پر دُرود و سلام بھیجے، اور آل و اصحاب پر ایسا درود و سلام جو ہمیشہ چاندوں کے گذرتے پر لازم رہیں۔ اس کے پیچھے بیشک میں نے اس رسالہ عربیہ اور اس کے ضمیمہ اور جواب تفصیلی سات اعتراضات میں جن کو مولوی خلیل احمد نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے، اور آخر اس کے تحریر ہے کہ اس کو ۱۴ ر شوال ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۲ جون ۱۸۸۹ء میں بروز جمعہ مقام بہاولپور میں خلیل احمد نے لکھا ہے، سو میں نے دیکھا ہے جو علامہ علم کے دریا بڑا سمندر بہت صحیح بولنے والا بہت نعمت والا دانش مند دریا بزرگ زیرک دانش مند قدیمی بزرگی اور اقبال کا صاحب دانشمند تیز طبع بہت بزرگ مولانا مولوی حاجی غلام دستگیر نے خدا پروردگار اس کو سلامت رکھے اس رسالہ اور اس کے ضمیمہ میں فائدہ دیا ہے۔ اور جو بزرگ مفتیوں اور مشہور علمائے نے اس کی تقریظوں میں لکھا ہے وہی صواب اور بے شک و شبہ موافق حق کے ہے۔ پس اشتباہ کے وقت (باقی آگے)

المتدام بارغد عیش لا یسام ولا یسام۔ بحق صنادید المرسلین سیدالانام علیہ وعلی آلہ الکرام وصحابتہ الفخام ازکی صلوٰۃ اللہ واطیب السلام۔ حررہ العبد الضعیف الملتجی بحرم ربہ القوی المتین الصمد الاحد امام الدین احمد غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ شاگرد و مرید حضرت شیخ المشائخ مولٰنا الحاج الحافظ محمد عبد الحق صاحب الہ آبادی مہاجر حرمین محترمین زادھما اللہ تعالیٰ حرمۃ وشرفاً۔

امام الدین احمد
عفی عنہ ۱۲۹۹

فقیر کان اللہ لہٗ چار مہینہ تک مکہ معظمہ میں رہا، اور یہ رسالہ شریفہ بھی تصدیق علمائے کبار سے مکمل ہوا، تب بعد ادائے حج کے فقیر اخیر ذیحجہ میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔ تیسری منزل اثناء راہ میں بعالم رؤیا دیکھتا ہوں کہ مدینہ منورہ پہونچ گیا ہوں، اور ایک شخص گندم گوں نے دو میٹھی روٹی دے کر کہا کہ یہ تیرے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجی ہیں، فقیر نے چند لقمہ اُس کے کھائے اور حظ وافر اٹھایا۔ اور شکر بے حد بجا لایا۔ جس سے دریافت ہوا کہ یہ جلد رخصت کا نشان ہے، چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ جو ارادہ تھا کہ دو ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام کروں گا

(سابق سے ملحق) ہیں اسی کی طرف رجوع اور بازگشت لازم ہے اور اسی پر اعتماد واجب ہے۔ اور جو کچھ رسالہ عربیہ میں براہین قاطعہ اور جواب تفصیلی کی عبارات کا ترجمہ کیا ہے وہ اُن سے مطابق پایا گیا ہے پس خدائے تعالیٰ مولانا موصوف کو پورا بدلہ دے اور نہایت درجہ کی نعمتوں کو اُن پر تمام فرمائے اور دراز اُن کی عمر میں برکت بخشے بہت اچھی زندگی سے جس میں ملال اور تکلیف نہ ہو۔ برکت سید المرسلین کے جو تمام آدمیوں کا سردار ہے، اس پر اور اس کی آل بزرگ اور صحابہ کرام پر حق تعالیٰ کے بہت عمدہ درود اور بہت پاکیزہ سلام ہوں عاجز بندہ ضعیف نے جو پروردگار قوی طاقت اور بے نیاز یگانہ کے حرم محترم کا ملتجی ہے امام الدین احمد خدا اس کے گناہ بخشے اور عیب چھپائے اس تحریر کو لکھا ہے ۱۲ منہ

سو بعد ایک جمعہ کے بسبب ممانعت رہایش کے کہ قافلہ میں مرض وبا تھی، قافلہ واپس مکہ معظمہ ہوا۔ فقیر مکہ معظمہ میں جب واپس آیا تو حضرت مولنا صاحب بابہ یہ حرمین شریفین سے دریافت ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایک فتوی امتناع کذب باری تعالی بھیجا ہے، جس کے اخیر میں درج ہے کہ حق تعالی مغفرت کفار پر قادر ہے، اور یہ عقیدہ جمیع علمائے امت سعیدہ کا ہے الخ ہم نے تو اس پر تصدیق نہیں کی کہ اس دھوکہ سے وہ اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں، مگر سنا گیا ہے کہ مفتی صاحب حنفی مکہ معظمہ سے ان کے بعضے دوستوں نے اس فتوے پر کچھ لکھوالیا ہے، اس کا حال معلوم کرنا لازم ہے، تب فقیر نے مفتی صاحب موصوف سے دریافت کیا، تو انہوں نے یہ فتوی اور اپنی تصدیق دکھلائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سئل[1] فی ان اللہ تعالی ہل یتصف بصفۃ الکذب ام لا ومن یعتقد انہ یکذب کیف حکمہ افتونا ماجورین۔

الجواب:۔ ان اللہ تعالی منزہ من ان یتصف بصفۃ الکذب ولیست فی کلامہ شائبۃ الکذب ابدا کما قال ومن اصدق من اللہ قیلا۔ ومن یعتقد او یتفوہ بانہ تعالی یکذب فہو کافر وملعون قطعا ومخالف بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا

---

[1] سوال حق تعالی صفت کذب سے موصوف ہوتا ہے یا نہیں۔ اور جو یہ اعتقاد کرے کہ باری تعالی کذب سے متصف ہے اس کا حکم کیا ہے؟ آپ ہم کو فتوی دیں ماجر ملے گا۔ جواب۔ بیشک حق تعالی کذب سے موصوف ہونے سے پاک ہے اسکی کلام میں شائبہ کذب نہیں ہے ہمیشہ کے لئے جیسا کہ فرمایا ہے اور خدا سے راست گو کون ہے، اور جو یہ اعتقاد کرے یا زبان پر لاوے کہ باری تعالی دروغ گو ہے تو وہ کافر اور ملعون ہے یقینا۔ اور قرآن وحدیث واجماع امت کے برخلاف ہے خدا تعالی ظالموں کی بات سے

نعم اعتقاد اهل الایمان ان ما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن فی حق فرعون وھامان وابی لہب انہم جہنمیون فہو حکم قطعی لا یفعل خلافہ ابداً لکنہ تعالیٰ قادر علی ان یدخلہم الجنۃ ولیس بعاجز عن ذلک ولا یفعل ھذا مع اختیارہ قال تعالیٰ ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھُدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین۔ فتبین من ھذہ الاٰیۃ انہ تعالیٰ لو شاء لجعل کلہم مومنین ولکنہ لا یخالف ما قال وکل ذلک بالاختیار لا بالاضطرار وھو فاعل مختار فعال لما یرید ھذا عقیدۃ جمیع علماء الامۃ قال البیضاوی تحت تفسیر قولہ تعالیٰ ان تغفر لھم الخ وعد غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(کتبہٗ الاحقر رشید احمد گنگوھی)

بہت اور بجا ہے، ہاں مومنوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ نے جو قرآن مجید میں فرعون وہامان و ابولہب کے حق میں فرمایا ہے کہ دوزخی ہیں تو یہ حکم قطعی ہے، اس کا خلاف حق تعالیٰ کبھی بھی نہیں کرے گا لیکن حق تعالیٰ قادر ہے کہ اُن کو بہشت میں داخل کر دے، اور خدا اس سے عاجز نہیں، اور باوجود اپنے اختیار کے ایسا نہیں کرتا۔ قرآن میں ہے اگر ہم چاہتے تو البتہ ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے، ولیکن ثابت ہوا ہے مجھ سے یہ حکم کہ ہم دوزخ کو جن اور آدمیوں سے بھر دیں گے۔ پس اس آیت سے ظاہر ہو گیا کہ اگر حق تعالیٰ چاہتا تو سب کو مسلمان کر دیتا۔ ولیکن اپنے کہے کے مخالف نہیں کرتا۔ اور یہ سب اختیار سے ہے نہ بے اختیاری سے، اور وہ فاعل مختار ہے جو ارادہ کرے کرتا ہے، یہ عقیدہ تمام علمائے امت کا ہے۔ بیضاوی نے آیت ان تغفر لھم کے نیچے کہا ہے کہ شرک کا نہ بخشنا موافق وعید کے ہے، تو وہ ممتنع لذاتہ نہیں ہے، اور خدا کو صواب کا بہت علم ہے۔ رشید احمد گنگوہی نے یہ لکھا ہے ۱۲ منہ

الحمد[1] لمن هو به حقيق ومنه استمد العون والتوفيق ما اجاب به العلامة رشيد احمد المذكور هو الحق الذى لا محيص عنه لان الكذب نقص وكل مستحيل عليه تعالىٰ ومعتقد اتصافه بالكذب كافر قطعاً الا لعنة الله على الكافرين وفى الفتاوى الهندية عن البحر يكفر اذا وصف الله تعالىٰ بما لا يليق به او سخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره او انكر وعده او وعيده او جعل له شريكا او ولدًا او زوجة او نسبه الى الجهل او النقص الخ والكفر تكذيب محمد صلى الله عليه وسلم فى شئ مما جاء به من الدين ضرورة وقد جاء صلى الله عليه وسلم بقوله جل وعلا ومن اصدق من الله قيلًا او بقوله ومن اصدق من الله حديثا اى لا احد اصدق من الله قولاً وفى نسبة الكذب الى الله جل شانه تكذيب له عليه الصلوٰة والسلام فيما جاء به ضرورة وفى شيخ زاده فى شرح تفسير قوله تعالىٰ ولو شئنا لاتينا كل نفس هداها الخ

---

[1] تعریف اُس کو ہے جو حمد کے لائق ہے اور اُسی سے مدد اور توفیق کا خواستگار ہوں، جو مولوی رشید احمد نے جواب دیا ہے وہی حق ہے جس سے کنارہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ کذب نقص ہے اور ہر نقص خدا پر محال ہے پس کذب بھی اُس پر محال ہے اور معتقد حق تعالیٰ کے کذب سے موصوف ہونے کا یقینی کافر ہے۔ خبردار خدا کی لعنت کافروں پر ہے، فتاوىٰ عالمگیریہ میں ہے بحرالرائق کی نقل سے کافر ہوتا ہے جو نالائق سے حق تعالیٰ کی وصف کرے یا اس کے کسی نام سے مسخری کرے، یا اس کے وعدہ یا وعید کا انکار کرے یا اُس کیلئے شریک یا فرزند یا جورو مقرر کرے یا اُس کو نادانی یا عاجز یا نقص سے نسبت کرے الخ اور کفر نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا ضروریات دین میں سے کسی چیز پر اور بیشک آپ اللہ تعالیٰ سے یہ حکم لائے ہیں کہ خدا بہت راست گو ہے یعنی اس سے بڑھ کر کوئی راست گو نہیں ہے اور خدا کی طرف کذب کی نسبت میں آپ کے ضروری حکم شرع کی تکذیب ہو گئی۔ شیخ زادہ تفسیر آیت ولو

روی عن الحسن انه قال خطبنا ابو هریرة رضی الله عنه علی منبر رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لیعتذرن الله تعالیٰ الی آدم علی نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام ثلٰث معاذیر یقول الله تعالیٰ یا آدم لولا انی لعنت الکذابین وابغضت الکذب والخلف واعذب لهم لرحمت الیوم ولدك اجمعین من شدة ما اعددت لهم من العذاب الحدیث وفی هذا القدر کفایة لمن حلت قلبه الهدایة والله الهادی الی سواء السبیل لا رب غیره ولا خیر الا خیره وصلی الله علی النبی وعلی آله وصحبه وسلم۔ امر برقمه خادم الشریعة راجی اللطف الخفی محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکة المکرمة حالا کان الله لهما حامدا ومصلیا ومسلما۔

اس فتوے کو دیکھ کر فقیر نے مغفرت کفار کے امکان کے رد میں چند صفحہ کی تحریر مرتب کرکے حضرت مولنا صاحب پایہ حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کی

شئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا کے بیان میں لکھتا ہے، حسن سے مروی ہے کہ اُس نے کہا ہم پر ابوہریرہ نے خطبہ پڑھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر اور کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت آدم سے تین عذر کریں گے، فرماویں گے اے آدم اگر میں نے جھوٹوں کو لعنت نہ کی ہوتی اور جھوٹ کو دشمن نہ رکھتا۔ اور یا جھوٹ کا عذاب نہ مقرر کیا ہوتا تو آج تیری سب اولاد کو رحمت کر دیتا اس شدت عذاب کے جو اُن کے لئے مقرر کیا ہوا ہے اور اسی قدر میں کفایت ہے اُس کے لئے جس کے دل میں ہدایت داخل ہے اور خدا ہی ہادی ہے سیدھے راستہ کی طرف اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے اور درود بھیجے حق تعالیٰ اپنے نبی اور اس کی آل اور اصحاب پر اور سلام۔ اس کے لکھنے کا حکم کیا خادم شرع لطف خفی کے امیدوار محمد صالح بن مرحوم صدیق کمال حنفی نے جو بالفعل مکہ مکرمہ کا مفتی ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کی امداد کرے حمد و درود و سلام کرتے ہوئے ۱۲

جس پر انہوں نے یہ تقریظ لکھوائی قد اجاد فیما افاد فللّٰہ درہ محمد رحمت اللہ عفی عنہ۔

محمد رحمت اللہ
۱۲۹۳

چونکہ اس تحریر کے دلائل رسالہ عربیہ میں موجود تھے، اس لئے اس کا اندراج ضروری نہ جان کردہ تحریر لکھتا ہوں جو حضرت مفتی حنفی مکہ معظمہ کی خدمت میں تحریر پیش کی تھی، وھو ھذا:۔

لاشک[1] فی ان حضرۃ المفتی الحنفیۃ انما صدق جواب رشید احمد فی امتناع اتصافہ تعالیٰ بالکذب لعدم الاختلاف فیہ بین المسلمین لکن لا یخفی ان غرض رشید احمد من ازدیاد قولہ نعم اعتقاد اھل الایمان ان ما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الخ اثبات امکان الکذب لہ تعالیٰ عما یقول الظلمون علواً کبیراً لان خلیل احمد تلمیذہ قال فی قولہ الاول من البراھین القاطعۃ علی ظلام الانوار الساطعۃ ان خلف الوعید جائز عند الاشاعرۃ وامکان کذبہ تعالیٰ فرع خلف الوعید انتھی مترجماً وملخصاً وایضاً قال فی الجواب التفصیلی عن الاعتراض علی ھذا القول ان امکان کذبہ تعالیٰ شعبۃ عموم قدرتہ تعالیٰ الخ و

---

[1] اس میں شک نہیں کہ حضرت مفتی صاحب حنفی نے اللہ تعالیٰ ان کی پسندیدہ ہدایات ہمیشہ رکھے۔ مولوی رشید احمد کے فتوے کو صرف امتناع کذب باری تعالیٰ میں تصدیق فرمائی ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لیکن مخفی نہ رہے کہ مولوی مذکور کی غرض اس اخیر فقرہ کے بڑھانے سے حق سبحانہ کے امکان کذب کا ثابت کرنا ہے، کیونکہ اس کے شاگرد خلیل احمد نے اپنی براہین قاطعہ کے پہلے قول میں لکھا ہے کہ خلف وعید اشاعرہ کے نزدیک جائز ہے، اور امکان کذب باری تعالیٰ خلف وعید کی فرع ہے اھ اور نیز جواب تفصیلی میں لکھا ہے کہ امکان کذب باری تعالیٰ شعبہ عموم قدرت ہے۔ اور اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے اور اس کا مخالف دائرۂ اہل سنت سے خارج ہے اھ

هذا اعتقاد اهل السنة ومخالفہ خارج عن دائرة اهل السنة انتهى وهذا رشید احمد قد قرظ على البراهين القاطعة وصدقه بكمال التصديق ولقبه بالدلائل الواضحة على كراهة المروج من المولود والفاتحة وامر بطبع ذلك واشتهاره غاية التشهير فلما رد اقوالهم وفى مناظرة بهاولفور صار استيصالهم واشتهر ان تريدهم زين بتصحيح علماء الحرمين المحترمين فالأن اراد رشيد احمد ان يثبت مسئلة امكان كذبه تعالى بالخداع والاختراع فلهذا يستفتى من حضرات مفاتى مكة المكرمة دام فضلهم ورشدهم ان يبينوا حكم مسئلة مغفرة الكفار وان رشيد احمد مع كونه حنفيا ماتريديا يثبت قول الاشاعرة ويدعى ان هذه عقيدة جميع علماء الامة كيف حكمه افتونا ماجورين وعلى اعداء الدين منصورين۔

جواب حضرت مُفتی حنفی مَکّہ مُعظمہ

الحمد لمن هو به حقيق ومنه استمداد العون والتوفيق۔ اعلم رحمك الله انى

اور اس حضرت رشید احمد نے اسی براہین قاطعہ کی کمال تصدیق کر کے اس کو یہ لقب دیا ہے کہ یہ روشن دلیلیں ہیں، مولود اور فاتحہ مروجہ کی کراہت پر اور اس کے چھپوانے کا حکم دیا جو اس کی لوح پر درج ہے، پس جب مناظرہ ریاست بہاولپور میں ان کی تردید واقعی اور بیخ کنی ہو کر یہ بھی مشہور ہو گیا کہ اُن کے رد میں واقعی طور پر علمائے حرمین محترمین کی بخوبی تصدیق ہے تو اب مولوی رشید احمد نے یہ چاہا کہ کسی طرح سے امکان کذب باری تعالیٰ ثابت کیا جائے۔ پس اس لئے حضرت مفتی حنفی مکہ معظمہ سے استفتاء کیا جاتا ہے کہ مسئلہ مغفرت کفار ظاہر فرماویں۔ اور رشید احمد صاحب حنفی ماتریدی اشاعرہ کے قول کو ثابت کرتا ہے، اور مدعی ہے کہ یہ عقیدہ سب علمائے امت کا ہے اس کا حال عیاں کریں اللہ تعالیٰ سے ثواب ملیگا اور دین کے دشمنوں پر فتح ہو گی۔ جواب حضرت مفتی حنفی مکہ معظمہ۔ سب تعریف اس ذات پاک کو ہے جو حمد کے لائق ہے، اور میں اس سے مدد و توفیق کا

لما سودت الجواب على السوال الذى اجاب عليه رشيد احمد كان فى عزمى التكلم على ما استدرك به رشيد المذكور بقوله نعم الخ بانه مخالف لما عليه الماتريدية وهو الصحيح الذى عليه المعول وعند امرى بتبييضه وكان السائل يعجل علىّ فى الجواب انسيت ذلك وكتب الجواب مقتصرًا على ما فى السوال واقول الأن ان الحنفية لا يجوزون غفران الكفر عقلاً كما لا يجوز سمعًا لان تعذيب الكفار واقع لامحالة فيكون وقوعه على وجه الحكمة فالعفو عنهم على خلاف الحكمة فيجب تنزيهه افعاله تعالىٰ عنه كذا قاله ابو البقاء فى كلياته فى مبحث لو عدا فانظره وفى معين المفتى على جواب المستفتى للعلامة محمد بن عبد الله التمرتاشى الحنفى صاحب تنوير الابصار العفو عن الكفر لا يجوز عقلاً خلافاً للاشعرى وتخليد المؤمنين فى النار والكافرين فى الجنة يجوز عقلاً عندهم الا ان السمع ورد بخلافه وعندنا لا يجوز ولا يوصف الله

سائل ہوں، جان تو خدا تجھ پر رحم کرے جب مَیں نے رشید احمد کے جواب پر اوپر کی تحریر کا مسودہ لکھا تو میرا پختہ ارادہ تھا کہ میں اس کے اخیر قول پر اعتراض کروں گا کہ وہ مخالف مذہب ماتریدیہ کے ہے، اور صحیح معتبر ماتریدیہ کا مذہب ہے۔ اور جب مَیں نے منشی کو اس کے لکھ دینے کا حکم کیا۔ اور سائل جلد جواب مانگ رہا تھا مجھے وہ پچھلی بات لکھنی بھول گئی، اور امتناع کذب تک ہی لکھا، تو اب مَیں کہتا ہوں کہ حنفیوں کے نزدیک کفر کی بخشش عقلاً بھی ناروا ہے، جیسا کہ سمعاً بھی ناجائز ہے، اس لئے کہ کافروں کو عذاب ضروری ہونے والا ہے، پس اس کا ہونا ہی حکمت ہے اور ان کی بخشش خلاف حکمت ہے پس اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ اس سے واجب ہے، علامہ ابو البقا نے کلیات کے مبحث وعد میں ایسا کہا ہے، تو اس کو دیکھو اور علامہ تمرتاشی حنفی صاحب تنویر الابصار کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ کفر کی بخشش عقلاً بھی ناروا ہے خلاف اشعری کے اور مومنوں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا اور کافروں کا ہمیشہ بہشت میں رہنا اشعریہ کے نزدیک روا ہے مگر دلیل سمعی اس کے برخلاف

تعالیٰ بالقدرة علی الظلم والسفه والکذب لان المحال لا یدخل تحت القدرة وعند المعتزلة یقدر ولا یفعل انتہی وقال صاحب العمدة من الحنفیة وهو العلامة ابو البرکات النسفی تخلید المؤمن فی النار والکافر فی الجنة یجوز عقلاً عندهم یعنی للاشاعرة الا ان السمع ورد بخلافه و عندنا معشر الحنفیة لا یجوز انتہی وفی حاشیة شرح العقائد لرمضان افندی وزعم بعضهم من اهل السنة ای فی الجواب عن تمسک المعتزلة وهو لیس بمرضی عند الشافعی رحمه الله تعالیٰ ان الخلف کرم فیجوز من الله تعالیٰ والمحققون علی خلافه کیف ای کیف یجوز الخلف من الله تعالیٰ فی الوعید وهو ای الخلف تبدیل للقول وقد قال الله تعالیٰ ما یبدل القول لدیّ الخ انتہی وفی رد المحتار وصرح التفتازانی وغیره بان المحققین علی عدم جواز خلف الوعید وصرح النسفی بانه

ہے اور ہمارے نزدیک یہ ناروا ہے، اور حق تعالیٰ کا ظلم و بے عقلی و کذب پر قادر ہونے سے موصوف ہونا ناروا ہے، کیونکہ محال قدرت کے نیچے داخل نہیں ہوتا ہے، اور معتزلہ کے نزدیک قادر ہے اور کرتا نہیں اھ اور علامہ نسفی نے عمدہ میں کہا ہے کہ مومن کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا اور کافر کا بہشت میں رہنا اشاعرہ کے نزدیک عقلاً روا ہے، مگر دلیل سمعی اس کے برخلاف ہے، اور ہم حنفیوں کے نزدیک عقلاً سمعاً ناروا ہے اھ اور حاشیہ شرح عقائد میں علامہ رمضان آفندی نے لکھا ہے اور بعضے اہل سنت نے معتزلہ کے جواب میں زعم کیا ہے کہ خلف وعید کرم ہے، پس حق تعالیٰ سے روا ہے اور یہ زعم خود امام شافعی کے نزدیک بھی ناپسند ہے، اور محققین اس کے خلاف پر ہیں، حق تعالیٰ سے خلف وعید کیونکر روا ہو کہ یہ تبدیل قول ہے، اور قرآن میں فرمان ہے کہ خدا کے نزدیک بات نہیں بدلتی الخ اور رد المحتار میں ہے کہ تفتازانی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ محققین خلف وعید کے عدم جواز پر ہیں، اور امام نسفی نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے کہ خدا پر یہ محال ہے بدلیل آیت عدم تبدیل

الصحیح لاستحالتہ علیہ تعالیٰ لقولہ تعالیٰ ما یبدل القول لدی وقولہ ولن یخلف اللہ وعدہ ای وعیدہ وانما یمدح بہ العباد خاصۃ انتھٰی وحیث کان ھذا ھو الصحیح الذی علیہ المحققون فاستدراک رشید احمد المجیب لمذکور بقولہ نعم الخ وھو ماتریدی العقیدۃ قبیح جدًّا وعبارۃ البیضاوی التی اوردھا المجیب فی الاستدلال علی ذلک لم یعرج علیھا صاحب الجلالین ولا محشیہ الجمل ولا صاحب در المنثور مع کونھم اشعریین وما ذلک الا لکونھا خلاف الصحیح حتی عندھم بدلیل ما فسروا بہ الآیۃ وھی ان تعذبھم ای من اقام علی الکفر منھم فانھم عبادک وان تغفرلھم ای لمن اٰمن منھم الخ واما ما تفوہ بہ صاحب البراھین القاطعۃ لما لم یسبقہ علیہ احد من اھل السنۃ فھو شعبۃ عموم جھلہ المرکب وان قرظ علیہ من برشید تلقب اذلا یرضی بان یسمعہ اشعری ولا ماتریدی فضلًا عن کونہ بہ یتمذھب واللہ

قول وآیت عدم خلاف وعد یعنی وعید کے صرف بندوں کی مدح خلاف وعید سے ہوتی ہے اھ جب یہی صحیح اور محققین کا مذہب ہوا تو رشید احمد مذکور کا کفر کی بخشش سے استدراک کرنا حالانکہ وہ ماتریدی ہے سخت قبیح ہے، اور بیضاوی کی عبارت جو اس نے دلیل میں لکھی ہے، تو دوسرے مفسرین نے جیسے کہ صاحب جلالین اور اس کا محشی جمل اور صاحب درمنثور باوصفیکہ وہ بھی اشعری ہیں ایسا نہیں لکھا ہے، اس لئے کہ یہ بات ان کے نزدیک بھی غیر صحیح ہے، اس دلیل سے کہ انہوں نے آیت ان تعذبھم کے معنی یہ کئے ہیں کہ اگر تو کافروں کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر مومنوں کو بخشے الخ۔ ولیکن صاحب براہین نے جو بکواس کی ہے کہ کسی نے اہل سنت سے ایسا نہیں کیا تو یہ اس کی جہل مرکب کے عام ہونے کا شعبہ ہے۔ ہرچند رشید نے اس پر تقریظ لکھی ہے کوئی اشعری نہ ماتریدی اس پر خوش ہوگا چہ جائے کہ کوئی ایسا مذہب رکھے۔ اور خدا ہی ہدایت کی توفیق دینے والا ہے، اور

الموفق للرشاد واعاذنا وجميع المسلمين عن سوء الاعتقاد والافساد؁ صلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ الامجاد۔ امر برقمہ خادم الشریعۃ راجی اللطف الخفی محمد صالح کمال ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ حالاً کان اللہ لہما حامدًا ومصلیًا ومسلمًا۔

جب مفتی صاحب نے اس قول بے عول کی بخوبی تردید کردی تو فقیر نے گنگوہی صاحب کے دوستوں کو بخوبی واقف کردیا۔ اور حضرت مولنٰنا وبالفضل والکمال اولنٰنا حضرت حاجی مہاجر مکہ معظمہ پایۂ حرمین شریفین نے بھی اس باب میں بہت ہی تائید فرمائی، بلکہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے بھی ان کی ترک مدد کے واسطے بہت گفتگو درمیان میں آئی، چنانچہ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ میں حضرت حاجی صاحب موصوف نے فقیر کی دومرتبہ دعوت فرمائی، اور ارشاد کیا کہ آپ کسی کا نام نہ لکھو، صرف مسائل متنازعہ لکھ دو، ہم بھی اس پر دستخط و مہر کردیں گے۔ تب فقیر نے یہ تحریر ان کی خدمت میں پیش کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

امابعد جاننا چاہئے کہ شرعاً وعرفاً وعقلاً امکان کذب حق سبحانہ وتعالیٰ محال اور ممتنع ہے اور ایسا ہی امکان نظیر سرور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم محال وممتنع ہے

؁ ہم کو اور سب مسلمانوں کو بُرے اعتقاد اور فساد پھیلانے سے پناہ دے، اور حق تعالیٰ ہمارے سردار محمد اور اُس کی آل اور اصحاب پر درود بھیجے۔ اس کے لکھنے کا حکم کیا شرع کے خادم لطف خفی کے امیدوار محمد صالح کمال حنفی مکہ مکرمہ کے فی الحال مفتی نے حمد و درود اور سلام سے ۱۲ منہ

کیونکہ قرآن میں فرمان ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور خلاف وعدہ محال وممتنع ہے، علامہ تمرتاشی صاحب تنویر الابصار معین المفتی فی جواب المستفتی میں لکھتے ہیں۔ ولا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم والسفہ والکذب لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ وعند المعتزلۃ یقدر ولا یفعل انتہی۔ اور مؤلف رسالہ تنزیہ الرحمٰن نے بھی یہی عبارت نقل کی ہے، اور امام نسفی کے عقائد نظامیہ میں بھی یہی عبارت بجنسہٖ موجود ہے، اور علامہ ابراہیم باجوری متن سنوسیہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ القدرۃ لا تتعلق بالمستحیل فلا ضیر فی ذلک کما لا ضیر فی ان یقال لا یقدر اللہ علی ان یتخذ ولدًا او زوجۃ او نحو ذلک انتہی وفی کفایۃ العوام فی علم الکلام ومن الجہل قول من قال ان اللہ قادر علی ان یتخذ ولدًا لانہ لا تتعلق للقدرۃ بالمستحیل واتخاذ الولد مستحیل ولا یقال انہ اذا لم یکن قادرًا علی اتخاذ الولد کان عاجزًا لانا نقول انما یلزم العجز لو کان المستحیل من وظیفۃ القدرۃ ولم تتعلق بہ مع انہ لیس من وظیفتہا الا الممکن اھ اور امکان کذب باری تعالیٰ کے اعتقاد کو امام رازی نے تفسیر کبیر میں قریب بکفر لکھا ہے۔

بشریت وغیرہ میں سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے جملہ بنی آدم کو مساوی جاننا محققین کی تصریح کے خلاف ہے، تفسیر کبیر میں آیت ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحًا کے نیچے امام حلیمی علیہ الرحمۃ کی کتاب کے حوالہ سے لکھا ہے فی المنہاج ان الانبیاء علیہم السلام لا بد وان یکونوا مخالفین بغیرہم فی القوی الجسمانیۃ والروحانیۃ تا قول مے واعلم ان تمام الکلام فی ھذا الباب ان النفس القدسیۃ النبویۃ مخالفۃ بماھیتہا لسائر

النفوس انتہی ملخصاً۔ اور تفسیر ابو السعود وغیرہ میں ایسا ہی مذکور ہے، اور تفسیر نیشاپوری میں آیت اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کے نیچے بھی یہی تحقیق مسطور ہے، اور بیضاوی وغیرہ میں بھی ایسا ہی تحریر ہے، اور آیت قل انما انا بشر مثلکم کو مفسرین نے تواضع پر حمل کیا ہے، جیسا کہ تفسیر کبیر اور نیساپوری اور معالم التنزیل اور خازن وغیرہما میں موجود ہے، جو چاہے دیکھ لے۔

۳ شیطان لعین کی وسعت علم اور احاطہ زمین کو نصوص قطعیہ سے ثابت جاننا اور عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وعترتہ اجمعین کی وسعت علم کو بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کہنا اور اس کو شرک سے تعبیر کرنا اور آپ کے علم شریف کو معاذ اللہ شیطان کے علم سے کم لکھ دینا یہ آپ کی سخت توہین ہے کیونکہ شرعاً ثابت ہے کہ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلم مخلوقات ہیں، تفسیر نیشاپوری میں آیت فاوحی الی عبدہ ما اوحی کے نیچے لکھا ہے، والظاہر انہا اسرار وحقائق ومعارف لا یعلمہا الا اللہ ورسولہ انتہی۔ تفسیر کبیر میں ہے معناہ اوحی اللہ تعالیٰ الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما اوحی الیہ للتفخیم والتعظیم انتہی اور ایسا ہی اکثر تفاسیر میں لکھا ہے، اور آیت وعلمک ما لم تکن تعلم کے نیچے تفسیر مدارک وخازن وغیرہما میں ہے وعلمک من خفیات الامور واطلعک علی ضمائر القلوب اھ اور حدیث مسلم میں بروایت عمرو ابن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارد ہے فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن اور مواہب لدنیہ میں ہے اخرج الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ اور اس حدیث کو امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں بھی نقل کیا ہے۔

پس بشہادت قرآن و حدیث اکابر علمائے اہل سنت نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ما کان وما یکون کا حاصل ہے، جیسا کہ قاضی عیاضؒ نے شفا میں اور علامہ قاریؒ اس کی شرح میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوۃ وغیرہ میں اس پر تصریح کی ہے۔

مجلس مولد شریف مروجہ عرب و عجم کو کنھیا کے جنم سے مشابہت دینی اور بدعت سیئہ و حرام کہنا اور اس مجلس کے قیام کو جو بنظر تعظیم ذکر خیر و رعایت ادب کے مستحسن جانا گیا ہے حرام بلکہ شرک و کفر لکھ دینا اور فاتحہ ارواح اولیاء و صلحاء و سائر مومنین کو برہمنوں کے اشلوک پڑھنے کے مشابہ کہنا سخت قبیح کلمات ہیں جو امور خیر صدہا سال سے خواص اہل اسلام میں جاری ہوں اور بدعات و منکرات سے خالی ہوں، اور تشبہ بھی مقصود نہ ہو، اور ان کی سند شرعاً بھی موجود ہو، ان کے بارہ میں ایسا لکھنا سخت بیجا ہے اللہ تعالیٰ توفیق ادب رفیق فرماوے۔

علمائے دین متین خصوص مفتیان حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً کے شکوے و معائب تحریر کر کے چھپوانے تشہیر کرنی نہایت مخالفت شرع اظہر ہے، کسی ایک عام شخص کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی خلوت میں سمجھانا ماموربہ ہے، جیسا کہ دینی کتابوں میں بسط مناسب کے ساتھ مسطور ہے اللہ تعالیٰ مخالف شرع کاموں سے سچی توبہ نصیب کرے۔ آمین

(بقلم محمد ابو عبدالرحمٰن فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہ در مکہ معظمہ شریف)

۸ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ

حضرت حاجی صاحب موصوف نے اس تحریر کو ملاحظہ فرما کر حضرت مولانا بالفضل والکمال اولنا الحاج الحافظ محمد عبدالحق صاحب کی خدمت میں بھیجا، تو انہوں نے اس پر یہ لکھا حامداً و مصلیاً و مسلماً ما کتب فی ہذا القرطاس صحیح لاریب فیہ

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم حررہٗ محمد عبد الحق عفی عنہ۔

محمد عبد الحق ۱۳۸۱

پھر حضرت حاجی صاحب نے یہ تحریر فرمائی۔ تحریر بالا صحیح اور درست ہے اور مطابق اعتقاد فقیر کے ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کاتب کو جزائے خیر دے۔ ؎

بے سبب گر عزیمان موصول نیست ۔۔۔ قدرت از عزل سبب معزول نیست

محمد امداد اللہ فاروقی

الجواب صحیح محمد انوار اللہ۔ جو عقائد اس جواب میں مذکور ہیں وہ اہل سنت کے کتب میں مسطور ہیں، واللہ اعلم۔ حررہٗ المفتقر الی امداد القوی حمزۃ النقوی عفی عنہ

محمد حمزہ
اللہ نور الدین

عقائد مندرجہ رسالہ ہذا مطابق کتب اہل سنت والجماعت کے ہیں فقط۔

حررہٗ نور الدین عفی عنہ ۔۔ نور الدین

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ رسالہ تقدیس الوکیل عن اہانۃ الرشید والخلیل پر علاوہ تصدیق حضرت مولٰنا و مولی الکل حامی دین متین سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولٰنا الحاج المہاجر فی اللہ مولٰنا محمد رحمت اللہ عافاہ اللہ جو مخاطب بخطاب پایۂ حرمین شریفین ہیں زادہما اللہ تعالیٰ عزۃً وشرافۃً کے مفتیان اربعہ مذاہب مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی تصحیح وتعریف وتقریظ سے مزین ہوا، اور ابتدائے ربیع الاول ۱۳۰۷ھ میں جناب حاجی صاحب پیشوائے سالکان شریعت وطریقت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ نے بھی اس رسالہ کی ملخص تحریر پر اپنے دستخط خاص سے تصدیق تسطیر فرمائی، اور اس کے مؤلف کے حق میں امداد دعا لکھ کر اپنی مُہر شریف اس پر ثبت کی۔ ایسے جلسہ میں جہاں اکثر مولوی صاحبان ودیگر طالبان طریق خداداني منتسبان سلسلہ عالیہ حاضر تھے، چنانچہ آپ کی تقریظ اور مُہر کے نیچے مولٰنا مولوی انوار اللہ صاحب

جومشاہیر علمائے ریاست حیدرآباد و استاذ نظام ریاست موصوفہ ہیں، اور نیز مولٰنا مولوی سید حمزہ صاحب وغیر ہما مریدان حضرت حاجی صاحب موصوف و ممدوح نے اپنے تصحیحات و مواہیر درج کیں، الحق یعلو ولا یُعلٰی کا مضمون خوب ظاہر ہوا اب غالب امید ہے کہ مولوی رشید احمد و خلیل احمد صاحبان مع دیگر ہم مشربوں اور مؤیدین کے اپنی خطاؤں سے باز آئیں گے، اور ہٹ دھرمی نہ فرمادیں گے، کیونکہ اُن کے خطا حضرت مولانا صاحب پایۂ حرمین شریفین کی شہادت صادقہ سے جن کی حقانیت و تبحر علم و فضل کا ان کو خود اقرار ہے، جیسا کہ بجا ہائے متعدد براہین قاطعہ میں اس کا اشتہار ہے، اور نیز اُن کے پیر و مرشد جناب حاجی صاحب موصوف و ممدوح کی ارشاد سے ثابت ہوگئے ہیں، اور کوئی شک و شبہ مردود ہونے اعتقاد امکان کذب باری تعالیٰ و امکان نظیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و تصریح قلت علم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان لعین کے علم سے معاذ اللہ وغیر ذلک من الھفوات ہیں نہیں رہا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق اشتہار توبہ نصوح رفیق فرمادے، اور ناحقہ فساد کو رفع و دفع کرے آمین یارب العالمین۔

محررہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ از مکہ معظمہ مدرسہ صولتیہ العبد محمد سعید عفی عنہ

محمد سعید مطیع ۱۳۰۸	ابو معظم سید اعظم حسین عفی اللہ عنہ	عصمت علی ۱۳۰۶

الحمدللہ تعالیٰ حمداً کثیراً کہ مدینہ منورہ کی زیارت بابشارت کے بعد جو دو مہینہ سے کچھ زائد مکہ معظمہ میں رہائش ہوئی تو اس مبارک رسالہ کی بخوبی تکمیل ہوگئی۔ اور شمول عرس حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی سعادت اور مکہ معظمہ کی مجلس مولود شریف کے اشتمال کی برکت حاصل ہوئی۔ ایک ہفتہ کم ایک سال کے بعد وطن میں آنے کا اتفاق ہوا۔ اللّٰھم ارزقنا العود الی الحرمین المحترمین مع الامن والایمان والسلامۃ والاسلام آمین یا ذاالجلال والاکرام ؏

تمت بالخیر!

امام احمد رضاؒ

مؤلفہ علامہ بدر الدین احمد قادری

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلویؒ کے حالات زندگی۔ کمالات علمی اور مقامات روحانی کا مستند تذکرہ

صفحات ۔۔۔۔ ٹائیٹل رنگین مجلد

قیمت ۔۔۔۔ ۳ روپے ۵۰ پیسے

تذکرہ فریدیہؒ

مصنفہ

حضرت علامہ محمد مشتاق احمد چشتی صابری شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ العزیز کے حالات زندگی اور کمالات باطنی کا مستند تذکرہ۔ صفحات ۹۶، رنگین ٹائیٹل

قیمت ایک روپیہ ۲۵ پیسے

سید احمد شہیدؒ کی صحیح تصویر

مولانا وحید احمد مسعود نے اس لاجواب کتاب میں سید احمد صاحب رائے بریلوی اور انکے مرید شاہ اسمٰعیل صاحب دہلوی کے نام نہاد "جہاد" کی حقیقت روز روشن کیطرح واضح کرکے یہ بتادیا ہے کہ یہ دونوں صاحبان انگریزوں کے ایجنٹ تھے مولانا کے دلائل کے جواب وہابی دینے سے قاصر ہیں۔ ۲ روپے

سیدنا حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ
سیرت

مصنفہ علامہ نور بخش توکلی ایم اے

حضرت علامہ توکلیؒ نے حضور غوث پاکؓ کے حالات طیبات نہایت مستند کتب عربی مثل بہجت الاسرار طبع مصر سے اخذ کرکے اس کتاب کو مرتب فرمایا ہے اس کتاب کی اہمیت و افادیت مصنف علام کے نام سے ظاہر ہے قیمت ۲ روپے

نوری بک ڈپو بالمقابل دربار داتا صاحب لاہور

بزرگانِ لاہور

مرتبہ و مؤلفہ مولانا پیر غلام دستگیر نامی لاہوری مرحوم

حضرت نامی صاحب ماہر علم الفرائض ہونے کے علاوہ فن تاریخ و تذکرہ کے بھی بحر ناپیدا کنار تھے۔ انکی اسی سالہ زندگی اسی دشت کی سیاحی میں صرف ہوئی۔ ہزاروں مضامین لکھنے کے علاوہ سینکڑوں کتب و رسائل تصنیف کیے۔ اور بہت سی کتابوں کے ترجمے کیے۔ جن کی بدولت حضرت نامی کا نام نامی ہمیشہ زندہ رہے گا۔

یہ کہنہ مشق مصنف

اپنی زندگی کے آخری ایام میں لاہور کے بزرگان دین کے حالات کا ایک مفصل اور مبسوط تذکرہ بنام "بزرگان لاہور" لکھ کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ پیغام اجل آ پہنچا۔ اور وہ اپنی اس تالیف کو زیور طبع سے آراستہ [illegible] نہ دیکھ سکے۔ اب ہم نے اس نادر تذکرے کو چھپوا دیا ہے۔

بزرگانِ لاہور

میں ہر چہار سلاسل کے قدیم و جدید اولیاء کرام کے علاوہ اُن بزرگان دین کے حالات درج ہیں جو مشہور سلاسل اربعہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں منسلک ہیں۔ نیز مجاذیب، خواتین صالحات اور علماء کرام کے اذکارِ جمیل بھی موجود ہیں۔ بعض سیاسی اور تاریخی واقعات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے غرضیکہ یہ کتاب اپنے موضوع پر مکمل طور پر حاوی ہے۔

قیمت صرف ۴ روپے ۵۰ پیسے

کارڈ بھیج کر آج ہی طلب کیجیے!

نوری بک ڈپو بالمقابل دربار داتا صاحبؒ لاہور

مدینۃ الاولیا لاہور

کے ۱۵۲ اولیا اللہ کے حالاتِ طیبات

کا گرانقدر مجموعہ

بزرگانِ لاہور

مرتبہ

پیر غلام دستگیر نامی مرحوم

صفحات ۲۵۶ ——— کتابت معیاری

گردپوش دیدہ زیب ——— جلد مضبوط

قیمت چار روپے پچاس پیسے

نوری بک ڈپو بالمقابل دربار داتا صاحب لاہور

طابع گردپوش : دین پرنٹرز اینڈ ، لاہور